الشعراء تلامذ الرحمٰن

دیوان بیمثال

(موسوم بہ نام تاریخ طبع)

آثار خیال

۱۳۴۳ھ

یعنے

م معجز نظام گل باغ فصاحت و دو حہ چمن بلاغت رشک طوسی و خاقانی، غیرت دہ فردوسی و قاآنی

ستاد زمن جناب سید عباس حسن صاحب فصاحت دام کمالہٗ خلف و یادگار حضرت آمانت مرحوم و مغفور

بقدر دانی و دریا دلی

تاجران روزگار مشہور دیار و امصار عالیجناب معلی القاب نامی و نامور زمن منشی لشن نراین صاحب بہار گو

دام اقبالہ و ضاعف اجلالہ خلف رائے بہادر منشی پراگ نرائن صاحب مالک مطبع ہذا بصرف زر کثیر

باہتمام تمام و حسن انتظام

کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

مطبع منشی نول کشور واقع لکھنؤ مین چھپکر شائع ہوا

بار اول ۱۹۲۵ء

التماس

مولوی عبد الحلیم صاحب شررؔ کی تقریظ مین کاتب سے جابجا غلطیان ہوگئی ہین جسکی ممدوح کو سخت شکایت ہے۔ لہذا ہم اُن سے معذرت خواہ ہوکر ناظرین دیوان کی خدمت مین عرض کرتے ہین کہ وہ خود ہی غور فرما کر اصلاح فرما لین۔ فقط

خاکسار عبد ذوالمنن
سید عباس حسن فصاحتؔ
عفی عنہ

الشعراء تلامذ الرحمٰن

للہ الحمد والمنۃ کہ دیوان ترجمان فصاحت آداں کلام معجز نظام گل باغ فصاحت غنچۂ چمن بلاغت رشک طوسی و خاقانی و غیرت دہ فردوسی و قاآنی اُستاد زمن جناب سید عباس حسن صاحب فصاحت دام کمالہ خلف یادگار حضرت امانت مغفور

دیوان بے مثال آئینۂ خیال

بقدردانی و دریادلی و سرپرستی عالیجناب معلّےٰ القاب فخر زمن منشی بشن نراین صاحب مالک مطبع ہذا ادام اللہ اقبالہ و اجلالہ باہتمام سیٹھ کیسری داس سپرنٹنڈنٹ

مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہو کر شائع ہوا

۱۲ ورق جز — سنہ ۱۹۲۵ء

مایوس نہین گو ہون گنہگار خدا کا
بخشے گا مجھے نام ہے غفار خدا کا

دنیا مین ہو یا حشر مین ایمان کی کہین ہم
اے توبہ نہ ہوگا کہین دیدار خدا کا

پھر قبضہ مین کس کے ہو بھلا زندگی و موت
کرتی ہین اگر دہریے انکار خدا کا

میزان مین تلنے لگے اعمال بد و نیک
محشر مین ہوا گرم جو بازار خدا کا

وہ عرش معلے پہ قریب اپنے بلانا
معراج مین محبوب پہ وہ پیار خدا کا

مایوس گنہگار نہ رحمت سے ہو ہرگز
ادعونی اک آیہ مین ہے اقرار خدا کا

خاصان الٰہی مین بجز پنجتن پاک
معلوم کسی کو نہین اسرار خدا کا

دنیا مین خطاوار تو بنکا نہین صد شکر
ناچیز مین بندہ ہون گنہگار خدا کا

مصروف بدل طاعتِ حق مین ہوئے حیدر
تھا پاس کچھ ایسا دم پیکار خدا کا

پوشیدہ کرے کیون نہ وہ ہم بندونکے عصیان
سب نامون مین اک نام ہے ستّار خدا کا

تو جان کے بندونکو ستایا نہ کر اُس کے
کچھ خوف تو کر اے بتِ پندار خدا کا

انسان ہو نبوت کا امامت کا بھی قائل
پورا نہین ایمان فقط اقرار خدا کا

مستغنی انھین فضل و کرم نے کیا اُس کے
پھر شکر نہین کرتے ہین زردار خدا کا

عاشق کی ہوئی عمر بسر یادِ بتان مین
لب پر کبھی نام آیا نہ اک بار خدا کا

وہ آتشِ دوزخ مین جلے گا نہ دمِ حشر
کلمہ پڑھے جو مومنِ دیندار خدا کا

وہ روزِ جزا تیرا طلب ہونا فصاحت
وہ عظمت و اجلال وہ دربار خدا کا

مرتفع نام ہے اک ربی الاعلیٰ تیرا
تو ہی یکتا ہے نہین کوئی بھی ہمتا تیرا

شکر معبود ادا ہو نہین سکتا تیرا
عبد ناچیز پہ احسان ہے کیا کیا تیرا

ذات تیری ہے احد رتبہ بھی اعلےٰ تیرا
تو ہی مالک مرا مین بندۂ ادنیٰ تیرا

تاب لا ہی نہ سکے آگیا غش موسیٰؑ کو
دیکھا کب اچھی طرح طور پہ جلوا تیرا

سچ تو یہ ہے کہ علیؑ اور محمدؐ کے سوا
کون عالم مین ہے بیجا سننے والا تیرا

فرد و یکتا و وحید ایک تری ذات ہی بس
تھا نہ ہے اور نہ ہمسر کوئی ہوگا تیرا

ہو مصیبت کوئی یا عیش الم ہو کہ سرور
چاہیئے خوش رہے ہر حال مین بندا تیرا

لوگ معشوق کو ہین دیکھ کے عاشق ہوتے
مین تو بے دیکھے ہوئے دل سے ہون شیدا تیرا

آنا جبریل کا وہ لیکے براق جنت
شب معراج وہ احمد کو بلانا تیرا

دیکھے انسان اگر چشم بصیرت سے بہ غور
تو ہر اک شئے مین نظر آتا ہے جلوا تیرا

دیکھ ڈالا حرم و دیر و کلیسا و کنشت
کون سی جا نہ گیا ڈھونڈھنے والا تیرا

دل مین اُسکے ہے تری یاد زبان پر ترا نام
آشنا تو نہین اور وںکا شناسا تیرا

بخشوائیگی تو اسے رحمتِ حق حشر کے دن
اب فصاحت کو اگر ہے تو سہارا تیرا

در نعت حضرت سرور کائنات جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم

طیب و طاہر نہ کیون ہوتی لسانِ مصطفےٰ
موج کوثر کی وہ تھی کوثر دہانِ مصطفےٰ

اور ہے معلوم کس کو عظم و شان مصطفیٰ
بس خدا او مرتضیٰ ہین رتبہ دان مصطفیٰ

تھی دوبالا اس وصی سے عزّ و شان مصطفیٰ
مرتضیٰ تھے افتخار خاندانِ مصطفیٰ

کیون حفاظت اور نگہبانی نہ کرتا کبریا
سیکڑون کافر عدو اور ایک جانِ مصطفیٰ

تھوڑے ایسے کھانے مین سیر اعلےٰ وادنیٰ سب ہوے
تھے جو عقدِ فاطمہ مین میہمانِ مصطفیٰ

اور کوئی مجمعِ اصحاب مین واقف نہ تھا
تھے علیؑ دانندۂ سرِّ نہانِ مصطفیٰ

آستان بوسی کو قدسی جانتے ہین اپنا فخر
عرش سے برتر ہے تو قیر مکانِ مصطفیٰ

شبرؑ و شبیرؑ و زہراؑ و علیؑ سے دہر مین
تھا بہار و کیفیت پر بوستانِ مصطفیٰ

جنگ موتا و اُحُد کیا خندق و خیبر مین بھی
تھے یداللہ افسرِ کل ناصرانِ مصطفیٰ

قعرِ دوزخ حشر مین ہے دشمنون کے واسطے
خلدِ اعلیٰ ہے برلے دوستانِ مصطفیٰ

قطعہ

حج بیت اللہ کا پاکر شرف جس دم پھرا
اور غدیرِ خم مین آیا کاروانِ مصطفیٰ

مرکبون سے اپنے سب اُترین ہین پر ہو قیام
یون صحابہ سے ہوئی گویا زبانِ مصطفیٰ

پھر کیا تیار پالانِ شتر سے منبر ایک
حکم کے تابع جو تھے کل پیروانِ مصطفیٰ

مرتضےٰ کو لے کے حضرت زینتِ منبر ہوئے
یون گہر افشان ہوئی سب سے زبانِ مصطفیٰ

جسکا مولا مین ہون مولا یہ علیؑ بھی اسکے ہین
ہین وعِن ارشادِ خالق تھا بیانِ مصطفیٰ

قائلِ قولِ خدا و احمدؐ اعدا تو نہ تھے
سمجھے حیدرؑ کو محب ہم قدر و شانِ مصطفیٰ

پہنچا پھر شور مبارکباد تا گوشِ فلک
اس وصایت سے تھے خوش وابستگانِ مصطفیٰ

ختم قطعہ

زیبِ تنِ جنت کا حلہ اور سواری مین بُراق
تھی شبِ اسریٰ عجب توقیر و شانِ مصطفیٰ

راہیِ جنت ہوے جیسے حبیبؐ کبریا
تھے علیؑ زینت دہِ منبر بسانِ مصطفیٰ

لحمکَ لحمی نہ کیون ارشاد فرماتے رسولؐ
عہد مین حیدرؑ نے جو سی تھی زبانِ مصطفیٰ

بسترِ حضرت پہ جب سوئے شبِ ہجرت علیؑ
شرِّ اعدا سے رہی محفوظ جانِ مصطفیٰ

پشتِ احمدؐ کے ہوئے راکب جو طفلی مین حسینؑ
ہاتھ مین تھے گیسوئے عنبر فشانِ مصطفیٰ

ہے گواہ انجیل و فرقان اور توراۃ و زبور
ہین علی خویش و وصی و نفس و جانِ مصطفیٰ

دو کمان سے بھی تھا کم فرق امین اور اللہ مین ۔۔۔ تھی شبِ معراج ایسی قدر و شانِ مصطفٰے

اے فصاحت بخت لیجائے مدینہ مین اگر
یہ جبین ہو اور سنگِ آستانِ مصطفٰے

(ایضاً در نعتِ رسولؐ)

منزلت مین کعبہ ہے روئے حبیبِ کبریا ۔۔۔ اور محراب اُس کی ابروئے حبیبِ کبریا

سورۂ والشمس ہے روئے حبیبِ کبریا ۔۔۔ اور ہی واللیل گیسوئے حبیبِ کبریا

حشر مین خلد برین کی سمت جب جائینگے لوگ ۔۔۔ جائینگے ہم جانبِ کوئے حبیبِ کبریا

اے زہے اعجاز ہوتا تھا گذر جس راہ سے ۔۔۔ تین دن رہتی تھی خوشبوئے حبیبِ کبریا

شرم سے ہے سر جھکائے سروِ گلزارِ بہشت ۔۔۔ ہے جو موزون قد دلجوئے حبیبِ کبریا

روبرو آتے نہ تھے دہشت سے کفارِ عرب ۔۔۔ تھی کھنچی تلوار ابروئے حبیبِ کبریا

دونون رہتے تھے نواسے اک حسن اور اک حسین ۔۔۔ زیبِ دوش و زیبِ زانوئے حبیبِ کبریا

کیا معطر ہو گئے جنت مین حورونکے مشام ۔۔۔ جب گئی خوشبوئے گیسوئے حبیبِ کبریا

حق نے بلوایا شبِ معراج اپنے عرش پر ۔۔۔ بھیجکر جبرئیل کو سوئے حبیبِ کبریا

جنگ مین غالب نہ آتے کیون دمِ تیغ افگنی ۔۔۔ تھے علی مانند بازوئے حبیبِ کبریا

عقل و عرفان و علوم و سرِّ حق سے تھے بھرے ۔۔۔ فرق و چشم و صدر و پہلوئے حبیبِ کبریا

سب دعائیں کرتے تھے دیدیکے اُنکا واسطہ ۔۔۔ تھی رجوعِ انبیا سوئے حبیبِ کبریا

جو عقید تمند تھے وہ ماہِ نو کو دیکھ کر ۔۔۔ دیکھتے تھے مصحفِ روئے حبیبِ کبریا

حکمِ حق سے جب وصی و جانشین حیدر ہوے ۔۔۔ شاد تھے اصحاب خوشخوئے حبیبِ کبریا

دیکھنے والون کی آنکھین خیرگی کرنے لگین ۔۔۔ تھا جو پرضو مہرِ سا روئے حبیبِ کبریا

اے فصاحت روزِ حشر اپنی شفاعت کے لئے
ہم سے عاصی جائین گے سوئے حبیبِ کبریا

در منقبت حضرت اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب علیہ السلام

لکھ سکے مداح کیا وصف و ثنائے مرتضٰے ۔۔۔ کون کعبہ مین ہوا پیدا سوائے مرتضٰے

فتح کرکے قلعۂ خیبر جو آئے مرتضیٰؑ
دو ستون نے بڑھ کے چومے دست و پائے مرتضیٰؑ

رفعت و عظمت یہ کس کی ہے سوائے مرتضیٰؑ
غازۂ روئے حور کا ہو خاک پائے مرتضیٰؑ

کیا عبادت تھی خدا کی واہ رے عز و شرف
مہر پھر آیا تھا مغرب سے برائے مرتضیٰؑ

کچھ نہین فرق ایک ہے دونو نکا نور اے آفتاب
آسمان پر تو زمین پر نقش پائے مرتضیٰؑ

جب نہ اعدا مسئلہ حل کرسکے بعد نبی
فیصل ایک دم مین کیا جبوقت آئے مرتضیٰؑ

سچ تو یہ ہے ایک کا ہے ایک عالم مین جواب
یا براق احمدؐ کا ہے یا بادپائے مرتضیٰؑ

دی ہے روٹی کیلیے سائل کو اونٹونکی قطار
پوچھے قنبر سے کوئی جود و سخائے مرتضیٰؑ

تابع فرمان رہا کرتے تھے جبرئیلؑ امین
کام کرتے تھے نہ کوئی بے رضائے مرتضیٰؑ

دوست مال اولاد بعد دفن کوئی بھی نہین
میرے کام اعمال آئے یا ولائے مرتضیٰؑ

فخر سے کہتے ہین یہ چرخ چہارم پر مسیح
مین ہون اک کارندۂ دار الشفائے مرتضیٰؑ

فرش خواب مصطفیٰؐ پر سوئے تھے ہجرت کی شب
انتہا کی الفت اللہ ری وفائے مرتضیٰؑ

آمد حیدر کے خیبر مین نبیؐ تھے منتظر
ناگہان سلمان بول اٹھے وہ آئے مرتضیٰؑ

اور رتبہ بڑھ گیا جب تیغ ٹوٹی وقت جنگ
آسمان سے ذو الفقار آئی برائے مرتضیٰؑ

دوست تو کیا دشمنون سے بھی نہ رکھتے تھے غبار
مثل آئینہ تھا قلب با صفائے مرتضیٰؑ

شان مین آیا ہے کس کی لافتا الا علی
جنگ آخر فتح کس نے کی سوائے مرتضیٰؑ

کلک ہون اشجار کاغذ ہو زمین دریا مداد
لکھ سکین جب بھی نہ انس و جن ثنائے مرتضیٰؑ

بعد پیدائش تھین آنکھین بند ماں کی گود مین
کھل گئین آغوش احمد مین جو آئے مرتضیٰؑ

قبر مین بہر سوال آئے تو ہین منکر نکیر
ہان مؤدّب دور بیٹھین مجھسے آئے مرتضیٰؑ

منکرو روز غدیر الیوم اکملت لکم
آیہ کس کی شان مین آیا سوائے مرتضیٰؑ

دولت دنیا و عقبےٰ سے ہین اس درجہ غنی
بادشاہون سے نہین دبتے گدائے مرتضیٰؑ

دو وسیلے حشر کو کافی ہین بخشش کے لیے
اک بکا شبیرؑ پر ہے اک ولائے مرتضیٰؑ

اللہ اللہ آئے جب بت توڑنیکے واسطے
تھے نبی کے دوش پر کعبہ مین پائے مرتضیٰؑ

جاتے ہی ارض نجف پر پہلے اس دلنے کہا
ایک جان کیا میری سو جانین فدائے مرتضیٰؑ

روشن آنکھین ہون عقیدہ سے اگر کوئی لگائے
واقعی کحل البصر ہے خاک پاے مرتضےٰ

حشر کے دن آفتاب اپنی تمازت جب دکھائے
اے فصاحت ہون محب زیر بو لمے مرتضےٰ

(ایضاً) در منقبت

ہوا ہے طبع عالی کو ارادہ اُسکی مدحت کا
فلک اک سائبان چھوٹا ہی جسکے بام رفعت کا

مصمم قصد ہے پھر روضۂ شہ کی زیارت کا
بتائین حضرت خضر آکے رستہ مجکو جنت کا

کسی مداح سے کیا وصف ہو اُسکی عبادت کا
ہوا جسکے لیے مہر مبین کو حکم رجعت کا

خراجِ ہفت اقلیم اِس کی قیمت کم سے کم ٹھہری
کہ ہے کندہ نگینِ دل پہ میرے نام حضرت کا

اُسی کے حکم کے ماہی سے ہین تاماہ سب تابع
جو ہے بعد نبی فرمانروا ملکِ شریعت کا

ہوا کوئی نہ ہوگا کوئی دنیا مین نہ ہے ایسا
علیؑ پر خاتمہ بس ہوگیا بذل و سخاوت کا

چھپین گے شیعہ اُس دن سایۂ دامانِ حیدر مین
سنا ہے مُنھ ادھر کو ہوگا خورشید قیامت کا

ہے دن بھر گنبد قبر علیؑ سے نور کا سائل
نگر خورشید کا نسہ ہی فلک کے دست حاجت کا

مین وحدانیت وعدلِ خدا کے ساتھ قائل ہون
بصدقِ دل نبوت کا امامت کا قیامت کا

زمین پر انس وجن گردونپہ قدسی خلد مین حورین
سب اپنی اپنی جا بھرتے ہین دم حیدر کی الفت کا

جھپک جاتے تھے شب کو آسمان پر دیدۂ انجم
ستارا جب چمک جاتا تھا پیشانی حضرت کا

نہ تھا منصف علی سے بڑھ کے کوئی بھی خدائی مین
اشارہ کر رہا ہے صاف الف لفظِ عدالت کا

مین کیا سمجھون غبار آستان پاک حضرت کو
ملک سرمہ سمجھتے ہین جسے چشم حقیقت کا

ہوا ہے معتدل ایسی نہ سردی ہے نہ گرمی ہے
نجف کی بھی زمین دنیا مین اک بقعہ ہے جنت کا

جو فرق آسمان پر افسر خورشید ہے تو کیا
زمین کے سر پہ بھی ہے تاج نقش پائے حضرت کا

بلا کر جلد پھر ہندوستان سے اپنے روضہ پر
مرے مولا نہایت دل تڑپتا ہے فصاحت کا

(ایضاً)

جنگ مین سر خم نہ ہوتا کیون ہر اک تلوار کا
سامنا تھا ذوالفقار حیدر کرّار کا

جب لکھا مضمون حیدر کے گل رخسار کا
صفحۂ قرطاس تختہ بن گیا گلزار کا

قہر تھا دم ذوالفقار حیدر کرّار کا
کیا ہو وصف اسد کی بھیجی ہوئی تلوار کا

خواب مین دیکھا ہے جلوہ حیدر کرار کا
واہ کیا کہنا ہمارے طالع بیدار کا

یا علی یون پُرضیا رہتا ہے جیسے دن کو دھوپ
چاندنی مین شب کو سایہ آپ کی دیوار کا

جنگ مین لاکھون کے خون پیتی تھی لیکن اسپہ بھی
تھا شکم خالی ہی تیغ حیدر کرّار کا

باغ مین رکھا گلون نے اپنے اپنے فرق پر
پاے نازک شاہ کے اسپ صبا رفتار کا

آپ ہین رشک مسیحا یا امیر المؤمنین
کچھ مداوا کیجیے میرے دل بیمار کا

کہکے اُف اُف دم مین ہو جاتا تھا وہ ناری فنا
صاعقہ گرتا تھا جس پر شاہ کی تلوار کا

دیکھ جب سے باد نوروزی چلی ہے باغبان
رنگ کیا فیروزئی ہے سبزۂ گلزار کا

شوق سے زائر برہنہ پا چلے گر ہے ادب
ناحق اندیشہ ہے صحراے نجف مین خار کا

دھوپ مین اعدا کے تن بے وار زخمی ہوگئے
ہوگیا تلوار سایہ آپ کی تلوار کا

سر زمین سے مین اُٹھا سکتا نہین یا بوتراب
اسقدر پیسا ہوا ہون چرخ کجرفتار کا

باد نوروزی چلی تو غنچہ چٹکے اس طرح
چونک اُٹھا سبزہ خوابیدہ بھی گلزار کا

مین ہون یون بزم فضائل مین مخالف کے قریب
جیسے گل ہو کوئی ہم پہلو چمن مین خار کا

ہوگیا جاری زبان پر ساقئ کوثر کا نام
نشہ مین جب لڑکھڑایا پاؤن مجھ میخوار کا

ہے یہی شاہ نجف سے موسئ عمران کا قول
اک عصا بردار ہون مین آپ کی سرکار کا

کھیلتا ہے رنگ مستون کو اگر نوروز مین
ایک خم پیر مغان سے لین مے گلنار کا

رہروؤن سے کوے حیدر مین یہ کہتا ہے ادب
آنجائے زیر پا سایہ کسی دیوار کا

دوست دشمن کو علی سے کیوں نہو امید و بیم
جب قسیم انکو کرے اللہ خلد و نار کا

کون آتا بے ادب ہو کر حضور مرتضےٰ
کیا نہ تھا رعب امامت منتظم دربار کا

آپ کے دست سخا و فیض و بخشش نے حضور
دہر مین رتبہ گھٹایا ابر دریا بار کا

دھوپ مین دن کو طلائی گنبد حیدر کا عکس
بنگیا طرّۂ فلک پر مہر کی دستار کا

اے فصاحت مجکو رحمت گھیر لیگی روز حشر
ہون گنہگار ایک بندہ ایزدِ غفّار کا

پھر نظارہ ہو علی کے روضۂ پرنور کا
خاک مین ارض نجف کے ہے یہ عالم نور کا
کھینچون اک نقشہ علیؑ کے روضۂ پُرنور کا
سایۂ ایوان حیدر مین ہما کا قول ہے
کیون نہ بھیجے روضۂ شہ پر ہر اک زائر کی آنکھ
روے روشن کا علیؑ کے وصف لکھا اس طرف
نور سے معمور ہے ایسا نجف مین ہر مکان
دل غم حیدر سے زخمی ہے جو بعد مرگ بھی
لے کے کاسہ مہر کا دریوزگی کرتا ہے چرخ
مدح حیدر مین جو ہین شیرین بیان دشمن تو کیا
روضۂ حیدر مین چلنے سے ملا ایسا فروغ
گرم ہو کر مطبخ حیدر یہ دیتا تھا صدا
بعدِ آدم گو علیؑ مرتضےٰ پیدا ہوے
عقدِ دین فخر سے شب کو بنایا چرخ نے
جبکہ صحراے نجف سے گرد کا اُٹھا تتق
شیعۂ حیدر کا نورانی کفن مین ہی جو مُنھ
احمدؐ و حیدر جدا یون تھے شب معراج مین
دیکھتا ہے جب ہما آکر نجف کے اوج کو
مجمع اعداے حیدر مین نہین لازم ہے طعن
حضرت موسےٰ بھی پیتے تھے مے حبِّ علی
میرے مولا کی ولانے کی ہی اکثر رہبری
قلب مین داغ غم حیدر نکیون تازہ رہین
ہمکو دیتے ہین مبارکباد قدسی جوق جوق

آنکھ مین موئی لگالین پہلے سُرمہ طور کا
شک سفالی جام پر ہے ساغر بلور کا
ہاتھ اگر آئے سفیدا خلد کے کافور کا
سر یہین پر آکے جھکتا ہے ہر اک مغرور کا
ہے کلس کی چھوٹ مین انداز برقِ طور کا
اُس طرف خلد برین مین بنگیا گھر نور کا
روزن دیوار پر دھوکا ہی چشم حور کا
ہے شہادت نامہ بھاہا مرہم کافور کا
سایۂ ایوان حیدر سے ہے طالب نور کا
یہ مثال اُسکی ہے جیسے شہد ہو زنبور کا
شمع بنکر نام روشن ہوگیا کافور کا
آفتاب حشر اک سرپوش ہے تنور کا
جلوہ پر اُنکی جبین مین تھا انھین کے نور کا
گلشن حیدر سے خوشہ توڑکر انگور کا
بنگیا سرمہ جنان مین جا کے چشم حور کا
رنگ اُڑا جاتا ہے خجلت کے سبب کافور کا
درمیان دونون کے پردا تھا خدا کے نور کا
تاج کے بدلے لگا لیتا ہے پر عصفور کا
چھیڑنا کچھ آپ سے اچھا نہین زنبور کا
تھا یدِ بیضا مین عالم ساغر بلور کا
بارہا بھٹکے کلیم اللہ رستہ طور کا
پانی اس گلشن مین دیتا ہی کنوان ناسور کا
ہے تولّد خلق مین شاہنشہ جمہور کا

منعم و شان کوچۂ حیدر ہے قابل دید کے / ہاتھ مین سائل کے کاسہ ہے سر فغفور کا

ہے تمنائے ساقی کوثر وظیفہ باغ مین / سبحہ دست تاک مین ہے دانۂ انگور کا

قابل دید ارض پُر نور نجف کی رات ہے / گر اندھیرا بھی ہوا تو شام زلف حور کا

روضۂ حیدر کو چشم ظاہر و باطن سے دیکھ / ایک گنبد ہے طلائی ایک گنبد نور کا

نوحؑ نے مدفن بنایا ہو لدا براہیمؑ نے / گورکن یہ کام انھین کرنا پڑا مزدور کا

مطبخ عام علیؑ مین سیر ہوگے ہی نہ تھے / روز و شب بھرتا رہا خالی شکم تنّور کا

طیّب و طاہر ہوے ہر زائر حیدر کے پانون / آفتش کن کے سامنے بہتا ہے دریا نور کا

اے فصاحت پھر زیارت روضۂ حیدر کی ہو
مدعا بر آئے پھر میرے دل رنجور کا

آغاز غزلیات

رفو شاید برا ہے اے رفوگر میرے دامان کا
نہین یہ بے سبب خندہ لب چاک گریبان کا

دہن پر ہے مکان اے نامہ بر اُس آفت جان کا
جہان بہتا ہوا دریا ملے خون شہیدان کا

کہو گلچین سے ہیکر تار بلبل کی رگ جان کا
رفو کردے چمن مین چاک ہر گل کے گریبان کا

وہ مسکین ہون ہوا ہے بیچ مین میرا مکان واقع
یہ میخانہ کا دروازہ وہ دروازہ گلستان کا

اُڑے محمل کے جب پردے ہولے آہ مجنون سے
تو لیلیٰ کے چھپانے کو غبار اُٹھا بیابان کا

طبیبو انگلیان جل جائینگی حدت یہ ہے تن مین
نہ دیکھو نبض سن لو حال مجھ بیمار ہجران کا

وہ جاگے رات بھر مین ہجر کی شب چین سے سوؤن
مری آنکھو نمین خواب آئے آئی اُنکے دربان کا

کہا مجنون سے مین نے نجد مین جا کے یون رو کے
مین یون دامن ترا تو چاک سی میرے گریبان کا

چمک ہے اسطرح کی رات کو شبنم کے قطرون مین
گمان شمشاد پر ہے باغ مین سرو چراغان کا

عزیزو غور سے ضعف و نقاہت کا اثر دیکھو
چلا کب انجمن مین ذکر مجھ بیمار ہجران کا

عنادل کھینچتے ہی کھینچتے جان اپنی دیدینگے
گھٹانے اور دونا کر دیا جوبن گلستان کا

جنون کے ملک مین وحشی بسر کرتے ہین راحت سے
ردائین گرد کی ہین فرش ہے ریگ بیابان کا

ہزارون آرزوئین دفن ہین گرد کدورت مین
ہمارا دل نہین تختہ ہے یہ گور غریبان کا

نہ اُٹھے گی ہماری لاش کیا گر تم نہ آوُگے
پڑے رہتے نہین دیکھا کبھی مردہ مسلمان کا

جنون انصاف کر تو ہی اِدھر ہے قیس اُدھر مین ہون
مرے دامن کا چاک اچھا ہے یا اُسکے گریبان کا

مین قربان اس تعلی کے کہا کرتے ہین وہ اکثر
مرے نقش قدم مین ہے اثر مہر سلیمان کا

عناصر مین نہین ہے کوئی بھی عنصر مرے تن مین
مین پتلا ہون بلا و حسرت و اندوہ و حرمان کا

ترا نادان ہے قاتل رنگ چہرے کا نکل آئے
اگر غازہ ملے دو چار دن خاک شہیدان کا

اُدھر آتی نہین ہے چاندنی بھی خوف کے مارے
جدھر زخمی پڑا ہے خنجر ابروے جانان کا

نہ وہ مجکو بلاتے ہین نہ کھاتا ہے یہی دھوکا
قیامت ہے غضب ہے غفلت انکی مونس جان کا

سنوارینگے ہم اپنے ہاتھ سے رکھدیجیے شانہ
یہ کیا جانے بنانا آپ کی زلف پریشان کا

نقاب اُتری ہوئی اپنی ہمین دیدو اگر صاحب
بنائین سیکڑون پھاہا ہم اپنے زخم پنہان کا

ملاقات جنون کے واسطے نکلا جو مین وحشی
تو سیدھی راہ بتلانے لگا جادہ بیابان کا

الٰہی آج یہ چھاگل پہنکر کون آیا ہے
کہ چونکا سبزۂ خوابیدہ بھی گورِ غریبان کا

نہ ہو اے باغبان ہمسے ترش رو سیر کرنے دے
پئے سجدہ بھی توڑینگے نہ ہم پتا گلستان کا

نہ گھبراؤ نہ سر ٹکراؤ اب ثابت ہوا ہمکو
اندھیرا ابھی یہ دیوانو کوئی قیدی ہے زندان کا

کلام ایسا مرا مطبوع ہے فیض لطافت سے
زمانہ اے فصاحت قدردان ہے میرے دیوان کا

میانِ حشر ہے عشاق سے یہ قول رضوان کا
جنان سے ہوکے جاؤ ہے یہ رستہ کوے جانان کا

سیا ہے چاک مین نے تخیّد مین مجنون کے دامان کا
پرو کر خار کے سوزن مین تار اپنے گریبان کا

یہ حال اب تو غم فرقت سے ہے مجھ سوختہ جان کا
ہین اشک آنکھون مین دل پر ہاتھ لب پر نالہ جانان کا

ہوئی مسدود راہِ کوے قاتل جلائے گیا کوئی
دلون کا ڈھیر اک سمت اک طرف خاکِ شہیدان کا

سراپا داغ ہوکر مین نے کین آہین تو وہ بولے
یہ ہے سروِ چراغان وہ دھوان سرو چراغان کا

رفوگر تیرے دیوانے سے کہتا ہے رفو کیا ہو
پھٹا ہے سو جگہ سے دو گرہ کپڑا گریبان کا

جو مین نے جان دی اس طفل ہندو پر ہوا چرچا
چلو دیکھو جلایا جائے گا مردہ مسلمان کا

کرو پامال تم سارے جہان کو شوق سے صاحب
مگر کہتا ہون سبزہ چھوڑدو گور غریبان کا

مرے اشعار کے مضمون جب کوئی چُراتا ہے
کفِ افسوس ملتا ہے ورق ہر ایک دیوان کا

ہوئے ہین منتشر سب دل مرا پامال ہونے سے
ٹھکانا آرزو کا ہے نہ حسرت کا نہ ارمان کا

اوتارین پاؤن سے نعلین اگر آنا ہو موسیٰ کو
نہین کم وادیِ ایمن سے رتبہ کوے جانان کا

ہماری طبع شانہ بن کے سلجھائے وہ شاعر ہین
جو ہو اُلجھا ہوا مضمون تری زلف پریشان کا

سبب یہ ہے جو شبنم بخشتی ہے تازگی شب کو
کہ مُرجھاتا ہے دن کو دھوپ سے سبزہ گلستان کا

جنون مین مین نے کی جامہ دری تو آکے مجنون نے
تبرکِ جان کر ٹکڑا لیا میرے گریبان کا

عجب کیا گر سرِ خورشید پر دستار بنجائے
بلند اتنا ہوا ہے گرد باد اپنے بیابان کا

شبِ وصلت بڑھانیکی عجب تدبیر سوجھی ہے
ارادہ ہے کہ چھیڑون ذکر اپنے روزِ ہجران کا

مرے قلب و جگر دونون ہین تیرے تیر کے بس مین
اُدھر سوفار کا قبضہ اِدھر قبضہ ہی پیکان کا

شمار اسکا نہ ہوتا تھا نہ گنتی اسکی ممکن ہے
ہماری حسرتون کی بھیڑ لشکر ہے سلیمان کا

مزارون پر بچھائین چادرین سبزہ نے مخمل کی
اُدا اسی شامیانہ بنگئی گورِ غریبان کا

کلالون نے بنائی جب گلی تصویرِ مجنون کی
لیا ہے سیکڑون نقشہ مرے چاکِ گریبان کا

مین اُنکے منھ کا بوسہ گھر مین جا کر ہے کیا مانگون
اسی مُنھ سے لیا تھا پہلے بوسہ پائے دربان کا

جنون کے جوش مین جو گھر سے نکلے وہ یہین آئے
اشارہ ہے یہ چشمِ روزنِ دیوارِ زندان کا

وہان فانوس مین بھی آکے شمعِ بزم شرمائی
دھوین نے گھٹ کے پردہ رکھ لیا گو جسمِ عریان کا

بہایا ناحق اُس کوچہ سے منھ برساکے بادل نے
پئے اثباتِ ظلم اک ڈھیر تھا خاکِ شہیدان کا

ہلالِ عید مین نے دیکھکر جب بند کین آنکھین
جنون بولا جھکا سر دیکھ چاک اپنے گریبان کا

فصاحت مجھ کو چشمِ لطف سے دیکھین نہ کیون شاعر
مین شاگرد و برادر ہون لطافت سے سخندان کا

گل اور ماہ مانا رخِ رنگین یار کا
ذرہ پڑے نہ موج نسیمِ بہار کا

کچھ غم نہین درازیِ روزِ شمار کا
جھیلے ہون شب فراق کی دن ہجر یار کا

مر مر کے دن تو کاٹ دیا ہجر یار کا
اب ہائے سامنا ہے شبِ انتظار کا

آئے تو مین پہ ڈر کے نہ ٹھہرائین ہاتھ پاؤن
وہ کانپنا نہ دیکھ سکین گے مزار کا

برسات مین بہانہ ہی بارش کا کیونکر آئین
گرمی مین عذر انکو ہے گرد و غبار کا

پھر میکدے پہ ابر گھر آیا ہے زاہدو
ہو کا نزولِ رحمتِ پروردگار کا

خود ہی تو دل نکال کے پہلو سے لے گئے
پھر پوچھتے ہین مجھسے سبب اضطرار کا

دیکھو جو وحشیون کے گریبان پھٹے ہوئے
پہچان لو کہ آیا ہے موسم بہار کا

بے اختیار شمع کے رونے کو دیکھکر
خندان ہوا نہ پھول بھی میرے مزار کا

یارو اُٹھائین دور بتان مین جو سختیان
کیا پوچھتے ہو شکر ہے پروردگار کا

بولا وہ شوخ سُن کے مرے حالِ نزع کو
خود سخت جان ہے نام مرے انتظار کا

افشان مین چاہتے ہین اگر نور وہ دو چند
ذرہ ملائین کوئی ہمارے غبار کا

اے ضبط کر معاف کہانتک چھپائین ہم
تنگ آکے نام ہجر مین لیتے ہین یار کا

بنت العنب کو کس کی نظر ساقیا لگی
نکلا ہے نام فال مین کس بادہ خوار کا

حسرت بھٹکتی پھرتی ہے افسوس چارسو
کوئی پتا بتا دے ہمارے مزار کا

ہو ہی بھی اگر تو برق مین اک شائبہ سا ہے
انداز تیرے خندۂ بے اختیار کا

دھڑکا ہے مجکو ہاتھ سے قاصد کے گر نہ جائے
خط مین رقم ہے حال دلِ بیقرار کا

وہ سو رہے ہین باغ مین بلبل نہ غل مچائے
ہر سو ہے بند و بست نسیم بہار کا

تا زیست غیر نے تو کیا تھا مقابلہ
اب چاہیے جواب بھی میرے مزار کا

کیونکر نکالون حسرت و ارمان کی بھیڑ کو
دلمین کوئی نہو تو خیال آئے یار کا

لیلی اُلٹ دے پردۂ محمل کو نجد مین
حائل ہے آگے قیس کے دامن غبار کا

جان اپنی کیون بچاؤن نہ آفات دہر سے
حافظ ہون مین امانت پروردگار کا

دونون ہمیشہ رہتے ہین پامال اے حنا
اک تو ہی ایک سبزہ ہمارے مزار کا

کرتی ہے آہ سرو گلستان مین عندلیب
ہوتا ہے نام مفت نسیم بہار کا

تربت کسی غریب کی پامال ہو گئی
دھوکا ہوا اُنھین جو ہمارے مزار کا

مین خم ہوا تو ساتھ ہی سایہ بھی جھک گیا
اِس نے دیا جواب مرے انکسار کا

مردم ہو چشم روزن دیوار یار مین
ذرہ پڑے جو اُڑکے ہمارے غبار کا

عصیان ہین بحساب فصاحت اگر تو ہون
حُبِّ علیؑ سے ڈر نہین روز شمار کا

تماشا قبر عاشق پر ہے ہر طرفہ دوست دشمن کا
گلون کا کھل کھلانا اور رونا شمع مدفن کا

فقط ہے نام ہی بہزاد و مانی کا زمانے مین
نہ کھینچا کوئی نقشہ یار کے بیساختہ پن کا

جفائین انکی سہ سہکر دعا کرتا ہون خالق سے
نہ دل آئے حسینون پہ کسی دشمن سے دشمن کا

دو عالم مین پھنسے ہین دیر مین جائین کہ کعبہ مین
طریق شیخ پر ہون یا کہا مانون برہمن کا

یہ مجھ مجنون کے رنگ زرد نے تاثیر دکھلائی
طلائی ہو گیا پہنا جو مین نے طوق آہن کا

خدا جانے مزا ملتا ہو وقت ذبح کیا قاتل
لپٹنا دیکھ خنجر سے مری رگہاے گردن کا

بہار ایسی دکھائی اشک خون آلود نے گر کر
گمان ہوتا ہے دامن پر مرے گلچین کے دامن کا

فلک کی گردشون نے مار ڈالا مجکو دنیا مین
نہ کیون سنگ حوادث پر ہو شک سنگِ فلاخن کا

خجالت کے سبب بیماری گل تر ہو گئی نسرین
ترے رخسار گلگون سے اُڑا یہ رنگ گلشن کا

کیا ہے رشک نے پہلے ہی مجکو ذبح مقتل مین
چھری چلتی ہے مجھپر جب گلا کٹتا ہو دشمن کا

رفوگر کو جنون مین ایک دم کی بھی نہ دون فرصت
گریبان پھاڑ ڈالون گر رفو ہو جاک دامن کا

مریض عشق کو وہ دیکھنے بھی آئے ہین تو کب
کہ آنکھین پھر گئین ساقط ہین نبضین ڈہل گیا منکا

عدم کا ہے سفر درپیش خالی ہاتھ جاتے ہین
جو اپنے پاس کچھ رکھتے تو ہوتا خوف رہزن کا

گناہون کو ہماری ضد سے یہ مشہور کرنا ہے
سبک ہین ہم مگر واعظ یہ ہے بوجھ اپنی گردن کا

نہین ممکن جو غیرون کی نظر اُن تک پہونچ جائے
نگاہون سے ہماری راستہ ہے بند روزن کا

اسی دھوکے سے شاید فاتحہ پڑھنے وہ آجائین
کرو سنگ لحد پر نام کندہ میرے دشمن کا

ہمارے غمزدہ ہونے مین بھی اک رنگ باقی ہے
دل پُر داغ پہلو مین نہین غنچہ ہے سوسن کا

معاذ اللہ کیا گور غریبان پر ہے تاریکی
دھوان بنکر اُڑا جاتا ہے شعلہ شمع مدفن کا

فصاحت فاتحہ پڑھنا تو کیسا بعد مرنے کے
نہ بھولے سے بھی اُسنے رخ کیا عاشق کے مدفن کا

کیا اے جگر سبب ہے ترے اضطراب کا
شاید مرید ہے دل خانہ خراب کا

ہے وقتِ غیظ عکس رُرخ پر عتاب کا
ہو جہہ رنگ سرخ نہین اُس نقاب کا

نظارہ ہو نصیب رخِ بے نقاب کا
للہ اُٹھاؤ بیچ سے پردہ حجاب کا

اس حسن پر غرور عبث ہے جناب کا
پیری بھی ساتھ لایا ہے موسم شباب کا

قاصد کو اختلاج اگر ہو تو کیا عجب
نامہ مین حال ہے دل پر اضطراب کا

ساقی بہار آئی کہ عید آئی ہے کوئی
ملتا ہے جھک کے جام سے شیشہ شراب کا

ڈر ہے نفس کی آمد و شد سے نہ پھوٹ جائے
عالم دلِ پُر آبلہ مین ہے حباب کا

گریان ہوا ہون یار کو خط لکھ کے اسقدر
عالم ہر ایک سطر مین ہے موج آب کا

خود لیگئے ہو دل مرے پہلو سے چھین کر
پھر مجھسے پوچھتے ہو سبب اضطراب کا

واعظ کو میکدے مین بہانہ عطش کا ہے
مطلب یہ ہے کہ پیجئے ساغر شراب کا

باریک ہے کلاہ یہ اُس بحرِ حُسن کی
نازک خیال کہتے ہین سایہ حباب کا

تھا طفل ایک میرے دبستان کا قیس بھی
لیتا تھا درس عشق و جوانی کے باب کا

کثرت نظارہ بازونکی ثابت ہے اس سے یار
میلا ہے رنگ گرد نگہ سے نقاب کا

آنکھین وہ نیم باز ہین مانع وصال کی
کیا جانین جاگتے ہین کہ عالم ہے خواب کا

نقشہ مصورون سے نہ دونونکا کھینچ سکا
جا لا کیون کا تیری مرے اضطراب کا

جب جانئے کہ عشق حقیقی ہے عندلیب
چبھتا نہ تیرے پاؤنین کانٹا گلاب کا

کم کم شراب اُنڈیل کے پیتا ہون مین حریص
ڈر ہے چھلک نہ جائے پیالہ شراب کا

آخر تڑپ کے ماہی بے آب مر گئی ؂
کیا ساتھ دے مرے دلِ پُر اضطراب کا

بھر کر جو تیرے حسن کا ساغر چھلک گیا
کاسہ فلک نے جھک کے بھرا ماہتاب کا

تاریکی لحد نے کئے ہین سیاہ بال
پایا ہے جان دے کے یہ نسخہ خضاب کا

جامہ سے ہے نمود مری مین وہ زار ہون
ہمسر مرا حباب مین ہمسر حباب کا

حُبِّ علیؑ کی باس فصاحت کے ہے سپر
کیا خوف روز حشر ہے تیغ عذاب کا ؂

خزان کی فصل آپہونچی جرس نالہ ہی بلبل کا
چمن سے کوچ ہے اب کاروان نکہت گل کا

کچھ ایسا مثلِ باران جوش پر گریہ ہے بلبل کا
چمن مین خوف ہے گلچین کو برق خندۂ گل کا

چمن مین شور ہے یہ نالہ و فریاد بلبل کا
بھلا گلچین تو کیا پردہ پھٹا ہی گوش ہر گل کا

کہا کرتے ہین اکثر ناز سے وہ باغ مین شب کو
ہمین سونے نہین دیتا چٹکنا غنچۂ گل کا

اگر نہر چمن آئینہ دکھلاتی ہے بلبل کو
سحر کو آکے شبنم منھ دُھلاتی ہی ہر اک گل کا

خزان نے کیا جلا کر کر دیا برباد گلشن کو
پر بلبل ہین اُڑتے ڈھیر ہے خاکستر گل کا

جسے دھوکے سے گلچین باغبان شبنم سمجھتے ہین
یہ ہین بلبل کے آنسو یا پسینا چہرۂ گل کا

انھین ہم فخر سے دکھلا کے لخت دل یہ کہتے ہین
تمھین الفت کی بو آئے جو کھینچو عطر اس گل کا

تبسم اسکے لب کا کھینچنا مشکل ہے اے مانی
چمن مین دیکھ پہلے کھل کھلانا غنچۂ گل کا

دماغ باغبان ملتا نہین فصل بہاری مین
کہ پی ہے ایک تو مے اسپہ نشہ ہے زر گل کا

چمن مین صبح کو سوتے ہین وہ سورج نکل آیا
کوئی بلبل سے کہدو کرلے سایہ دامن گل کا

بھرا ہے کان مین گلچین نے کچھ بلبل کی جانب سے
نہین بیوجہ یہ غصہ سے چہرہ سرخ ہے گل کا

ہر اک صحاف سے وہ یار رنگین طبع کہتا ہے
کہ شیرازہ گلستان مین بندھے تار رگ گل کا

چمن مین بجتی ہے بلبل اے باد صبا اُن سے
لگادے تازیانہ بڑھ کے موج نکہت گل کا

بنانے کو ہین قبرین شمع پروانون کے مُردونکی
لگن مین ڈھیر ہے مٹی کی جا خاکستر گل کا

ذرا ٹھہرو چمن مین بھی جو سیر باغ کرتے ہو
تماشا دیکھ لو راز و نیاز بلبل و گل کا

بہت شعرائے فصاحت اسلیے مین نے کہے ہین
کہ سارے قافیون مین تھا شگفتہ قافیہ گل کا

ارے گلچین یہ درپردہ اشارہ ہے زر گل کا
کوئی دعویٰ کرے تو خون بہا حاضر ہے بلبل کا

نیا یہ حکم ہے گلچیں یہ میرے غیرت گل کا
ہمارے ہار مین ڈورا ہو تار اشک بلبل کا

گلستان مین شراب اتنی لنڈھائی میرے ساقی نے
چمن ڈوبے نشیمن تیرتا پھرتا ہے بلبل کا

خزان صیاد گلچین باغبان نام ایک ہین یہ سب
گلستان مین بڑی مشکل ہے بچنا جان بلبل کا

اُنھین عشاق سے ضد ہی تو یہ تاکید کرتے ہین
غزل مین شاعرو آنے نہ پائے نام بلبل کا

گل صدبرگ رہنے دے چمن مین رحم کھا گلچین
ارے ظالم یہ بچا ہے دل صدچاک بلبل کا

مقرر ہون باغبان ہم جوشمش فصل بہاری کے
گلستان مین اگر غنچہ سے کھلے منقار بلبل کا

چمن مین گل مثال آئینہ ایسے چمکتے ہین
صفائی کے سبب چہرہ نظر آتا ہے بلبل کا

سمجھتے ہین یہ بیدرد جہان منقار کی سرخی
جو نالون سے کلیجہ منھ کو آجاتا ہے بلبل کا

غضب یہ ہے جو سرگوشی بھی کرتی کبھی گل سے
چٹک کر غنچہ کردیتا ہے افشا راز بلبل کا

نہین یہ سرخ دستارین چمن مین باندھے پھرتے ہین
چڑھا ہے باغبانون کے سرون پر خون بلبل کا

عجب اخفاے رازعشق کی تدبیر سوجھی ہے
چمن مین جاکے ہم نالے کرین ہو نام بلبل کا

بجھادی شب کو ساری روشنی گلشن مین آندھی نے
رہا روشن چراغ اک شعلۂ آواز بلبل کا

صبا یہ خاک اوڑا کر کہہ رہی ہے گوش ہر گل مین
کہ تنگیِ قفس سے گھٹ کے دم نکلا ہے بلبل کا

نظر کا خوف گلشن مین نہین تم شوق سے آؤ
پڑا ہے آنکھ پر نرگس کے پردہ چشم بلبل کا

ہر اک سے داد شعراے بلبل طبع فصاحت لے
کہا ہے قافیہ ساری غزل مین تونے بلبل کا

بہت ہونے لگا جب میکدے مین شور قلقل کا
بڑھا دست سبو منھ بند کرنے شیشۂ مل کا

ارادہ کیجیے گا اے فصاحت پھر توکل کا
نوالے تلخ پہلے کھائیے صبر و تحمل کا

بوقت دفن ٹوٹا کیا کوئی تار انکی کاکل کا
مری تربت کی مٹی سے نمو ہوتا ہے سنبل کا

سسکتے ہین پڑے فرقت مین ہم یہ بھولی بیٹھی ہی
قضا نے بھی مگر سیکھا ہے طور اُنکے تغافل کا

اشارہ ابرو ونکا چشم بیمار صنم سے ہے
پیے تفریح سونگھو لخلخہ ہی پاس کاکل کا

بہار آتے ہی میخانے مین طرفہ حشر برپا ہے
کہ ہو حق ایک تو مستون کی اُسپر شور قلقل کا

مثل سچ ہے کہ جل جاتی ہے رسی بل نہیں جلتا
خزان مین خشک ہو کر بھی نہ نکلا پیچ سنبل کا

کہیگا حال سار محتسب سے بادہ خوار ہی کا
ذرا منھ کس کے ساقی باندھ دینا شیشۂ مل کا

لگن مین ہو اگر گلگیر تو بیڑا نہ پار اُترے
کہ ہے دریاے اشک شمع مین کام آہنی پل کا

رہائی طائر دل کی ہوئی ہے اور نہ اب ہو گی
کہ دام زلف پر پھندا پڑا رہتا ہے کاکل کا

وہ کمسن ہین نہایت وصل کی لذت نہین ممکن
مزا چکھیے ابھی تھوڑے دنون صبر و تحمل کا

چمن مین اس شہ خوبانکی آمد ہے ارے گلچین
لگا دستار پہ لالہ کے طرہ لے کے سنبل کا

اُدھر عصیان ادھر مین پلۂ میزان محشر مین
ترقی کے عوض خالق سے خواہان ہون تنزل کا

ادھر صبر و تحمل سیکھتا تھا قیس مکتب مین
اودھر لیلی سبق پڑھتی تھی شوخی کا تغافل کا

صدا یہ آسیا دیتی ہے بے صبرون کو دنیا مین
ملا ہے رزق گھر بیٹھے مزا دیکھو توکل کا

تعجب کیا اگر موئے میان یار سے اُلجھے
جو بل نکلے تو ہو قامت سے دونا طول کاکل کا

بہا آئی بھلا اب پند واعظ کون سنتا ہے
دیے ہین بادہ کش کانون مین پنبہ شیشۂ مل کا

فصاحت کوئی خاصان خدا مین ہے نہ اب ہوگا
ہوا بس خاتمہ شمشیر پر صبر و تحمل کا

بلاغ مین مشکل ہے بچنا بلبل ناشاد کا
دام پر پھندا پڑا ہے گیسوئے صیاد کا

جب قفس مین کرتے ہین غل نالۂ و فریاد کا
بلبلین سر پر اٹھا لیتی ہین گھر صیاد کا

صبر کرکے ہائے پچھتائے بہت الفت مین ہم
بڑھ گیا اور انکے دل مین حوصلہ بیداد کا

غل مچانا ہے عبث گلزار مین اے عندلیب
گر نہ ہوتے گوش گل تو لطف تھا فریاد کا

یہ بھرا لیلی کی خاطر اسکو تھی شیرین کی چاہ
پاؤن مجنون کے ہوئے مجروح سر فرہاد کا

تھا اثر میری نگاہ یاس مین یہ وقت قتل
دیکھتی تھی تیغ بھی حسرت سے منھ جلاد کا

شوق سے پامال میرے دلکو صاحب کیجیے
کیا غرض مجکو یہ گھر ہے آپ ہی کی یاد کا

کعبۂ ابروئے جانان کی بناتا ہے شبیہ
ہاتھ آنکھون سے لگانا چاہیئے بہزاد کا

کیون ابھی ظلم و ستم سے ہاتھ اٹھایا آپنے
رہگیا دلمین ہمارے حوصلہ فریاد کا

وحشیون کے خون کی حدت کے جو قائل نہین
دیکھ لین چھالا زبان نشتر فصاد کا

ابتو ہوگا میرے مرنے کا یقین اس شوخ کو
ہر رقیبون کے گھرون مین غل مبارکباد کا

سیکڑون معشوق تھے ہمراہ سر کھولے ہوئے
دھوم سے لاشہ اٹھا مجھ عاشق ناشاد کا

بلبلین جتنی ہین صدقے مین رہا ہو جائینگی
دمبدم بڑھتا ہی جاتا ہے مرض صیاد کا

اسلئے وہ مجکو محفل مین پلاتے ہین شراب
لب پہ آئے نشہ مین شکوہ مری بیداد کا

نے اگر نالہ کرے میری طرح تو ہے مزا
لطف کیا اسکو زبان غیر سے فریاد کا

کیون نہ بہتے وقت قتل آنسو ہماری آنکھ سے
مسکرا کر قہر تھا منھ پھیرنا جلاد کا

بلبل و قمری مین اے گلچین لڑائی کیون نہو
پھول ہنستے ہین اکڑنا دیکھکر شمشاد کا

زاہد مکار مسجد مین پیا کرتا ہے مے
مل گیا خوب اسکو اک حیلہ خدا کی یاد کا

کیا کہون دیتا ضرور اے رعد مین تیرا جواب
خلق سن سکتی نہین نعرہ مری فریاد کا

عندلیبون کا پھڑکنا باعث راحت ہوا
اتنے پر ٹوٹے کہ بالش بن گیا صیاد کا

بیستون پر جو اگے ہین سیکڑون لالے کے پھول
ایک اک قطرہ ہے یہ خون سر فرہاد کا

دیدیا اُس نے جو میرے قتل کا غیرون کو حکم
کس خوشی سے پوچھتے پھرتے ہین گھر جلاد کا

تھا اگر کامل تو یہ بیساختہ ہین کھینچتا
تم کرو تعریف ہین قائل نہین بہزاد کا

آئی پیری ترک تجھے اب بتون کے عشق کو
یہ زمانہ اے فصاحت ہے خدا کی یاد کا

اُسنے شکستہ قلب کیا مجھ غریب کا
میرا جگر پسند کیا دل رقیب کا

وہ گل کے ہوگئے ہین طرفدار باغ مین
مین کس طرح شریک نہون عندلیب کا

سودے مین نبض دیکھ کے جب پاس سے اُٹھا
تھا میری طرح چاک گریبان طبیب کا

فرقت مین کام آئی نہ آہِ شرر فشان
اکدن نہ جاکے پھونکدیا گھر رقیب کا

افسوس بعد مرگ نہ اتنا ہوا ثبوت
یہ استخوان امیر کا ہے یا غریب کا

مارا ہے مجھکو اور عیادت کے رشک نے
زانو پہ اپنے رکھتے ہین وہ سر رقیب کا

دیکھی جو نبض آکے تمھارے مریض کی
تپ محرقہ تھی ہاتھ نہ اُٹھا طبیب کا

بہزاد رنگ گل سے کھینچے یار کی شبیہ
لے مو قلم بنانے کو پر عندلیب کا

انسان کو صدا یہی دیتی ہے آسیا
میرے دہن مین رزق ہے تیرے نصیب کا

میرے جگر کے ہوتے نہ تاکو دل رقیب
وہ دور کا ہے یہ ہے نشانہ قریب کا

صد شکر ہے مجھے مرض لاعلاج عشق
محتاج ہون دوا کا نہ ممنون طبیب کا

ایسی چمن مین جوشش گل اب کی سال ہے
مشکل ہے آشیان سے گذر عندلیب کا

کہتے ہین شام وصل جسے اور صبح ہجر
اک منھ ہے خوش نصیب کا اک بدنصیب کا

قاتل حلال دوسرے خنجر سے کر ہمین
اسمین حرام خون بھرا ہے رقیب کا

نام علیؑ بھی کھُدگیا کیسا اتحاد تھا
کندہ ہوا جو نام خدا آکے حبیب کا

گلچین چمن سے تو کوئی غنچہ نہ پھول توڑ
ہے ایک جان ایک ہے دل عندلیب کا

اُلٹو نقاب چہرے سے اپنے تم ایک دن
دیکھا نہین ہے مین نے پلٹنا نصیب کا

دشمن سے مل کے اُسنے مرض مین کیا ہلاک
ہوگا ہمارا ہاتھ گریبان طبیب کا

دور و دراز راہ عدم کی ہے عاشقو
اُنکی کمر سے پوچھو رستہ قریب کا

دھوکے سے میرے خط کو وہ لے لینگے قاصدا
نام اسلیے لفافہ پہ لکھا رقیب کا

رضوان یہ کہکے مجھکو بلاتا ہے خلد مین
رستہ اسی طرف سے ہے کوئے حبیب کا

بیدردگل یہ قطرۂ شبنم سمجھتے ہین
پھوٹا ہے آبلہ جو دل عندلیب کا

اُسنے جو اپنے پاؤن سے روندا ہے دل مرا
ہاتھون بڑھا ہے آج کلیجہ رقیب کا

ممبر رکھا ہے سرو کا گل سامعین ہین
قمری یہ ہے گمان چمن مین خطیب کا

سایہ نہ میری طرح سے ہو موردِ بلا
کہدو کہ ساتھ چھوڑدے مجھ بدنصیب کا

جس طرح ہو طرح مین فصاحت کہو غزل
بیحد ہے لُطف و خلق امیؔر و ادیبؔ کا

تم مرے پہلو سے اٹھوگے تو کیا ہوجائے گا
بس یہی نہ دردِ دل کم ہے سوا ہوجائیگا

غیر کا نالہ اگر کچھ بھی رسا ہوجائے گا
زیرِ چرخِ پیر گنبد کی صدا ہوجائیگا

عشق کا بیمار اور ونکی دوا ہوجائے گا
جسم لاغر زرد ہو کر کہربا ہوجائیگا

وصل پر راضی وہ یارِ بیوفا ہوجائے گا
گر اثر نالہ جو نکلے گا دعا ہوجائیگا

اُسکی چوکھٹ پر جبین سائی کرونگا اسقدر
صاف ظاہر سب یہ قسمت کا لکھا ہوجائیگا

عالمِ طفلی ہے پر دل کے نئے انداز ہین
رفتہ رفتہ تمسے شوخی مین سوا ہوجائیگا

ہر طرح اُن تک پہونچ جائیگا جو عاشق ہو زار
بوئے گل بنجائے گا رنگ حنا ہوجائیگا

ہان اسیرو خوش ہو صیاد آجکل بیمار ہے
جسکی قسمت اچھی ہوگی وہ رہا ہوجائیگا

خنجرِ قاتل سے کہدو ہے سرِ گردن مین بحث
تو حکم ہوگا تو دم مین فیصلا ہوجائیگا

بعد مرنے کے اگر تقدیر کی گردش رہی
قبر کا پتھر بھی سنگ آسیا ہوجائیگا

روز و شب مجھکو برابر ہین فراقِ یار مین
رات گر چھوٹی بھی ہوگی دن بڑا ہوجائیگا

گر نہین بدلی نہو مے ہمکو پلوادے کلال
جب دھوان بھٹی سے اُٹھے گا گھٹا ہوجائیگا

استخوان غیر میری ہڈیان کھاکر نہ کھا
اے سگِ جانان بُرا مُنھ کا مزا ہوجائیگا

مے پلادے ساقیا مجھ میکش بیمار کو
حلق سے جو گھونٹ اُترے گا دوا ہوجائیگا

آہِ مجنون کی اُٹھی آندھی تو لیلا نے کہا
گر یہ نہین پردے اُڑینگے سامنا ہوجائیگا

در دسے آرام اک لحظہ نہ ہوگا ہجر مین
گر جگر مین گھٹ گیا دل مین سوا ہوجائیگا

آج اے غافل جوانی مین اکڑنا ہی عبث
کل یہ قدِ راست محتاجِ عصا ہوجائیگا

غیبت رندان نہ کر ممبر پہ ہے ماہ صیام
واعظا باطل ابھی روزہ ترا ہوجائیگا

شمع سے گلگیر کا ہے قول بزم یار مین
جب زبان تیری بڑھے گی سر جدا ہوجائیگا

اے حباب اس زندگی پر سر اُٹھانا ہے عبث
آنکھ بھی کھلنے نہ پائے گی فنا ہوجائیگا

شوقِ لیلا مین نہ یون اے قیس بیتابانہ دوڑ
تیری صورت دیکھکر ناقہ ہوا ہوجائیگا

برہمن نادان ہی تو ناحق ہی ناحق حق ہی حق
کیا خدا کہنے سے تیرا بُت خدا ہوجائیگا

بیٹھتے مشتاق دید اُس در پہ کیون گر جانتے
وہ نکلنے مین ہمارا حوصلا ہوجائیگا

زار ہون جان ایک دن لے گا مری پیرا ہن
جب گریبان تنگ ہوگا دم خفا ہوجائیگا

در بدر رکھیگی قسمت بعدِ مردن بھی ہمین
کاسۂ سر اپنا کشکولِ گدا ہوجائیگا

ہون وہ قانع گُنگی کا فقر سے شاکی نہین
خود رفو ہو ہو کے پیرا ہن نیا ہوجائیگا

میکشی سے وصل کی شب ہوگی کیفیت سوا
نشہ آنکھون مین تری آ کر حیا ہوجائیگا

زار ہون پہنا کے مجھکو دیکھ لے تو اے جناب
پیرہن تیرا مجھے ڈھیلی قبا ہوجائیگا

اے فصاحت لکھنؤ مین ہم نہ پھر کر آئینگے
ابکی گر جانا ہمارا کربلا ہو جائے گا

تب فرقت سے یار و اسطرح پھُنکتا ہے تن اپنا
جلا جاتا ہے مانند استخوان کے پیرہن اپنا

بجا ہے شاعرون نے دی اگر تشبیہ اے صاحب
چمن مین جا کے غنچہ سے ملا لیجیے دہن اپنا

دھڑکتا ہے بہت دل دہشت شام غریبان سے
مجھے للہ منھ دکھلا دے اے صبح وطن اپنا

دعا کرتی ہے بلبل یو ہین گھر گلچین کا بھی اجڑے
اُٹھی جیسے ویران کر دیا اسنے چمن اپنا

نہین آتے ہین دہشت کے سبب وحشی بھی اے مجنون
معاذ اللہ مہیبت ناک ہے اس دم بن اپنا

ہم اس دنیائے فانی مین جو آمادہ ہین مرنے پر
کمر سے اپنے باندھے رہتے ہین ہر دم کفن اپنا

خدا کی شان اُس رخ کی صباحت سے مقابل ہے
ذرا دیکھے تو منھ نہر چمن مین یاسمن اپنا

نرالی روشنی ہو عاشق گیسو کی تربت پر
اگل جاتا ہے ہر اک سانپ شب کو گور مین اپنا

بیان گلگیر کا ہے رات کو یہ شمع محفل سے
کہ ہے بیکار دنیا مین زبان تیری دہن اپنا

ہزارون دور ہو جاتے ہین غم اک عید ہوتی ہے
اگر غربت مین ملجاتا ہے کوئی ہم وطن اپنا

دل عشاق دھوکے سے ہزارون ڈوب جائینگے
چھپاؤ سبزۂ خط سے نہ تم چاہ ذقن اپنا

جفا سے کام ہے تمکو وفا سے ہے ہمین مطلب
طریقہ ہے جہا نین وہ تمہارا یہ چلن اپنا

خدا کے سامنے اقرار اگر ہوگا نہ محشر مین
گنا ہون کی گواہی دے گا ہر اک عضوِ تن اپنا

وہ بلبل ہین کہ ملتی ہی نہین جا آشیانے کی
بھرا ہے اسقدر پھولونکی کثرت سے چمن اپنا

وہ کہتے ہین بہت عشاق سے ہمنے چھپایا تھا
مگر ثابت کیے دیتا ہے رنگ پان دہن اپنا

بھرا آتا ہے دل محفل مین ہمسے دردمندون کا
خدارا جلد گریہ روک اے شمع لگن اپنا

معاذ اللہ بلا کی تیرگی ہے اے لحد تجھ مین
کہ میلا ہو گیا ہے دفن ہوتے ہی کفن اپنا

زمانے مین ہر اک سے کہہ رہا ہے یہ دُرِ غلطان
پڑا نا سور دل مین جب سے چھوٹا ہے وطن اپنا

غزل مین اے فصاحت عاشقانہ شعر ہوتے ہین
پسندِ اہلِ عالم کیون نہ ہو طرزِ سخن اپنا

وہ چھپنا ڈر سے اپنے گھر پرہیزگارونکا
وہ میخانے سے پی پی کر نکلنا بادہ خوارونکا

ہمارے بعد تمنے کوئی آرائش نہین چھوڑی
طریقہ کیا زمانے مین یہی ہے سوگوارونکا

بہت بیتا بیونکا برق کو دعوی تھا عالم مین
دیا ہے ساتھ تھم تھم کر تمہارے بیقرارونکا

گئے فردوس مین کچھ اہل محشر کچھ جہنم مین
فقط اک رہگیا مجمع ترے اُمیدوارونکا

نکالا چاہتے ہین بزم سے غیر اور وہ ہم کو
ہمین سمجھے ہین مطلب خوب دونو نکے اشارونکا

تمنائین مرادین آرزوئین حسرتین بھی ہین
فقط حلقہ نہین میری لحد پر سوگوارونکا

فلک نے ابر مین ضد سے چھپایا ماہ کامل کو
چراغ اک تھا یہ روشن ہم غریبون کے مزارونکا

صدا یہ گل فروشونکی ہی کوچون مین حسینون کے
ہم ہون عاشق و معشوق تو ہے لطف ہارونکا

کہین بڑھکر ہے میخانے مین ساز و رقص مطرب سے
وہ قلقل کی صدا وہ لڑکھڑانا بادہ خوارونکا

زمین کوے جانان رات دن ہے اک تزلزل مین
قیامت تھا غضب تھا دفن ہونا بیقرارونکا

بلا کی ہو گئی ہے کد سپہرِ کینہ پرور کو
مٹا کر مجھکو اب دشمن ہے میرے سوگوارونکا

نیا حیلہ ہے قبر غیر پر وہ پھینک کر بولے
مری گردن سے بوجھ اوٹھا ہنیں پھولونکے ہارونکا

جبین پر اپنی تم افشان لگاکر آئینہ دیکھو
اگر دیکھا نہ ہو دریا مین شب کو عکس تارونکا

گلستان کے شجر تو اک طرف فصل بہاری مین
گھٹانے بھی ہے سیکھا جھومنا ہم بادہ خوارونکا

یہ باعث ہے جو گورستان مین کانٹے اُگتے آتے ہین
کہ شاید آئے کوئی روندنے والا مزارونکا

تمھارے روزن دیوار کا وہ بند ہو جانا
وہ حسرت کی نظر سے دیکھنا اُمیدوارونکا

شب فرقت وہ تنہائی مری وہ گھر کی تاریکی
گہن وہ چاند مین وہ ٹوٹنا صدہا ستارونکا

تمھاری آنکھین تمکو اور مجھے بدنام کر دینگی
نہ سمجھے انجمن مین کوئی تو ہے لطف اشارونکا

بھلا سیماب کی بیتابیان کیا سامنے انکے
کہ ہے تخفیف مین یہ حال تیرے بیقرارونکا

ادھر کا ذکر اُودھر کا ذکر کچھ افسوس کچھ حسرت
مری تربت پہ اکثر جمگھٹا رہتا ہے یارونکا

مرے پھولون کی صحبت مین برابر انکے بیٹھے ہین
مقدر مجھسے بھی اچھا ہے میرے سوگوارونکا

لحد کا بند ہونا اور غضب وہ میری تنہائی
وہ بار ہی بار ہی اٹھنا فاتحہ پڑھ پڑھ کے یارونکا

چلے تھے چال جب اِٹھلاکے تم گور غریبان مین
تمھین بھی یاد ہے کچھ کانپ کانپ اٹھنا مزارونکا

فصاحت مانگتے ہین دل حسین کسطرح ہم دیدین
ہمین کیا اعتبار آئے بھلا بے اعتبار ونکا

ضرور اب وصل پر راضی وہ یار بیوفا ہوگا
مرا نالہ کسی مظلوم و بیکس کی دعا ہوگا

اگر زاہد کے گھر مین حور آئیگا تو کیا ہوگا
ملے گا خاک شاید اک چراغ اک بوریا ہوگا

وہ شب کو غیر کے گھر جاکے ٹکرینگے تو کیا ہوگا
کھُلے گا حال جب سے تہین روشن نقش پا ہوگا

ہما ایوان قصر یار مین آواز دیتا ہے
کہ جو بیٹھے گا اس کے سایہ مین وہ بادشاہ ہوگا

بُرا ہو ضعف کا فرقت مین اسنے کر دیا عاجز
اگر آہین مدد دینگی تو کچھ نالہ رسا ہوگا

جو منھ دھوسنے مین رنگ انکے گل عارض کا چھوٹے گا
خجل ہو کر بریدہ ہاتھ سے رنگ حنا ہوگا

ابھی تو سو رہے ہین چین سے قبر و نمین ہم عاشق
اُٹھینگے حشر انکی چال سے جسدن بپا ہوگا

کوئی کہدے وہ ناحق پھینک دیتے ہین اُگال اپنا
مجھے بھیجین یہ مجھ بیمار فرقت کی دوا ہوگا

قفس مین اسلیے صیاد سے تے بلبل کے پر کترے
کہ ہر پھر کر مرے گھر مین رہے گا جب رہا ہوگا

جنازہ پر ہمارے بن پڑے تو انکو بے آنا
بڑا احسان یہ تم دونو نکا اے ناز و ادا ہوگا

جگر سے جسطرح چھوٹا ہی دل کو بے محبت مین
نہ یون دنیا مین بھائی سے کوئی بھائی جدا ہوگا

مرا سنگ لحد دکھلائے گا تقدیر کی گردش
فلاخن سے اگر بچ جائے گا تو آسیا ہوگا

سخی جو ہین وہ دیگر سائلون کو منھ چھپاتے ہین
بخیلون کو نہ دیکر منھ بھرا لینا روا ہوگا

دیار عشق مین کیون استقدر بدنام ہے لیلے
ترا ہمنام جو معشوق ہو کا بیوفا ہوگا

کہے دیتے ہین بھاگ اے سایۂ تن عشق مین ہمسے
ہمارے ساتھ اسے تو بھی گرفتار بلا ہوگا

نہایت کام آئے گا غبار انکے شہیدون کا
شب عید اُجھلے ناخن پر مہ نو کی حنا ہوگا

لحد کہتی ہے مجھ عاصی سے مین دون گی فشار ایسا
کہ ایک اک استخوان تیرے بدن کا سرمہ سا ہوگا

سر محفل دیا ہے غیر کو رخسار کا بوسہ
یہ تمنے کیا کیا افسوس چرچا جا بجا ہوگا

بیان یہ کشتۂ سیماب کا ہے اہل دنیا سے
کہ جو ہو جائے گا یون خاک اور ونکی دوا ہوگا

ابھی زیبا نہین اتنی تعلی تجکو اے قاصد
ہمیں تجکو بھی سمجھین گے ہم جب نہ خدا ہوگا

غضب کرتا ہی تو عشاق جانین اپنی دیدینگے
اداؤن مین جو شامل غمزۂ ابرو ترا ہوگا

جناب عشق آپ آئے تو ہین لیکن یہ فرمائین
دیا ہے قیس کو کیا کیا مجھے کیا کیا عطا ہوگا

اسیر وہم تو چھوٹے پر تمھین سمجھائے جاتے ہین
قفس مین جو بہت نالے کرے گا وہ رہا ہوگا

نہ پہونچے گا ہمارے منھ تلک پس کر کوئی دانہ
اگر تقدیر کا چکر شریک آسیا ہوگا

ہمارے گھر پہ یون ضد سے نہ آئین آپ اے صاحب
مگر چشم سخن گو کہتی ہے وعدہ وفا ہوگا

دکھا کر شمع کو گلگیر اس محفل مین کہتا ہے
زبان جسکی بڑھے گی حد سے اسکا سر جدا ہوگا

شب وصلت مین دنیا ہے حجابی کی صلاح انکو
سنا ہے پہلے شور اسنے اے شرم و حیا ہوگا

فصاحت ماتم شبیر مین آنسو بہائے جا
کہ تجھسے خوش علی ہون گے نبی ہون گے خدا ہوگا

نہ پوچھو عاشقو یہ عشق پنہان ہو کے کیسا ہوگا
جگر مین داغ سر مین درد دل مین آبلا ہوگا

بیان خلد جیسا تی علی سا بیٹھوا ہوگا
کنار حوض کوثر بادہ خواری کا مزا ہوگا

نہ دو کیون دل چاک کرتے ہین اور اسمین کیا ہوگا
فقط ارمان جو ہینگے داغ ہونگے حوصلا ہوگا

لباس کہنہ و نو دونون یکسان ہین فقیرون کو
اگر ثابت ہے تو کیا ہے پھٹا ہوگا تو کیا ہوگا

پگھلی جاتی تھی شب کو شمع محفل شرم کے مارے
ترے عشاق مین شاید کسی کا دل جلا ہوگا

کہا اُن سے یہ پیغام زبانی دیکے قاصد نے
کہ جو کچھ مجھسے پوشیدہ ہے وہ خط مین لکھا ہوگا

چمن مین ہم بھی راز عشق بلبل کو بتا آئین
ضرور اُسنے گلونکے کان مین کچھ کہدیا ہوگا

دیا ہے آج یہ پیر مغان نے حکم رندون کو
شراب اسکو ملیگی جو خط ساغر پڑھا ہوگا

لب فرش اسنے مجکو اپنی محفل مین بٹھایا ہے
نہ کہئے تو نہین بنتی جو کہیے تو گلا ہوگا

جھروکون سے نہین یہ تاک جھانک اچھی ہے اے صاحب
ادھر آؤ تمھین سمجھائے دیتا ہون برا ہوگا

جو یہ معلوم ہوتا در پہ کیون بیہوش پڑے رہتے
ترا گھر سے نکلنا بھی ہمارا حوصلا ہوگا

بہار آنے کی یہ پہچان ہے دیکھ آؤ میخوارو
مقفل ہونگے زندان میکدے کا در کھلا ہوگا

ادا غمزہ کرشمہ ناز شوخی ختم کر لیجیے
اگر ان سب سے میری جان چھوٹیگی تو کیا ہوگا

چمن مین آتے ہی صیاد کے کیون اُڑگئی بلبل
مگر کچھ چشم نرگس نے اشارے سے کہا ہوگا

خبر مرنے کی میرے آج غیرون نے اُڑائی تھی
بہت اچھا کیا جو آئے تمنے بھی سنا ہوگا

برا کہتے نہین ہم بادہ کش تمکو بھی اے واعظ
تمھین غیبت کی عادت ہے کچھ اسمین بھی مزا ہوگا

ستم کرتے ہین وہ افسوس بیدردی سے یون مجھپر
ترس کھا کر رقیبانسے یہ کہتے ہین برا ہوگا

مرے گھر مین بلائین آکے روز ہجر کہتی ہین
یہان دن کو ہے تاریکی غضب کی شب کو کیا ہوگا

بڑے تم بیخبر ہو میان سے تیغ اُگلی پڑتی ہے
صف عشاق مین دیکھو کسیکا سر جھکا ہوگا

چمن مین غنچۂ گل کیون چٹک کر بولتے تم سے
مری جان مین نہ مانون پہلے کچھ تمنے کہا ہوگا

مجھے معلوم ہے کل غیر اس مقتل مین آیا تھا
قدم پیچھے ہٹے ہونگے جو ہاتھ انکا بڑھا ہوگا

فصاحت مدح حیدر مین کہی اک بیت ادھر تو نے
اُدھر تیرے لئے اک قصر جنت مین بنا ہوگا

سہہ ہے غضب کی حرص یارو مین تو قائل ہوگیا
جب کیا دار اُسنے مجھپر غیر بسمل ہوگیا

رتبہ تھا جو عشق کا مجنون کو حاصل ہوگیا
کچھ دنون بیٹھا مرے مکتب مین کامل ہوگیا

تیری انگشت شہادت کا اشارہ قہر تھا
جس نے ہم عشاق مین دیکھا وہ بسمل ہوگیا

عاشقون کو جب اُٹھا دینے کا حکم اُسنے دیا
تھا مین ایسا زار جیسے فرش محفل ہو گیا

ہم سے میخوارون کی غیبت کرکے تجکو کیا ملا
تو بھی اے واعظ گنہگارون مین شامل ہو گیا

آپ ہو کر بیقرار اس بزم مین اچھے رہے
مین تو غیرون مین سُبک اے حضرت دل ہو گیا

کیون مرے تابوت کے ہمراہ آتے ہین وہ دوست
دو قدم چلنا بھی جن کو ایک منزل ہو گیا

ہے مسیح وقت قم کہکے جلائی میری لاش
غیر اسے چاہے نہ مانے مین تو قائل ہو گیا

جب پڑا تیر نگاہ یار بول اُٹھا جگر
مین نہ تڑپونگا وہ دل ہی تھا جو بسمل ہو گیا

جستجو کی لاکھ پر آب بقا ملتا نہیں
یہ بھی کیا آب دم شمشیر قاتل ہو گیا

صبر و ہوش و فہم و ادراک کے ہون چارون مرید
اب طریق عشق مین مرشد مرا دل ہو گیا

کیا کرین گی آنکھین دل تو میرے پہلو مین نہین
اب نباہ الفت کا ان دونو نکو مشکل ہو گیا

مانگتا ہے رنگ انکے روے رنگین سے چمن
پھول دست شاخ پر کشکول سائل ہو گیا

وقت زینت خنجر ابرو کی یہ تیزش بڑھی
آئینہ مین خود انھین کا عکس بسمل ہو گیا

تمکو مین کہتا نہین اب ہے یہی دنیا کا رنگ
باندھلی جس نے کمر مین تیغ قاتل ہو گیا

سیکڑون صحرا کے وحشی گرد ہین دیکھے جنون
قیس کا تابوت بھی لیلی کی محمل ہو گیا

پہلے کہتا تھا یہ مانی بے دہن کوئی نہین
آپ کی تصویر اب کھینچی تو قائل ہو گیا

ہاے سر شمعون کے کاٹے بیخطا گلگیر نے
کچھ نہ بولے تمکو کیا اے اہل محفل ہو گیا

باغ مین کھائی جو آہ سرد بلبل کی ہوا
اسقدر صیاد کو نیند آئی غافل ہو گیا

وہ چمن کی سیر کو آئے تو یہ فرحت ہوئی
ہو کے بالیدہ ہر اک غنچہ مرا دل ہو گیا

عاشقون مین آپکو بدنام کرتا ہے یہ کیون
غیر کے پہلو مین دل تھا کب جو بسمل ہو گیا

تو نے اے منصور بے سمجھے انا الحق کیون کہا
جان بھی تیری گئی دعوی بھی باطل ہو گیا

شمع سان کٹتی ہے انکی بزم مین میری زبان
بات کرنا کیسا چپ رہنا بھی مشکل ہو گیا

اے فصاحت شاعری کے فن مین تم مشہور ہو
مرتبہ فیض لطافت سے یہ حاصل ہو گیا

وہ رشک گل جو باغ مین کل بے نقاب تھا
پتون مین اپنے منھ کو چھپائے گلاب تھا

جامہ سے تھی نمود مرے جسم زار کی
مین بھی مگر جہان مین مثال حباب تھا

اب عاشقون سے کرتے ہو ناحق تنکا تین
بدنام جس نے تم کو کیا وہ شباب تھا

گیسو و چشم و ابرو و خط بدر مین نہین
ہوتے یہ سب تو آپ کے رخ کا جواب تھا

گھبرا کے درد دل سے مرے اُٹھ کھڑا ہوا
ایسا شب فراق سے مجھے اضطراب تھا

کل میکدے مین کون سے میکش کے پھول تھے
ساقی عوض پیالے کے جام شراب تھا

کل اُسکو شرم آئی نہ دل لے کے دوستو
کیا پوچھتے ہو مجکو جو دے کر حجاب تھا

کچھ یاد بھی ہے چاہتے ہین تجکو کب سے ہم
پیری نتھی ہماری نہ تیرا شباب تھا

کرتے جو تابت اُنکا دہن رنگِ پان سے
پاس اُنکے کچھ سوائے خموشی جواب تھا

اے عشق قیس و وامق و فرہاد ہی نہ تھے
جو تھا ترے دیار مین وہ آفتاب تھا

فرقت مین دیکھکر مرا حال اُٹھ گئے طبیب
کیا کرتے اس مرض کا علاج اضطراب تھا

حسرت بھری نگاہون سے تھے دیکھتے نجوم
کیا شب کو اپنے بام پہ تو محو خواب تھا

تعذیر اور پھولون کو تو دے نہ باغ مین
ہمسر جو تیرے رخ سے ہوا وہ گلاب تھا

بسمل تھے پیر ہائے تجھے دیکھ دیکھ کر
شمشیر اک کھنچی ہوئی تیرا شباب تھا

مجنون کو جب دیا گیا وہ بھی ہوا خراب
بہ یمین ملک عشق مین اپنا خطاب تھا

تیرا نشیلی آنکھ سے محفل مین دیکھنا
ہم عاشقون کے واسطے دور شراب تھا

کانٹون کی کیون زبان نہ تر کرتے آبلے
جنگل مین اُن کی پیاس بجھانا ثواب تھا

کل تم سوال وصل پہ بولے نہ منھ سے کیون
کیا مسکرا کے سر کا جھکانا جواب تھا

خط کس کو دیتا کوئی نہ قاصد کو ورلا
اس نازنین کا قصر بھی قصرِ حباب تھا

گلشن مین روئے شاہدِ گل کون دیکھتا
بلبل کا دودِ آہ بجائے نقاب تھا

آتا نہ تھا قرار فصاحت کسیطرح
پہلو مین جب تلک دلِ خانہ خراب تھا

غافل تھے کب شباب مین لطف شباب تھا
پیری مین آنکھ کھلتے ہی سمجھے کہ خواب تھا

گل رنگ اُڑایہ اُس رخ رنگین کے سامنے
اک پھول چاندنی کا چمن مین گلاب تھا

دیتے ہو میرے دل کے عوض دل رقیب کا
کیا ہوتا دخل بادخزان کا بہار مین
تنہا وہ میرے گھر مین کب آئے تھے عاشقو
کل اُنکی آنکھین بند تھین شب بھر وصال مین
اُس رخ کے عشق مین تروتازہ رہا یہ دل
اک نامہ گم کیا ہے ترے نامہ بر نے آج
کیا رہتا تمنے قدر نہ کی میہمان کی
گرمی غضب کی تھی ترے تیر نگاہ مین
کیا مجھسے تنگ تھی شب اوّل زمین گور
پیاسے چلے گئے نہ پیا تمنے زاہدو
لپٹا تھا کون عالم رویا مین سچ کہو
کل ہم خجل چمن مین ہوئے پیش عندلیب
کیون محتسب نے بند کیا باب میکدہ
وہ ناز وہ کرشمہ وہ غمزہ کہان گیا
بیتاب مجکو دیکھکے اے غیر ہنس نہ آج
دیکھی عجب کرامت ساقی کنار جو
روز جزا خدا نے بھی دوزخ مین دی جگہ
دسمہ کی احتیاج ذرا تھی نہ شیب مین

اُس مین ہے داغ اِس مین فقط اضطراب تھا
گلشن کو چار سمت سے گھیرے سحاب تھا
غمزہ تھا اُنکے ساتھ ادا تھی حجاب تھا
وقت سحر ذرا نہ حیا تھی نہ خواب تھا
کیا خوب اس ثمر کو مفید آفتاب تھا
کہتا ہے مجھسے آپ کے خط کا جواب تھا
صاحب کوئی غلام تمھارا شباب تھا
ہوتے ہی صید مرغ دل اپنا کباب تھا
کیونکر فشار دیتی مجھے اضطراب تھا
مجھ رند کی سبیل کا پانی شراب تھا
کچھ تو کل انفعال تمھین بعد خواب تھا
تم اپنا مُنھ چھپائے تھے گل بے نقاب تھا
رندو سخی کے در کا یہ اچھا جواب تھا
سچ کہدون آپ کچھ نتھے جو تھا شباب تھا
بیدرد کل تجھے بھی یونہین اضطراب تھا
جام بلور اُلٹکے جو پھینکا حباب تھا
دنیا مین ان بتون کا جو مجھپر عتاب تھا
ہم مفسلون کو گھر کا اندھیرا خضاب تھا

یہ بھی عجیب ضد تھی فصاحت شب وصال
جتنا نہ مجھے تھا شوق اُنھین اتنا حجاب تھا

جفا سے کام نہ لے غیرت قمر لینا
نکھر کے آج سر شام بدر نکلے گا
دل رقیب کو دیکھا جب اُسنے مین بولا

ہمارے بعد وفا اختیار کر لینا
جو دل مین آئے تو تم بھی ذرا سنور لینا
یہ مال مُردے کا ہے تم نہ بھول کر لینا

نگاہ داہنے پہلو پہ کیون ہے دزدیدہ
اگر دل آج لیا ہے تو کل جگر لینا

ہمارے گھر پہ چلو وعدہ غیر سے ہے تو ہو
گلہ کرے جو وہ تمسے تو عذر کر لینا

سحر کو بادہ کشو آفتاب نکلے گا
مقابلہ کے لیے کوئی جام بھر لینا

تغافل اُنکو سکھاتا ہے عاشقو ہر روز
کوئی جئے کہ مرے پر نہ تم خبر لینا

اگر سویرے سے کل قتل گاہ جانا تم
رقیب ہون تو مرا انتظار کر لینا

اب اُنکے حسن کا مملو ہے جام چھلکے گا
تو اپنے کاسہ کو اے ماہتاب بھر لینا

مجھے حلال تو کرتے ہو پر خیال رہے
کہین لہو سے نہ یہ آستین بھر لینا

مری وفائین جو یاد آئین تمکو بعد مرے
جفائین اپنی بھی دل مین شمار کر لینا

عزیز دشام کو تو دفن کر کے جاتے ہو
ضرور صبح کو آ کر مری خبر لینا

ہمارا شیشۂ دل وہ اُچھال کر بولے
خدانخواستہ ٹوٹے تو مجھسے بھر لینا

جو مجھسے چھینے تھے صبر و قرار و ہوش ای عشق
ضرور تھامری آہون سے بھی اثر لینا

وہ مجھسے ہنسکے یہ کہتے ہین آئے جب شب وصل
زمانے بھر کا تم ارمان دل مین بھر لینا

طرح یہ کہنی کی ہے اے فصاحت اب نہ سہی
اگر ہے شوق تو پھر اس مین فکر کر لینا

ہمسر آئینہ رُخ مہر لقا سے نہ ہوا
اپنی ہی آپ مین کیون غرق حیا سے نہ ہوا

حضرت خضر سے نکی دفت نوردی ن راتا
زیست کا لطف تو کچھ آب بقا سے نہ ہوا

وہ دم نزع مرے دیکھنے کو آئے تھے
تھوڑی دیر اور نہ آئی یہ قضا سے نہ ہوا

کیا مرے داغ جگر کی ہے ضیا عالمگیر
اس طرف کو رخ خورشید حیا سے نہ ہوا

خون عشاق ملا ہے تو بڑھی ہے شوخی
رنگ سرخ آپکے ہاتھون کا حنا سے نہ ہوا

آہ مجنون تو ہی اُٹھکر رخ لیلےٰ دکھلا
چاک پردہ کبھی محمل کا ہوا سے نہ ہوا

جب گرے نشہ مین ہم خشت خم مے پہ جھکے
کچھ عصا دست مین خلل لغزش پا سے نہ ہوا

عاشقون کی نگہ شوق کے آگے اے یار
پردہ کچھ خوب تری شرم و حیا سے نہ ہوا

زاہدو واہ پیا کرتے ہو جب چھپکے شراب
شرم بندون سے ہوئی خوف خدا سے نہ ہوا

مرضِ عشق طبیبون نے بھی تشخیص کیا ۔ ۔
فائدہ جب کہ فصاحت کو دوا سے نہ ہوا

بے نقاب آج سر بام جو وہ آ نکلا
ہم یہ سمجھے کوئی ارمان ہمارا نکلا

رات کو چرخ پہ جب عقد ثریا نکلا
سمجھے ہم مست کہ انگور کا خوشا نکلا

دیکھنے بیٹھے پئے قتل وہ عشاق کی فرد
پہلے ہی شکر خدا نام ہمارا نکلا

کیا کہون آپ کے گھر مین دل مضطر لایا
آپ کیون اتنے خفا ہوتے ہین نکلا نکلا

آب خنجر سے ہے جاری مرے قاتل کا فیض
دم مین سیراب کیا جو کوئی پیاسا نکلا

قیس کو بعد فنا بھی رہی لیلےٰ کی تلاش
خاک سے نجد مین بن بن کے بگولا نکلا

بے نقاب آیا جو وہ چودھوین شب کوٹھے پر
لوگ کہنے لگے کیا چاند دوبارا نکلا

ہے عجب فیض سخن سُن کے ہوا دل بیتاب
واہ دشمن نے بھی کی شعر جو اچھا نکلا

تیر اُسنے جو لگایا تو پئے اِستقبال
دل بڑھا سینہ سے پہلو سے کلیجا نکلا

کہتے ہین چھیڑنے کو پچھلے پہر وہ شب وصل
لو گجر بجنے لگا صبح کا تارا نکلا

سُرخ ہیو جہ نہین رنگ مرے اشکون کا
آخر آنکھون سے لہو بن کے کلیجا نکلا

جب بگولا کوئی جنگل مین اُٹھا واہ رے شوق
بڑھ کے مجنون نے کہا محمل لیلےٰ نکلا

قتل کرکے نہ مجھے ٹھوکر سے جلایا اُسنے
جسکو سمجھا تھا مین قاتل وہ مسیحا نکلا

مشکل آسان فصاحت کی ہوئی اک دم مین
یا علیؑ منھ سے جو ہین نام تمھارا نکلا

ہمکو تو لطف عید کا اے دل نہین ملا
آ کر گلے وہ حور شمائل نہین ملا

مانوس تھا بہت جو حسینان دہر سے
حورون سے بھی جنان مین مرا دل نہین ملا

دریا پہ نازنین کو پلاتا شراب کیا
ساغر حباب کا لبِ ساحل نہین ملا

شبنم یہ روکے کہتی ہے ہر صبح باغ مین
بلبل سے گل کا آجتلک دل نہین ملا

کچھ انتہا ہے ظلم کی کبتک کرون مین ضبط
انصاف کیجیے نہ مجھے کیا دل نہین ملا

تاثیر کیا دکھائے بھلا نالۂ ہزار
گل کو ملے ہین کان مگر دل نہین ملا

ٹھوکر سے زندہ مجکو کیا بعد قتل کے ‌‌‌ ‌ گویا مسیح مل گئے قاتل نہین ملا

در پر ترے سوال فصاحت ہے کر رہا
بوسہ ابھی تک اے مہ کامل نہین ملا

زلف دوتا کا وصف غزل مین رقم ہوا ‌ ‌ پہلے ہی سے شگاف میان قلم ہوا
چھوڑا جو دیر داخل بیت الحرم ہوا ‌ ‌ بت ہو گئے خفا تو خدا کا کرم ہوا
اٹکھیلیون کی چال سے اُنکو تو کام ہے ‌ ‌ پامال اگر ہوا کوئی زیر قدم ہوا
تصویر مین بھی کاٹ یہ اُن ابرؤنکا ہے ‌ ‌ مانی کا ہاتھ کھینچنے ہی مین قلم ہوا
کہتا ہے مرغ قبلہ نما آکے دار پر ‌ ‌ مجھ سا نہ دوسرا کوئی ثابت قدم ہوا
کعبہ مین قبل اسکے پرستش بتون کی تھی ‌ ‌ پیدا ہوئے علیؑ تو یہ بیت الحرم ہوا
نشہ مین یاد آئی جو مجھ مست کو نماز ‌ ‌ کیا لڑکھڑا کے خشت خم مے پہ خم ہوا
لاکھون کے جسم بعد فنا کھائے اے زمین ‌ ‌ اب تک نہ سیر اسپہ بھی تیرا شکم ہوا
خسرو مین کوہکن مین جو تھی گفتگوے عشق ‌ ‌ قصہ گیا جو بیچ مین تیشہ حکم ہوا
ہون زار اسکے کوچہ مین روندا ہی غیر نے ‌ ‌ اب کون اُٹھائیگا کہ مین نقش قدم ہوا
اُگتے ہین سرکشون کی لحد سے درخت سرو ‌ ‌ مٹی مین گڑ گئے پہ اکڑنا نہ کم ہوا

نام خدا املا ہے فصاحت عجب امام
باب جنان پہ نام علیؑ کا رقم ہوا

روح نکلے تو ہے عالم یہ تن خالی کا ‌ ‌ ملک جیسے کسی بیوارث دیوالی کا
اے فلک کملی کہنہ نہ ترے دور مین پائے ‌ ‌ کوئی طالب ہو اگر پیرہن شالی کا
بزم ساقی ہمین یاد آئی حباب جو سے ‌ ‌ پی کے بادہ وہ اُلٹنا قدح خالی کا
ہمکو اثبات دہن مین نہ رہا شک باقی ‌ ‌ رہ گیا رنگ جو ہونٹون پہ تری لالی کا
بھول جائے چمن خلد برین کو رضوان ‌ ‌ دیکھ لے رنگ اگر تیرے گل قالی کا
کسقدر شوخ ہے تیرا فرس دشنا سوار ‌ ‌ پہر گھڑی خوف ہے سایہ کو بھی پامالی کا
رہروان عدم احوال نہ پوچھو میرا ‌ ‌ کیا چلون بیٹھ یہ دفتر ہی بد اعمالی کا

ہاتھ اُٹھا کر جو دُعا کی تو کھلے بابِ قبول
مرتبہ ہے یہ فقیرون کے کفِ خالی کا

شب وصلت مین بھی آرام فصاحت نہ ملا
صبح تک شام سے دھڑکا رہا گھڑیالی کا ؎

مناسب ہے ترے چہرے پہ رہنا بکھرے بالونکا
کہ گرد ہر نظر سے رنگ میلا ہونہ گالونکا

بنھا ہے جیسے مضمون چشم کا زلفون کا خالون کا
مرادیوان چہرہ بنگیا ہے خوش جمالونکا

سمجھکر مجکو عاشق تن کہا رضوان نے محشر مین
ادھر آؤ جنان مین بھی ہے مجمع خوش جمالونکا

مکان یہ نامبارک ہے خوشی کس طرح سے آئے
فراقِ یار مین دل بنگیا ہے گھر ملالونکا

چمن مین سرو سنبل کی حقیقت کیا ترے آگے
یہ پرتو ہے ترے قد کا وہ سایہ تیرے بالونکا

بہار آئی عروسانِ چمن نے کی ہے آرائش
کہ ہے شبنم کے قطرون مین سمان موتی کے مالونکا

نکیرین اسقدر سختی ہے کیون مجھ تازہ مہمان پر
یہ نرمی پوچھتے جاؤ جواب اپنے سوالونکا

گھٹا اُٹھی ہے کیون اے شیخ نکلے آبرو کھونے
نہ سمجھی وقت ہے یہ میکدے کے جانے والونکا

زمین و آسمان کی اصل کیا ہم غمزدے سمجھین
یہ ہے گردِ کدورت وہ دھوان ہے اپنے نالونکا

اگر ہے عشق صادق اسطرح فریاد کر بلبل
کہ غنچے تھام لین دل شور سن کر تیرے نالونکا

جنون صحرا مجھے لیچل کہ اب تلوے کھجاتے ہین
اُدھر چھیڑا زبان خار نے بھی ذکر چھالونکا

اعزا اقربا آنکھین بدلنا کیون سمجھتے ہین
بوقت نزع کرتا ہون نظارہ خوش جمالونکا

قوافی ہین جو علم قافیہ کے برخلاف آسے ؎
بمجبوری ہوا پیرو فصاحت ذی کمالون کا

پسِ فنا بھی یہ اوج آشکار ہے میرا
ہوا یہ ابر کی صورت غبار ہے میرا

وطن مین دوست سلامت رہین خداوندا
نہ ہون مین ذکر تو لیل و نہار ہے میرا

فنا ہوا ہون کسی کم سخن پہ جل جل کے
خموش اسی سے یہ چراغ مزار ہے میرا

فنا کے بعد بھی تقدیر مین ہے کیا گردش
کہ گردباد مین شامل غبار ہے میرا

مرے گناہ عداوت سے کردیئے مشہور
سبک ہون مین سر واعظ پہ بار ہے میرا

گذارے مین نے جو دن زندگی کے گن گن کر
کھا نفس نے کہ باقی شمار ہے میرا

مجھے ہے خوف نہ گر جائے دست قاصد سے — کہ خط مین حالِ دلِ بیقرار ہے میرا

اگر وہ گورِ غریبان مین آئے بھی تو کیسا — یہ جانتے نہین کس جا مزار ہے میرا

علیؑ جو بہر مدد اے فصاحت آئے ہین — یہ نورِ رُخ ہے کہ روشن مزار ہے میرا

بدنام آہ کرتی ہے مین پیر ہو گیا — کیا زور جب کمان سے جدا تیر ہو گیا

نیرنگیِ مرقّعِ عالم کو دیکھ کر — خاموش مثلِ بلبلِ تصویر ہو گیا

ظاہر مین منکسر ہے مگر ہے عدوے جان — جھکنا رقیب کا خمِ شمشیر ہو گیا

خالق کو کس قدر عمل خیر ہے پسند — دل مین ارادہ کرتے ہی تحریر ہو گیا

دیکھا جو کہکشان کو جنون مین تو یہ کہا — پیرِ فلک بھی بستۂ زنجیر ہو گیا

تھی سوز عشق مجھسے بیان کرنے ہی کو شمع — پر جوش گریہ مانع تقریر ہو گیا

اسواسطے خضاب لگاتا ہون مین ضعیف — اتنا کہے نہ کوئی کہ تو پیر ہو گیا

سودے مین زلفِ یار کے لاغر ہوا جو مین — گردن مین طوق حلقۂ زنجیر ہو گیا

صحرا سے جا سکا نہ کہین عشق زلف مین — جادہ ہر ایک پاؤن کی زنجیر ہو گیا

محشر کا خوف اسکو فصاحت نہ کچھ رہا — جس کو کہ عشق حضرتِ شبیرؑ ہو گیا

رسوا ذلیل نادم اے میرے رب نہ کرنا — روز حساب سب مین مجھکو طلب نہ کرنا

مطرب کے ساز کی ہین در پردہ یہ صدائین — ہے بزم دہر فانی عیش و طرب نہ کرنا

غلغال تم نہ ہینوا اک حشر ہو گا برپا — مردے نہ چونک اٹھین ایسا غضب نہ کرنا

کہدے کوئی جو آئین تربت پہ دوست میرے — سوتے سے مین نہ چونکون شور و شغب نہ کرنا

آیا ہے وہ فصاحت کے گھر پہ بعد مدت — مرغ سحر کہین غل وصلت کی شب نہ کرنا

آئین خوش گلو کے گانے کا انداز دیکھنا — ہے ساز مین ملی ہوئی آواز دیکھنا

نالون سے میرے عرش ہلا ڈر گئے ملک — پہونچی نہ اُنکے کانون تک آواز دیکھنا

عادت بڑی پڑی ہے تمھیں تاک جھانک کی
رسوا کرے گی چشم فسون ساز دیکھنا

طاقون سے شیشہ بے مدد غیر اُتر پڑے
ساقی کی چشم مست کا اعجاز دیکھنا

بولے دکھاکے میرا جنازہ وہ غیر سے
آخر کو اُٹھ سکے نہ مرے ناز دیکھنا

بلبل کی بے مدد نہین اُڑنے کا رنگِ گل
ہوگی شریک طاقت پرواز دیکھنا

کرتی ہے بحث نالہ بہت مجھسے عندلیب
اک روز بیٹھ جائیگی آواز دیکھنا

قاصد پھر انکو دینا زبانی پیامِ وصل
خط پڑھنے مین مزاج کا انداز دیکھنا

دیکھا جو فرقِ شاہ فصاحت تو بولے سب
سر بولتا ہے نیزہ پہ اعجاز دیکھنا

وحشتو مجنون کے مرنے سے ہر اک غمناک تھا
جا بجا جامے نہ تھے دامان صحرا چاک تھا

وصف کیا لکھتا ترا چہرہ وہ آتش ناک تھا
سرو جس کی گرمیون سے شعلۂ ادراک تھا

یوہین ہوتے محملِ لیلے کے پردے دھجیان
اے جنون جسطرح مجنون کا گریبان چاک تھا

سیر کے قابل جنون مین تھا گریبان پھاڑنا
سینہ پر داغ گلشن باب گلشن چاک تھا

خوف سایہ کو بھی ہوتا تھا نہ بس جاؤن کہین
اسقدر توسن ہمارے یار کا چالاک تھا

میکدہ کے در پہ پانی پی کے مجھسے شیخ جی
پوچھتے ہین جبین لائے تھے وہ ساغر پاک تھا

میری چشم یاس پر رحم آگیا یہ وقت ذبح
منھ مری جانب سے پھیرے خنجر سفاک تھا

کیون رقیبون سے گل بازی لڑ گیا آپنے
مانگ لیتے میرے پہلو مین دل صد چاک تھا

اے جنون پیدا کیا تھا مین نے وہ صحرا وسیع
گنبد آہو جہان یہ گنبد افلاک تھا

ہم نہ ہون گے طالب دیدار قصہ سُن چکے
دم مین موسی اغش تھے کوہ طور جلکر خاک تھا

ہاے وحشت مین شریک حال کرتا کس طرح
خندہ زن دیوانگی پر تھا مری جو چاک تھا

وصل کیسا ہجر کی شب بھی نہین تنہا کٹی
آہ تھی نالے تھے مین تھا دیدۂ نمناک تھا

کیا کہون ایسی جنون نہ آ لگی آئی تھی بہار
مین تو کیا ہون خود رفو گر کا گریبان چاک تھا

شامیانہ روشنی چادر سے تھی تربت کی زیب
جس کی خاطر تھے یہ سب سامان وہ زیر خاک تھا

عدل سرکار جنون ادنی و اعلی پر ہے عام
دامن اُتنا ہی پھٹا جتنا گریبان چاک تھا

موت نے جب خنجر قاتل کو ٹھہرا یا حکم
دم ہی رگ گردون مین سر گردون کا قصہ پاک تھا

عالم فانی مین انسان کی نبود و بود کیسا
گر نہ سمجھو کچھ نہ تھا سمجھو تو مشت خاک تھا

نزع مین منھ سے فصاحت کے نہ نکلا اور کچھ
ہان امیر المومنین کا ورد نام پاک تھا

ہجر کی شب گھر مرا تاریک ایسا ہو گیا
چاندنی دم بھر جو آئی رنگ میلا ہو گیا

حسن روے یار خط سے اور دونا ہو گیا
آئنہ وہ تھا یہ جوہر آئنہ کا ہو گیا

یون تو آے وصل کی شب سامنے عاشق کے وہ
پر حجاب انکا بڑھا ایسا کہ پردا ہو گیا

حسن ہے کیا چشم بد دور آپکا عالم فریب
چار آنکھین ہو گئین جس سے وہ شیدا ہو گیا

جب سے یوسف کو زلیخا نے کیا زندان مین قید
سچ تو یہ ہے عاشقی کا نام رسوا ہو گیا

یہ جدھر سے جاے بے بس ہون اُدھر جاتا نہین
دل تمھارا کیا ہوا خود مین تمھارا ہو گیا

سچ اگر پوچھو تو معشوق حقیقی ہے خدا
جس کو دیکھا بھی نہین مین نے یہ شیدا ہو گیا

ہاے یہ معشوق دنیا مین جیے تو کیا جیے
خاک ایسی زندگی پر دل تو مردا ہو گیا

ہجر کیا وہ ہجر جس کو وصل ہو جاے نصیب
کیا ہے وہ بیمار جو بیمار اچھا ہو گیا

الامان اے ظلمت شبہاے تربت الامان
کیا سیاہی تھی کفن کا رنگ میلا ہو گیا

آتے ہی پیری جوانی کے گئے سب ولولے
وہ طبیعت کیا ہوئی میری وہ دل کیا ہو گیا

اے فصاحت لڑکھڑایا تھا مین بالاے صراط
پر سہارا نام پاک مرتضیٰ کا ہو گیا

ہر اک بت حسن پہ مغرور ہے دعوی ہے وحدت کا
خداوندا تماشہ دیکھتا ہون تیری قدرت کا

نہ پوچھو حال کچھ تاریکی شبہاے تربت کا
کفن کالا ہوا جاتا ہے یہ عالم ہے ظلمت کا

سدا یہ بیمروت ہو فارغ خلق ہوتے ہین
بڑی مشکل ہے نبھ جانا حسینون سے محبت کا

ہمارے قتل کو حاجت نہین تلوار کی قاتل
اُٹھا دینا فقط کافی ہے انگشت شہادت کا

نہ کیونکر حشر برپا ہو بھلا رفتار جانان سے
کہ کچھ تو سلسلہ ملتا ہے قامت سے قیامت کا

خدا چاہے تو اب ہر سال زندان مین مقید ہون
بہار آتے ہی پہنایا جنون نے طوق منت کا

جگایا شور کر کے صور اسرافیل نے ناحق — ترے کوچہ مین عاشق چین سے سوتا تھا مدت کا
پس مردن بھی ہے سوز درون کا یہ اثر باقی — نمو ہوتے ہی جل جاتا ہے سبزہ میری تربت کا

فصاحت کی دعا ہے مہدی دین جلد ہون ظاہر
نہایت شوق ہے آنکھونکو حضرت کی زیارت کا

گر رقم وصف قد موزون دلبر ہو گیا — جو الف اشعار مین آیا صنوبر ہو گیا
وصل کی شب میرے پاس آیا جو وہ خورشید رو — رات کو دن کی طرح روشن مرا گھر ہو گیا
ابرو قاتل کا جب پرتو پڑا ہنگام ذبح — حسن سے خنجر مین پیدا اور خنجر ہو گیا
جان دیکر جا نہ پائے کوئے جانان مین تو کیا — اسکے دل مین تو خدا کے فضل سے گھر ہو گیا

وائے قسمت اے فصاحت رہگئے محروم ہم
اس پری کا وصل غیرون کو میسر ہو گیا

شادمان ابتو یہ چرخ ستم ایجاد ہوا — مر کے مین خاک ہوا خاک سے برباد ہوا
ہجر کی شب جو فلک سے کوئی تارا ٹوٹا — مین نے جانا کہ ستم اور اک ایجاد ہوا
ہون وہ بلبل کہ اسیری کی خبر بھی نہ ہی — اسقدر باغ مین محو رخ صیاد ہوا
دیکھنے سے ہے حسینون کی غرض آنکھونکو — آنکو کیا کام ہوا اگر کوئی برباد ہوا
نجد مین مر کے جگہ پائی جو مجھ مجنون نے — دی صدا قیس نے پہلو مرا آباد ہوا
آکے پیکان جو ترے تیر کا پیوست ہوا — مدتین دل مین یہ گذرین کہ تری یاد ہوا
عشق پروانہ کے انجام پہ عبرت کی ہی جا — جل گیا خاک ہوا خاک سے برباد ہوا
ہای دامن سے مری خاک جھٹک دی اُسنے — خود ہی برباد تھا اب اور بھی برباد ہوا

اے فصاحت نہین اک حال پہ دنیا رہتی
کل جو آباد ہوا آج وہ برباد ہوا

جو پوچھا حسن پردونون مین پہلے کون مائل تھا — مرے دل نے کہا آنکھین تمھین آنکھونے کہا دل تھا
کیا اک حشر برپا اور دیوانون نے محشر مین — ادھر شور قیامت تھا ادھر شور سلاسل تھا
احبا مشورہ دیتے تھے ناحق ترک الفت کا — وہی انصاف سے کہدین کہ قابو مین مرا دل تھا

ہلال عید نے فرقت میں ہم کو قتل کر ڈالا
فلک قاتل ہمارا تھا تو یہ شمشیر قاتل تھا

سرِ دربارِ قاتل لے گیا تھا میں یہ دو تحفے
کہ دہنے ہاتھ پر سر تھا تو بائیں ہاتھ میں دل تھا

قیامت کی چُرا کر لے گئے کیا باتوں باتوں میں
اُسی پہلو میں بیٹھے تھے وہ آکر جس طرف دل تھا

ہمارے دل نہ دینے کے نہ بچ رہنے کا باعث دوستو یہ ہے
نہ وہ لینے کے لائق تھے نہ یہ دینے کے قابل تھا

عجائب خواب میں سامان مجنون کو نظر آئے
کُھلی جب آنکھ ناقہ تھا نہ لیلی تھی نہ محمل تھا

بہر صورت دل گم گشتہ کی تھی جستجو لازم
بھلا تھا تو مرا دل تھا بُرا تھا تو مرا دل تھا

کشاکش میں پڑا تھا دیکھکر حسن ان حسینوں کا
بھلا جینے کا تو کیا ذکر ہے مرنا بھی مشکل تھا

فصاحت روندتے وہ کیون نہ شیدا اگر ہوتا
بہت اچھا ہوا خوش ہوں اسی قابل مرا دل تھا

کبھی نصیب ہمیں وصل جانِ جان نہ ہوا
جو ہم جوان ہیں تو کیا بخت تو جوان نہ ہوا

حرم میں دیر میں در پر ترے کلیسا میں
نظارہ بازوں کا مجمع کہاں کہاں نہ ہوا

مرے جنون نے کیا دھجیاں تمام کفن
لحد کو کھود کے نباش شادمان نہ ہوا

اجل بھی ہنستی ہے منعم کی پختہ کاری پر
اِدھر لحد بنی تیار اودھر مکان نہ ہوا

نقاب سوتے میں رخ سے ہٹی تو ہیں برہم
یقین مجھ پہ ہوا غیر پر گمان نہ ہوا

نہ گردشیں نہ یہ نیرنگیاں اِسے آئیں
مرید جب تک اُن آنکھوں کا آسمان نہ ہوا

میں شکر نعمت خالق بیان کروں کیونکر
مرے بدن کا ہر اک رونگٹا زبان نہ ہوا

بنائے کیا مسی آلودہ لب ترے بہزاد
نصیب آتش یاقوت کا دھوان نہ ہوا

ہم اس بہار کے اے باغبان نہیں قائل
کہ سبز کوئی خس و خارِ آشیان نہ ہوا

شب فراق یہ فانوس میں ہے شمع کا قول
وہ تیرگی ہے کہ روشن مرا مکان نہ ہوا

اوڑا دیا جو مری آہ کی آندھی
مضر کسی کے لیے عشر کا دھوان نہ ہوا

چلا ہے یار کے گھر بیخودی میں آج رقیب
میان راہ غضب ہے کوئی کنوان نہ ہوا

نہ پوچھا ایک نے تربت پہ نازنینوں کی
یہ ڈھیر سیکڑوں من خاک کا گران نہ ہوا

ضرور بزم میں نازک دماغ ہے کوئی
بلند شمع کے شعلے سے کیون دھوان نہ ہوا

کوئی تو ہو دل پُرداغ مین مرے نا سور
وہ باغ کیا ہے کہ جس باغ مین کنوا ن نہ ہوا

خجل ہوا ہین بیان کرکے بیقراری دل
رکھا جو سینہ پہ ہاتھ اُس نے یہ طپان نہ ہوا

کلام یار مین لذت وہ اسے فصاحت ہے
مری زبان سے جس کا مزہ بیان نہ ہوا

اد اُستاد سے تھا خوف جو رسوائی کا
فن جو ازلی ہو تو شاگرد ہوا بھائی کا

بل گیا بخت سیہ جب ترے سودائی کا
بڑھ گیا اور اندھیرا شب تنہائی کا

قبر پر قیس کے پڑھتی ہے یہ مصرع لیلےٰ
ایک عالم مین ہے شہرہ مری رسوائی کا

سایۂ قیس سے بھی ہے سگ لیلےٰ کو گریز
خوب رم سیکھ گیا آہوے صحرائی کا

مین وہ اُستاد جنون مین ہون کہ ہر روز آکر
قیس لیتا تھا سبق بادیہ پیمائی کا

خط تقدیر مٹا آئینہ ہے وہ دہلیز
خاتمہ کردیا عاشق نے جبین سائی کا

غافلون کو یہ صدا دیتی ہے در کی زنجیر
گھر بنانا تو یہان کام ہے سودائی کا

سرمۂ خاک در یار سے روشن ہوجائے
خواب دیکھا نہ ہو جس آنکھ نے بینائی کا

ضبط کرتے ہین جو عشاق تو دم گھٹتا ہے
روئین چلائے تو ڈر ہے تری رسوائی کا

میکشو فصل گل آنے کی ہے ادنیٰ پہچان
دیکھ لو جاکے گریبان کسی سودائی کا

میرے مولا ہین نکیرین ہین مین ہون نہ قبر
مختصر بزم ہے اک نام ہے تنہائی کا

محفل صاحب عالم مین جو پڑھتا ہون غزل
لطف اُٹھتا ہے فصاحت سخن آرائی کا

مشک مین بو تھی ترا انداز گیسو کچھ نہتا
سنبل ترین شباہت تھی پہ خوشبو کچھ نہتا

کرتے کیا معشوق کے دل کو رجوع اپنی طرف
عشقبازی مین خود اپنے دل پہ قابو کچھ نہتا

شعلۂ نار جہنم تیز تھا گو روز حشر
گر بجھا دیتے گنہگارون کے آنسو کچھ نہتا

آج باتون سے ثبوت اقرار بھی انکار بھی
یار کل تک وصل کے وعدے مین پہلو کچھ نہتا

مجکو اُس رخ کے نظارہ سے غش آیا تھا اگر
لخلخہ پڑھکر سُنگھا دیتے جو گیسو کچھ نہتا

مارا اوچھے دیکھکر یون طعنہ زن ہین مجھپہ لوگ
جبکا تو گھائل ہے اُس مین زور بازو کچھ نہتا

اختلاج و دردِ سر تھا ضبط گریہ کے سبب
بہ گئے آنکھوں سے جب دو چار آنسو کچھ نہ تھا

وصل کی شب خوب آسائش سے گذری تا سحر
ہجر کی رات آئی جب تکیہ نہ زانو کچھ نہ تھا

کھینچتا تصویر اُن آنکھوں کی بعینہٖ کسطرح
پاس مانی کے سوادِ چشم آہو کچھ نہ تھا

آپ نے جوڑا جو باندھا اور بھی سر چڑھ گئے
جب تلک لٹکے رہے چہرے پہ گیسو کچھ نہ تھا

پڑھتے کیا تیرے مریض زار پر الحمد دوست
تھا فقط تعویذ ہی تعویذ بازو کچھ نہ تھا

اے فصاحت وہ ضرور آئے ہیں شب کو خواب میں
ورنہ سوتے وقت بستر اپنا خوشبو کچھ نہ تھا

گر نزاکت کے سبب آپ سے آیا نہ گیا
آدمی بھیج کے مجکو بھی بلایا نہ گیا

نام کو آپ جہان مین ہین مسیحا مشہور
مر گیا عاشق ناشاد جلایا نہ گیا

لذت صبر کو خاصان خدا سے پوچھو
لقمۂ تلخ یہ ہر ایک سے کھایا نہ گیا

مکتب عشق سے مجنون کو نکالا مین نے
ذہن تھا اُس کا غبی مجھسے پڑھایا نہ گیا

نان نعمت ہمین یہ چرخ دنی کیا دے گا
غم بھی آرام سے دو روز کھلایا نہ گیا

ناتوانی نے نزاکت سے ہین دونوں معذور
ہم وہان جا نہ سکے یار سے آیا نہ گیا

مرگ عاشق کی خبر سن کے وہ ہنسکر بولے
نہ سہی میرے ستم ظلم اُٹھایا نہ گیا

عاشق زار لپٹ کر نہ چلے جائین کہین
ضد سے گھر مین ترے دیوار کا سایا نہ گیا

میرے پہلو سے تمھین نے ہے چرایا دل کو
یان سوا میرے تمھارے کوئی آیا نہ گیا

بولے وہ شمع سے پروانون پہ کر کے افسوس
ہم سے عشاق کو اس طرح جلایا نہ گیا

حسرت و یاس و غم و رنج کا تھا ایسا بوجھ
دو ستون سے مرا تابوت اُٹھایا نہ گیا

اپنی اُلجھی ہوئی زلفون کو سنوارا تم نے
کام بگڑا ہوا عاشق کا بنایا نہ گیا

روضۂ شیر خدا مین جو فصاحت پہونچے
رعب حضرت سے قدم آگے بڑھایا نہ گیا

حسین تھے حضرت یوسف پہ یہ جمال نہ تھا
یہ سن نہ تھا یہ جوانی نہ تھی یہ سال نہ تھا

عزیز کو نسا ہنگام انتقال نہ تھا
برا ایسے وقت مین کوئی شریک حال نہ تھا

مین اس جہان مین ناقص ہون پر عدو ہی خلق
ہزار شکر کہ مین صاحب کمال نتھا

ملا نہ بعد فنا اور کچھ سوا سے کفن
جیسے سمجھتے تھے ہم مال کوئی مال نتھا

ہمارے گھر کشش عشق کھینچ لائی ہے
تمھارے آنے کا تو خواب مین خیال نتھا

نقاب سے بھی ہے جلوہ عیان اُس ابرو کا
نہان جو ابر مین ہوتا یہ وہ ہلال نتھا

مریض ہجر کا درمان طبیب کیا کرتے
ترے مزاج کے مانند ایک حال نتھا

بہار گور غریبان پہ چار دن نہ رہی
جلا وہ دھوپ سے سبزہ جو پائمال نتھا

وہ عاشقون کو بُرا کہکے ناز سے بولے
معاف کیجیے گا آپ کا خیال نتھا

ہوے وہ ہم بغل یار اے فصاحت آج
کہ خواب مین بھی میسر جنھین وصال نتھا

نہین معلوم کہان دونون ہین دنیا کے سوا
دہن یار بھی معدوم ہے عنقا کے سوا

میری میت کو وہ ٹھکرا کے یہ فرماتے ہین
ہم بھی مردونکو جلاتے ہین مسیحا کے سوا

جو رکیا خانہ میخوار سے لیجائے گا
کوئی شے پاس نہین ساغر و مینا کے سوا

یہی محشر مین گناہون کی گواہی دینگے
کوئی دشمن نہین میرا مرے اعضا کے سوا

اُٹھ کے کہتے ہین اطبا یہ مری بالین سے
اچھے ہون گے نہ کسی سے یہ مسیحا کے سوا

استخوانون سے یہ مجنون کے صدا آتی تھی
حق کسی کا نہین آمین سگ لیلی کے سوا

حکم ساون مین یہ ہے پیر مغان کا جاری
مے پیئے گھر مین نہ کوئی لب دریا کے سوا

ماتم قیس مین تاکید جنون کرتا تھا
صف بچھائے نہ کوئی جادۂ صحرا کے سوا

طور سینا پہ گئے حضرت موسی برسون
اور کچھ ہاتھ نہ آیا ید بیضا کے سوا

گور تاریک مین احباب مجھے چھوڑ گئے
ایک نے بھی نہ مدد کی مرے تنہا کے سوا

لکھنؤ غیرت ایران ہے فصاحت صد شکر
شعرا یان کے سب اعلے ہین مجھ ادنی کے سوا

عجب مزاج ترا ہم نے آسمان دیکھا
اُسی کو رنج دیا جسکو شادمان دیکھا

حرم ہو دیر ہو یا خانقاہ ہو کوئی
نہین ہے یاد مجھے آپکو کہان دیکھا

نہ کیون ہو گورِ غریبان مین عاشقونکی بھیڑ
مری لحد پہ ترے پاؤنکا نشان دیکھا

ذقن کے عشق مین اتنا تو ہوش ہے ہمکو
اُدھر سے بچ کے چلے جسطرف کنوان دیکھا

زہے عروج بڑھا ابر موسم گل مین
اُٹھ اُٹھ کے خانۂ خمار کا دھوان دیکھا

شب وصال وہ کہتے ہین اُٹھ کے قبل سحر
گجر بجا وہ موذن نے دی اذان دیکھا

نہ کیون کرامت پیر مغان کے قائل ہون
شراب خوار کو پیری مین بھی جوان دیکھا

غش آیا حضرت موسیٰ کو طور پر کیا جلد
وہ ایک جلوہ تھا ایجی طرح کہان دیکھا

اٹھے یہ کہکے اطبا ہماری بالین سے
نہ دیکھینگے نہ کبھی ایسا ناتوان دیکھا

کسی نے کھودے جو ہم سوختہ تنون کے مزار
کچھ استخوان نظر آئے تو کچھ دھوان دیکھا

سرہانے میرے دم نزع کیون نہ آئیے بیٹھیں
حضور نے کوئی دم توڑتے کہان دیکھا

ملا نہ بعد فنا بھی مریض ہجر کو چین
لحد نے اور دبایا جو ناتوان دیکھا

علیؑ سے یہ پس معراج کہتے تھے احمدؐ
جہان پہ کوئی نہ پہونچا تمھیں وہان دیکھا

نہین کے پھولون کے گجرے وہ نازنین بولے
لچک گئین مری نازک کلائیان دیکھا

مجھے برا تری محفل مین غیر کہتے تھے
مین آگیا تو پلٹنے لگی زبان دیکھا

زمانے بھر سے فصاحت ہمین نہین مطلب
سنائے شعر اوسے جسکو قدردان دیکھا

اگر آج تم نہ آتے عجب اضطرار ہوتا
کچھ اس کے دل سے پوچھو جسے انتظار رہوتا

اگر اُن کے آگے دردِ جگر ایک بار رہوتا
جو ہزار بار کہتا انھین اعتبار رہوتا

چمن دیار غربت نہ بہار پر ہون نازان
ابھی بلبلون سے ملاتا جو وطن کا خار رہوتا

انھین ایسی کب غرض تھی مجھے عاشقون مین گنتے
مین کسی حساب مین تھا جو مرا شمار رہوتا

مری قبر پر جو آئے تو وہ ہاتھ مل کے بولے
سر گور ڈال دیتے جو گلے مین ہار رہوتا

کبھی بعد مدت آئے تو یہ طعنہ دیکے بولے
یہی انکی شکل رہتی اگر انتظار رہوتا

دل مضطرب سے پارا اگر آ کے بحث کرتا
نہ اسے سکون ہوتا نہ اُسے قرار رہوتا

مرے حلق سے زیادہ کہین خشک ہے وہ خنجر
دم ذبح پیاس بجھتی اگر آبدار رہوتا

اُٹھین ایکبار اگر ہم کسی حیلہ سے بُلاتے
جو دوبارہ مر بھی جاتے تو نہ اعتبار رہوتا

سرِ شمع کس نے کاٹا مرے شعلہ رو کے آگے
ابھی ظلم سیکھ جاتا جو وہ ہوشیار ہوتا

جو دل اسنے آپ مانگا رہی بات شکر کیجیے
وہ بجبر چھین لیتا تو کچھ اختیار رہوتا

نہ خفا ہو رخ کا بوسہ جو لیا سمجھ کے قرآن
کہ اگر ادب نہ کرتا تو گناہ گار ہوتا

پڑی خاکِ غیر اگر تو نہ دامنوں کو جھٹکا
ابھی تیوریاں چڑھاتے جو مرا غبار ہوتا

مرے دل پہ کرکے قبضہ ہے جگر کا بھی تقاضا
جو وہ ایک لے کے دیتے تو کچھ اعتبار ہوتا

مری لاش پر وہ آئے تو یہ مسکرا کے بولے
کہ نہ آنکھ بند ہوتی اگر انتظار ہوتا

پسِ مرگ بھی نہ حاتم کبھی چھوڑتا سخاوت
جو شجر لحد سے اُگتا تو وہ میوہ دار ہوتا

گرے آہ کھا کے ٹھوکر وہ رقیب کی لحد پر
عجب آج حشر ہوتا جو مرا مزار ہوتا

فنِ عاشقی مین رہتے نہ کہین کے بھی فصاحت
اگر اور مثلِ دل کے کوئی دوستدار ہوتا

بخت سیاہ کی بھی جو شرکت ہوئی تو کیا
دونی سیاہیِ شبِ فرقت ہوئی تو کیا

بولے وہ بے طلب جو ملے بوسہ تو ہے لطف
عاشق کو گر سوال کی عادت ہوئی تو کیا

انداز و ناز و غمزہ و شوخی اگر نہین
اچھی کسی حسین کی صورت ہوئی تو کیا

ماتم کی صف بچھاتے ہین جا دبے ابھی تلک
گر قیس کی وفات کو مدت ہوئی تو کیا

جبتک رقیب بزم مین تھے مین کھڑا رہا
اب مجکو بیٹھنے کی اجازت ہوئی تو کیا

بیکار شامیانہ ہے گنبد فضول ہے
جب مر گئے تو سایہ مین تربت ہوئی تو کیا

تم پی چکے تو غیر نے پی بھر کے مجھے ملی
محفل مین یون شراب عنایت ہوئی تو کیا

افسوس تھک گئے مرا تابوت اٹھا کے دوست
تکلیف دے کے چار کو راحت ہوئی تو کیا

تحقیق کا بھی شوق فصاحت رہے ضرور
خالی جو عاشقانہ طبیعت ہوئی تو کیا

مظلوموں نے دعائین جو کین بیٹھ بیٹھ کر تو کیا ہوا
لبِ خشک آسمان کا دستِ جفا ہوا

کم تھا نہ درد دل مین مرے جو سوا ہوا
گر آتے آپ خیر نہ آئے تو کیا ہوا

اُسوقت میرے مرنے کا آیا اُنھین یقین
جسدم پہ یدہ ہاتھ سے رنگ حنا ہوا

یون ہائے مجکو ذبح کیا بھی تو لطف کیا
تم مجھسے ہو رُکے ہوے خنجر کھنچا ہوا

روکر کسی رقیب کی تربت پہ آے ہو
کہتا ہے صاف آنکھ کا سرمہ بہا ہوا

میرے بگاڑنے پہ ہے تقدیر مستعد
اُٹھتا ہے نام مُہر مین بھی تو مٹا ہوا

اے توبہ وہ نہ ظلم و ستم سے اٹھاتے ہاتھ
شاید سیاہ تختۂ مشق جفا ہوا

آخر چمن مین نرگس بیمار کے لیئے
شمشاد خشک ہو کے مثال عصا ہوا

ایسی قفس مین جھیلین اسیرون نے سختیان
صیاد کو دعا بھی نہ دی جو رہا ہوا

ہندوستان مین پھر کے فصاحت نہ آئینگے
جانا ہمارا ایکی اگر کربلا ہوا ؛ ؛ ؛ ؛

ہر طرح عاشق انکا جہان سے گذر گیا
پوچھا نہ جب قضا نے تو لے موت مر گیا

اچھا ہوا جو غیر محبت مین مر گیا
جھگڑا چکا فساد مٹا شور و شر گیا

انجام کار سوچو ابھی ہے شروعِ عشق
کیسا بدن جھٹک گیا چہرہ اُتر گیا

قاتل کا ذبح مین بھی لڑکپن ثبوت ہے
سب خون مین کلائی تلک ہاتھ بھر گیا

کیفیت شباب نہ پیری مین یاد کر
وہ دن گذر گئے وہ زمانہ گذر گیا

افسوس جان دیتے ہین ہم اس حسین پہ
دل عاشقون کے جس نے لیے اور مکر گیا

دو چار دن سے ہجر مین روتا ہون مین جو کم
کہتے ہین لوگ شہر کے دریا اُتر گیا

کیا ماجراے ہجر کی بیدرد کو خبر
پوچھو یہ اس سے جس پہ یہ صدمہ گذر گیا

صبح شب وصال نہ دونون رہے بہم
ہم راہیِ عدم ہوے وہ اپنے گھر گیا

اے برق تھا تڑپنے کا دعوی اسے تجھے بہت
اب تو ٹھہر گئی کہ مرا دل ٹھہر گیا

ہر ہر قدم وہ چلتے ہین اٹکھیلیون کی چال
کیا کام انکو کون جیا کون مر گیا

ناحق غرور تھا انھین حسن شباب پر
اب وہ اُمنگ کیا ہوئی جوبن کدھر گیا

کل ایسی خوفناک تھی میری شب فراق
کیا ایک شب مین بدر کا چہرہ اتر گیا

دنیا کو انقلاب ہوا گو ہمارے بعد
پیہ اس کو یہ خبر بھی نہین کون مر گیا

در پیش تھا عدم کا فصاحت سفر مجھے
دنیا کو اک سرا مین سمجھکر ٹھہر گیا

کس کا لحاظ بزم مین کل اسے حضور تھا
پروانہ شب کو شمع سے کیون دور دور تھا

کل مجرمون کو اسنے بلایا تھا اپنے پاس
مین ہاتھ مل رہا ہون کہ کیون بے قصور تھا

یہ سچ سہی کہ غیر نے مجکو برا کہا
کہنا یہ میرے منھ پہ تمھین کیا ضرور تھا

بیکار پردہ اڑنے سے بیلی تنگ تھی
جس کے لیے چھپی تھی وہ محمل سے دور تھا

تاثیر ہمنے دیکھ لی مہندی کے رنگ کی
کل سرخ انکے ہاتھ مین جام بلور تھا

رخصت ہوئے رقیب تو آیا تمھین خیال
پردہ کچھ اب ضرور نہین جب ضرور تھا

اس دل کے آبلون سے ملاتا مین کسطرح
دریا مین جو حباب تھا ساحل سے دور تھا

ہو کر خلیق غیر کی تعظیم اس نے کی
ہم رشک سے نہ جلتے تھے جبتک غرور تھا

گل کر دیا ان آہون نے وہ بھی شب فراق
روشن جو اک چراغ سر کوہ طور تھا

بلبل بھی میرے باغ کے سب بادہ نوش تھے
جو یاسمن کا پھول تھا جام بلور تھا

دیتے دل و جگر انھین غیرون کے سامنے
اتنا خیال تم کو فصاحت ضرور تھا

پھیلا ہوا جورات کو اس رخ کا نور تھا
جو تھا درخت باغ مین وہ نخل طور تھا

تو میہمان غیر کا شب کو ضرور تھا
وہ نور آج منھ پہ نہین کل جو نور تھا

آفت تھی محتسب کی تگہ میکدے مین کل
ساغر مین بال ٹوٹے تھے خم شیشہ چور تھا

تم دل مرا نہ لیتے تھے مین نے دیا سہی
جاتیہ وقصہ تم نہین مین بے شعور تھا

اب سن کے حال ہجر کا کیون مضطرب ہوے
بے سمجھے پوچھنا ہی تمھین کیا ضرور تھا

اے دل پھر انکی بزم کا مجھسے بھی حال کہہ
وان چاہیے کوئی ہو کہ نہو تو ضرور تھا

تھام تھام کے مرتے ہمکو جو شوق جمال دوست
آنکھین ادھر پھری تھین جدھر کوہ طور تھا

یہ سب انھین بنائے ہوے تھے شباب مین
غمزہ تھا شوخیان تھین ادا تھی غرور تھا

حیران تھے گور تیرہ مین ہم دیکھکر کفن
ظلمت یہ نور مین تھی کہ ظلمت مین نور تھا

تربت پہ میری ہنسکے تمھین بھی ہنستا دیا
آنا ہمین کے بھول جھبلا کیا ضرور تھا

ظاہر مین گو بلایا فصاحت نہ اونے پاس
تیرا خیال دل مین تو اُس کے ضرور تھا

دو قدم ناز سے اس ترک کو چلنے نہ دیا
تیغ نے اپنے ہی قبضہ سے نکلنے نہ دیا

دل چھپا کر تری خاطر شکنی غیر نے کی
کیا جگر سے مرے اچھا تھا کہ ملنے نہ دیا

شمع گل کر کے مری قبر پہ وہ کہتے ہین
رحم آیا ہمین پروانون کو جلنے نہ دیا

تو عبث چرخ کو اے غیر برا کہتا ہے
تھا ترے دل مین کب ارمان جو نکلنے نہ دیا

آئے جو سر کے بہل آنے دیا کوچہ مین ترے
جو چلا پاؤن سے مین نے اُسی چلنے نہ دیا

کچھ نہ کچھ دی مجھے اس چرخ نے تکلیف ضرور
رات اگر کٹ گئی دن ہجر کا ڈھلنے نہ دیا

غیر دیتا تھا مجھے اپنا مقدر مین اُسے
دو نو راضی تھے مگر تمنے بدلنے نہ دیا

مین وہ عاشق ہون کہ وسواس جو آیا مجکو
جب دیا عطر اُنھین ہاتھون کو ملنے نہ دیا

قتل کرتے ہی رکھا حلق پہ کیون تمنے ہاتھ
تھا لہو بھی کوئی ارمان کہ نکلنے نہ دیا

کیا مری یاس پہ آیا تجھے رحم اے مالک
تو نے دوزخ مین مجھے ڈالکے جلنے نہ دیا

اے خوشی دائرہ مین اپنے رکھا غم نے مجھے
تجکو آنے نہ دیا مجھ کو نکلنے نہ دیا

روبرو انکے عجب حال سے لایا گلچین
ہائے جامہ بھی پھٹا گل کا بدلنے نہ دیا

پی کے مے اُٹھے تو ڈالے مری گردن مین ہاتھ
آپ بھی گر پڑے مجکو بھی سنبھلنے نہ دیا

تنگیِ دل سے خیال آپ کا گھبرایا تھا
لیکن ارمان مرے گھیرے تھے نکلنے نہ دیا

ہجر کی آگ تو بھڑکائی ہمارے تن مین
خیر یہ آپ کا احسان کہ جلنے نہ دیا

ہم تو سمجھے تھے کہ آرام ملے گا پسِ مرگ
تنگیِ گور نے پہلو بھی بدلنے نہ دیا

کبھی اُٹھا کبھی بیٹھا تری محفل مین رقیب
یاں ادب نے مجھے زانو بھی بدلنے نہ دیا

گھر مین رہنے کی صلاح آئینہ نے دی ہوگی
اسی کمبخت نے ان کو بھی نکلنے نہ دیا

ضعف پیری نے گرایا مجھے چلنا کیسا
گو عصا نے بھی سنبھالا پہ سنبھلنے نہ دیا

پاؤن جی بھر کے شراب اسکے صلہ مین ساقی
خم مین جوش آیا تھا پر مین نے اُبلنے نہ دیا

حال کچھ دست سبو کا نہ کھلا میخوارو
کہ سنبھالا کسے اور کس کو سنبھلنے نہ دیا

شکوۂ چرخ کرینگے مرے ارمان دم حشر
دل مین گھٹ گھٹ کے رہے اپنے نکلنے نہ دیا

آتش گل نے تو غارت ہی کیا تھا گلزار
شب کو شبنم نے یہ چھینٹے دئے جلنے نہ دیا

سُن کے اغیار یہ کہتے ہین فصاحت کا کلام
شعر اچھے کہے پر رنگ غزل نے نہ دیا

ہر کو اک مرے مرنے کا بہت غم ہو گا
سر برہنہ یہی صبح شب ماتم ہو گا

روح کو میری پس مرگ نہ کچھ غم ہو گا
تم سلامت رہو صاحب مرا ماتم ہو گا

شب کو ہو گا تری گریہ کا ثبوت اے بلبل
ابر گلزار مین جب مانع شبنم ہو گا

اک طرف ہونگے احبا مرے تابوت کے ساتھ
حسرتین ساتھ لیے ایک طرف غم ہو گا

شب کو تم جاؤ نہ گلشن مین خجل کرنے کو
ہر گل اوڑھے فقط اک چادر شبنم ہو گا

گھر سے نکلے جو وہ سنکر مرے مرنے کی خبر
بدگمانی نے کہا ٹھہرو ابھی دم ہو گا

دونو کو ساتھ اجل آئیگی تو اے غیر اُنھین
میرے مرنے کی خوشی مین نہ ترا غم ہو گا

آپ سنکر خبر مرگ رقیب اٹھے کیون
کیا اِنھین مہندی ملے ہاتھون سے ماتم ہو گا

پھیر کر ہار یہ کہتا ہے وہ سرکش مجھ سے
بار احسان نہ اٹھاؤ نگا نہ سر خم ہو گا

کیا مجھے گھر سے نکلکر ہو خوشی کی امید
یاس کہتی ہے جہان جاؤ گے وان غم ہو گا

سن کے مجھ طالب دیدار کے مرنے کی خبر
بولے وہ جھوٹ ہے آنکھون مین ابھی دم ہو گا

گور تیرہ مین فصاحت مین رہون گا تنہا
کوئی مونس نہ وہان ہو گا نہ ہمدم ہو گا

گر نزاکت ہے یہی خاک مرا غم ہو گا
اُٹھ سکے گا نہ ترا ہاتھ نہ ماتم ہو گا

بعد مردن بھی نہ جائے گا تواضع کا اثر
گر اوگا سر وہ مرے خاک سے تو خم ہو گا

ضد مرے درد جگر کو ہے کوئی کیا جانے
ہجر کی رات کٹے گی نہ یہی کم ہو گا

زہر کھا کر جو خط سبز پہ مر جاؤن گا
سچ کہو تم کو مرے سر کی قسم غم ہو گا

آنکھ سے آنکھ ملاؤ نہ تم آئینے مین
حرص بیجا ہے یہ یا دام نہ توام ہو گا

گرم آنسو ترا اگر کر جو ہوا سرد اے شمع
کیا یہ زخم دل پروانہ کا مرہم ہوگا

کون کہتا ہے قیامت مین پڑے گی ہلچل
ایک جلسہ ہے انھین کا کہ نہ برہم ہوگا

آج ہی زلفین بنانے مین تھکا جاتا ہے
کل اسی ہاتھ سے کیونکر مرا ماتم ہوگا

کھل گیا حال مجھے رہ کے ترے کوچہ مین
یان ہوئے رنج تو فردوس مین بھی غم ہوگا

ہے یہ ابرو کا اشارہ کہ تواضع سیکھو
دیکھو آنکھون پہ جگہ پائے گا جو خم ہوگا

جاؤن گا جوشش جنون مین جو فصاحت سوے نجد
بید مجنون سے لیے تسلیم سراک خم ہو گا

تیر خالی مرے سینہ سے نہ قاتل نکلا
واہ نکلا بھی تو لے کر جگر و دل نکلا

برق بھی چرخ سے تھم تھم کے لگی دیکھنے سیر
جب تڑپتا ہوا پہلو سے مرا دل نکلا

ہاے وہ گور غریبان مین جو اٹھلا کے چلے
قبر سے تھامے ہوئے مین جگر و دل نکلا

قید خانے مین ہوا زار جو مین دیوانہ
دفعتہً صورت آواز سلاسل نکلا

واہ نالے تو کیا کرتا ہے کیسے اے غیر
منھ کو آیا نہ کلیجہ نہ ترا دل نکلا

گو ملا خاک شہیدان وفا کا غازہ
ہاے اسپر بھی نہ رنگ رخ قاتل نکلا

لخت دل دیدۂ تر سے سر مژگان آیا
بیچ دریا سے جو ابھرا لب ساحل نکلا

انکے کوچہ مین ان اشکون کا بہاہے دریا
گھر سے کچھ سوچ کے کشتی سے لئے سائل نکلا

سیکڑون لپٹے ہوئے تھے مرے دلمین ارمان
اُسنے پیکان جو نکالا تو بمشکل نکلا

ہوئی مظلومون کی پرسش تو بڑھا مین دم حشر
جب پکارے گئے ظالم مرا قاتل نکلا

جھک کے گانے مین یہ اوس شوخ نے پوچھا مجھسے
کس کی آئی یہ صدا ہاے مرا دل نکلا

بیرخی سے جو فصاحت تھا نجھے قتل کیا
منھ مری قبر سے پھیرے ہوے قاتل نکلا

میان حشر تری دید کا شوق اسقدر ہوگا
اُدھر مجمع سمٹ آئے گا تیرا منھ جدھر ہوگا

وہ ترک آئے تو شوق قتل سبکو اسقدر ہوگا
گلا ہوگا گلی پر قتل گہہ مین سر پہ سر ہوگا

ابھی تو اپنے بائین ہاتھ سے تھانبے ہون مین دلکو
یہ دہنا ہاتھ کام آئے گا جب درد جگر ہوگا

جناب شیخ نقرہ دے کے مسجد مین نہ لے چلئے
سنین گے وعظ اگر ہم کچھ نہ کچھ دل پر اثر ہوگا

کرینگے ذبح مجکو اس طرح وہ کوئی کیا جانے
کہ اک زانو کے نیچے سینہ اک زانو پہ سر ہوگا

مرے قلب و جگر وہ شوخ لیکر ہنسکے کہتا ہے
یوہین مال اُسکا چوری جائے گا جو بیخبر ہوگا

الٰہی تیر نگاہ نازکر مجروح اُس کو بھی
نہ رُک دل مین ہمارے اور آگے بڑھ جگر ہوگا

ابھی تو بے اثر نالون پہ وہ ہنستے ہین خیر اچھا
سلام انکو کرینگے جھک کے ہم جس دن اثر ہوگا

لگائین تو وہ تیر اپنا بڑھے گا شوق دونو نکو
جگر کے آگے دل آگے مرے دل کے جگر ہوگا

مجھے شوق شہادت مین ملے گی شمع کی قسمت
یہ سر کٹ جائے گا تن سے تو پیدا اور سر ہوگا

ڈبو دے گا مرے اشکون کا دریا سب کو غمخوارو
گھڑی بھر مین نہ مین ہونگا نہ تم ہوگے نہ گھر ہوگا

فصاحت نظم ہوگی بیت ادھر اک مدح حیدر مین
اُدھر میرے لئے فردوس مین تیار گھر ہوگا

بہار آتے ہی بیخود اسقدر اللہ اکبر تھا
برنگ نکہت گل باغبان جامہ سے باہر تھا

مرے دم سے یہ سب ہین کچھ نہ ساقی کو میسر تھا
صراحی تھی نہ شیشے تھے نہ بوتل تھی نہ ساغر تھا

مجھے قد کے برابر زیست مین کپڑہ میسر تھا
جب اوڑھا دن کو چادر تھا بچھایا شب کو بستر تھا

جو کمسن ہین تو بھولے رات کو کس شے مین مے پی تھی
وہ کہتے ہین کہ پیمانہ تھا مین کہتا ہون ساغر تھا

نئی ضد ہے وہ روز وصل قسمین دیکے کہتے ہین
ذرا ہم بھی تو دیکھین شب کو تو بیتاب کیونکر تھا

عزیزو کیا کہون مین رشک پیدا ہو گا تمکو بھی
نہ پوچھو حال اس زانو کا جس زانو پہ یہ سر تھا

اُٹھاتا کیا کوئی بعد فنا مجھ زار و لاغر کو
نظر آتا نہ تھا لاشہ فقط بستر ہی بستر تھا

یہ گردون ابتدا سے اتبلک ممنون ہے میرا
سکھائی گردش اسکو جس نے وہ میرا مقدر تھا

کہا جب مین نے تم کیون غیر کے گھر جاکے پھر آئے
تو بولے طعن سے وہ کیا کہون مین آپکا ڈر تھا

ادا سے جب چلے تھے عاشقون مین چال ہی صاحب
بھلا کچھ یاد ہے تمکو زیادہ کون مضطر تھا

ثبوت ذبح محشر مین ہوا ہے بحث اتنی ہے
وہ کہتے ہین چھری پھیری تھی مین کہتا ہون خنجر تھا

یہ اب ثابت ہوا دزد حنا نے دل چرایا ہے
بُرا مانوگے صاحب صاف کہدون شک تمھین پر تھا

بوقت نزع انکو یاد کرکے دل مین کہتا ہون
نہ آئے تو نہ آئے خیر اگر آتے تو بہتر تھا

فصاحت لطف تھا شعر و سخن کا عہد شاہی مین
نتھے افکار کچھ دنیا کے خوش ہر اک سخنور تھا

رہ کے پیکان تیر قاتل کا
دل مین ارمان بنگیا دل کا

اپنی آنکھین بچھائے ہین عشاق
ہے عجب فرش اُنکی محفل کا

ذبح ہو جاؤنین تو میرے عوض
چوم لے کوئی ہاتھہ قاتل کا

اشک بن بن کے آنکھ سے نکلا
پھوٹ کر آبلہ مرے دل کا

سرفروشون کی بھیڑ ہے ایسی
بند رستہ ہے کوے قاتل کا

گل قرینے سے یون چمن مین نتھے
رنگ اُڑ ایا ہے اُنکی محفل کا

کوچۂ زلف مین بہت ڈھونڈھا
نہین ملتا پتہ مرے دل کا

قتل ہو کر نہ اس لیئے تڑپا
ہو نہ برہم مزاج قاتل کا

کیا کہین تیرے دور مین اے چرخ
کوئی نکلا نہ حوصلہ دل کا

بزم ہے اُنکی کون ہو گستاخ
کہ ادب منتظم ہے محفل کا

اے شباب اسکو بھی تو لیتا جا
ابھی باقی ہے ولولہ دل کا

جو مرے ذبح مین ہوئی سختی
جانتا ہو گا ہاتھہ قاتل کا

اے فصاحت بتون کی الفت مین
نفع آنکھون کا ہے ضرر دل کا

وحشی جب انکا دشت مین پہلے ٹہل گیا
اُٹھا جو گرد باد تو بگڑی بدل گیا

اِٹھلا کے کون چال گلستان مین چل گیا
طاؤس سر جھکا کے چمن سے نکل گیا

آیا نہ میری قبر پہ دل سوز جب کوئی
شب کو چراغ دن کو اگر آ کے جل گیا

کمبخت دل نہ ہجر مین سنبھلا کسی طرح
ہاتھون سے جب جگر کو سنبھالا سنبھل گیا

نکلے ہو تیغ کھینچ کے یہ بھی تو دیکھہ لو
اسوقت کون سامنے ہے کون ٹل گیا

تاثیر بیقراری پروانہ دیکھنا
بھڑکی یہ شمع پردۂ فانوس جل گیا

فرقت مین جب شریک ہوئی میری آہ سرد
کیا دفعتاً مزاج ہوا کا بدل گیا

پھنس ہی گیا تھا مجمع رندان مین شیخ کل
دستار اپنی خوب بچا کر نکل گیسا

پروانے اور شمع کی اُلفت مین فرق ہے
یہ صبح تک جلا کی وہ دم بھر مین جل گیسا

مین زار اُٹھکے ضعف مین گرنے لگا جو مین
سایہ نے رحم کھا کے سنبھالا سنبھل گیا

کہتا ہے کاسۂ سر جم کھا کے ٹھوکرین
جتنا غرور و کبر بھرا تھا نکل گیا

غزلون مین نظم ہوتی ہے دہلی کی بول چال
اب شاعری کا رنگ فصاحت بدل گیا

جب غیر اِس کے کوچہ مین پہلے بہل گیا
جھنکار تیغ کی جو سُنی دم نکل گیا

جس نخل کے قریب گیا مین وہ جل گیا
تم جس شجر کے پاس سے گذرے وہ پھل گیا

کچھ خون جل گیا تب فرقت سے جسم مین
باقی جو تھا وہ بن کے پسینا نکل گیا

گیا ہو جو اس کے کوچہ کو آنکھون سے دیکھون
جسکا خیال کر کے فقط دل بہل گیا

تعذیر کیا ہی قطع کرون یا جلاؤن مین
فرقت مین اُنکا نام زبان سے نکل گیا

پہلے شجر کے بڑھنے کی حسرت بشر کو تھی
پھر اسکو سنگسار کیا جب کہ پھل گیا

پکیر شراب مجھ پہ گرو غیر کی طرح
دیکھون مین تم پہ گر کے وہ کیونکر سنبھل گیا

پیکان گڑ گیا ہے مرے دل مین دیکھ تو
آہستہ کھینچ تیر ارے دم نکل گیا

پیر مغان کو اپنی کرامت پہ ناز تھا
رندو سلام جھک کے کرو خم اُبل گیا

اے اہل بزم صبح تک آنسو نہین تھمے
شاید پتنگ شمع سے کچھ کہکے جل گیا

چادر یگانے لائے فصاحت جو قبر پر
اللہ رے رشک سبزۂ بیگانہ جل گیا

نہین سہل ہے کاٹنا سر کسی کا
ذرا منھ تو ہنو اے خنجر کسی کا

وہ آواز دینا ہمارا تڑپ کر
اُدھر سے نکلنا وہ چھپ کر کسی کا

بتو حسن پر اپنے اس درجہ نخوت
نہین دھیان اللہ اکبر کسی کا

بڑھا میرے اشکون کا سیلاب ایسا
نہ دنیا مین باقی رہا گھر کسی کا

مجھے اپنے مرنے کا غم اس لئے ہے
کہ پھر جائے گا قاصد آ کر کسی کا

عزیزو رکھون کیون نہ ہاتھ اپنے دلپر
کلیجہ یہ چلتا ہے خنجر کسی کا

لیا ایک سے ایک نے مال لیکن
نہ چھینا کسی نے مقدر کسی کا

نہین بے سبب جاندا بر تنک مین
نظارہ یہ کرتا ہے چھپ کر کسی کا

چمن مین جو نچے ہوے پھول دیکھے
تو یاد آگیا ہمکو بستر کسی کا

چلو انکے کوچہ مین مانع نہین مین
مگر رہ ہر و دل بچا کر کسی کا

خدا جانے لکھے ہین مضمون کیا کیا
وہ خاموش ہین نامہ پڑھکر کسی کا

عزیزو پھر اس چرخ گردان سے ڈرنا
اگر دیدے گردش مقدر کسی کا

مرے بعد اتنا رہے دھیان تم کو
ذرا دل دکھانا سمجھ کر کسی کا

کن آہون نے تاثیر دکھلائی یارب
وہ کیون ڈھونڈھتے پھرتے ہین گھر کسی کا

ہم انجام مین پھر گدائی کو نکلین
ملے گر ہمین کاسہ سر کسی کا

چلے گا سر و تن کا جھگڑا فصاحت
کمر سے نکلتا ہے خنجر کسی کا

نہان جو حال عدم کا ہے وہ عیان ہو گا
دہان گور مین مردہ اگر زبان ہو گا

کرین گے جس سے ہم الفت وہ مہربان ہو گا
نہ بد مزاج نہ بدخو نہ بدزبان ہو گا

وہ مضطرب ہوے کانپی زمین فلک تھرائے
اب اور کیا اثر آہ ناتوان ہو گا

جہان سے جاتے ہین اُس سے یہ پوچھ آئے کوئی
کدھر ہم آئین دم حشر تو کہان ہو گا

لحد جو کوئی ترے دل جلے کی کھودے گا
کچھ استخوان پڑے ہونگے کچھ دھوان ہو گا

جب ان سے مین نے کہا جان نثار ہون دل سے
تو ہنسکے بولے بہت خوب امتحان ہو گا

ہمارا حال نہ یون سن سکینگے آپ کبھی
حضور دل کو سنبھالین گے جب بیان ہو گا

نکل رہا ہے دھوان آہ کا مرے منہ سے
بلند ہوکے جو پھیلا تو آسمان ہو گا

وہ روز حشر بھی عشاق کو بلائین گے
یہان ہے اور وہان اور امتحان ہو گا

مین آج ناز اُٹھاتا ہون جن حسینون کے
کل اُنکو بھول اُٹھانا مرے گران ہو گا

نیام سے تری تلوار اُگلی پڑتی ہے
مگر کوئی ابھی کُشتون مین نیم جان ہو گا

گلا جو کاٹون گا مین رند ہجر ساقی مین
لہو مرا طرف میکدہ روان ہو گا

ہم اُن سے کہتے ہین محشر مین تم ملوگے کدھر
وہ اُلٹے پوچھ رہے ہین کہ تو کہان ہو گا

وہین کے دفن کی ہے آرزو فصاحت کو
فشارِ قبر نہ بعدِ فنا جہان ہو گا ؎

کشتہ ہون مین اک تُرک ستمگر کی ادا کا
ممنون قضا کا نہ ہوا شکر خدا کا

جو ہے متحمل تری بیداد و جفا کا
سالک ہے وہی جادۂ تسلیم و رضا کا

موقع نہ گلا کرنے کا ہاتھ آئے کسی کو
نادان ہو ابھی سیکھلو انداز جفا کا

بھیجا ہے جب اس بادشہ حسن کو نامہ
پر سر پہ لگایا ہے کبوتر کے ہما کا

یہ وجہ ہے کھولے ہوئین آنکھین جو دم ذبح
خنجر مین ترے مُنھ نظر آتا ہے قضا کا

چُن لیتا ہون خارِ لحد حضرت مجنون
ہوتا ہے گذر جب کبھی مجھ آبلہ پا کا

دم توڑ کے ہم مر ہی گئے صبح شب وصل
معشوق کا جانا تھا کہ آنا تھا قضا کا

اسواسطے آیا ہی وہ بت دیکھنے مجھ کو
لب پر دمِ آخر تو نہین نام خدا کا

منعم کی انہین چار عناصر سے ہی خلقت
پُتلا ہے یہ بخل و طمع و حرص و ہوا کا

کیون بعد فنا لوگ مجھے شاہ نہ سمجھین
تربت پہ ہے تاج آپکے نقش کفِ پا کا

کیا دل پہ گذرتی ہی یہ پوچھے کوئی اس سے
جو شام سے مشتاق ہو فرقت مین قضا کا

سر مین مرے نخوت ہی جو سویا ہون ترے ساتھ
کیا بالش بستر مین کوئی پر ہے ہُما کا

اب اُنکو بلا لائے کوئی دیکھ لین آکر
ہچکی نے دیا ہے مجھے پیغام قضا کا

نکلا نہ کوئی کام ترے بُت سے برہمن
لے جاتے ہین ہم سامنے وہ گھر ہی خدا کا

ہے سائل نور اس رُخِ روشن سے فصاحت
خورشید فلک پر نہین کاسہ ہے گدا کا ؎

مستعد تیر افگنی پر جب وہ تیر انداز تھا
خوف سے زاغ کمان بھی مائل پرواز تھا

اس دہن کے عشق کا ہر جا نیا انداز تھا
درد سر مین تھا جگر مین داغ دل مین راز تھا

ساقیا کیون آج میخانہ کا دروازہ ہے بند
کل تلک تو یہ سخی کے در کی صورت باز تھا

آشیان مین ہو کے بے بس ہوگئی بلبل اسیر
اسقدر صیاد کا ڈر مانع پرواز تھا

رفتہ رفتہ آئینہ سب کچھ سکھائے گا انھین
آج ہی کچھ اور ہے کل اور کچھ انداز تھا

لے لیا پہلے وہی آکر جناب عشق نے
ضبط اک جو دل مین میرے پردہ دار راز تھا

بلبل لاغر ہون ہاتھ آتا نہ مین صیاد کے
باغ مین جھونکا ہوا کا مانعِ پرواز تھا

سچ کہون وہ بات ابتو مہربانی مین نہین
ہاے پہلے روٹھنے مین تیرے جو انداز تھا

باغبان تھا مہربان کی سیر اگلے سال خوب
باغ کا دروازہ مثل چشم نرگس باز تھا

آؤ بتلاؤن تمھین گر دل کیا ہو چاک چاک
یہ جگہ تھی حسرتون کی وہ مقام راز تھا

اب لگن مین خاک کا ہے ڈھیر اے شمع سحر
شام کو کثرت پہ پروانون کی تجکو ناز تھا

نالے کرتے کرتے یہ پہونچی تھی نوبت ہجر مین
دل بھی مجھ عاشق کا خستہ صورتِ آواز تھا

ساتھ کیا صیاد و گلچین باغ مین آنے کو تھے
سر پہ رکھکر گل کو بلبل مائل پرواز تھا

کربلا مین گرد قبر شاہ جب پھرتا تھا مین
اے فصاحت کسقدر قسمت پہ اپنی ناز تھا

شام سے کیون صبح تک باب گلستان باز تھا
کیا مزاج باغبان مثل ہوا ناساز تھا

کون تلوار اپنے گھر سے کھینچکر نکلا تھا کل
بند تھے رستے درِ شہر خموشان باز تھا

ڈر گئے صیاد جھپکی چشم نرگس باغ مین
برق تھی یا بلبلون کا شعلۂ آواز تھا

تھا جوانی کا زمانہ بھی عجب یاد ش بخیر
آپ تو معشوق ہین ہم عاشقون کو ناز تھا

پھر بھی اُسنے نغمۂ بُلبُل نہ گلشن مین سنا
غنچۂ گل بھی جبتک کر گو کہ ہم آواز تھا

روٹھکر مجھسے لبِ فرش آج بیٹھا ہے وہ یار
انجمن مین صدر اب وہ ہے جو پا انداز تھا

ہجر مین مانند مردے کے زبان خاموش تھی
یہ دہن مثل دہانِ گور بے آواز تھا

اے اجل معشوق سب آئے جنازہ پر مرے
وہ نہ آیا جس کے ہر انداز مین اک ناز تھا

ایک ارمان گر نکلتا تھا تو آتے تھے ہزار
چارہ گر دل مین درِ ناسور جب تک باز تھا

شوق مین منزل کے کوسون آگے آگے تھا روان
مین بھی شاید قافلہ مین زنگ کی آواز تھا

بھولے تھے کھوے ہوے دل کا ہم اے برق اضطراب
خوب تونے یاد دلوایا یہی انداز تھا

کان مین کچھ کہکے مردے کو جلایا یار نے
میرے تن مین دم ہوا جو اُسکے دل مین راز تھا

تھا قفس مین اور اسیرونکو بھی آزادی کا شوق
ایک مین بالکل مجسّم حسرتِ پرواز تھا

اے فصاحت اِن تجلیاون نے کیا مسدود اب
روز و شب بابِ سخا حاتم کے دم تک باز تھا

اے عشق مجھے ضعف ہے جایا نہین جاتا
تجھسے اُنھین یان کھینچ کے لایا نہین جاتا

سرد آہین یہ کی مین نے کہ جلّایا جہنم
مجھ سے یہ گنہگار جلایا نہین جاتا

وہ آنکھین یوہین سیکڑ دن گھر کرتی ہین برباد
اُس پر کہ ابھی سرمہ لگایا نہین جاتا

عشاق کے نالون کی بھی کرتے ہین شکایت
پھر ظلم سے بھی ہاتھ اُوٹھایا نہین جاتا

اِس ضعف مین آیا ہون دریار پہ درباں
پڑ رہنے دے ﷲ کہ جایا نہین جاتا

یون ضعف نے بیمارِ محبت کو گرایا
اب در دسے بھی اُٹھکے اُٹھایا نہین جاتا

شوخی کا بُرا ہو کہ لئے پھرتی ہے آنکو
کیا شرم سے پردے مین بٹھایا نہین جاتا

حیران ہون اس دل کی صفائی سے فصاحت
اب راز کوئی مجھ سے چھپایا نہین جاتا

کل شب کو میرے پاس تو وہ جانِ جاں نہ تھا
اے غیر پھر کہان تھا جو تیرے یہان نہ تھا

جبتک شریکِ گردشِ چشمِ بتاں نہ تھا
ﷲ یہ غرور تجھے آسمان نہ تھا

یہ خنجر اپنا میرے گلے پر تو پھیر یئے
کیونکر کہون کہ حلق عدو پر روان نہ تھا

کعبہ سے پھر کے آئے ہین کوچہ مین تیرے جو
کہتے ہین جو ہجوم یہان ہے وہان نہ تھا

واعظ نے کیون نہ راہ مین بڑھکر قدم لئے
کیا واقفِ کرامتِ پیرِ مغان نہ تھا

صبر و قرار و ہوش گئے تھے جو دل کے ساتھ
کوئی نہ مجھے سنبھالنے والا یہان نہ تھا

خط بھی اُنھین لکھا تو نہ وہ آئے اے قلم
اب یہ نہ کہنا میرا قدم درمیان نہ تھا

کیا تھا پھر اُسکے کوچہ مین کچھ کہ تو قاصدا
مانا کہ یہ زمین نہ تھی یہ آسمان نہ تھا

اچھا کیا تو نا نہ ہے اے چارہ گر عبث
زخم اُنکی تیغ کا کوئی زخم زبان نہ تھا

مہمان تھے گھر مین غیر کے الزام مجھ پہ وا
تم کب وہان سے آئے تھے مین کب یہان نہ تھا

بوے گلاب نے ہے بگاڑا دماغ کو
ایسا تو بدمزاج کبھی باغبان نہ تھا

معشوق سیکڑون مرے لاشے پہ آئے تھے
ہر اک سمجھ کے جھوٹ وہی بدگمان نہ تھا

جاتا تھا بیخودی مین رقیب اُس گلی کی سمت
افسوس عین راہ مین کوئی گمنوان نہ تھا

اُس پر بھی آفت آتی مرے اضطراب سے
اچھا ہوا زمین کا شریک آسمان نہ تھا

قائل وہ ناتوانیٔ مذبوح کے ہوے
ٹھہرا تھا خونِ حلقِ بُریدہ روان نہ تھا

گاڑا تھا اُنکے عاشق مضطر کو جس جگہ
پھر کھود کر لحد کو جو دیکھا وہان نہ تھا

ہمکو کہین گے لوگ فصاحت ہمارے بعد
شاعر وہ تھا ضرور یہ معجز بیان نہ تھا

مین خاک خوش ہون کچھ بھی نہ اُنکا ادب کیا
یہ جذب عشق کھینچ کے لایا غضب کیا

وہ بولے ذکر قیس کی اُلفت کا جب کیا
بدنام دوسرے کو کیا یہ غضب کیا

ہم رند اور دختر رز کو نہ تاکتے
سچ تو یہ ہے کہ پیر مغان کا ادب کیا

ابرو پہ بل جبین پہ شکن تیغ ہاتھ مین
تصویر کھینچی یون تری جس نے غضب کیا

مطلب یہ ہے کہ چھوڑ دے تنگ آکے پیر عشق
جب غصہ اُسنے مجھ پر کیا بے سبب کیا

شانے تک آکے گیسوے پُر پیچ رہ گئی
بڑھنے پر آنکی موے میان کا ادب کیا

توڑا ہے بعد آکے قناعت نے پائے حرص
غیرت نے خشک پہلے ہی دستِ طلب کیا

اس در پہ بوسہ دے کے رکھا یانون غیر نے
کمبخت جانتا ہے کہ مین نے ادب کیا

مجھ سخت جان نے کی نہ دعا کوئی وقتِ قتل
خالق سے زور بازوے قاتل طلب کیا

اجداد ذو الکرام فصاحت وہ ہین مرے
مشہد مین جن کا اہل ادب نے ادب کیا

تام اُنکا لے کے ہجر مین تڑپے غضب کیا
چھوٹون کی شرم کی نہ بڑون کا ادب کیا

جب مین نے زہر کھایا وہ بولے غضب کیا
بدنام مجھ کو سارے زمانے مین اب کیا

بیخوف جھانکنے لگے اب اُن کو دید باز
ایماے چشم روزن در نے غضب کیا

کل بوسہ آپ کا نہ لیا آج تو لیا
صاحب قصور جب نہ کیا تھا تو اب کیا

بولا ہر ایک روندی جب اُسنے مری لحد / تمنے دبے ہوئے کو دبایا غضب کیا

ایسا جنون کا جوش ہوا آتے ہی بہار / مُنھ پھوڑ کر رگون نے بھی نشتر طلب کیا

یہ امر عشق مین ہے فصاحت بہت عجیب / لکنت ہوئی زبان کو گلا اُنکا جب کیا

حسین کوئی نہ مست مئے غرور آیا / ہر ایک سر کو جھکاے ترے حضور آیا

کبھی جو بھول کے دلمین ہمارے آیا بھی / غم و ملال کا پہلو لئے سرور آیا

ذلیل کرنے بلاتا ہے بزم غیر مین تو / ارے مین ایسی جگہ آیا اور ضرور آیا

گناہ گارون مین اُسکو بھی گن لیا تمنے / تمھارے سامنے جو کوئی بے قصور آیا

لڑا کے باغ مین آنکھین خفیف ہوگئے آپ / نہ چشم کور مین نرگس کی کچھ بھی نور آیا

وہ وعدہ آنے کا تو کرتے ہین فصاحت سے / تجھے یقین کچھ اے قلب ناصبور آیا

وہ وقت ذبح دیکھتے جاتے تو خوب تھا / میری طرف سے مُنھ نہ پھرتے تو خوب تھا

کیا لطف یون سبیل اگر رکھی مغبچو / پانی مین گر شراب ملاتے تو خوب تھا

کمسن تھے مجکو نزع مین دیکھا تو ڈر گئے / سمجھا کے دوست اُنکو ہٹاتے تو خوب تھا

محفل مین غیر نے جو اُٹھایا بُرا ہوا / خود اُٹھکے آپ مجکو اُٹھاتے تو خوب تھا

لاشہ ہمارا اُٹھا بھی اور دفن بھی ہوا / اب ناحق آئے پہلے وہ آتے تو خوب تھا

ملتی زمین جو کوچۂ جانان مین جیتے جی / پہلے سے اپنی قبر بناتے تو خوب تھا

قارون کا جتنا مال خزانے مین جمع ہے / ہم رند میکشی مین اُٹھاتے تو خوب تھا

تڑپا کے مجھ کو اُٹھکے چلے تھے جو پاس سے / مُڑ مُڑ کے بھی وہ دیکھتے جاتے تو خوب تھا

آفت مین اپنی جان فصاحت پھنسائی کیون / اس بیوفا سے دل نہ لگاتے تو خوب تھا

عزت گداکی لے کے جو درہم عطا کیا / سمجھا دنی کہ مین نے بڑا حوصلا کیا

عاشق کو تمنے قتل کیا یہ بُرا کیا / جس سر کی قسمین کھاتے تھے وہ سر جدا کیا

دیکھا جو بزم غیر مین بیٹھے ہوے انھین
چپکے رہے اشارو نمین مطلب ادا کیا

بھر بھر کے مٹھیون مین زر گل لٹا دیا
غنچے ہین دل کے تنگ مگر حوصلا کیا

تو اور وہ جو دونون ہین ہم پیشہ ظلم مین
تیرے لحاظ سے نہ فلک کا گلا کیا

کب وقت نزع آئے وہ جب آنکھ بند تھی
پھر اُسپہ ہے یہ ناز کہ وعدہ وفا کیا

بھر بھر کے جام بادہ کشون کو پلا دیے
شیشے تھے تنگ چشم مگر حوصلا کیا

کیون ہو مکدر آئنہ کو دور پھینکدو
خیر اُسنے آنکھ بھر کے جو دیکھا بُرا کیا

صیاد کو جو رحم بھی آیا تو ضد کے ساتھ
پر میرے نوچ نوچ کے مجکو رہا کیا

عاشق کی قبر روندکے آئے ہین شاد شاد
کس کی مجال کون کہے یہ بُرا کیا

کیا چین درد کو ہو دل تنگ مین مرے
پہلے تو پھیل پھیل کے سر مین رہا کیا

اب کی غزل نہ اچھی طرح فکر سے کہی ؏
اک فرض تھا کہ ہم نے فصاحت ادا کیا ؏

کہکے عاشق تجھے غیرونمین پکارا ہوتا
پھر تو جو کرتے ستم آپ گوارا ہوتا

دل دُکھانا جو مرا اُنکو گوارا ہوتا
تو رقیبون سے اشارے پہ اشارا ہوتا

دل تمھارا تھا لیا تمنے بہت خوب کیا
پاس رہتا یہ ہمارے جو ہمارا ہوتا

آکے پھر جاتے اگر غیر کے گھر وہ یارو
خیر ہے دل مین مرے درد دوبارا ہوتا

غیر بیمار ہے رکھتے ہین وہ سر زانو پر
کاش اے رشک یہی حال ہمارا ہوتا

شاہد طبع کو پھر حسن پہ کرنا تھا ناز
پہلے گیسوے مضامین کو سنوارا ہوتا

ولولہ میرا بڑھایا تھا جو تونے اے عشق
اُنکے جوبن کو بھی تو اور اُبھارا ہوتا

ساقیا عید کا دن آیا ہے مستون کے لیے
تاک سے چن کے کوئی خوشہ اُتارا ہوتا

ہم تو واعظ کو پلا دیتے زبردستی سے
حضرت پیر مغان کا جو اشارا ہوتا

تو نہ اسطرح دبا تی ہمین بیدردی سے
اے لحد یان جو کوئی دوست ہمارا ہوتا

ساقیا چاہیے تھا دست سبو کو بڑھنا
لڑکھڑاتے تھے جو مست اُنکو سہارا ہوتا

محتسب شیشہ مے دل مین چھپاتے ہم نے
چشم ساغر کا اگر کچھ بھی اشارا ہوتا

رکھ کے سیماب یہ آگ اُن سے کہا یہ ہمنے ۔ تم نہ آتے تو یہی حال ہمارا ہوتا
گر یہ منظور تھا رضوان کو کہ ہم خلد میں آئین ۔ اپنی حوروں کو ذرا خوب سنوارا ہوتا
تربت غیر پہ وہ میرے گلے ملتے تو ۔ بس یہی تھا کہ فشار اُسکو دوبارا ہوتا

واہ بے دیکھے تو بیتاب فصاحت تم ہو
کہو کیا ہوتا اگر اس کا نظارا ہوتا

باز آئے ہم اسطرح سے تم ناشاد نہ کرنا ۔ غیروں کو بلانا تو ہمیں یاد نہ کرنا
ہر وقت یہ ہے ضبط کی تاکید شب ہجر ۔ دم گھٹ کے نکلجائے تو فریاد نہ کرنا
بتخانہ میں ہر اک کو صدا دیتا ہے ناقوس ۔ یاں کوئی بھی سنتا نہیں فریاد نہ کرنا
گھٹ گھٹ دم آئیگی مجھے ہچکی اجل کی ۔ غربت میں ہوں تو اہل وطن یاد نہ کرنا
فریاد یہ فریاد کبھی ہم نہ کرینگے ۔ تم بھی کبھی بیداد پہ بیداد نہ کرنا
غیروں کو برا تم کہو میں شاد ہوں لیکن ۔ میں جب نہ یہاں ہوں مجھے یوں یاد نہ کرنا
ہم نزع میں ہیں کان میں کہتے ہیں وہ جھککر ۔ محشر میں مرے ظلم کی فریاد نہ کرنا
کاہیکو مکدر رہو تمھیں غیر کے غم سے ۔ یہ بات اگر ہے تو مجھے شاد نہ کرنا

منھ سے یہ کلیجا نہ نکل آئے فصاحت
للہ پھر اس طرح سے فریاد نہ کرنا

یا تو غیروں کو سر معرکہ آنا ہی نہ تھا ۔ اگر آئے تھے تو بے سر دیے جانا ہی نہ تھا
ہجر کی رات فقط میرے ہی گھر میں آئین ۔ کیا بلاؤں کا کہیں اور ٹھکانا ہی نہ تھا
خود ہی وہ آتے بڑی بے ادبی کی تو نے ۔ تجکو لے جذب انھیں کھینچ کے لانا ہی نہ تھا
کہ کی تعظیم کو آپ اُٹھے یہ ثابت نہ ہوا ۔ غیر کو اور مجھے ساتھ بلانا ہی نہ تھا
گل تر خوار ہوے انکی بھری محفل میں ۔ باندھ کر ہار میں گلچیں تجھے لانا ہی نہ تھا

اے فصاحت مے گلرنگ اُچھالی ہوتی
رنگ نوروز میں رندوں کو بنانا ہی نہ تھا

گو ہوں محتاج پہ اس کا متحمل نہ ہوا ۔ تجھسے جو مانگتے ہیں اُن سے میں سائل نہ ہوا

ذکرِ حُسن سن کے مین لوگون سے تڑپ جاتا ہون — غیرتِ بانکی ادا دیکھکے بسمل نہ ہوا
تری بیتابیون کا حال ابھی کھلتا ای برق — کیا کہون سینہ مین اسوقت مرا دل نہ ہوا
حضرتِ عشق کی سرکار کو بھی دیکھہ لیا — ہمکو تو کچھ بھی سوا داغ کے حاصل نہ ہوا
قیس قائل نہین تیر نگہ لیلےٰ کا ؟ — کہ مشبک ہی کوئی پردۂ محمل نہ ہوا
گرم آہین کبھی کی تھین لبِ دریا مین نے — جیسے اب تک تو ہرا سبزۂ ساحل نہ ہوا
عشق مین درد کے کچھ ایسی ملی ہی لذت — اب یہ حسرت ہی کہ مین کیون ہمہ تن دل نہ ہوا
خود ہی تنگ آکے گلا تیغ سے کاٹا مین نے — ہمد موشکر ہے منت کش قاتل نہ ہوا
جو لکھا تھا مری تقدیر مین رزق اُس سے زیاد — گردش و کوشش و تدبیر سے حاصل نہ ہوا
درِ جانان سے اٹھا کر مجھے دربان نے کہا — جا نہین سکتے ہو آنا تمھین مشکل نہ ہوا
گو کہ منعم نے دیا بعد ترش روئی کے — شاد لیکن دل رنجیدۂ سائل نہ ہوا
گر زبان تیغ کی گویا ہو تو بیشک یہ کہے — ہو گا دنیا مین نہ ہے آپ سا قاتل نہ ہوا
اِس کا چرچا ہوا تڑپا کوئی زیر خنجر — ذکر بے رحمی و بیدردیِ قاتل نہ ہوا
جا ہا تھا گھر نہون ارمانون کے رہنے کیلیے — لاکھہ ہمٹا یہ کلیجا مرا پر دل نہ ہوا

اسد احمد پے امداد فصاحت آئے
کوئی بھی آپ کا حامی دم مشکل نہ ہوا

روندنے کے لیے آیا ہے جو دشمن میرا — مین تڑپتا ہون تزلزل مین ہے مدفن میرا
ہو زمانے مین کسیکو نہ کسی سے یہ بغض — اس کا دشمن ہے فلک جو نہین دشمن میرا
نہ تو مردودِ جہان ہون نہ عزیزِ عالم — نہ کوئی دوست ہی میرا ہے نہ دشمن میرا
عشق مین غیر اگر سیکھے تو ہو نام بہت — ابر کا گریہ تڑپ برق کی شیون میرا
روندا جاتا ہے نہ یون سبزہ نہ پستی ہے حنا — جیسا پامال رہا کرتا ہے مدفن میرا
رشک ہوتا ہی اسے چاک جو کرتا ہون لسے — اُڑ کے آتا ہے گریبان پہ دامن میرا
تجھ کو رہنے دون کہ پہلو سے نکالون ای دل — تو کبھی دوست ہے میرا کبھی دشمن میرا
اپنے بیگانے سب آتے ہوئے گھبراتے ہین — بعد مرگ ایسے خرابے مین ہے مدفن میرا

شمع پروانون سے کہتی ہے نکالو مجھکو
تیرگی گھیرتی ہے شبکو جو مدفن میرا

دے رہا ہے مرے عصیان کی گواہی دم حشر
آج کیا ہے جو ہر اک عضو ہے دشمن میرا

فاتحہ پڑھنے کی بھی ہو نہ کسی کو تکلیف
غائب جباب کی نظرون سے ہو مدفن میرا

غیر کی قبر پہ ہے بیٹھنے سے کیا حاصل
خیر ضد ہے تو بچھا بیجیے دامن میرا

دو ستولا کھہ دوا ڈنکی ہے یہ ایک دوا
مجکو صحت ہو جو بیمار رہو دشمن میرا

چاک کرنے پہ گریبان جو بڑھا دست جنون
صبر بولا کہ ذرا چھوڑ کے دامن میرا

کُھلتا ہے باب اثر ہے فصاحت اُسوقت
جب مرے ساتھ دغا کرتا ہے دشمن میرا

دیگر

تیغ بر ان سے کے نکلے وہ بتِ خود کام کیا
سادگی کافی نہین ہے بہر قتل عام کیا

آج کیون کہتا ہے ساقی مے پیو چلّو سے تم
کل ہمارے ہاتھ سے ٹوٹا تھا کوئی جام کیا

گھیرتین اُسکو مرے دھوکے سے آفات جہان
دشمنون مین بھی نہین کوئی مرا ہمنام کیا

تا قیامت ایک ہی کروٹ سے ہم سویا کیے
جان دیکر واہ تربت مین ملا آرام کیا

نزع مین کھنچنے لگے سب مجھسے اعضائے بدن
آکے ہچکی نے دیا ہے موت کا پیغام کیا

زاہدو تم صحبت رندان مین کیون آتے ہو روز
تمسے ہشیار ونکا ہم سے بنجیو دون مین کام کیا

نزع مین ہلتے مرے لب دیکھے تو بولا وہ بت
چپکے چپکے لے رہا ہے تو خدا کا نام کیا

ہوگا روشن داغ دل وقت غروب آفتاب
عاشق نادار کو فکرِ چراغِ شام کیا

بوسے دو قاصد سے میرے دون تجھے انعام کیا
وہ بھی تو سن لون علاوہ خط کے ہے پیغام کیا

ہاتھ کھینچا ہے جو تمنے پی کے تھوڑ لیسی شراب
دیکھو کرتی ہے اشارہ تم سے چشم جام کیا

لپٹی جاتی ہین پیارے صیاد صدہا بلبلین
رنگ گل لیکر رنگا ہی تو نے اپنا دام کیا

صبح سے رنج و مصیبت کا ہوا ہے سامنا
دیکھئے قسمت دکھاتی ہے مجھے تا شام کیا

قاصدا اُسوقت تو کہنا کہا ہے مین نے جو
خط کو پڑھکر وہ اگر پوچھین کہ ہے پیغام کیا

مرگئے دو چار ہم ایسے جو نالہ کش اسیر
رات بھر سویا ملا صیاد کو آرام کیا

مہر کو وسط السما مین دیکھکر بولے یہ مست
سبز شیشہ مین اُتارا واہ زرّین جام کیا

لفظ جب آرام کا مُنھ سے کسی کے سن لیا
ہائے کس حسرت سے پوچھا ہنے ہے آرام کیا

خاک ہم دین لیلی و عذرا و شیرین سے مثال
وہم ہے لیکن نام مین مُردون کے اُنکا نام کیا

سنئیے آپ آغازِ عشقِ حضرتِ فرہاد و قیس
یہ نہ مجھسے پوچھئے گا پھر ہوا انجام کیا

اے فصاحت سب ہے یکسان چار دن کی زیست مین
رنج کیا عشرت ہے کیا تکلیف کیا آرام کیا

لے کے دل پھیر دیا جس نے وہ دلبر نہ رہا
ظلم کر کے ترس آیا تو ستمگر نہ رہا

رفتہ رفتہ کیا اُس ترک نے سب کو سیراب
کوئی بھی تشنۂ آبِ دمِ خنجر نہ رہا

مے پلا کر نہ مجھے چُلّو مین یہ ساقی نے کہا
نام لکھا تھا ترا جس پہ وہ ساغر نہ رہا

سخت جان جو تھے اُنھین ذبح نہ کرنا تھا تجھے
خنجرون مین ترے ثابت کوئی خنجر نہ رہا

سیل سے آنسوون کے بہ گئین سب دیوارین
ایک میدان کفِ دست ہوا گھر نہ رہا

بزمِ قاتل مین کوئی حرب زبان کیا جائے
اور کا ذکر ہی کیا شمع کا جب سر نہ رہا

نام رہجاتا ہے صنعت کے سبب صانع کا
آجتک آئنہ باقی ہے سکندر نہ رہا

سخت جانی سے مری بحث کی کیا نفع ہوا
میری گردن تو رہی آپ کا خنجر نہ رہا

موت مجھ رند کو جب آئی تو بولے میخوار
کوئی دانندۂ رمزِ خطِ ساغر نہ رہا

میری آہِ شرر افشان سے جلا سارا شہر
اک ترے گھر کے سوا اور کوئی گھر نہ رہا

زندگی مین درِ جانان پہ بچھائے تھا جسے
وہ کفن بعد فنا ہو گیا بستر نہ رہا

اب مین بچھتا تا ہون کیون صدقے اُتار لیے
قابلِ زانوے دلدار مرا سر نہ رہا

ایک تصویرِ تھی یوسف کی اُسے بھی کیا چاک
اب زمانے مین کوئی آپ کا ہمسر نہ رہا

زیست کا لطف ملے خاک فصاحت ہم کو
مہربان مثلِ پدر تھا جو برادر نہ رہا

مزاج ہے یہ تنک ہمسے میزبانون کا
کہ ناز اُٹھ نہین سکتا ہے میہمانون کا

وہ تیغ پی نہ سکے گی ہمارے دل کا لہو
کہ بند و بست ہے سینہ مین استخوانون کا

دل مرا آبلہ مین اپنے پڑ گیا ناسور
بنا بس ایک ہی دروازہ سو مکانون کا

دکھائی ضعف نے تو بعد ذبح بھی تاثیر
رواں ہوا نہ لہو اُنکے ناتوانون کا

زمین روز لب بامِ قصرِ جانان سے
مزاج پوچھتی رہتی ہے آسمانون کا

ہے قسم ایک ہی انسانون کی زبانون کی
محاورہ ہے مگر مختلف زبانون کا

خود انکا چلنا تو ہے غیر ممکن اور محال
چلا نہ ذکر کبھی تیرے ناتوانون کا

چمن مین اور جھکین شاخہائے نازک گل
پڑا جو بار عنادل کے آشیانون کا

کسیکا اک مسی آلودہ لب گلستان مین
جواب دیتا ہے سوسن کی دس زبانون کا

وہ ہاتھ ڈالے ہین مجھ سیر کے گلے مین جو آج
برائے دید اک انبوہ ہے جوانون کا

غزل ہے پڑھنے کو دل چاہتا **فصاحت** کا
اس انجمن مین جو مجمع ہے نکتہ دانون کا

وہ پاس سے اُٹھے ہین رہو نہین خموش کیا
صبر و قرار دونون گئے ایک ہوش کیا

جس دوش پر نہ ہاتھ رکھے تو وہ دوش کیا
جس نے صدا نہ تیری سنی ہو وہ گوش کیا

ہم میکشون کے دل بھرے آتے ہین تخجو
دیکھو تو جاکے آنے کو ہے خم مین جوش کیا

بے اذن میری طرح جب آتا تھا ہاے غیر
اُسوقت بھی نہتا تھین پردہ کا ہوش کیا

کیون شیشہ گر کے طاق سے ٹوٹا نہ ساقیا
حسرت سے دیکھتا تھا کوئی بادہ نوش کیا

آئین تو کاتبان عمل میرے سامنے
لکھتے ہین یہ چھپے ہوے یا لائے دوش کیا

دکھلاکے اپنا جوش جوانی وہ کہتے ہین
ہے اس کے سامنے تری الفت کا جوش کیا

سائل پے سوال گھر دن سے نکلتے ہین
سچ تو یہ ہے کہ رات بھی ہو عیب پوش کیا

سونے مین ہمنے تول کے بوتل تو مول لی
سچ کہہ سبو کے دام مین اسے میفروش کیا

چار آنکھ کی کسی سے نہ رُسوائیان ہوئین
اک چشم پوشی اپنی ہوئی عیب پوش کیا

مین غش مین ہون وہ کہتے ہین زانو پہ رکھکے سر
کمبخت تجکو اب بھی نہ آئے گا ہوش کیا

قاتل کی تیغ میان سے نکلی نہین ابھی
رگ رگ مین میری خون بھلا کھائے جوش کیا

مصرع لکھا ہے پیر مغان نے یہ گردِ جام
واعظ کا جو عدو نہ ہو وہ بادہ نوش کیا

سننا پڑی تمھاری عنا بزم غیر مین
طنبور کیطرح سے کرون بند گوش کیا

تعریف شاعرون کی فصاحت ضرور ہی
بیٹھون مین بزم شعر و سخن مین خموشش کیا

کرین جو مل کے سب احباب قصد تیون کا
یقین ہے پھٹ پڑے گنبد ہمارے مدفن کا

جو لب کی پھیلی ہوئی مسی اُسنے پوچھی ہے
تو غیرت گل سوسن ہے گوشہ دامن کا

مین داغ کو نہ کلیجہ سے کیون لگاتے رہون
چراغ ہے مری شبہاے تار مدفن کا

عنادل اچھی طرح چہرہ ہاے گل دیکھین
بنا ہے رات کو لالہ چراغ گلشن کا

مرض مین دیکھ لیا جبب ہمارا چہرۂ زرد
خوشی سے سرخ ہوا رنگ روے دشمن کا

خدا کے گھر مین جلانے کے واسطے شب کو
چراغ لے گیا زاہد ہمارے مدفن کا

عزیز و سوچ لون تو پھر دعاے بد مین کرون
نہ کوئی دوست ہو ہمنام میرے دشمن کا

ہمارے دل مین گڑی ہے جو حسرت مردہ
تو داغ سینہ ہے گویا چراغ مدفن کا

نہین جہان مین صیاد سا کوئی بیدرد
کہ پوچھتا ہے اسیرون سے حال گلشن کا

اِس آہ گرم کی لائے نہ تاب مہر کبھی
جو گوشہ منھ پہ نہ لے ابر تر کے دامن کا

بنا لحد پہ مرے شامیانہ ہو کے بلند
دھوان ہوا سے نہ پھیلا چراغ مدفن کا

ضیا تو پھیلی ہے عاشق کے دل کے داغونکی
زمانے بھر مین ہے نام اُنکے روے روشن کا

سر مزار جو گھیرا ہے ظلمت شب نے
سرکتا جاتا ہے کچھ پاؤن شمع مدفن کا

ہمارے بعد دل زخمی احبا کو
نمک ہے خندۂ بے اختیار دشمن کا

محبتون کا ہے مخزن فصاحت اپنا دل
حسد کا بغض کا معدن ہے قلب دشمن کا

دل مین رنجیدہ نہ پھر وہ ستم آرا ہوتا
شکر آمیز جو لب پر مرے شکوا ہوتا

ہوتا یون روبروے یار تو اچھا ہوتا
بیٹھنے کے لئے مین اُٹھنے کو پردا ہوتا

کیون مریض غم فرقت کو اکیلا چھوڑا
گئی تھی چھوڑ کے طاقت تو غش آیا ہوتا

میری غیبت مین کہا کیون مجھے احباب نے بد
کاش منھ پر یہ برا کہتے تو اچھا ہوتا

پھوٹ کر آبلۂ دل نے دیا کب پانی
بارور خاک مرا نخل تمنا ہوتا

کثرتِ آبلہ و داغ کا تھا شوق اگر
پھیل کر دل مرے پہلو مین کلیجا ہوتا

یہی نظرین کیے غیرون مین وہ بیٹھے رہتے
نہ سہی پردہ فقط آنکھ کا پردا ہوتا

اُنکی تصویر مین مانی نے بنایا تھا جو باغ
مجھ سے دیوانہ کی تصویر مین صحرا ہوتا

غیر بیمار رہے رکھتے ہین وہ سر زانو پر
کاش اے رشک یہی حال ہمارا ہوتا

غیر محفل مین مخاطب تھے اگر غیرون سے
تو ادھر آپنے ہنس ہنس کے نہ دیکھا ہوتا

حال بیتابیٔ دل یا مزۂ دردِ جگر
ہم سے تم پوچھتے غیرون سے نہ پوچھا ہوتا

درد اُٹھکر نہ جگر مین مرے دل سے جاتا
گریہ پروردۂ آغوشِ تمنا ہوتا

ابھی صحت نہین مجکو حکما جھوٹے ہین
غیر بیمار نہ پڑتا جو مین اچھا ہوتا

غیر گو قلب و جگر سامنے رکھ دیتے تھے
ایک لے لیتے وہ جو دو نو مین اچھا ہوتا

پھر فن شعر مین ہوتے نہ فصاحت مشہور
گر لطافت سا نہ اُستاد ہمارا ہوتا

قول ہے طائرِ خوش الحان کا
کہ صنوبر ہے دل گلستان کا

حشر کے روز کچھ نہین مشکل
ہاتھ آنا ترے گریبان کا

ہائے راہی ہوا شباب آخر
نہ اُٹھا ہم سے ناز مہمان کا

پہونچے بعد فنا بہشت مین ہم
بھٹکے رستہ جو کوے جانان کا

شبِ وصلت کو مین بڑھاتا ہون
تذکرہ کر کے روز ہجران کا

قیس دہشت سے کانپ جاتا تھا
نام سنکر مرے بیابان کا

دل پُر داغ مین ہے یون ناسور
چاہ ہو جس طرح گلستان کا

دن کو شب ہو جو کوئی ذکر کرے
میری شب ہاے تار ہجران کا

صبح کو اُٹھکے وہ بتِ کافر
منھ نہین دیکھتا مسلمان کا

بید مجنون بنا بیابان مین
سایہ مجنون کے جسم عریان کا

رخ گل سُرخ ہے بہت بُلبُل
خون ملا کیا تری رگِ جان کا

موسم گل کی دے رہا ہے خبر
ہر شجر جھوم کر گلستان کا

کفن قیس وحشیون نے رسیا … تار لے کر مرے گریبان کا
میری تربت پہ جل رہا ہی چراغ … رات کو نقش پاے جانان کا
وحشیو ن کو کیون اندھیرا ہے … یہ بھی قیدی ہے کوئی زندان کا
تیغ قاتل نے قتل کر کے مجھے … میان مین رونے کو ہی منھ ڈھانکا
زرد پتے نہین خزان کے سبب … یہ بھی اک رنگ ہے گلستان کا
خاک ارضِ نجف کی اُڑ اُڑ کر … سرمہ بنتی ہے چشم عرفان کا
غنچہ کو دل سمجھتی ہے بلبل … جو نہ حسرت کا ہے نہ ارمان کا
درِ جانان پہ عاشقِ مایوس … پہرون منھ دیکھتا ہی دربان کا
کیون لب آستین نہ ہو خاموش … دور اب ہے تمھارے دامان کا

اے **فصاحت** ہر ایک ماہر فن
قدر دان ہے ہمارے دیوان کا

یان کب اثر ہجر شب غم نہین ہوتا … باتون مین کوئی لفظ بھی توام نہین ہوتا
کہتے ہین رقیب آپ کو ہم صورت یوسف … یہ کیا کہ مزاج آپ کا برہم نہین ہوتا
محتاج مداوہ تو ہے گو زخم زبان کا … لیکن کبھی منت کش مرہم نہین ہوتا
سر کھوے ہوے اپنا کب آتے نہین معشوق … کس روز مری قبر پہ ماتم نہین ہوتا
ملتا ہو جسے علم کا دنیا مین خزانہ … ہر چند کرے صرف مگر کم نہین ہوتا
مرتا ہے جو دنیا مین کوئی عاشق ناشاد … اک آنکھ سوا اور کسیے غم نہین ہوتا
پیری مین بھی جاتا نہین منعم کا تکبر … سر ہلتا ہے پر مثل کمر خم نہین ہوتا
ہو حسن حضور آپکا یا غیر کا ہو رشک … میری ہوس دل کی طرح کم نہین ہوتا

ہے نام جو معشوق کو دے جان و جگر بھی
دل دے کے **فصاحت** کوئی حاتم نہین ہوتا

دم مرے تن سے ترے عشق مین ایجان نکلا … سو تمنا ئین فدا جس پہ وہ ارمان نکلا
سن کے مجھ سے خبر مرگ عدو وہ ہنستے … اور تو اور فلک یہ بھی نہ ارمان نکلا

آیا تھا کرنے مداوا ترے دیوانے کا
چارہ گر پھاڑ کے سب کپڑون کو عریان نکلا

تیر جب اُسنے لگا کر مرے دل سے کھینچا
روح کے ساتھ ہی لپٹا ہوا ارمان نکلا

فلک پیر نے اے مہروہ تدبیرین کین
تیرے پنجہ سے مہ نو کا گریبان نکلا

پھوڑ دین موج کی انگشت نے چشمان حباب
دن کو دریا سے نہا کر جو وہ عریان نکلا

بیخود عشق وہ ہون یہ بھی نہ معلوم ہوا
کب وصال اُسسے ہوا اور کب ارمان نکلا

باغ اس ترک ستمگر نے لگایا ایسا
غنچہ کے بدلے ہر اک شاخ سے پیکان نکلا

چمکا جگنو جو فصاحت مرے گھر مین شب ہجر
مین اندھیرے مین یہ سمجھا مہ تابان نکلا

دوستو اس سے ہے بھاری تن بیجان میرا
روح نکلی ہے یہ نکلا نہیں ارمان میرا

خاک نکلے گا ترے دور مین ارمان میرا
ایجنون ہاتھ مین دو ایک گریبان میرا

مین وہ اُستاد جنون مین ہون کہ دون خود نہ سبق
درس دے قیس کو اک طفل دبستان میرا

عشق دیتا ہے یہ مژدہ مرے دل مین آکر
مین وہ ہون درد کہ ممکن نہیں درمان میرا

حوصلے اپنے جفا کر کے نکالے تو کیا
جب مین جانون کہ نکالو کوئی ارمان میرا

زاہدو جس کو ہو تم فتنۂ محشر سمجھے
ایک ادنیٰ سا ہے یہ خواب پریشان میرا

خام دنیا کا گھروندا نظر آتا ہے مجھے
نہ مٹا دے کہین یہ دیدۂ گریان میرا

ہے برائے نام شب کو خواب مجھ غمناک کا
دو گھڑی کافی ہے پڑ رہنے کو بستر خاک کا

یاد رکھ قاصد ہین کوچہ ہو اُس سفاک کا
سرخ رنگ آئے نظر تجکو جہان کی خاک کا

کرتے ہین دیوانگان عشق اب جامہ دری
نام لے کر ادب سے مجھ گریبان چاک کا

سایہ مین خم رکھدے ساقی ری نہ جیری جائیگی
دیدۂ بینا ہے ہر انگور تیری تاک کا

برش خنجر کا کوئی نام بھی لیتا نہیں
ہے اگر شہرہ تو زور بازوے سفاک کا

شرم سے منھ کو چھپائے ہونمین عاصی بعد مرگ
ایک ہے چادر کفن کی ایک پردہ خاک کا

چشمکین کرتا ہی کیا کیا مہر عالمتاب پر
یار کے نقش قدم مین ہے جو ذرہ خاک کا

اپنے کوچہ مین بھلا کیا آنے دے وہ حوروش
سچ تو ہے فردوس مین کیا کام مجھ غمناک کا

روشنی بزم وسیع معرفت مین ہوگئی
واہ کیا کہنا ہمارے شعلۂ ادراک کا

داغ و زخم آبلہ سب جادہ گر کو ہم دکھائین
پنجۂ غم دل مین دروازہ جو کھولے چاک کا

کیفیت گرداب غم مین ہی وہی مجھ زار کی
حال ہوتا ہے بھنور مین جو خس و خاشاک کا

دن کو چشم روزن دیوار بن اُس قصر کے
مردمک بنتا ہے ذرّہ اُڑ کے میری خاک کا

یہ مرا اُستاد ہے کہتا تھا دیوانون مین قیس
ہاتھ مین لیکر مرقع مجھ گریبان چاک کا

جتنے تھے میرے جگر مین داغ وہ سب دھو گئے
آبلہ شاید کوئی پھوٹا دل غمناک کا

تھی حلاوت خاک وقت ذبح خون غیر مین
جھوٹ ہے منھ پھر گیا کب خنجر سفاک کا

گرد غم پھیلی ہی کیون دل مین جو ہین آنسو روان
ہے تعجب کا محل باران مین اُڑنا خاک کا

نام کا خواہان ہوا جسدم نگین عزت گئی
ہاتھ سے لینے والے کا دیکھا تو منھ حکاک کا

پاؤن مثل سایۂ اشجار پھیلاتا نہین
ہے میان بلغ اپنی حد مین سایہ تاک کا

نجد مین لیلی جب آتی ہی کبھی آندھی کے ساتھ
اشک مجنون چاک کر دیتے ہین پردا خاک کا

یہ نیا اب حکم جاری ہے دیار عشق مین
دار پر کھینچو اُسے جو نام لے ادراک کا

دور مین چرخ جفاجو کے نہ نکلا ہے غضب
ایک بھی ارمان **فصاحت** کے دل غمناک کا

کیا موے زلف ٹوٹ کے جانا نہ رہ گیا
کیون چھپ کے گھر مین آئنہ کے شانہ رہگیا

مسجد رہی ہمیشہ نہ بتخانہ رہ گیا
اک سجدہ کرنے کو در جانانہ رہگیا

کچھ لوگ خلد مین گئے کچھ جانب سقر
صحرا ے حشر مین ترا دیوانہ رہگیا

اُمڈا جو شب کو بزم مین دریاے اشک شمع
آخر لگن مین ڈوب کے پروانہ رہگیا

آیا جو زلزلہ تو گرے میکدے تمام
مسجد سے جو ملا تھا وہ بتخانہ رہگیا

اس مست نازنین نے پیے سب گلونکے جام
غنچہ کا دست شاخ مین پیمانہ رہگیا

حائل جو تیرگی ہوئی شب کو سرمزار
محروم دید شمع سے پروانہ رہگیا

غالب جو قصّہ خوان پہ ہوا رعب حسن یار
کچھ تو کیا بیان کچھ افسانہ رہگیا

گو شمع بزم خود بھی جلی رات کو مگر
گردن پہ خون ناحق پروانہ رہگیا

زندان مین جبکہ پاؤن پڑین ملکے بیڑیان / مجبور ہو کے آپ کا دیوانہ رہ گیا

شعلہ نے گرد پھرنے مین گو پر جلا دئے / لیکن لپٹ کے شمع سے پروانہ رہ گیا

پیمانے میکشی مین تو اور آنکے لب تک آئے / افسوس میری خاک کا پیمانہ رہ گیا

جن جن کے نام دفتر ہستی سے مٹ گئے / لکھا اُنھین کے ہاتھ کا افسانہ رہ گیا

صدہا تڑپ تڑپ کے ہوئے غرق بحر مین / کس کا زبان موج پہ افسانہ رہ گیا

میخانہ مین وہ چشم خمارین جو دیکھ لی / خجلت سے خم مین ڈوب کے پیمانہ رہ گیا

کی بے رخی فصاحت اعزا نے اسقدر
الفت رہی نہ رسم قدیمانہ رہ گیا

غیر اپنے حضور سامنے میرے طلب ہوا / کیا خوب جو کبھی نہ ہوا تھا وہ اب ہوا

کوچون مین بے سبب نہین شور و شغب ہوا / زندان سے نکلے آپ کے وحشی غضب ہوا

جب کوئی بات بزم مین اُن سے بگڑ گئی / حاجت ہوئی بنانے کی تو مین طلب ہوا

ناشاد لوگ کہتے تھے عاشق کو جیتے جی / مرنے پہ نامراد جہان مین لقب ہوا

دامن پہ اُس حسین کے پڑا رخ کو چھوڑ کر / میرے غبار کو بھی پس مرگ ادب ہوا

بنوا چکے بہشت سے اچھا مکان وہ جب / دربان کا عہدہ دینے کو رضوان طلب ہوا

مشہور انکا نام زمانے مین چار سو / بیداد و ظلم و جور و جفا کے سبب ہوا

عاشق جو کوئی مر بھی گیا اُنکو کیا خبر / کس وقت لاش اُٹھائی گئی دفن کب ہوا

نیچی نگہ سے اُسنے مجھے دیکھا بعد وصل / واقف ہوا اب اپنا برایا غضب ہوا

بہر خرام ناز ابھی اُٹھے نہین مگر / پہلے ہی روندنے کو مرا دل طلب ہوا

قلق نہ ہون پیش منعم مغرور سراپا ؤن / اکثر دراز صورت دست طلب ہوا

کس دل سے دین دعائین بھلا تجکو اے فلک / جو ہم سے نامرادون نے چاہا وہ کب ہوا

دیکھے گا خط شوق مرا ہائے کون کون / قاصد کو موت راہ مین آئی غضب ہوا

ہم اے فصاحت اُن کے نہ پیرو ہون کس طرح
ناسخ سا ہند مین کوئی اُستاد کب ہوا

جب رخ کسی کے تیر مژہ کا ادھر ہوا دل سے زیادہ شوق مین مضطر جگر ہوا
باغ جہان مین پھولے پھلے اور سب شجر نخل مراد میرا نہ کیون بارور ہوا
صبح شب وصال وہ پہلو سے جب اٹھے فق اپنا چہرہ صورت روے سحر ہوا
اُسنے ہمارے بدلے بلایا رقیب کو کیا خوب آج آہ مین اُلٹا اثر ہوا
سرشار جب شباب کے نشہ نے کردیا غیرون کے حال زار سے وہ بیخبر ہوا
ہم رند بیٹھے صحبت واعظ مین بارہا لیکن کبھی نہ وعظ کا دل پر اثر ہوا
حال اپنا بھی وہی ہوا صبح شب وصال جو کچھ کہ حال شمع کا وقت سحر ہوا
جب کھاکے پان پھینک دیا آپنے اُگال ہم عاشقون کا مرہم زخم جگر ہوا
تعویذ آہ نالہ دعا چارون جب ملے اُسوقت اُس حسین کے دل پر اثر ہوا
اے شوخ دیکھ تجھسے بھی اچھا ہی تیرا عکس ہنگام زینت آئنہ کے دلمین گھر ہوا

ہمکو ملا نہ چین فصاحت شب فراق
کہہ درد دل ہوا کبھی درد جگر ہوا

قصیدہ در مدحت جناب امیرؑ

کسی مداح سے کیا وصف ہو اُسکی عبادت کا ہوا جسکے لیے مہربین کو حکم رجعت کا
غبار اُڑکر ہوا سے آستان پاک حضرت کا بنا ہے جاکے غازہ چہرۂ حوران جنت کا
ہوا ہے طبع عالی کو ارادہ اُسکی مدحت کا فلک اک سائبان چھوٹا ہے جسکی بام رفعت کا
خراج ہفت اقلیم اُس کی قیمت کم سے کم ٹھہری کہ ہے کندہ نگین دل پر میرے نام حضرت کا
اُسی کے حکم کے ماہی سے ہین تا ماہ سب تابع جو ہے بعد نبیؐ فرمانروا ملک شریعت کا
نہ حس کچھ بھی ہوئی جب تیر کھینچا پاے اقدس سے یہ طاعت مین خدا کی تھا رجوع قلب حضرت کا
شب مہتاب ہو جائے گی تربت کی شب تیرہ جو روشن ہوگا دلپر داغ حیدر کی محبت کا
مین وحدانیت وعدل خدا کی ساتھ قائل ہون بصدق دل نبوت کا امامت کا قیامت کا
شبیہہ وضۂ حیدر مین پھرنے کی ضرورت ہے مجھے دے رنگ اے رضوان بہار باغ جنت کا

زمین پر انس وجن گردون پہ قدسی خلد مین حورین
سب اپنی اپنی جا بھرتے ہین دم حیدر کی الفت کا

نتھا منصف علیؑ سے بڑھ کے کوئی بھی خدائی مین
اشارہ کر رہا ہے صاف الف لفظ عدالت کا

مین کیا سمجھون غبارِ آستانِ پاک حضرت کو
ملک سرمہ سمجھتے ہین جسے چشم حقیقت کا

نبی فرماتے ہین افضل ہی انس وجن کی طاعت سے
ثواب ایسا ہی خندق مین علیؑ کی ایک ضربت کا

ہوا ہے معتدل ایسی نہ سردی ہی نہ گرمی ہے
نجف کی بھی زمین دنیا مین اک بقعہ ہی جنت کا

جو فرق آسمان پر افسر خورشید ہے تو کیا
زمین کے سر پہ بھی ہے تاج نقش پائے حضرت کا

بلاؤ جلد اب ہندوستان سے اپنے روضہ پر
مرے مولا نہایت دل تڑپتا ہے **فصاحت** کا

تمام ہو چکا جب درس کج ادائی کا
تو پھر سبق پڑھا لیلی نے بیوفائی کا

شب وصال یہی سوچتا ہون شام سے مین
خدا ہی خیر کرے کل ہے دن جدائی کا

پٹک پٹک کے سر اس در پہ کہتے ہین عاشق
یہی مقام ہے تقدیر آزمائی کا

غضب تھا قہر تھا اے نازنین بوقت ذبح
نگاہ پھرتے ہی مڑنا تری کلائی کا

عجب نہین ہی کہ پہرون بڑھے وصال کی رات
کرون جو ذکر گھڑی بھر شب جدائی کا

قفس سے دور چمن سے قریب ہو بلبل
بندھے خیال اسیری مین یون رہائی کا

لگن ہے تخت دھوان ہی چنور تو شعلہ تاج
مقر ہے شمع ہر اک تیری بادشائی کا

مرے مکان مین اگر سیاہ ہوتی ہے شمع
جو گھیرتا ہے اندھیرا شب جدائی کا

ضرر سے بھی ہو نہ مجھ میکش فقیر کو رنج
سبو جو ٹوٹے تو کاسہ بنے گدائی کا

مشاعرہ مین ہین فاخر کے جمع اہل سخن پر
نہین ہے لطف **فصاحت** غزل سرائی کا

غصہ مین کب اُس بانکی ادا کو نہین دیکھا
ہر شوخیون کے ساتھ حیا کو نہین دیکھا

کیا اُٹھون جو مجھ زار کو پامال کرین وہ
اُٹھتے ہوئے نقش کف پا کو نہین دیکھا

وہ آئے دم نزع تو یون مطمئن اُٹھے
جیسے مری بالین پہ قضا کو نہین دیکھا

رحم اور ترس کھاتے ہوئے ہم نے کسی پر
اُس دشمن ارباب وفا کو نہین دیکھا

اسد یہ آنکو نظر بد کا رہا خوف
آئینہ مین خود اپنی ادا کو نہین دیکھا

ہم نے نگہ یاس سے اے دوست دم نزع
تجکو نہین دیکھا کہ قضا کو نہین دیکھا

ہم سچ کہین دیدار خدا کا تو ہے کیا ذکر
موسےٰ نے تو ہمنام خدا کو نہین دیکھا

تو غیر کی تربت سے جب اُٹھا تو ہم آئے
ہم نے تری رونے کی ادا کو نہین دیکھا

بن بن کے مٹا صفحۂ ہستی پہ ہر اک نقش
مٹتے ہوے پر نام وفا کو نہین دیکھا

گردون کو ستم کرنے کا آیا نہ طریقہ
جبتک ترے انداز جفا کو نہین دیکھا

یون وحشیون سے پوچھتی تھی قیس کو لیلیٰ
تم نے تو کسی آبلہ پا کو نہین دیکھا

کس کے دل خون گشتہ کو پامال کیا آج
سرخ ایسا تمھارے کف پا کو نہین دیکھا

یہ بات اُنھین مین ہی کہ ہین لاکھون ادائین
جو دیکھ چکے پھر اُس ادا کو نہین دیکھا

کانون سے سُنا کرتے ہین ذکر اُن کا **فصاحت**
آنکھون سے تو اگلے شعرا کو نہین دیکھا

بگڑ کے اُٹھنا چمن سے وہ خوش جمالون کا
وہ رکھنا پاؤنپہ جھک جھک کے سر نہالونکا

کسیکے عشق مین ہر وقت ہی یہ سوچ یہ فکر
کہ لوگ کہتے ہین بتلا مجھے خیالونکا

چلین جو چلتے ہین مستانہ چال اور حسین
تو کر خیال رہے اُن کے پائمالونکا

جو حور وش مرے لاشے کے آگے آگے ہین
تو پیچھے پیچھے ہے جھرمٹ پری جمالونکا

کسی کی بزم مین پروانون کی طرح شکوہ
گذر ہوا بھی تو جل جل کے مرنے والونکا

ہمارے ایک دل تنگ مین ہوا ہی گھر
تو ہمّات کا افکار کا خیالونکا

بلا نہ ہمکو بگڑ جائین گے وہ اے رضوان
تری بہشت مین مجمع ہے خوش جمالونکا

خدا کرے مرے قلب و جگر بھی یاد آجائین
شمار کرتے ہین وہ اپنے پائمالونکا

مرے جنازہ پہ سایہ کیے ہوے ہوگا
سیاہ ابر حسینون کے بکھرے بالونکا

شراب کیون نہ پئین روز اے **فصاحت** ہم
کچھ اپنا شوق کچھ اصرار خوش جمالونکا

محو تزئین مری غیبت مین اگر تو ہوتا
جبتم آئینہ مین جوہر ہر اک آنسو ہوتا

رکھ کے مُنھ گریہ کنان قبر پہ گر تو ہوتا
کالی چادر ترا بکھرا ہوا گیسو ہوتا

شوق دیدار ترا ملک عدم سے لایا
ہم یہان کاہے کو آتے جو وہین تو ہوتا

دور گردون مین ہم ایسون کو خوشی وہ ہوتی
جسمین کوئی نہ کوئی رنج کا پہلو ہوتا

غیر سے ملکے گلے بوسہ جو دیتے وہ مجھے
دفعتہً خشک مری آنکھ مین آنسو ہوتا

دھو کے تم پائے حنائی جو لگا دیتے آگ
شور موجون کی زبانون پہ لب جو ہوتا

آنکھ سے تیری جو نکلا تھا مرے ماتم مین
کچھ تو قائم ترے رخسار پہ آنسو ہوتا

کیسی راحت سے گذرتی مری اے ناوک یار
پہلے ہی سے جو مرے دل کی جگہ تو ہوتا

دُرّ توکل اُسنے پلا دی تھی ہمین گھول کے زہر
جان ہی جاتی ہماری جو نہ اُچھو ہوتا

جوشش گریہ مین لخت جگر و دل ہر ایک
آتے آتے مری آنکھون تلک آنسو ہوتا

ماتم غیر مین تو یہ نہ بکھرتا ہرگز
گر سنوارا ہوا میرا ترا گیسو ہوتا

لنڈھ کے خم بہتا جو میخانہ مین دریائے شراب
شیشۂ سبز ہر اک سرو لب جو ہوتا

دود آہ دلِ بلبل نہ اوڑاتی جو ہوا
فرق پر شاہد گل کے وہی گیسو ہوتا

جاتا صحرا مین جو وہ صید فگن بہر شکار
قید زنجیر مین جادہ کے ہر آہو ہوتا

اور دن کے واسطے فردوس مین حورین ہوتین
ایک میرے لیئے جنت مین فقط تو ہوتا

جاتا بازار مین وحشی ترا تو اُسکی طرف
ہر ترازو سے روان سنگ ترازو ہوتا

شور بلبل جو فصاحت وہ چمن مین سنتے
تو دماغ انکا پریشان صفت بو ہوتا

بدلی مین مہ نو جو مری جان نہین دیکھا
کیون تمنے پھر اپنا ہی گریبان نہین دیکھا

وہ دیکھتے ہین اس لیے میرا دل ویران
کہنے کو نہ یہ ہو کہ بیابان نہین دیکھا

آنکھین جو سفید اپنی ہوئین روز جدائی
پھر روئے سیاہ شب ہجران نہین دیکھا

یون سنتے ہین وہ حال مری برہنگی کا
جیسے کسی دیوانہ کو عریان نہین دیکھا

غم مین مجھے روتے ہوئے کیا دیکھے گا دشمن
جب فرط خوشی مین کبھی خندان نہین دیکھا

ذرے تری افشان کے فقط مانگ ہی مین ہین
انجم کی طرح ان کو پریشان نہین دیکھا

روز ایک کو وہ قتل کیا کرتے ہین دربان
کل دیکھا تھا جو آج وہ دربان نہین دیکھا

میری نگہ شوق کا تو ذکر بھلا کیا
خود اُن کی نظر نے اُنھین عریان نہین دیکھا

وہ چہرۂ رنگین ترا آئینہ مین دیکھین
جو کہتے ہین دریا مین گلستان نہین دیکھا

نازانکو فصاحت ہے بہت باغ پر اپنے
شاید مرے داغون کا گلستان نہین دیکھا

گالی وہ دے گا یا سزا دیگا
جرم بوسہ پہ مجکو کیا دیگا

جتنا جی چاہے ظلم کرلے وہ بت
داد مظلوم کی خدا دیگا

تم جسے ہاتھ اٹھا کے کوسو گے
وہ نہ میری طرح دعا دیگا

ظلم و ناز بتان اٹھائین گے
ہمکو طاقت اگر خدا دیگا

جس کو گھائل کرے گا وہ قاتل
دہن زخم سے دعا دیگا

نوجوان جو چلینگے سیدھی چال
اُنکو پیر فلک دغا دیگا

دل کو ایسا نہ جانتے تھے ہم
ان سے مل کر ہمین دغا دیگا

عشق حیران کر کے فرقت مین
مجکو تصویر غم بنا دیگا

روئے گا یون وہ میرے لاشے پر
دیکھنے والون کو ہنسا دیگا

میری تربت پہ کیون وہ غیر کو لائے
یہ اُنھین رونے مین ہنسا دیگا

اے فصاحت سہین گے ظلم بتان
ہم کو طاقت اگر خدا دے گا

نہ داغ عشق ہو جس مین وہ ہے جگر کیسا
جھکا نہ جو ترے قدمو نپہ ہے وہ سر کیسا

جفائین ہم سے تو انکی سہی نہین جاتین
جو صبر کرتے ہین انکا ہے دل جگر کیسا

بخیل منعمون سے گر کرے سوال کوئی
جواب تک بھی نہ دین اس کو مال و زر کیسا

علاج کرنے کو آیا ہے مجھسے وحشی کا
ترا مزاج ہے اسوقت چارہ گر کیسا

نہ ہم فنون مین کر اظہار علم اے نافہم
اسے بھی عیب سمجھتے ہین ہم ہنر کیسا

جو آ کے روے نہین عاشقان موے میان
تری گلی مین ہے پانی کمر کمر کیسا

یہ شوخیون نے کہا اُن سے آخر شب وصل
چلو اُٹھو یہ توقف دم سحر کیسا

کنشت دیر کلیسا ہمارا دل کعبہ
ہین اتنے گھر ترے رہنے کے ایک گھر کیسا

تجھے پیام زبانی بھی دون گا سن تو لون
مزا کلام مین ہے تیرے نامہ بر کیسا

ہمارے دُکھتے ہوے دل مین اے کمان ابرو
مژہ کا تیر بھی ہے ناوک نظر کیسا

اخیر رات ہے فانوس سے نکل اے شمع
یہ مقبرہ ہے پتنگون کا تیرا گھر کیسا

جو فیضیاب نہین عکس دُر دندان سے
تڑپ رہا ہی ترے کان مین گُہر کیسا

وہ دل کو لے کے یہ کہتے ہین اب فصاحت سے
مین دیکھہ لون ترے سینہ مین ہے جگر کیسا

نکلا ہر ایک چلا کچھ بھی نہ قابو اپنا
گھر سے وہ سینہ سے دل آنکھ سے آنسو اپنا

قبر مجنون سے اُٹھی نجد مین کالی آندھی
آکے لیلی نے جو بکھرا دیا گیسو اپنا

ابر مین جب نظر آتا ہی نہین عید کا چاند
دیکھہ لیتے ہین وہ آئینہ مین ابرو اپنا

دل سوزان کو تو نکلے ہوے مدت گذری
پھر یہ کیون آج تلک گرم ہے پہلو اپنا

جسطرح چاہین کلیجہ سے اسے لپٹا ئین
ہر طرح ہے تیری تصویر پہ قابو اپنا

باتون باتون مین گلہ انکا نکل جاتا ہے
دل تو دل اب تو زبان پر نہین قابو اپنا

شفق شام کی لوگون کو دکھاتے ہین وہ سیر
لئے ہین دست نگارین مین وہ گیسو اپنا

سُن کے رسوائی و بدنامی لیلا و قیس
اشک ٹپکا کبھی ان کا کبھی آنسو اپنا

اُنکا دل آہ سے دُکھ جاے کہ ہلجاے عرش
کچھ نہیں چھوٹے ہوے تیر پہ قابو اپنا

آسمان نے جو کہا میرا ہلال اچھا ہے
بحث مین انکو دکھانا پڑا ابرو اپنا

دونو یہ جوہری لگی ہین لگا ہون پہ چڑھے
اِک دُر گوش صنم دوسرے آنسو اپنا

مجھسے کہتے ہین بنائین کہ بگاڑین تمھین کیا
کا کلین اپنی ہین زلف اپنی ہی گیسو اپنا

کسقدر روح سکندر کو وہ خوش کرتے ہین
رکھ کے آئینہ پہ آئینۂ زانو اپنا

اسطرح دفن ہمین نجد مین کرنا یارو
دیکھو مجنون کے سرہانے رہے پہلو اپنا

عید کے چاند کا انکو رمضان مین ہی شوق
روزہ دارونکو دکھا دو تمھین ابرو اپنا

آتش ہجر سے جل جل کے جو دل خاک ہوا
گرد آلود گرا آنکھ سے آنسو اپنا

تو نے اے سایہ نہ تھا نبا جو نقاہت مین گرے
ہم تجھے جانتے تھے قوت بازو اپنا

صبح جب چاک گریبان ہوئی ماتم مین ترے
شام نے کھولدیا سوگ مین گیسو اپنا

سچ اگر پوچھو فصاحت تو سوا اے تصویر
مثل رکھتے ہی نہین فاخر خوشخو اپنا

آج یون گھر سے برآمد ہوے اے یار یہ کیا
خنجر اک ہاتھ مین اک ہاتھ مین تلوار یہ کیا

دیکھ کر مجکو کہا جھکے سے اے یار یہ کیا
ہون گے اے توبہ بھلا میرے خریدار یہ کیا

دل تو مجرم نہین برسون سے ہی جو مائل حسن
اک نظر دیکھ کے آنکھین ہین گنہگار یہ کیا

شرط ہے تیغ تبسم کے بہی جرسکے دینا
مسکرائے نہین تم کھینچ کے تلوار یہ کیا

پارسا دیکھ کے کہتے ہین خدا خیر کرے
آج مسجد کی طرف آتے ہین میخوار یہ کیا

اے مسیحائے زمان جو ترا دم بھرتے ہین
بارہا دیکھا وہی مرتے مین بیمار یہ کیا

وعدہ جو آنے کا لیتا ہے خوشامد کرکے
آپ بے سمجھے ہوئے کرتے ہین اقرار یہ کیا

آپ کے مجرمون کی دیکھ کے شکل ایک نظر
رحم جو کھاتے ہین وہ بھی ہین گنہگار یہ کیا

ضعف مین بیٹھے ہین ہل ہل کے جو اِس سے عاشق
سرکی ہے اپنی جگہ سے تری دیوار یہ کیا

امتحان گاہ مین شام آج ہوئی کتنی جلد
دن کو بھی کاٹتی ہے آپ کی تلوار یہ کیا

دیر ہوگی تو وہ پوچھینگے خدا سے دم حشر
اب تلک آئے نہین میرے گنہگار یہ کیا

گل کو لاتی ہے ملانے جو چمن سے بلبل
ہاتھ سے آپ چھپا لیتے ہین رخسار یہ کیا

خواب مین کیا کسی عاشق کا جنازہ دیکھا
آج تم ہنستے ہوئے اٹھے ہو اے یار یہ کیا

حسن انکا ابھی بازار مین دیکھا بھی نہین
دل کو پہلے سے سنبھالے ہین خریدار یہ کیا

اہل ذوق ابتو فصاحت سے کہا کرتے ہین
عاشقانہ نہین ہوتے ترے اشعار یہ کیا

وہ آنکھین دید کے قابل تھین جب شباب نتھا
بھری ہوئی تھین تری شوخیان حجاب نتھا

بلند تھی جو مری آہ سرد روز فراق
تو گرم چرخ چہارم پہ آفتاب نتھا

حضور کو وہ زمانہ بھی یاد ہے کہ نہین
کہ پیری اپنی نتھی آپ کا شباب نتھا

کل اُٹھ کے پاس سے میرے نہ مڑکے بھی دیکھا
اب آج پوچھتے ہو تھا کہ اضطراب نتھا

سوالِ بوسہ پہ کیون تمنے کی زبان مری قطع
جواب اور بھی ستھے اک یہی جواب نتھا

جو پیاس تھی تجھے زاہد تو پی لیا ہوتا
مری سبیل کا پانی ارے شراب نتھا

مین سر اُٹھاتا بھلا خاک بحر عالم مین
تہی دماغ مرا صورت حباب نتھا

کوئی بخیل سے جا کر سوال کیسا کرتا
درم تو ایک طرف دینے کو جواب نتھا

ضرور وہ کوئی نازک مزاج تھا مہمان
شباب ہم جسے سمجھے تھے وہ شباب نتھا

پڑھا خط انکا جو قاصد نے میرے دفن کے وقت
یہ کہئے دوسری تلقین تھی جواب نتھا

شراب پی کے وہ میرے گلے لپٹ گئے یون
کہ جیسے آنکھ مین انکے کبھی حجاب نتھا

ہم اس زمانہ کے ہین بادہ کش حبیب اے ساقی
فلک کے میکدہ مین جام آفتاب نتھا

یہ کیا بہار مین تھا بندوبست پیر مغان
کہ سر بمہر سبو تھی خمِ شراب نتھا

فصاحت ان سے مین گستاخ شب کو کیا ہوتا
کہ آنکھین نشۂ مے سے تھین بند خواب نتھا

ہے عجب رنگ بہار آتی ہی گلزارونکا
جھومنا سیکھا ہے اشجار نے میخوارونکا

وہ جو بازار مین جائین کبھی تو اور حسین
دیر تک پاس سے مُنھ دیکھین خریدارونکا

کیا کرینگے وہ دوا خود ہوئے جاتے ہین علیل
حال سُن سُن کے اطبا ترے بیمارونکا

چار ظالم ہوے یکجا تو رہا پہرون ذکر
تیرون کا خنجرون کا نیزونکا تلوارونکا

کیا عجب بوے گلاب اور چمن مین بڑھ جائے
گر عرق ٹپکے ترے پھول سے رخسارونکا

شب کو روشن سر بالین ہو جو شمع مینا
حلقہ ہے گرد مری قبر کے میخوارونکا

جس طرف کو ترے گھر سے ہے گلستان صیاد
مُنھ اُدھر ہے دم فریاد گرفتارونکا

قتل سے ہاتھ اُٹھایا ہے اب اس ترک نے بھی
سر جھکا ہے جو ندامت سے گنہگارونکا

نظر آتی ہے گلابی ہمین باریک نقاب
رنگ پھوٹا ہے جو اے گل ترے رخسارونکا

آکے بازار مین اتنی وہ کہین قیمت حسن
حوصلہ پست نہ ہو جائے خریدارونکا

حکم قتل ان کے پئے سوچکے دینا ظالم
پہلے عذرا چھی طرح سن لے گنہگارونکا

دل مین ملکر رہین درد و قلق و صدمۂ و غم
ایک کا خاص نہین ہے یہ مکان چارونکا

ضد سے صیاد نے بلبل کو وہان ذبح کیا
گوشۂ باغ مین تھا ڈھیر جہان خارونکا

جاکے جنت مین بھی گھبراؤنگا مین تو یارب
میرے ہمراہ جو مجمع نہ گیا یارونکا

مٹی دیکر سبھے مجھے رو لیجے اگر چار آنسو
پاک ہو جائے غبار آپ کے رخسارونکا

یہ تجاہل ہے جو یون پوچھ رہے ہو ورنہ
خوب تم سمجھے ہو جو حال ہے بیمارونکا

بخشوا لینگے فصاحت سبھے چودہ معصوم
آسرا حشر کو ہے اتنے مددگارونکا

قدم کیا رکھتا دہشت کے سبب سے قیس لرزان تھا
معاذ اللہ ہیبت ناک وہ میرا بیابان تھا

نہ اوس ظالم سے میرے خون بہا کا کوئی خواہان تھا
کہ آنکھین نیچی کرکے سر جھکائے وہ پشیمان تھا

کب اس دل مین کسی پردہ نشین کا عشق پنہان تھا
ہماری زردی رخ سے نکلے آخر کو نمایان تھا

بہار آئی تھی جب میخوار و نمین ہر ایک شادان تھا
کشادہ میکدہ کا در تھا وا باب گلستان تھا

یہ کیون خدمت پہ نازان پاسبان کوے جانان تھا
وہی کیا غل مچاتا تھا فقط مین بھی تو نالان تھا

حسین بکھرائے زلفین آئے تھے جب فاتحہ پڑھنے
ہماری قبر کا تختہ بھی گویا سنبلستان تھا

ہماری لاش کے ہمراہ احبا ہی نہ تھے صدہا
کہ بھیڑ اک حسرتون کی دوسرا انبوہ ارمان تھا

بتون پر تیرے بتخانہ مین کی چشمک زنی جس نے
برہمن سچ کہون وہ بے ادب کوئی مسلمان تھا

جو شام دفن اعزا مین نہ لایا پھول کوئی بھی
تو رو رو کر چراغ قبر ہی میرا گل افشان تھا

نکل سکتا نہ تھا ہو کر مقید کوئی دیوانہ
کہ آنکھ اپنی دکھاتا روزن دیوار زندان تھا

فلک کے دور مین حالت زمین کی اب یہ بدلی ہے
وہان گھر بنگئے صدہا جہان گور غریبان تھا

بگڑ جاتا ہے اب ہر کام اُسکی ہوشیاری سے
ہماری باتین بن پڑتی تھین جبتک وہ نادان تھا

عزیزو جسکو دل ہم نے دیا تھا ہائے بے سمجھے
بھلا آرام جان کاہے کو تھا وہ آفت جان تھا

حسد کمبخت گردونکو ہوا جسکے نکلنے سے
وہ حسرت حسرتون مین تھی وہ ارمانون مین ارمان تھا

اُسی مرحوم کا سب فیض تعلیم اے فصاحت ہے
مرا اُستاد اور بھائی لطافت سا سخندان تھا

کیونکر کہوں کہ غیرون مین جایا نہ جائیگا
دل میرا اور تمسے دُکھایا نہ جائے گا

ہنسکر جو عاشقون کو ذرا دیکھ لوگے تم
الزام بیرخی تو لگا یا نہ جائے گا

مجھ مست کے مزار پہ آسئے گا شب کو کون
جبتک چراغِ بادہ جلایا نہ جائے گا

کیا پردہ پوشی اورونکی بدبین کرے گا تو
خود اپنا عیب تجھسے چھپایا نہ جائے گا

آنکھین لڑا سکینگے نہ ہم آن سے بزم مین
سر زانوے ادب سے اُٹھایا نہ جائے گا

در کو بلائین کیون ترے دندان صاف سے
ہم سے دل تیم دُکھایا نہ جائے گا

وہ رحم کھاکے عاشقونمین کہہ رہے ہین آج
جو خود جلا کرے وہ جلایا نہ جائے گا

دل کا کنول بجھاکے وہ صبح شب وصال
یہ کیون کہین کہ ہمسے جلایا نہ جائے گا

صبح شب وصال مری لاش اٹھاکے جاؤ
گھر تک پہونچ کے تم سے پھر آیا نہ جائے گا

گر اذن دو تو بزم سے ہم غیر کو اُٹھائین
تم سے یہ سنگ فرش اٹھایا نہ جائے گا

جب دل کسی کا لیجئے گا بوسہ دے کے آپ
اپنا سمجھ کے اسکو دُکھایا نہ جائے گا

بُلبُل کی ضد سے روندو نہ تم تختۂ گلاب
دامن الجھ گیا تو چھوڑایا نہ جائے گا

ہم صاف کہدین آپ کی تیغ نظر کا وار
جو کی اگر نگاہ بچایا نہ جائے گا

وہ جس کا نام لکھین گے بعد امتحان کے
پھر فرد عاشقان سے مٹایا نہ جائے گا

بیجس کیا ہے ایسا فصاحت کو ضعف نے
اب وہ بلائینگے بھی تو جایا نہ جائے گا

آج مقتل مین یہ اغیار نے جاکر دیکھا
لوٹتے آپکے قدمونپر مرا سر دیکھا

ہم نے دَیر اور کلیسا کو نہ جاکر دیکھا
کب ترے گھر کے سوا اور کوئی گھر دیکھا

تیرے بیتاب کو رونے مین ہنسی آ ہی گئی
ابر مین برق کو تھم تھم کے جو مضطر دیکھا

صحبت پیر مغان کا ہے یہ فیض ادنیٰ سا
مُغبچو پڑھ لیا ہم نے خط ساغر دیکھا

واہ اے نرگس جادوے صنم کیا کہنا
نہ ترے دور مین آباد کوئی گھر دیکھا

آپ ہی غیر سے پہلے کیا اقرار وصال
مجھسے پھر کہنے لگے اس کا مقدر دیکھا

دیکھے اے ترک مرے ذبح مین تاخیر جو کی
میان سے آپ ہی اُگلا ترا خنجر دیکھا

آسیا کہتی ہے گو غیر کے قبضہ مین تھا
منھ تلک آہی گیا رزق مقدر دیکھا

آسمان سے ہوئین نازل جو مرے گھر مین رہین
نہ بلاؤن نے کبھی اور کوئی گھر دیکھا

آپ رونے لگا روتے مجھے دیکھا جس نے
خود ہی مضطر ہوا جسنے مجھے مضطر دیکھا

تاب ہم لا نہ سکے ایک نظر دیکھنے کی
دیر تک آپ کو آئینہ نے کیونکر دیکھا

چپکے منھ ڈھانکے ہوئے پڑ رہے تربت مین ہم
ہاے کچھ بھی نہ اندھیرے مین بنا گھر دیکھا

ہوے اسوقت کرامات مغان کے قائل
ہم نے جب شیشہ مین اُترا ہوا ساغر دیکھا

کچھ ستارے جو پڑے رہ گئے اُس افشان کے
چرخ نے جھک کے زمین پر مرا بستر دیکھا

رؤسا گذرے فصاحت کی نظر سے صدہا
پر کوئی خلق مین فاخر کا نہ ہمسر دیکھا

ہوگا تو حشر مین عاجز بت پُرفن کیسا
ہاتھ مین ہوگا گریبان ترا دامن کیسا

دوستو میری خوشی کی ہوئی ہے اُسکو خبر
دیکھ آو کہ ہے رنگ رخِ دشمن کیسا

خندہ کرتا ہے لب چاک گریبان جبیر
یہ رفوگر نے کیا بخیۂ دامن کیسا

اس کو للہ سمجھ بوجھ کے توڑا ے گلچین
جان بُلبُل کی ہے غنچۂ دل گلشن کیسا

زیست مین رہنے کو تو تنگ مکان پایا ہے
دیکھئے بعد فنا ملتا ہے مدفن کیسا

جلتے ہین شعلۂ فریاد عشا دل کے چراغ
ہوا روشن شب تاریک مین گلشن کیسا

خونچکان وحشیون کے آبلۂ پا جو ہوئے
لالہ و گل سے بھرا دشت کا دامن کیسا

بھول بھی ہنسنے کو آئے نہ مری تربت پر
شمع کا اشک بہانا سر مدفن کیسا

غنچے پیمانے ہین گل جام ہین شیشے ہین سرو
سیر کر لیتے ہین میخانہ مین گلشن کیسا

شمع بھی مجھ کو جلاتی ہے بھلا اور تو اور
روتی ہے جا کے سر تربت دشمن کیسا

ایجنون دشت مین کانٹون کے اُلجھنے کا ہی خوف
اُڑ کے لپٹا ہے گریبان سے دامن کیسا

مرے ہم زار تو کرتا ہے صلاح ایک سے ایک
بہر تربت ہے بھلا مور کا روزن کیسا

نہ دِکھا زور تجھے مان گئے اسے پیری
جھک گئی اب تو کمر بھی خم گردن کیسا

نیکیان کین جو فصاحت نے بدی کے بدلے
دل مین کچھ سوچ کے نادم ہوا دشمن کیسا

باغ مین ساتھ ابر کے ساقی شتاب آیا تو کیا
ہاتھ مین شیشہ نہ بوتل بے شراب آیا تو کیا

کچھ مزا ہوتا جو لاتا درد کو بھی اپنے ساتھ
دل مین مجھ عاشق کے خالی اضطراب آیا تو کیا

خود لپٹ کر غیر سے گلشن مین شرماے نہ آپ
دیکھکر وصل گل و بلبل حجاب آیا تو کیا

اور آنکھونمین اگر راتون کو نیند آئی تو خیر
جنمین ہے تیرا تصوّر ان مین خواب آیا تو کیا

وصل ممکن ہمکو جب بھی تھا نہ اب بھی ہی نصیب
آپ کی طفلی گئی تو کیا شباب آیا تو کیا

اُنکے خط کی ہے عبارت یا معمّا قاصدا
ہم سمجھ سکتے نہین ایسا جواب آیا تو کیا

عشق کی سرکار سے پائے جگر نے زخم و داغ
دل کے حصہ مین اگر ایک اضطراب آیا تو کیا

جنسے مطلب تھا وہ مُنھ ڈہانکے مرے لاشہ پہ آئے
اور معشوقونکا مجمع بے نقاب آیا تو کیا

شکر کرکے سو رہے کانٹون کے بستر پر فقیر
فرش مخمل پر اگر شاہون کو خواب آیا تو کیا

خط مین وہ لکھتے ہین تو بھی آ تڑپتا لوٹتا
ہم تلک تیرا دل پر اضطراب آیا تو کیا

لاکھ دل تڑپے مے و معشوق ممکن ہی نہین
مفلسی و تنگدستی مین شباب آیا تو کیا

لینگے اب نیچی نگاہون سے وہ دل عشاق کے
شوخی آنکھون سے گئی تو کیا حجاب آیا تو کیا

اُسکے دربردہ بھی دربان کی زبانی دیر مین
سو سوالونکا ہمارے اک جواب آیا تو کیا

جلوہ گاہ یار مین آنے نہ پایا ایک دن
اپنی صورت بھی بدل کر آفتاب آیا تو کیا

میرے نالے سن کے وہ سوتے یوہین تو مانتا
دل جگر کو تھام کر ہاتھون سے خواب آیا تو کیا

عاشقون کو آپ کے رہ رہ کے تڑپایا نہ تھا
دفعتاً آنا تھا تھم تھم کر شباب آیا تو کیا

چشم میگون کے اشارے سے خود آئے تو سہی
ہاتھون ہاتھ اُن تک اگر جام شراب آیا تو کیا

شوق دوڑاتا ہوا چلتا اگر تو لطف تھا
اُنکے در تک لے کے ہمکو اضطراب آیا تو کیا

ہوتے ہی صبح شب وصل آپ ہم نے جان دی
برچھیان لیکر کرن کی آفتاب آیا تو کیا

خود ہی بوسہ غیر کو دیکر نہ کچھ شرمائے تم
جاؤ بھی اب میرے کہنے سے حجاب آیا تو کیا

یُونہین نیند آئے مجھے عادت یہ کچھ اچھی نہین
آپ ہی کے مُنھ پہ مُنھ رکھکر جو خواب آیا تو کیا

اے فصاحت گھر پر آ کر آنکھ اُس نے پھیر لی
دوڑتا رستہ مین ہمراہ رکاب آیا تو کیا

کیا وصل مین ہو لطف مجھے عیش و طرب کا
دھڑکا ہے سرِ شام ہی سے آخرِ شب کا

اے شوخ ہوا صفحۂ قرطاس گلابی
تحریر کیا وصف جو رنگینیٔ لب کا

دل مین مرے اُمید بھی ہے بیم بھی یارب
یکسان ہے مجھے دھیان ترے رحم و غضب کا

سبزہ کا نمو آپ کے رخ پر نہین بیجا
آیا ہے یہ خط جوشِ جوانی کی طلب کا

فرہاد کے سر پھوڑنے کو سن کے وہ بولے
جانباز و نمین میرے یہی انجام ہے سب کا

خمخانۂ گردون کی بنا بھی نہ ہوئی تھی
اک خم ہے پرانا مرے میخانہ مین جب کا

چہرہ سے نقاب اُلٹی ہے تونے جو سرِ شام
دن ہے ترے جلوہ سے فقط نام ہے شب کا

ابرو ہین دو اس مصحفِ رخ مین جو فصاحتؔ
اک آیۂ رحمت ہے اک آیہ ہے غضب کا

مضطرب ہو پھر نہ مُردہ کشتۂ رفتار کا
قبر پر تعویذ اگر ہو نقشِ پائے یار کا

چین سے بیٹھا ہون مین در کشش کوئے یار کا
اوڑھ کر سردی مین کمّل سایۂ دیوار کا

دھوپ سے جو تھا ضرر سرسبزیِ اشجار کا
ابر اُٹھکر شامیانہ بن گیا گلزار کا

عید کی شب دیکھئے گردون پئے تیغِ ہلال
مانگتا ہے جھک کے قبضہ آپ کی تلوار کا

باغ مین ہمراہِ طاؤس آپ اٹھلا کر چلین
حال ابھی کُھل جائے گا اچھی بُری رفتار کا

درد کی تجکو دوا کرنے سے پہلے اے طبیب
پاس لازم ہے مزاجِ نازک بیمار کا

وہ تو کرتا ہے نظارہ بیخودیِ شوق مین
آپ کیون مُنھ دیکھتے ہین طالبِ دیدار کا

جب تلک جوشِ جنون مین بادیہ پیما تھے ہم
کیا مزہ دیتا تھا تلوون مین کھٹکنا خار کا

برہمن نے سب سے اچھا اک ترشوایا ہے بت
رات کو پتھر چرا کر آستانِ یار کا

رشکِ باغِ خلد سب کہتے ہین جس گلزار کو
اے فصاحتؔ مین تو بلبل ہون اُسی گلزار کا

واہ واہ اے بدزبان کیا کہنا تیرے وار کا
گھاؤ پر تیغِ زبان کے زخم ہے تلوار کا

گھر مین تیرے سہل ہے آنا مجھ ایسے زار کا
نردبان بنجائے گا سایہ تری دیوار کا

قُربِ دَر اچھا ہے آنا مجھ جگر افگار کا
ہوگا پھاہا عکس تیرے روزنِ دیوار کا

وصل کی شب وہ گجر بجنا وہ آثار سحر
وہ ہماری موت کا آنا وہ جانا یار کا

کم سنی مین ہونے قاتل گر آتا نہین
آئینہ مین تمکو بتا دون باندھنا تلوار کا

اُسنے ہنس ہنسکر کنکھیون سے دم سیر چمن
طرز دیکھا کبک کی طاؤس کی رفتار کا

سینۂ پُرداغ مجھ وحشی کا ہی گلزار اگر
ہی گمان چاک گریبان پر در گلزار کا

پھر مقر اُسوقت اُسکی آبدار ہکا ہون مین
جب نہ پانی مانگے زخمی آپ کی تلوار کا

طور پر اے دوست کیون آیا جواب اُس سے زیاد
فقرہ تو کم تھا سوال طالب دیدار کا

آزمانے آئے ہین قاتل ہم ایسے سخت جان
کس بہت ہے تیرے بازو کا کہ دم تلوار کا

شہپر جبریل پھیلے تھے زمین پر جنگ مین ۂ
اک ملک تھامے تھا بازو حیدر کرّار کا

کیون نہ وہ رنجیدہ ہون مر ناسُن کے مجھ بیتاب کا
کوئی بھی کرتا نہین غم کشتۂ سیماب کا

ہے کچھ ایسا پاس شاہ بحر کے آداب کا
مردم آبی کے سر پر شملہ ہے گرداب کا

اُس ذقن مین ہے بجا رہنا دل بیتاب کا
چاہ کے اندر ٹھکانا ہوتا ہے سیماب کا

نقطۂ پرکار کے مانند مین ہون بیچ مین
گرد میرے دائرہ ہے حلقۂ احباب کا

جبکہ اُمڈا قیس کے اشکونکا دریا نجد مین
طوق گردن مین اُسی کی پڑگیا گرداب کا

وان سے قاصد لا نہین سکتا مرے خط کا جواب
ہو بُرا اے دیدۂ گریان ترے سیلاب کا

کیا ہو یادِ روے آتشناک مین دل کو قرار
ہے بہت مشکل ٹھہرنا آگ پر سیماب کا

سوختہ تن جب کوئی مجھسا نہایا بحر مین
شعلۂ جوالہ حلقہ بنگیا گرداب کا

وعظ سُننے جب گئے مسجد مین ہم سے بادہ خوار
یادِ جام آئی پیالہ دیکھ کر محراب کا

ہیو لو ںکا گچھا کہین انگور کا خوشہ کہین
ہے کسی جا باغ مین غنچہ مرے احباب کا

منتین کرتے ہین عاشق سے ترے اتنا نہ رو
خوف واندیشہ جو دہقا نونکو ہی سیلاب کا

کیون نہ روشن ہون چراغ داغ رونق کیلئے
ہے مرا قلب مکدّر مقبرہ احباب کا

ہوتی گر گویا زبانِ شعلہ تو مین پوچھتا
آگ پر آکر سبب بیتابیِ سیماب کا

عرش سے پھر آنا اور وہ جنبش زنجیر در
گرم رہنا وہ رسول اللہ کے فرش خواب کا

گرتے گرتے راہ مین سنبھلے تو وہ کہنے لگے
کیا یہان مدفن ہے میرے عاشق بیتاب کا
طاق مسجد سے جو لپٹا زاہد زار و نحیف
رند ہنسکر بول اُٹھے چلّہ ہے یہ محراب کا
فرق کچھ کچھ پھر بھی ہے چارون گو چکر ہو ایک
میرے سر کا آسمان کا چاک کا گرداب کا
ہم بڑھائین دست شوق اے عشق اجازت دے جو تو
ہے کسی کی نیم باز آنکھون مین عالم خواب کا

زیست مین تڑپا رہا ہے اے فصاحت بہر دفن
شوق صحن روضۂ شبیر کے سرداب کا

دور فلکی سے ہے جو پیوند زمین کا
افسوس لب بام مکان پر ہے مکین کا
کعبہ کا کلیسا کا یہین کا نہ وہین کا
تجکو دل وارفتہ نے رکھا نہ کہین کا
ہو وصف پرستان کا یا خلد برین کا
بول اُٹھتے ہین وہ بیچ مین ہو ذکر کہین کا
پیوند کرے عہد جوانی مین زمین کا
اللہ نہ دے عشق کسی پردہ نشین کا
آغوش مین مجھ پیر خمیدہ کے رہو تم
بڑھتا ہے شرف حلقۂ خاتم سے نگین کا
آنکھون کے پھرانے سے دم نزع ہے ایما
آئے تھے جہان سے پھر ارادہ ہو وہین کا
وہ روبرو آئینۂ رخ لائین تو دیکھون
پڑھنا ہے مجھے منظور ہے تحریر جبین کا
پتلی وہ بنا دیدۂ خورشید مین جا کر
ذرہ جو اُڑا کوچۂ جانان کی زمین کا
رونے کے عوض ہنستے ہین سب بزم عزا مین
انداز غم ایسا ہے مرے سوگ نشین کا
خط میرا ہو پہنچنے کا نہین ہے وہ کہین اور
قاصد کو پتہ مین نے بتایا ہے کہین کا
اے دل ہم اُٹھائے گئے تھے ہائے جہان سے
ترغیب کو پھر ذکر کیا تو نے وہین کا
اُس در سے جو نکلی مری میت تو ہوا غل
تم کوستے تھے جس کو یہ لاشہ ہے اُنھین کا
توقیر دل افزون ہوئی یون کاہش غم سے
جسطرح ترشنے سے بڑھے رتبہ نگین کا
خالی ہی مرے ہاتھ ہین تربت مین فرشتو
چھوڑا ہے وہان مین نے سب اسباب وہین کا
گر چاہتے ہین وہ کہ مین ہشیار رہون غش سے
مُنھ پر مرے ٹپکائین عرق اپنی جبین کا

مشہور لطافت تھا جو اُستاد فصاحت
شاگرد و برادر ہون مین اُس صدر نشین کا

نتیجہ یہ ہوا لاشہ مرا اُٹھانے کا
گیا نہ درد مہینون کسی کے شانے کا

سنایا عشق نے مژدہ کسی کے آنے کا
جب آیا وقت جہان سے ہمارے جانے کا

بڑا غضب ہوا اب اُنکو پڑ گیا چسکا
جگر مین چٹکیان لینے کا دل دُکھانے کا

سمٹ کے سارے زمانے کی بیکسی چھائے
مرا مزار ہے محتاج شامیانے کا

بڑھا کے ہاتھ قدح آفتاب کا لین رند
بلند بام ہوا اتنا شراب خانے کا

پٹک پٹک کے سر اُس در پہ کہتے ہین عاشق
یہی مقام ہے تقدیر آزمانے کا

قمر کو دیکھ کے قارون یہ شب کو کہتا تھا
لیا فلک نے یہ درہم مرے خزانے کا

شب فراق اگر آگیا کوئی جگنو
ہوا چراغ ہمارے سیاہ خانے کا

ہوئی نہ مجھ کو خوشی عید مین نہ غیر کو رنج
عجیب طرز تھا اُنکے گلے لگانے کا

حلال رزق مہیا کرے یہان انسان
حساب ہوگا وہان ایک ایک دانے کا

لگائے قصۂ مجنون مین قصہ خوان سے کہو
کسی کے سُننے کو ٹکڑا مرے فسانے کا

جگر پہ غیر کے رکھے ہین پیار سے وہ ہاتھ
طریقہ ہے یہ نیا میرے دل دُکھانے کا

مرا مزار نہ ممنون چار دن بھی رہا
اگر کا شمع کا چادر کا شامیانے کا

چمن مین پھول جو لائے کا باغبان رکھدے
چراغ شب کو ہو بُلبُل کے آشیانے کا

رقیب تفرقہ انداز اُنکو خلوت مین
سکھا رہا ہے طریقہ مرے ستانے کا

رہے گی مجھ کو فصاحت اُسی کی پابندی
طریقہ نظم مین جو ہے مرے گھرانے کا

حسب فرمائش حضرت صاحب عالم مرزا سلیمان قدر بہادر اعلی اللہ مقامہٗ

جو مین آج وہان سرِ شام گیا لیے ساتھ صراحی و جام گیا
نہ کہین مرا ماہ تمام گیا پئے بادہ کشی سیر بام گیا
کوئی میری نگاہون سے ہے جو نہان تو ہون مائل گریہ و آہ و فغان
نہین چین جگر کو ہے دل ہے تپان مری نیند گئی آرام گیا

اُسے حسن کا نشۂ چڑھا ایسا کہ خیال مرا نہ ذرا بھی کیا
نہ جواب کسی کا اُس نے دیا مرا نامہ گیا پیغام گیا

برخاستہ ہر اک طبع ہوئی اُس مست ادا کے اُٹھتے ہی
قلقل نہ رہی وہ شیشہ کی محفل سے وہ دورِ جام گیا

لوگون کی زبان پر رہا چرچا اس عشق و محبت کا ہو بُرا
آوارہ جو مثلِ قیس ہوا آفاق سے وہ بدنام گیا

مری سمت سے کہدے یہ اس سے کوئی نہیں اچھی ہی تیری بیخبری
مرے خط کا نہ بھیجا جواب کبھی ہے رقیبون کو لکھ کے سلام گیا

جو مین پہنچا وہان تو غضب یہ ہوا مجھے در ہی پہ روکا نہ آنے دیا
نئی چھیڑ یہ کی جو مین گھر مین گیا مری ضد سے کوئی سر بام گیا

شب ہجر ہلا کے جہان کی زمین مری پُر اثر آہین فلک پہ گئین
کہ دہن سے نکل کے رکین نہ کہین مرے صبر کا مفت مین نام گیا

ہنس ہنس کے ہے قول برہمن کا زاہد بھی بتو پہ ہین شیدا
لو کفر زمانے مین پھیلا کیون شاد نہ ہون اسلام گیا

جب نیند سے بند آنکھ اُنکی ہوئی تہمت لگی اُس پر بوسے کی
بدنامی غیر کے ماتھے گئی اب سر سے مرے الزام گیا

کئی روز کے بعد جو مین آیا تو کچھ ایسا پیرِ مغان بگڑا
مری سمت سے مُنھ کو پھیر لیا جو مین آگے برائے سلام گیا

مجبور کیا ہے پیری نے قابل نہین باتین کرنے کے
دندان کے شکستہ ہونے سے سب حسن و لطف کلام گیا

کیا عاجزی و ناچاری ہے اس عہد مین گریہ وزاری ہے
ہر ایک کی ذلت و خواری ہے اعزاز گیا اکرام گیا

جب نشۂ سے کانپا ہاتھ مرا مین بزم مین رندون سے بولا

ساقی نہ کہین ہو مجھپہ خفا لیتا مرے ہاتھ سے جام گیا
ترے ظلم ہین پیر فلک بے حد مجھے غم دینے مین تجھے ہے کد
مرے دل کو نہ کیون ہو رشک و حسد کہین آج کوئی ہر شام گیا
دل لے ہی گیا ضد کرکے کوئی ہے قہر کسی کی طفلی بھی
وا ان کھیلنے کو اک چیز ملی یہان چین گیا آرام گیا
مرنے کو سنا جو فصاحت کے احباب و اعزا کہنے لگے
عزت حرمت کو اپنی لیئے دنیا سے وہ خوش انجام گیا

ایضاً

سونے کے لیے جب خلوت مین وہ مستِ مے آشام گیا
سر اپنا جھکاے شیشہ چلا کھولے ہوے آنکھ کو جام گیا
سنتے ہی مرے مرنے کی خبر انصاف سے بولا یون وہ حسین
سچ سچ پوچھو تو دنیا سے اب مہر و وفا کا نام گیا
مطلب نہ کسیکا بھی نکلا اس بت نے جواب صاف دیا
ہمراہ ہمارے نامہ کے جب غیر کا بھی پیغام گیا
پہلو مین بٹھایا اُسنے ہمین اور بات نہ پوچھی اورون کی
اُس بزم سے ہم خوش خوش آے اور غیر ہر اک ناکام گیا
نالے نہ کرین کیون آٹھ پہر اُس دل کی بدولت اُلفت مین
فرقت کے ہمیشہ رنج سہین اب چین گیا آرام گیا
اس دنیا مین آ کے فصاحت رہتی ہے ہر دم ہمکو دہشت
کہا کے طمانچہ ایک اجل کا گور مین جب بہرام گیا

محروم امیدواری حاصل مین رہ گیا	دب کر یہ دل شکنجۂ مشکل مین رہ گیا
جو دل کا حوصلہ تھا مرے دل ہین رہ گیا	آسانیون کو سوچ کے مشکل ہین رہ گیا
ٹوٹا جو نیشتر مژہ کا تیز یار کا	لذت بڑھانے میری رگِ دل مین رہ گیا

نکلا نہ اے شکار فگن تیرے خوف سے
نالہ گلوئے طائر بسمل مین رہ گیا

ضعف جنون سے سر مرا آیا جو پاؤن تک
گردن کا طوق الجھ کے سلاسل مین رہ گیا

روتے ہوؤن کو اُسنے نکلوایا مثل شمع
ہنستا ہوا چراغ ہی محفل مین رہ گیا

بیجا نہین ہے شورش بحرین خلق مین
موتی نہ کوئی دامن ساحل مین رہ گیا

کہتے ہین یون خدا سے سویدا دکھا کے بت
نقص اک ترے بناتے ہوے دل مین رہ گیا

لیلی تجھے خبر نہین اور قیس کا غبار
پردون سے جب چھپا تری محمل مین رہ گیا

دنیا مین تا بہ حشر مراقبہ مزار
اس گنبد فلک کے مقابل مین رہ گیا

سب کو نکالا تو نے مگر آیا غش جسے
ہان تھوڑی دیر وہ تری محفل مین رہ گیا

آ کر سرور تو نہ فصاحت رہا مقیم
آیا جو کوئی غم تو مرے دل مین رہ گیا

قہر ہے یون شب وصلت کا بسر ہو جانا
اُنکے وہ بیٹھے سنورنے مین سحر ہو جانا

اتفاقی مگر اک بات یہ ہے اے مری آہ
کسی پتھر سے کلیجہ پہ اثر ہو جانا

حضرت عشق کی ہے ایک کرامت یہ بھی
آپکے دل کی مرے دل کو خبر ہو جانا

یون کہا اُن سے دم رخصت اگر یاد رہے
غیر و ہمین جب اُدھر آنا تو اِدھر ہو جانا

مین اُدھر بزم مین ہون اے نگہ لطف حبیب
اُس طرف غیر ہے غصہ کی نظر ہو جانا

محفل غیر مین جاتے ہو تو اچھا جاؤ
جب پلٹنا تم اُدھر سے تو اِدھر ہو جانا

مہر کے تار شعاعی سے نہین کچھ دشوار
بخیۂ چاک گریبان سحر ہو جانا

انقلاب ایسا زمانہ کو فصاحت اب ہے
کوئی دشوار نہین عیب ہنر ہو جانا

تیرے زخمی ہونے کا لے غیر مین قائل نہ تھا
برق خندہ کوندتی تھی اُنکی تو بسمل نہ تھا

فرض اُسکو پیش کش کرنا سر محفل نہ تھا
ٹوٹا پھوٹا غیر کا دل آپ کے قابل نہ تھا

کچھ مین تڑپا ذبح ہو کر دیر تک بسمل نہ تھا
کیا مجھے پاس مزاج نازک قاتل نہ تھا

تھین زبانین سب کی لیکن رعب حسن یار سے
شمع کی صورت کوئی گویا سر محفل نہ تھا

حشر مین دعوی ہمارے خون کا جھوٹا ہوا — مکر سے ظالم ملکے یون جیسے کوئی قاتل نتھا

نجد مین چشم تصور سے جو دیکھا قیس نے — ناقہ پر لیلےٰ ہی لیلی تھی فقط محمل نتھا

کھو گیا میرا دل بے صبر تو اچھا ہوا — اور معشوقون کے لائق تھا ترے قابل نتھا

ذبح ہونے سے ہمارے کیسی سرخی بڑھ گئی — پہلے یہ رنگ زمین کوچۂ قاتل نتھا

چپکے چپکے شکر میرے لب پہ تھا ہنگام ذبح — شکوۂ بیرحمی و بیدردیِ قاتل نتھا

کیا بھری محفل مین اُسنے کہکے شرمندہ ہوے — حال درد دل ہمارا ہنسنے کے قابل نتھا

لے گئے تھے ہم ملانے کو دل پر آبلہ — وقت پر جھرمٹ حبابون کا لبِ ساحل نتھا

در سے اُٹھوا کر ہمین اُسنے یہ دربان سے کہا — تھا وہی عاشق گدا کے بھیس مین سائل نتھا

نازکی مین آج آنا میرے گھر دشوار ہے — کل مزار غیر پر جانا انھین مشکل نتھا

تھے جوانی مین ستم وہ غمزہ و انداز و ناز — میرے قاتل تھے کئی کچھ اک وہی قاتل نتھا

غیر کے ہمراہ دریا مین نہاتے تھے وہ جب — کیا مین سر پر خاک اوڑانے کو لب ساحل نتھا

بھر کے تجکو کیسۂ زر ڈالنا تھا اے سخی — لنگر اس سے بڑھ کے بہرِ کشتی ساحل نتھا

جو طلب کرتے ترے آگے بڑھا تھا اے بخیل — وہ خدا کا ہاتھ تھا گویا کفِ سائل نتھا

معرکون مین اے فصاحت شعر جب پڑھتے تھے ہم — حاسدون مین کون تیغ رشک سے بسمل نتھا

غزل دیگر در یک قافیہ

رہگذر مین تیری پامالی کے جو قابل نتھا — میری جان وہ غیر کا دل تھا ہمارا دل نتھا

آنکو عاشق کے خجل کرنے سے تھا کیا فائدہ — ہنس کے طالب تھے اُسی سے پاس جسکے دل نتھا

داور محشر جو پوچھے گا گناہون کا سبب — صاف کہدینگے کہ قابو مین ہمارے دل نتھا

روندنے مین کیون ہوئی تکلیف انکے پانؤنکو — مین تو خواہانِ علاجِ اضطرابِ دل نتھا

واہ صبر و رحم کی تقسیم ہوتی تھی جہان — تھے ہزارون دل وہان میرا تمہارا دل نتھا

حصے جب عشاق کو بانٹے گئے روز ازل — داغ کے قابل سوا میرے کسی کا دل نتھا

آتش ہجر بتان بھڑکی تھی دور از حال جب — ایک انگارہ تھا پہلو مین ہمارے دل نتھا

لیتے ہی کیون روندڈالا تم نے اپنے پانوٗنسے
کیون وہ چپ چپ تھے لگا کر داہنے پہلو پہ تیر
ہو رہے تھے منقسم جب حصۂ صبر و قرار
درد مندون کی مصیبت سنکے ہنس پڑتے ہو تم

تھا دل بے داغ میرا ایسا ویسا دل نتھا
شوق مین لپٹا ہوا شاید جگر سے دل نتھا
کیا جناب عشق لینے مین ہمارا دل نتھا
جیسا ہے بیدرد اب ایسا تمھارا دل نتھا

قلب پر گذری تھی کیا کیا اے فصاحت ہجر مین
تھا جگر پہلو مین گو لیکن شریک دل نتھا

رہی قسمت مین ہو گر غیر ہی کے ساتھ مرجانا
مرا لاشہ لئے جلدی نہ اُس در سے گذر جانا
مکان پر اپنے ہو یا میرے ہی دشمن کے گھر جانا
حمیت اور غیرت عشق کی ہم سے یہ کہتی ہے
تڑپتے ہین جدھر عشاق اُنکا نام لے لے کر
عجب کیا کوہکن سے یون زبان تیشہ کہتی ہو
یہان تو کچھ نہ میرے قتل کا انکار گام آیا
مرا تابوت جاتے راہ مین دیکھین جو وہ یارو
مناسب ہے تمھین ہم چاہنے والونکی دلجوئی
بجا کر آنکھ جو محفل مین ہو طالب اشارے سے
کرامت عشق کی یہ بھی ہے ورنہ غیر ممکن تھا

خدا کے واسطے پہلے مجھی کو دفن کر جانا
وہ چار آنسو بہا لین دوستو اتنا ٹھہر جانا
ابھی ٹھہرو جہان ہو گا تمھین مدنظر جانا
اگر دی جان رو رو کر تو کیا ہنس ہنس کے مرجانا
وہ کیون جائین بھلا ہے کیا ضرور انکو اُدھر جانا
بُری ہی کوئی خبر معشوق کی سُنگا تو مرجانا
یہان حشر شاید بن پڑے تم سے مکر جانا
نہ سمجھے کوئی یون کاندھا بدلنے کو ٹھہر جانا
بُرا ہو گا کسی حسرت زدہ کے دل کا مرجانا
سمجھ جائے وہی دل دینے والا یون مکر جانا
ہزارون حسرتون کا ایک میرے دل مین بھر جانا

ہوے اعضا فصاحت حشر کے دن شاہد عصیان
عدو وہ نکلے جن کو دوست ہم نے عمر بھر جانا

بد حواس و بیقرار و عاجز و مضطر اُٹھا
تو یہ اُس بت کو بجاے حور مانگا مین نے کب
حضرت پیر مغان کا فیض صحبت دیکھنا
مین نے کھولا بھی گریبان اور گردن بھی جھکی

آپ کے پہلو مین جو بیٹھا وہ دل کھوکر اُٹھا
مجھپہ یہ بیٹھیں خدا طوفان سر محشر اُٹھا
جب مین بیٹھا پڑھ کے معنی خط ساغر اُٹھا
تجھ کو کیا ہے فکر اُلٹ کر آستین خنجر اُٹھا

ان حسینان جہان ہین یہ وقت واپسین
بیٹھا جو ہنس ہنس کے بالین پر وہ رو رو کر اُٹھا

اے فصاحت شعر گوئی کا ہمین کیا لطف ہو
بزم عالم سے لطافت سا سخن گستر اُٹھا

اے زہے قسمت مرے مرنے کا اُنکو غم ہوا
صدقے روح اُس ہاتھ کے جس ہاتھ سے ماتم ہوا

دفن سے پہلے فشار قبر کا عالم ہوا
دیکھی میت مری ایسا ہجوم غم ہوا

لطف اُٹھے گا کیا نہ مجھے عیش و سرور خلد کا
گر وہان بھی میرے سینہ مین دل پر غم ہوا

چھیڑا سی نے کی کہ پہلو مین بٹھایا غیر کو
ہاتھ رکھکر دل پہ مین تڑپا تو کیون برہم ہوا

قلب کے ناسور سے ٹپکے جو قطرے خون کے
مندمل میرے جگر کا زخم بے مرہم ہوا

اے دل ناداں نہ کر مخفی ذرا ہم بھی سنین
وہ خوشی کیسی تھی اُن کو تجھکو جسکا غم ہوا

شب کو بینا کیون نہو بہر نگہبانی باغ
دیدۂ نرگس مین مردم قطرۂ شبنم ہوا

محمل لیلی کا پردہ پھاڑ کر رکھا گیا
پارچہ جب کوئی مجنون کے کفن مین کم ہوا

رحمت خالق نے گھیرا اے فصاحت حشر مین
باعث عفو معاصی دیدۂ پر نم ہوا

ایک تو بہر فخر مجھکو فن آبائی ملا
دوسرے یہ ہے شرف اُستاد بھی بھائی ملا

شاد ہو کر ایک سے کیون ایک سودائی ملا
سنگ قبر قیس کیا بہر جبین سائی ملا

دل نہ گھبرائیگا اپنا روشنی داغ سے
یہ چراغ اچھا پئے شبہائے تنہائی ملا

سن کے وہ جانبازی فرہاد یون کہنے لگی
ہمکو تو ابتک نہ ایسا کوئی شیدائی ملا

ان حسینون سے محبت کرکے پچھتاتے ہین ہم
کیا بجز الزام و بدنامی و رسوائی ملا

بن سنور کر گھر سے وہ نکلے تو گھبرائے بہت
پھر نے آنکو جو اپنا وہ تماشائی ملا

بعد مدت جب ملا وہ مجھکو اللہ رے غرور
محو خود بینی وہ مصروف خود آرائی ملا

واہ ری دیوانگی سمجھا سگ لیلی اُسے
نجد مین جب قیس کو آہوے صحرائی ملا

اور دیوانون کا تو کیا ذکر ہے اے مدعی ناز
قیس سے بھی تو نہ جھک کر ترا سودائی ملا

رنگ ظلم اپنا بدلتا رہتا ہے یہ ہر گھڑی
اُس تلون طبع سے کیا چرخ مینائی ملا

فضل خالق سے فلک[1] کو اے فصاحت دہر مین
رتبۂ عالی براے مسند آرائی ملا ئو

اسطرح تو پردہ کے اُدھر تھا کہ نہین تھا
ترا نو یہ ترے غیر کا سر تھا کہ نہین تھا

ہمدم مری الفت مین اثر تھا کہ نہین تھا
مہمان وہ شب بھر مرے گھر تھا کہ نہین تھا

بت اب نہین کعبہ مین مگر پہلے تو اے شیخ
اصنام سے آباد یہ گھر تھا کہ نہین تھا

پہلو مین وہ جب بیٹھے تھے خواہان مرے دیکے
اندیشۂ دزدیدہ نظر تھا کہ نہین تھا

قائل ہوے میری کشش دل کے رقیبو
رخ اسکا سر بزم اُدھر تھا کہ نہین تھا

تحقیق کرے کون کہ خوش خوش کوئی بیدرد
سنکر مرے مرنے کی خبر تھا کہ نہین تھا

تم پاس سے صبح شبِ وصلت جب اُٹھے تھے
شُنہ فق مرا ہنگام سحر تھا کہ نہین تھا

پھول آپ نے جب سوم دشمن مین اُٹھائے
تھی بوے وفا رنگ اثر تھا کہ نہین تھا

تم کہتے ہو کل غیر بہت رو تا تھا مانا
مژگان پہ کوئی لخت جگر تھا کہ نہین تھا

پائی نہ ذرا داد سخن تمنے فصاحت
محفل مین کوئی اہل ہنر تھا کہ نہین تھا

گلزار مین وہ دور مے ہوش ربا کا
وہ جو منا میخوار وہ کا اُٹھنا وہ گھٹا کا

اے عشق کدھر جاؤن دو راہے یہ کھڑا ہون
یہ سامنے بتخانہ ہے وہ گھر ہے خدا کا

پیری مین بڑھا ضعف کچھ ایسا دم رفتار
اب دوسرا بھی ہاتھ ہے محتاج عصا کا

یون سُرخی خونِ شہدا کھپ گئی اے ترک
جمتا نہین ہاتھون مین تری رنگ حنا کا

انبوہِ قیامت مین ہوے سب ہمہ تن گوش
قصہ جو چھڑا میری وفا اُنکی جفا کا

یہ بھی ہے عجب امر سمجھ مین نہین آتا
ہے جان ادا آپ کی ہو نام قضا کا

حال ان کے مریضان محبت کا نہ پوچھو
بڑھ جائے مرض لے جو کوئی نام دوا کا

عشاق کے دل کھینچتا ہے راہگذر مین
اللہ رے اثر آپ کے نقش کف پا کا

دل کو مرے پامال نہ کر او بت کافر
تجھکو کچھ ادب چاہیئے یہ گھر ہے خدا کا

توڑے گل شاداب کچھ اس طرح چمن مین
دل خون ہوا بید رو گلچین بسنیہ حنا کا

[1] فلک ایک نواب صاحب کا تخلص ہے ۱۲

ہٹ کر وہ چلے راہ مرے ساتھ یہ کہکر
سایہ نہ پڑے تجھسے گرفتار بلا کا

جھک جھک کے بہت چرخ ستمگار نے ڈھونڈھا
تختہ نہ ملا کوئی تری مشق جفا کا

بیٹھے رہین نچلے وہ مرے پاس دم نزع
یہ وقت نہین غمزۂ و شوخی و ادا کا

منصوری مین اشعار بدل سننے کو آئے
احسان ہے فصاحت مرے سر پر شعرا کا

ترے حسن رخ کو اے بت نہ کبھی زوال ہوتا
نہ نظر کسی کی لگتی اگر ایک خال ہوتا

تجھے اے رقیب محفل سے ہی جسطرح نکالا
جو وہ یون ہمین اُٹھاتے تو بڑا ملال ہوتا

سر بام اُنکے ابرو جو دکھاتے اپنا جلوہ
تو فلک پہ دو مہینے نہ عیان ہلال ہوتا

کبھی مضطرب ہے بلبل کبھی غش پہ غش ہے آتا
وہی آشیانے مین ہے جو قفس مین حال ہوتا

مرے زخم دل مین سوزش کبھی درد اور کھٹک ہے
یہ مزے کبھی نہ ملتے اگر اندمال ہوتا

سر بزم اشارے تمنے نہ کیے یہ خوب سمجھے
کہ رقیب کچھ سمجھتے ہمین کچھ خیال ہوتا

مجھے دوستو یقین ہے کہ علیل ابھی ہے دشمن
اگر اُسکو ہوتی صحت مرا غیر حال ہوتا

یہ تباہ اور ویران جو نہ ہوتا اے فصاحت
کبھی لکھنؤ مین صنایع نہ کوئی کمال ہوتا

غزل دریک قافیہ

دن کو غبار اُٹھ کے درِ بوتراب کا
غازہ بنا فلک پہ رخ آفتاب کا

واعظ نہ دیکھ غیض سے ساغر شراب کا
نظّارہ آنکھ کو ہے مضر آفتاب کا

بیکر اُچھالتے جو وہ ساغر شراب کا
کرتے شک آفتاب پرست آفتاب کا

آیا جو بدر بام فلک پر قریب شام
غصہ سے چہرہ سُرخ ہوا آفتاب کا

وہ مہر مُنھ پھرائے ہے مجھسے تو کیا عجب
اہل جہان سے رُخ ہے اُدھر آفتاب کا

صدقہ اُتارا چہرۂ پُر نورِ یار پر
گردون نے زر سے بھر کے طبق آفتاب کا

ہم بیکسون کے باغ مین ایسا گھنا ہے تاک
دیکھا نہین زمین نے مُنھہ آفتاب کا

رخ سے نقاب اُلٹ کے وہ کہتے ہین شام کو
دیکھو ہوا دوبارہ طلوع آفتاب کا

جبتک کہ بے نقاب رہا دن کو روے یار
ابر اُٹھ کے مُنھ چھپاے رہا آفتاب کا

سوزش جو داغ کی کبھی مین باٹنے لگا
بولا فلک خیال رہے آفتاب کا

اُس روے آتشین سے ملاتا مین دو گھڑی
کب ایک جا قیام رہا آفتاب کا

پکے ثمر تو بُلبُلون کی آہ گرم سے
گلشن مین نام مفت ہوا آفتاب کا

ہے میرے داغ دل سے جو منظور ہمسری
پھیرین تو مُنھ فرشتے ادھر آفتاب کا

ارضِ نجف مین نور فصاحت ہے اسقدر
ذرون مین ہے جہان کے شمار آفتاب کا

مزین خال اُن کی ابروے خمدار مین دیکھا
عجائب مورچہ کا حسن اُس تلوار مین دیکھا

ہمارے بعد جس نے مجمع اغیار مین دیکھا
حنا کا رنگ پھیکا دست ویلے یار مین دیکھا

نے عاشق پرانے عاشقو نیر لے گئے سبقت
نیا آئین ہم نے حُسن کی سرکار مین دیکھا

ہلال عید ہم نے دیکھا اغیار کی ضد سے
مُنھ اپنا یار کے آئینۂ رخسار مین دیکھا

طبیبو کیون دوا کرتے ہو صحت ہم نہ پائینگے
کسی کو بھی ہے بچتے عشق کے آزار مین دیکھا

پھرا کر مُنھ کو اپنے اُٹھ گیا بالین سے وہ عیسے
جب اُسنے دم اکھڑتے سینۂ بیمار مین دیکھا

تھے آنسو آنکھ مین لب پر تھین آہین ہاتھ تھا دلپر
نہ پوچھو کیا تمھارے ناتوان بیمار مین دیکھا

عزیزو وہ دل صدچاک مجھ کمبخت کا ہوگا
گل صدبرگ سا جو تمنے دستِ یار مین دیکھا

زبان پر جسکی آیا اے فصاحت حل ہوئی مشکل
اثر یہ نام پاک حیدر کرار مین دیکھا

ترا چہرہ بحسرت غیر ہی نے اے حسین دیکھا
تری ان دونون آنکھون کی قسم مین نے نہین دیکھا

فراق احباب کا آفت مین پھنسنا کیا نہین دیکھا
زمین پر جو دکھایا تونے اے چرخ برین دیکھا

جناب شیخ صاحب تو مسلمان بھی ہین ہندو بھی
نشان سجدہ بھی قشقہ بھی بالاے جبین دیکھا

وہ عاشق ہون کہ میرے پاس آ کر ہنس پڑین حورین
لحد مین جب کفن کا خلعت بے آستین دیکھا

فصاحت پر فرشتو یون کرو سختی نہ تربت مین
مدد کرنے کو وہ آئے امام اولین دیکھا

خوش خوشش بجاے رنج مے آشام ہوگیا
ٹوٹا خم اس طرح کہ بڑا جام ہوگیا

آکر اب آدھی رات کو تسکین نہ دو اسے
ہونا تھا دل پہ جو وہ سرشام ہوگیا

وہ عاشقون مین بیٹھے ہین پر یہ خبر نہین
دل کون ہے تپان کسے آرام ہوگیا

آیا ہون کوے یار تلک کہتے کہتے مین
اب ختم نامہ بر مرا پیغام ہوگیا

مانگی جو مین نے بھیک تو ساقی نے دی شراب
اب کاسۂ گدا یہ مرا جام ہوگیا

میرا نشان قبر مٹانا نہ تھا اُسے
کیسا ستمگرون مین وہ بدنام ہوگیا

صبح شب وصال جو اُٹھا یہ دود آہ
نور سحر سواد رخ شام ہوگیا

منت سے چلتے چلتے جو مین نے کہا تھا ہاے
قاصد کو سہو وان وہی پیغام ہوگیا

ٹھہرے پر اپنے فخر ہے حاسد تجھے عبث
میرے مقابلہ سے ترا نام ہوگیا

سوزان ہوا شروع جوانی مین داغ دل
روشن چراغ تھا نہ سرشام ہوگیا

دیکھا نہ ہم نے تجھ کو سنورتے مزاج یار
تو بھی ہمارا بگڑا ہوا کام ہوگیا

ساتھ آیا ناقہ کے سگ لیلیٰ جو نجد مین
تو قیس کے ڈرانے کو ضرغام ہوگیا

بعد امانت اب ہے فصاحت یہ جاے فخر
شل لطافت آپ کا بھی نام ہوگیا

قدرت کا تیری پیر مغان نام ہوگیا
گویا جو میکدہ مین لب جام ہوگیا

کیون اس کے غم مین چاک گریبان نہ ہو سحر
خون جبیں شہید کا شفق شام ہوگیا

ڈر سے زمین پہ پانوں نہین رکھتی عندلیب
سنبل چمن مین پھیلتے ہی دام ہوگیا

دنیا مین غافلون کو نہین اتنی بھی خبر
کس کام کو ہم آئے تھے کیا کام ہوگیا

مٹی سے ہے جو عاشق مے نوش کی بنا
چسپیدہ ان لبون سے لب جام ہوگیا

مانا بھلائیون مین نہ شہرہ ہوا مرا
اچھا برائیون مین تو اک نام ہوگیا

پہلے حباب شیشہ تھا جوے شراب مین
پھر موج نے الٹ جو دیا جام ہوگیا

شب کو ہوا سے آہ سے میری فلک پہ ماہ
گل صورت چراغ لب بام ہوگیا

رخ پر وہ زلف آئی تو جھک جھک کے چرخ بھی
محو نظارۂ سحر و شام ہوگیا

ہے حضرتِ ادیب[1] کو تم سے فصاحت اُنس
یہ میل جول باعثِ آرام ہو گیا

سیر گلشن مین ہے زخمی قلب مجھ دلگیر کا
شاخ گل پر ہے یہ غنچہ یا ہے پیکان تیر کا

ذوق ہے دل کو مرے تقصیر پر تقصیر کا
شوق ہے ایسا کسی کے ہاتھ سے تعذیر کا

نجد مین آیا جو مین وحشی ادب سے قیس نے
پانؤن پڑ کر لے لیا بوسہ مری زنجیر کا

میرا اور انکا مرقع کھینچ اے بہزاد یون
اُن کے چہرے کی طرف رخ ہو مری تصویر کا

ہے یہ ایما اُس کی چشم فتنہ گر کا عاشقو
کیا مری گردش کے آگے دورِ چرخ پیر کا

کھینچتا ہے اپنی جانب دل جگر اپنی طرف
کش مکش مین پڑ گیا پیکان کس کے تیر کا

عمر ہوتی ہے بسر میری امید و یاس مین
حال کچھ کھلتا نہین ابھی بری تقدیر کا

کوچہ جانان مین شاید یون رسائی ہو تو ہو
ہاتھ تھامے جاؤن نابینا کسی رہگیر کا

اپنی گردن مین اُسے پہنے تبرک جان کر
قیس کے ہاتھ آئے گر حلقہ مری زنجیر کا

اے فصاحت کیون ہوا اسکا تصور ہر گھڑی
کھنچ گیا ہے دل پہ نقشہ روضۂ شبیر کا

روے احمد کو جو مین مصحفِ یزدان سمجھا
قلب کو معنیِ پوشیدۂ قرآن سمجھا

ہین حقیقت مین اُسے صاحبِ عرفان سمجھا
چار دیوارِ عناصر کو جو زندان سمجھا

جوشِ وحشت مین دمِ چاک مین دامان سمجھا
تار مین ہاتھ جیب اُلجھا تو گریبان سمجھا

چاک کرنے کو مرا ہاتھ بڑھا وحشت مین
دامنِ ابر کو مین اپنا گریبان سمجھا

دیکھکر اُس رخ رنگین پہ نمو سے خط کو
اک جہان سبزۂ نوخیز گلستان سمجھا

نکلے بیٹھے اُنھین دیکھا جو دم آرائش
آئنہ کو ادب آموزِ حسینان سمجھا

اسقدر عشق مین جینے سے تنگ آیا ہون
جان لیوا جو اُٹھا درد تو درمان سمجھا

جوشِ سودا مین نہ کچھ بار ہوا ای حداد
طوقِ آہن جو سبک تھا تو گریبان سمجھا

آج دیکھا جو اُنھین گھر سے بر آمد ہوتے
مین تو اس دل کا نکلتا ہوا ارمان سمجھا

ہاتھ اپنے ہی گریبان پہ ڈالا دمِ حشر
واہ رے ہوش مین قاتل کا گریبان سمجھا

کوئی جگنو جو چمکتا نظر آیا گھر مین
جھلملاتا مین چراغِ شبِ ہجران سمجھا

[1] ادیب تخلص ہے ایک نواب صاحب کا ۱۲

شعرا جمع ہین محفل مین کہ ہر رنگ کے پھول
اے فصاحت مین اسے رشکِ گلستان سمجھا

ہے ہر کان نیچ مین ساقی ترے مستانے کا
وہ در باغ یہ دروازہ ہے میخانے کا

یہ نتیجہ ہوا کعبہ سے ہوا آنے کا
بجھ گیا تھا جو چراغ ایک ہی بتخانے کا

قاف سے آئین بھی پریان تو مخاطب نہ ہوا
اللہ اللہ یہ مزاج آپ کے دیوانے کا

تونے فانوس کو جانا ہے گھر اپنا اے شمع
ہم تو سمجھے اسے مرقد ترے پروانے کا

آے وہ نزع مین جب بند ہوئی آنکھ مری
آتے پہلے ہی سے یہ وقت نہ تھا آنے کا

روز کیون شیخ وبرہمن مین نہ ہو جنگ وفساد
راستہ کعبہ کا جو ہے وہی بتخانے کا

دوسرا حشر بپا اور قیامت مین ہوا
کون تھا روکنے والا ترے دیوانے کا

خضرِ دل لاکے دوراہے پہ مجھے یون بولے
دیکھو یہ کعبہ کا رستہ ہے وہ بتخانے کا

ہم نے بھر لی مۓ انگور مزے لے لے کر
پہلے منہ چوما چھلکتے ہوے پیمانے کا

جاہون تو ہاتھ بڑھاکر ابھی لون ساغر مہر
مرتفع بام ہے ایسا مرے میخانے کا

عاشقِ بیخود وارفتہ کا کیا مذہب و دین
جو ہے کمبخت نہ کعبہ کا نہ بتخانے کا

ترکِ الفت کو تو سب کہتے ہین مجھسے ناصح
مگر انداز برا ہے ترے سمجھانے کا

میکدہ ایک بنانے لبِ کوثر رضوان
لے گیا کھینچ کے نقشہ مرے میخانے کا

برہمن یاد ہے برسات مین وہ شیخ کا غل
سقفِ مسجد پہ وہ گرنا ترے بتخانے کا

آنے پاؤگے نہ تم غیر کے گھر پر جا کر
سوچ لو پھر کوئی حیلہ مرے پاس آنے کا

دفعتاً حشر کے مجمع مین وہ ہل چل پڑنا
وہ کفن پھاڑ کے آنا ترے دیوانے کا

چشمِ مخمور پہ انکی نہ دل مست آئے
لڑنا اچھا نہین پیمانے سے پیمانے کا

آرہے تھے وہ مرے گھر یہ خبر سن کے پھرے
کیا یہی وقت تھا دشمن ترے مرجانے کا

جب یگانون مین نہین انس ومحبت کچھ بھی
کیا گلا کیجے فصاحت کسی بیگانے کا

کب عاشقونکو آہِ رسانے بچا لیا
مارا تھا ان بتون نے خدانے بچا لیا

مظلومونکا قصاص لیا جاتا روزِ حشر
پر ظالمون کو عذرِ جفانے بچا لیا

آئی قضا جو وقت پر اپنی تو مر گیا
بیمار کو دوا نہ دعا نے بچا لیا

عزت بھی جان بھی رہی ایمان بھی رہا
دور بتان مین ہمکو خدا نے بچا لیا

سیری نگاہ شوق نہ کچھ کام کر سکی
انکو تو اُنکی شرم وحیا نے بچا لیا

نازل ہوئی جو وہ تو نہ یہ پاس آ سکی
کیسا قضا سے مجھکو بلا نے بچا لیا

دوزخ مین لے چلے تھے فصاحت ہمین ملک
روز جزا علیؑ کی ولا نے بچا لیا

یہ کیا تم روز کہتے ہو کہ تیرا امتحان ہوگا
یہان ہوگا وہان ہوگا کہو کچھ تو کہان ہوگا

روان جب سوے بالا سنگ بیداد بتان ہوگا
شکستہ تختۂ مشق جفاے آسمان ہوگا

زمین دیگی فشار اسکو تو شور الامان ہوگا
دہان گور مین مردہ سخنور کا زبان ہوگا

قفس تک کچھ خبر اُڑتی ہوئی گلشن سے آئی ہے
جلایا برق نے جس کو وہ میرا آشیان ہوگا

بگولا جب کوئی اُٹھے گا صحراے مدینہ سے
براے زیب وزینت تاج فرق آسمان ہوگا

بتادے آج مجھ کو گر کیا ہے وعدۂ فردا
کدھر ڈھونڈھون تجھے مین حشر کے دن تو کہان ہوگا

ملایا مین نے کیون لالے سے اپنے قلب داغی کو
یہ کیا معلوم تھا برہم مزاج باغبان ہوگا

اگر آنا اُسے ہیکر تو جا در ڈالنا یارو
مری تربت کے روزن دیکھکر وہ بدگمان ہوگا

ہمین کو کیا طلب کرنے کی حاجت ہوگی منعم سے
ہمارا حال بھی عسرت مین محتاج بیان ہوگا

منادی شہر بھر مین ہو گئی ہے دیکھئے کیا ہو
کوئی آج امتحان لے گا کسی کا امتحان ہوگا

بت کافر کیے گا ذبح جسدم مجھ مسلمان کو
لہو فریاد کرنے جانب قبلہ روان ہوگا

جوانی دیکھکر اُسکی یہ چرخ پیر کہتا ہے
نتھا پہلے نہ ہے کوئی نہ اب تجھسا جوان ہوگا

کلام سخت اگر تجھسے بھری محفل مین نکلے گا
ترا بتیس دانتو مین بُرا حال اے زبان ہوگا

نہ کیجیے ترک فن شعر ناقدری دنیا سے
ریاض اک عمر کا ہے اے فصاحت رائیگان ہوگا

کسی پر حشر کے دن قہر رب دو جہان ہوگا
جفا کارو نمین اک ہوگے تمھین یا آسمان ہوگا

ہم ایسے دل جلونکا حال محفل مین بیان ہوگا
جو شعلہ شمع کا گلگیر کے منھ مین زبان ہوگا

عزیزو بند کردو وا مرے مُردیکی آنکھونکو
حسین دیکھے گا تو کوئی نہ کوئی بدگمان ہوگا

مرے مرنے سے دونا اے ہما تو اوج پائے گا
کہ تاج اک اور تیرے سر پہ میرا استخوان ہوگا

ہمارے گم شدہ دل کو عزیزو جاکے دیکھ آؤ
پڑا ہوگا وہین پر ان کا نقش پا جہان ہوگا

پس مردن چلے گی یون نہ کشتیٔ تن مُنعم
روانی کے لیے غفلت کا پردہ بادبان ہوگا

بنین گی پٹیان زخم سر فرہاد کی اچھی
جو دامن قیس کا جوش جنون مین دھجیان ہوگا

یہ کہکر شانہ بین نے دل شکستہ کر دیا میرا
حسین قسمت سے جو تجکو ملے گا بد زبان ہوگا

ہمارے ذبح کرنے کو وہ آمادہ تو ہین لیکن
رگین گردن کی لپٹین گی تو کیا خنجر روان ہوگا

نتھا آگاہ مین اس راز سے اے دوست اب سمجھا
ملے گا اُس گھڑی تو جب فراق جسم و جان ہوگا

چڑھا کر آستین کہتا ہے ہنسکر مجھسے وہ قاتل
تمھارے صبر کا اب زیر خنجر امتحان ہوگا

منالانا یہان اے رہروان کوچۂ جانان
مرا روٹھا ہوا آفت کا مارا دل وہان ہوگا

مین دانہ ہون تو اسکو ہی مثال آسیا گردش
مجھے پھر کون پیسے گا جو ساکن آسمان ہوگا

جو کھودے گا مجھ ایسے سوختہ تن کی لحد کوئی
جلی کچھ ہڈیان دکھلائی دین گی کچھ دھوان ہوگا

اگر قسمت مین ہے تو اے فصاحت ہم بھی جائینگے
سوے مشہد جو کوئی قافلہ یہان سے روان ہوگا

ردیف باے موحدہ

نغمہ سنے جو اُس کا گلستا نمین عندلیب
منھ ڈالے اپنا گل کے گریبان مین عندلیب

آتے کبھی جو کوچۂ جانان مین عندلیب
بھولے سے پھر نہ جائے گلستا نمین عندلیب

روندے گئے ہین پاؤنسے وہ گل ہزار حیف
رکھتی تھی جنکو دامن مژگا نمین عندلیب

دونو نکی عمر نالہ و شیون مین کٹ گئی
انسا نمین ایک مین ہون تو حیوا نمین عندلیب

نالہ کُنان ہے رونے مین دل میرا اسطرح
جیسے کہ نغمہ سنج ہو بارا نمین عندلیب

اے بادشاہ حسن ہما ہو یہ ہے اثر
آئے جو تیرے سایۂ ایوا نمین عندلیب

تک تک سے اُسکی یار کو ہوتا ہے دردسر
صیاد غل کرے نہ گلستا نمین عندلیب

گلچین کا ظلم ہو نہ ہو صیاد کا ستم
اس آرزو مین گل ہین اسی ارمانمین عندلیب

عاشق کی روح بعد فنا اشتیاق سے
آئے گی بن کے کوچۂ جانان مین عندلیب

دل نالہ کش ہے مصحفِ رخ کے خیال مین
مصروف ہے تلاوت قرآن مین عندلیب

خون روئین میرے آبلۂ پا تو ہو بہار
گلشن کو چھوڑے آئے بیابان مین عندلیب

ہر ایک جا یہ عشق دکھاتا نیا ہے رنگ
پروانہ انجمن مین گلستان مین عندلیب

گلشن مین مانگنے گا اگر زیورِ گُل آپ
گوندھے گی پھول تار رگ جان مین عندلیب

آراستہ جو ہے تنِ انسان مثال باغ
دل اسطرح ہے جیسے گلستان مین عندلیب

صیاد نے دکھایا نہ بھر اک نظر چمن
آخر کو مر گئی اسی ارمان مین عندلیب

سودائے عشق باغ مین جکڑی رہے نہ کیون
زنجیر دودِ سنبل پیچان مین عندلیب

عاشق سے ضد ہے دیتے ہین وہ باغبان کو حکم
آنے نہ پائے میرے گلستان مین عندلیب

صیاد نغمے اُس کے فصاحت اگر سنے
صدقہ کو کیون نہ لائے گلستان مین عندلیب

پہونچیگا دم مین نالۂ آتش فشان قریب
کیا کام اِس سے دُور ہو یا آسمان قریب

کم دو کمان سے تھا شبِ معراج فاصلہ
تھے اسقدر خدا سے رسولِ زمان قریب

کیون راہ بھولتا ہے دورا ہے یہ آ کے شیخ
مسجد ہے دور پیرِ مغان کی دوکان قریب

پُرخون ہین میرے آبلۂ پا جو دشت مین
کانٹے بڑھائے دیتے ہین سوکھی زبان قریب

کہتا ہے ساربان یہ لیلے کا قیس سے
آہون کو روک آنے لگا اب دھوان قریب

اُس حور کے مکان کا ہے ایسا رفیع بام
جس سے زمین دور ہے اور آسمان قریب

کر لو یہین طواف جو دل چاہے زاہدو
کعبہ ہے دور یار کا ہے آستان قریب

فرقت مین جاگ جاگ کے ایسا ہوا ہون زار
دب جائین جو آئے بھی خواب گران قریب

اس رشک نے تو اور بھی مارا تھا قیس کو
لیلے سے مین تو دُور ہون اور ساربان قریب

تنہا سمجھ کے اور دبا لے زمین گور
میرا عزیز ہے نہ کوئی ہے یہان قریب

صیاد نے رہائی بلبل بھی کی تو کب ہائے
جب سُن لیا کہ آ گئی فصل خزان قریب

چوری گیا ہے دل مرے پہلو سے کیا کہون
بیٹھے تھے بزم مین تمھین ایجانِ جان قریب

نکلے وہ تیغ کھینچ کے عشاق جمع ہین
جاتا ہے دیکھیں کون دم امتحان قریب

نادان ہے کیا بشر جو سمجھتا ہے اسکو دور
شہ رگ سے بھی ہی خالقِ کون ومکان قریب

گرمی ہے دوپہر ہے یہین چل کے سو رہو
گھر دور ہے رقیب کا میرا مکان قریب

اہل سخن ہون جین سے گذرے گی قبر مین
ہوگی جو کوئی تربتِ اہل زبان قریب

گردش سے حیثم کی ترا ابرو سدا ہے تیز
کیونکر نہ آبدار رہی ہے فسان قریب

سمتِ مکانِ یار فصاحت چلے ہو کیون
آنے بھی تو نہ دینگے تمھین پاسبان قریب

کیا ہوا مین نے نہ باغِ دہر مین پی گر شراب
گلشن جنت مین دینگے ساقیٔ کوثر شراب

اس بہانے سے پلاتا ہون انھین لاکر شراب
مین ہون ناواقف بتا دو پیتے ہین کیونکر شراب

خم لگا دے مُنھ سے پی لین خوب جی بھرکر شراب
آج دے ساقی ہمین یے شیشہ وساغر شراب

فبکو بھی پیتا ہون مین سوتے سے اُٹھ اُٹھ کر شراب
بوتلوں مین بھر کے رکھی ہے سر بستر شراب

ساقیا غش آئے جب مجھ میکشِ بیمار کو
بدلے پانی کے چھڑک دینا مرے مُنھ پر شراب

وہ مرے گھر آئے ہین مہمان تکلف چاہیئے
شیشے بلّوری ہون مینا کار جام احمر شراب

میکشی کی محفلین کرتے ہین جب ساحل پہ وہ
دوسرا دریا رواں ہوتا ہی بہہ بہکر شراب

جھوم کر اُٹھنے سے اس کے ہم کو یہ ثابت ہوا
سوے میخانہ گھٹا بھی آتی ہے پیکر شراب

واعظ مکار دن کو وعظ مین کرتا ہے منع
پردۂ شب مین پیا کرتا ہی خود چھپکر شراب

شیشے سے خم سے سبو سے دیکھ اُبلنا ساقیا
مست کیا ہے فصل گل مین جا بجا باہر شراب

رہن ہین ظرف وضو تو زاہد مفلس کے آج
کل پیے گا بیچ کر عمامہ و چادر شراب

میکشون کو آفتاب اپنا دکھاتا ہی عروج
ساقیا لانا پیالہ مین ذرا بھر کر شراب

کیون نہون مغرور و بدمست اہل دولت روز و شب
ایک تو ہے نشۂ زر پیتے ہین اُسپر شراب

جشن ہے نوروز کا سوجھی ہی مستون کو نئی
کھیلتے ہین رنگ پچکاری مین بھر بھر کر شراب

رنگ پان اُنکے گلو سے صاف سے یون ہی نمود
جیسے مینائے بلوری سے عیان احمر شراب

ہم وہ میکش ہین گزک تیار کرتے ہین اگر
بدلے روغن کے چھڑکتے ہین کبابو نپر شراب

محتسب ہے ساغرِ مے خاصیت مین آفتاب
اشک ٹپکینگے جو دیکھے گا نظر بھر کر شراب

کل جو انمین غیر مین باتین ہوئین تھین راز کی
آج سب مجھسے بیان کر دینگے وہ پیکر شراب

حجرِ معاصی ہے فصاحت کو بھی ہونجا دے وہین
یا خدا انجالی ہے سر کہ جہان جا کر شراب

جانتا تھا خوب حیدر کی عبادت آفتاب
کسطرح مغرب سے پھر کرتا نہ رجعت آفتاب

کیا دکھاتا ہے مجھے اپنی حرارت آفتاب
قرض لے لے میرے داغ دل سے حدت آفتاب

مانگتا ہے کھیل مین تم سے اجازت آفتاب
گنجفہ مین ملنے کی رکھتا ہے حسرت آفتاب

روے نورانی حیدر کی جو پھیلی ہے ضیا
سمجھے ہم طالع ہوا ہے زیرِ تربت آفتاب

بھاگتا ہے سایہ مجھ دیوانے کا انسان تو کیا
گرم ایسلیے ہے میانِ دشتِ وحشت آفتاب

ساغرِ مے کو نہ گھورا ے محتسب پچھتائے گا
دیکھ ہوتا ہے مضر بہرِ بصارت آفتاب

بیٹھے ہین موسم سرما مین وہ بالاے بام
دیکھتے ہین آنکھو ہم تیری بدولت آفتاب

چاند کو رخ کے مقابل دیکھکر کہتے ہین وہ
شب کو آیا ہے بدل کر اپنی صورت آفتاب

چہرۂ نورانیٔ محبوب سے کیا دین مثال
نار سے کی ہے خدا نے تیری خلقت آفتاب

جام مے سے گرم سرما مین ہین عریان آپکے
ہر طرف کرتا ہے سردی کی شکایت آفتاب

رات کو کسب ضیا کرتا ہے اس عارض سے ماہ
دن کو زر افشان ہی اس رخ کی بدولت آفتاب

حشر کو فریاد کرنے جب گنہگار آئینگے
ہو گا پوشیدہ میان ابر رحمت آفتاب

ہوش مجھ عاصی کو محشر مین سر و پا کا نہین
قہر تانے کی زمین سر پر قیامت آفتاب

دودِ آہ قیس اگر سایہ نہ کرتا نجد مین
اور کر دیتا سیہ لیلی کی رنگت آفتاب

کہتے ہین طول شب فرقت سے گھبرا کر یہ ہم
ہو گا طالع شاید اب روزِ قیامت آفتاب

روز و شب روے علی سے نور کا سائل ہی چرخ
صورت کاسہ قمر ہے دست حاجت آفتاب

اُن کے پرتو سے نہ کیون مہتاب ہون مشہور مین
اے فصاحت شاعری مین ہین لطافت آفتاب

مے پیئینگے شب کو وہ لاے ایاغ آفتاب
ماہ گرد و نیر پھرے پھر سراغ آفتاب

شعبدہ بازیٔ گردونمین کسی کو شک نہین
روز بے روغن جلاتا ہی چراغ آفتاب

میکشو اتنے بڑے خمخانۂ گردون مین واہ
ایک ہے پیمانۂ مہ اک ایاغ آفتاب

جمع کرکے آسمان بھردے جو کافور سحر
کیا عجب ہو وافع گرمیٔ داغ آفتاب

غنچے پیمانے ہین گل ہین جام شیشہ سرو ہین
دیکھ ساقی اپنے میخانے مین باغ آفتاب

آگیا نوروز شغل مے کشی کر اے جوان
لے کے دست پیر گردون سے ایاغ آفتاب

کیا ہوئی زائل فلک کی عقل پیری کے سبب
دن دہاڑے کیون جلاتا ہی چراغ آفتاب

بحث کرتا ہے مرے داغ دل محرور سے
ای فلک ہے عقل سے خالی دماغ آفتاب

ہر مہینے کیون لگاتا بھولتا ہے چرخ پیر
بدر اک بھاہا خنک ہے بہر داغ آفتاب

یون جوانی مین ہے مملو جام حسن یار کا
نور سے جیسے لبالب ہے ایاغ آفتاب

مثل برگ خشک ان آہونکی آندھی سے اڑا
اب ملے کیا خاک گردون کو سراغ آفتاب

جو ہین ادنیٰ انکو ہوتا ہی نہین اعلیٰ کا عشق
کب پتنگے پھرتے ہین گرد چراغ آفتاب

پُرتکلف سارے عالم کو ملے کیونکر طعام
مطبخ افلاک مین ہی اک اجاغ آفتاب

آسمان جھک جھک کے ہم رندون سے کہتا ہی یہ روز
جام مے دو مجکو مجھسے لو ایاغ آفتاب

دھوپ سے پتھر چٹک کر جب نکلتے ہین شرر
کیا نظر آتا ہے کوہستان مین باغ آفتاب

فصل باران مین تپاتا ہے اُسے ابر سیاہ
جمع کرکے آسمان دودِ چراغ آفتاب

اعتنا کرتے نہین چرخ چہارم پر مسیح
ہے دوا سے آجتک محروم داغ آفتاب

سیر کرتا پھرتا ہے اِس بُرج سے اُس برج مین
دیکھو دورِ چرخ گردان مین فراغ آفتاب

ساقیا چرخ دنی ہمکو سمجھتا ہے حریص
دور سے بھر کر دکھاتا ہے ایاغ آفتاب

اے فصاحت ہوتے اور افکار سے فارغ جو ہم
نظم کرتے فکر سے مضمون باغ آفتاب

نکلی اے صیاد آسانی سے جان عندلیب
کیا رگ گل باندھکر کھینچی زبانِ عندلیب

اُسکے پردے مین سُنے گل داستان عندلیب
ہو اگر قمری چمن مین ہم زبانِ عندلیب

اس کو اٹھتا ہوگا لطف داستان عندلیب
باغ مین گلچین سمجھتا ہے زبان عندلیب

کوئی بھی ان مین کسی دل پر اثر کرتا نہین
ابر کا گریہ مرا نالہ فغان عندلیب

اسقدر کیون صحن گلشن جھاڑتی ہے اے صبا
چھوڑ کچھ تنکے براے آشیان عندلیب

کی فدا جان ایک میرے طائر دل نے تو کیا
ہین تجھ ایسے گل پہ صدقے لاکھ جان عندلیب

خندۂ گل کی صدا سے مست ہین طاؤس باغ
ابتو کوئی بھی نہین سنتا فغان عندلیب

دن کو گلچین توڑ کر رکھدے اگر لالہ کا پھول
ہو وہی شب کو چراغ آشیان عندلیب

اپنے منھ کو شمع کے جلتے ہوے گل پر رکھے
باغ مین شب کو ہو مین وہ امتحان عندلیب

چاہیے ہے اتحاد اس درجہ اے فصل بہار
بوے گل کے ساتھ نکلے تن سے جان عندلیب

شور طاؤس چمن اُٹھکر اگر مانع نہ ہو
چٹکیان لے دل مین غنچہ کے فغان عندلیب

منھ سے کچھ پھوٹے جو غنچہ تو جلا کے باغ مین
پھر رہی ہے برق گرد آشیان عندلیب

شاہد گل کی چمن مین رونمائی کے لیے
اے صبا کیا کم سے کم ہے نقد جان عندلیب

ردیف باے فارسی

پھر دیکھو دن کو اس کوچہ مین جب آتی ہے دھوپ
آگ ہے ہمسے بیٹھنے والون پہ برساتی ہے دھوپ

ہمسری کی تاب اُنکے گھر مین کب لاتی ہے دھوپ
سایۂ دیوار بڑھتا ہے تو ہٹ جاتی ہے دھوپ

کوے جانان کی زمین پر روز جب آتی ہے دھوپ
آفتین اُفتادگان خاک پر ڈھاتی ہے دھوپ

سامنے اُنکے جسارت کرکے گر آتی ہے دھوپ
روے آتشناک کے پرتو سے شرماتی ہے دھوپ

یون تو وقت صبح اُٹھتے ہی نہین بالاے بام
نیند سے وہ چونکتے ہین منھ پہ جب آتی ہے دھوپ

میکشو پک پک کے انگورون مین آتا ہے مزا
تاک اچھی طرح جب گلزار مین کھاتی ہے دھوپ

اسکی حدت سے نکل سکتے نہین آئین وہ کیا
آٹھ آٹھ آنسو مجھے ہر روز رلاتی ہے دھوپ

گرم صحبت رہتی ہے مستون کی جاڑے مین وہین
بام میخانہ پہ وقت صبح جب آتی ہے دھوپ

دیتی ہے تکلیف پر تکلیف مجکو ہجر مین
روز ساتھ اپنے ہواے گرم بھی لاتی ہے دھوپ

آمد پیری ہے موے سر ترے ہون گے سفید
خواب غفلت سے ذرا چونک اب جوان آتی ہے دھوپ

دن کو فرقت مین کسی صورت نہین آتا قرار
شعلہ زا آہون سے میری اور گرماتی ہے دھوپ

دو گھڑی کے واسطے بھی خوف سے روزِ فراق
عکسِ روے آتشین ہے مزرعِ دل کو مضر

کب سیہ خانہ مین عاشق کے بھلا آتی ہے دھوپ
کشتِ دہقان خشک ہوجاتی ہے جب کھاتی ہے دھوپ

چاندنی کی طرح وان تھی اے فصاحت یہ خنک
روضۂ شبیرؑ مجکو یاد دلواتی ہے دھوپ

غیرون کے لیے کیون ہمین ناشاد کرین آپ
اگلی جو محبت تھی اُسے یاد کرین آپ

آنکھون کی ثنا مین غزل اک مین نے کہی ہے
لازم ہے کہ ہر شعر پہ دو صاد کرین آپ

ٹھوکر ہی سے کیا خاک ہو زندہ مرا مردہ
تم اپنی زبان سے بھی تو ارشاد کرین آپ

سہہ سہکے ستم ہوگئے مشاق بہت ہم
جب جانین کہ کوئی ستم ایجاد کرین آپ

ایسی پُر اثر تھین مری آہین شبِ فرقت
دل تھام لین ہاتھون سے جو پھر یاد کرین آپ

اے یار ابھی حوصلہ ہے چرخ کا باقی
وہ ظلم سے نادم ہو تو بیداد کرین آپ

اے حضرتِ دل ہوگئے کیون شیفتۂ حسن
ساتھ اپنے نہ مجکو کہین برباد کرین آپ

اسواسطے سہتا ہون مین اے یار جفائین
کچھ دن تو پس مرگ مجھے یاد کرین آپ

یہ ضبط محبت کی ہے تاکید شبِ ہجر
دم گھٹ کے بھی نکلے تو نہ فریاد کرین آپ

دامن وہ جھٹکتے ہین تو کہتی ہے مری خاک
برباد ہون خود مجکو نہ برباد کرین آپ

کم کی صفتِ حسن جو مین نے تو وہ بولے
اب ڈھونڈھ کے معشوق پریزاد کرین آپ

مقتل مین اگر پانون سے غیر آئے تو کیا فخر
مین سر کے بھل آؤن جو مجھے یاد کرین آپ

اے تو بھی اس نالۂ پُر درد سے ہو موم
دل اپنا مری ہمت سے فولاد کرین آپ

حسرت نہ یہ رہ جاے حضور آپکے دل مین
راضی ہون مین بیداد پہ بیداد کرین آپ

کیا لطف اُجاڑا اگر آباد دلون کو
ویران ہین جو دل اُنھین آباد کرین آپ

سب ان کے ستم سہہ لئے ہمنے تو یہ بولے
اب ظلم کرون وہ کہ بہت یاد کرین آپ

یان تو کمر اُگی نہین ملنے کی فصاحت
قصد اب سوے شہرِ عدم آباد کرین آپ

حسب فرمائش حضرت خداوند نعمت صاحب عالم مرزا سلیمان قدر بہادر اعلی اللہ مقامہ

ردیف تاے فوقانی

ہلو پہلے ساقی گلرو کی انجمن مین نشست
پھر اسکے بعد ہو چھوٹے پہلے چمن مین نشست

دو زانو آکے یہان بیٹھے ہر رئیس و شریف
ادب سے چاہیئے اس شاہی انجمن مین نشست

بتون کو سجدہ نہ کرنے لگین جناب شیخ
یہ روز اچھی نہین دیر و برہمن مین نشست

جھکائے سر مری بزم عزا مین وہ بیٹھین
کہ چاہیئے یونہین رنج و غم و محن مین نشست

نہ عاشقون مین تکلم کرے تو لطف ہے کیا
عبث ہے محفل معشوق بدہن مین نشست

قیام کرتے نہین ایک جا بہار مین رند
ہے زیر تاک کبھی اور کبھی چمن مین نشست

مری لحد مین فرشتے بھی دیکھنے آئے
ہر ایک لکھے ہوئے حرف کی کفن مین نشست

وہ انکی بزم مین استادہ رہتا شمعون کا
ادب کے ساتھ وہ پروانونکی لگن مین نشست

رموز شعر و سخن ہم سے سیکھ جاے حریف
رہی ہے انجمن کاملین فن مین نشست

پھیر سے جو وادی غربت مین تو خیال آیا
کبھی بہ راحت و آرام تھی وطن مین نشست

اُٹھاے سے نہین اُٹھتی نگہ وہ شرمیلی
کہان کی آئی خدا جانے اس دہن مین نشست

تڑپ گئے ترے نزدیک بیٹھنے والے
غضب ہے ترچھی نگہ کرکے بانکپن مین نشست

یہ بلبلون سے اشارہ ہے چشم نرگس کا
مقام خوف ہے صیاد کی چمن مین نشست

نہیب و رعب ہے وحشی چشم کا ایسا
غزال و شیر کی یکجا ہے اسکے بن مین نشست

دہل دہل کے وہ اور اہل بزم کا اُٹھنا
وہ تیر سے مجرموں کی حلقہ رسن مین نشست

فصاحت آنکو بعد فنا میان بہشت
خدا نصیب کرے بزم پنجتن مین نشست

پیئنگے صبح کو ہم ساغر شراب بہت
کہ شب کو خواب مین دیکھے ہین آفتاب بہت

جھکا کے گردن انسان یہ کہتی ہے پیری
کہ سر اُٹھایا تھا اُس نے دم شباب بہت

مرے نصیب کی برگشتگی پلٹ نہ سکا
دکھاے یون تو زمانے نے انقلاب بہت

پڑی جو اُس رخ روشن کی چھوٹ غسل کے وقت
بھنور کے بن گئے دریا مین آفتاب بہت

گنہ زیادہ ہین اعمال نیک کم افسوس
خدا سے حشر مین ہوگا مجھے حجاب بہت

بھری گلون کی محبت ہے دل نہ ہو مضطر
یہ شیشہ گر نہ پڑے اسمین ہے گلاب بہت

ہوئی ہے موج کی شمشیر اس لئے پیدا
نہ خود سری کرے دریا مین ہر حباب بہت

حسین زیادہ ہین دنیا مین اور عاشق چند
ہے اُلٹی بات کہ ذرے کم آفتاب بہت

جو مجھسے بحث کرے علم عشق مین مجنون
اگر سوال کرے ایک دون جواب بہت

تری طرح نہین ہول قیامت اے زاہد
کہ دیکھے مین نے پریشان ایسے خواب بہت

مرے ہین حسرت دیدار مین وہ لاغر ہین
ہمین کفن کے لیے ہے تری نقاب بہت

تمھارے کانو نہین گوہر ہماری آنکھ مین اشک
تمھین کہو کہ ہے کن موتیون مین آب بہت

عُمرائی کی ہے رقیبون نے یار سے شاید
کراندنون ہے فصاحتؔ کچھ عتاب بہت

رہو مہمان جو تم اے رشک قمر ساری رات
غیرت برج قمر ہو مرا گھر ساری رات

آج مہمان رہو یار اگر ساری رات
میرے پہلو مین نہو درد جگر ساری رات

عیش و عشرت سے ہین ہوگی بسر ساری رات
آج مہمان ہے وہ رشک قمر ساری رات

آئے بھی وہ مرے گھر تو نہ ہوا وصل نصیب
ہوئی زلفون کے بنانے مین بسر ساری رات

مجھسے شرماکے وہ کہتے ہین یہ صبح شب وصل
ایسے ہم سوئے رہی کچھ نہ خبر ساری رات

شام سے تھا جو شب ہجر کا دھڑکا [illegible]
نہ لگی آنکھ مری تا بہ سحر ساری رات

رہی اسپر بھی تو اے شمع زبان تیری دراز
سیکڑون بار ہی کاٹا گیا سر ساری رات

شب گو وعدہ پہ جو وہ غیرت خورشید آیا
صدقے ہوتا تھا مرے گھر کے قمر ساری رات

درد دل ہجر مین اٹھا ہے تو بیٹھے ہین عزیز
سانس کی آمد شد پر ہے نظر ساری رات

مین مناتا رہا ہر بات پہ بگڑا کئے وہ
آئے بھی تو رہے آمادۂ شر ساری رات

گھر سے ہر بار تڑپ کر وہ نکل آتے تھے
میری آہون نے دکھایا یہ اثر ساری رات

تا سحر ہجر مین تڑپینگے ہم اے درد جگر
شرط ہے تو بھی نہ اک لحظہ ٹھہر ساری رات

اُنکے ابرو کا تصور جو مجھے تھا شب ہجر
مثل عقرب نظر آتا تھا قمر ساری رات

مست نادار زمستان نہین ہین عریان تو کیا
بیٹھکر بھٹی پہ کردینگے بسر ساری رات

انتظار آپ کے آنے کا مجھے تھا ایسا
رہی دروازے پہ حسرت کی نظر ساری رات

ہجر مین گھر وہ ہمارا ہے مہیب و تاریک
شمع فانوس سے ٹکراتی ہی سر ساری رات

تو سہی جانشکین غیر کے گھر وہ کسی وقت
دن بھر آہونکا ہی نالونکا اثر ساری رات

روز و شب فرقت دلبر مین تڑپتا ہون مین
درد دل دن کو ہی تو درد جگر ساری رات

باغ مین حبس جو ہوتا ہے کبھی گرمی سے
پنکھے جھلتے ہین انھین برگ شجر ساری رات

اے **فصاحت** نہین پہلو مین جو ہوتا وہ یار
خاک پر لوٹ کے ہوتی ہے بسر ساری رات

ایسی اچھی ہے مرے رشک چمن کی صورت
ہے نزاکت گل نسرین و سمن کی صورت

دیکھ پائے جو ترے چاند سے مکھڑے کو چکور
کبھی دیکھے نہ مہ چرخ کہن کی صورت

شمع رو یار یہ محفل مین ہین پروانہ رقیب
کس طرح مین نہ جلون شمع لگن کی صورت

اسکی ساعد کی جو تعریف رقم کی مین نے
ہاتھ مین کلک ہوا شاخ سمن کی صورت

بلبلین کہتی ہین صیاد سے جان آجائے
اک نظر جل کے دکھلائے چمن کی صورت

ہے یقین پائینگے مشکل سے نکیرین مجھے
جسم ہے زار مرا تار کفن کی صورت

چبھے اُس گل تر کے جو گلستان مین سُنے
اڑ گئے ہوش مرے مرغ چمن کی صورت

رخ روشن پہ نہ اس ماہ کے نکلے کبھی خط
یا خدا دیکھے نہ یہ چاند گہن کی صورت

بلبلین جمع ہین یون گرد عروسان چمن
جسطرح دیکھتے ہین لوگ دولہن کی صورت

صبح کو اُس رُخ روشن کی جو لکھتا ہون ثنا
تار مسطر کے چمکتے ہین کرن کی صورت

داغ دل میرے نظر آئین اگر بلبل کو
آنکھ اٹھا کر کبھی دیکھے نہ چمن کی صورت

دلکو کیطرح سے لٹکا دل عاشق جا کر
بل جو ہے گیسوے جانان مین رسن کی صورت

تیغ قاتل نے لگا لی تو پے شکر و ثنا
زخم گویا ہین مرے تن پہ دہن کی صورت

جب مصور نے بنایا ترا نقشہ گئے ہوش
کھینچنا بھول گیا وہ بھی دہن کی صورت

میری آنکھون مین کھپی شام غریبان ایسی
نہ رہی یاد ذرا صبح وطن کی صورت

جاہتا ہے اگر انسان زمانے مین عروج
اوج بھی ہو تو جھکے چرخ کہن کی صورت

تم کو اے مانی و بہزاد میں سمجھوں کامل
کھینچو گر یار کے بیساختہ پن کی صورت

ڈوب مرنے کو جو شیدائے زنخدان آیا
ہو گیا خشک کنوان چاہ ذقن کی صورت

نیمچہ داب مین رکھوں تو نشان مجکو ملے
نہ کمر ہو کہین معدوم دہن کی صورت

پیری آتے ہی نہ رونق ہے وہ باقی نہ وہ رنگ
کیون بدل جائے نہ انسان کے تن کی صورت

اس لئے ہوتی ہے بیمار کو غربت مین یاس
دیکھئے ہو کہ نہ ہو گور و کفن کی صورت

کیون نہ عاشق ہو ہر اک بلبل روح مقتول
تیری تلوار مین جوہر ہین چمن کی صورت

عندلیبوں کا جہان شور فصاحت کل تھا
آج وان دیکھتے ہین زاغ و زغن کی صورت

کہتا ہے مجھسے ہجر کی شب یہ خیال دوست
ہوگا نہ خواب مین بھی میسر وصال دوست

اے بدر دیکھ شب کو رخ بےمثال دوست
وہ زلف و خط و ابرو و مژگان و خال دوست

گلشن مین دیکھ لین تو صنوبر کو چھوڑ کر
ہون قمریان فدائے قد نونہال دوست

غافل کر اختیار تواضع کو جھک کے مل
دشمن بھی تجھسے رکھین محبت مثال دوست

ہم عاشقون کو ساغر مے کی ہوس نہین
پیتے ہین روز جام شراب جمال دوست

دل اسنے ہم سے مانگ لیا ہم نے دیدیا
کس طرح کرتے پہلے پہل رد سوال دوست

لیتے نہیں خبر مری تم کیسے ہو حبیب
دنیا مین روز پوچھتے ہین دوست حال دوست

عاشق کے پاس آ نہین سکتی کبھی خوشی
گھیرے ہوے ہے صدمہ و رنج و ملال دوست

کیونکر غش ایک جلوے سے موسیٰ کو آگیا
عشاق دیکھتے رہے پہرون جمال دوست

میری متاع دل کو کیا غارت آپنے
رکھتا ہے احتیاط سے ہر دوست مال دوست

عاشق کی مرگ و زیست بھی اورون سے ہے جدا
مرنا فراق دوست ہے جینا وصال دوست

بعد وصال یہ بھی ادا دیکھنے کی ہے
وہ سر جھکانا شرم سے وہ انفعال دوست

شور نشور کی انھین مطلق نہین خبر
عاشق میان حشر ہین محو جمال دوست

صدہا بنائین حسرت مردہ کی تربتین
اس درجہ جمع دل مین ہے گرد ملال دوست

عشاق بات بات مین کھاتے ہین یہ قسم
گر جھوٹ بولین ہو نہ میسر وصال دوست

شیرین نہ کس طرح ہو فصاحت مرا کلام
لیتا ہون بوسہ لب شیرین مقال دوست

ردیف تاے ہندی

اس نے جب جوٹ پر لگائی چوٹ — دل بچایا جگر پہ کھائی چوٹ
اُنکے کوچہ مین گر کے اٹھ نہ سکا — میرے پانون مین ایسی آئی چوٹ
چہ بابل مین کہتے ہین یہ ملک — عشق نے ہم پہ بھی لگائی چوٹ
طائر دل ہوا نہ اُن سے شکار — کیسی بگڑی بنی بنائی چوٹ
چل گئی جبکہ اس کی تیغ نگاہ — بچ گیا غیر مین نے کھائی چوٹ
جب پڑا سایہ ہما اون پر — ناز سے بولے سر پہ آئی چوٹ
عشق مین دل مرا بچا نہ جگر — یہ ہے مجروح اُس نے کھائی چوٹ
تیغ ابروے یار سے بچ کر — خوب اے ماہ نو بچائی چوٹ
بھول جاتا ہون درد اپنا بھی — دل دکھاتی ہے جب پرائی چوٹ
پھر آیا جو شیخ پر دم وعظ — خوب دستار سے بچائی چوٹ
اس رخ صاف پر نظر کر کے — میرے پائے نگہ نے کھائی چوٹ
کیا گرا کر فقیہ اعمیٰ کو — روز کھلواتی ہے گدائی چوٹ
ہے یہ ماتم سے مطلب عشاق — عشق مین دل پہ ہمنے کھائی چوٹ
چرخ کے وار روکنے کو تھا — کہ ادھر آپ نے لگائی چوٹ
وہ نظر سے گرا کے کہتے ہین — سچ بتاؤ کہان پہ آئی چوٹ
رحم دل کون ہے سپر کی طرح — روکتی ہے سدا پرائی چوٹ

اے فصاحت نہ کیون لہو اُگلین
عشق مین ہم نے دل پہ کھائی چوٹ

جہانتک ہو سکے تو اے زبان لوٹ — ہین جو لذاتِ نعماتِ جہان لوٹ

امیدون کا مری پھولا پھلا باغ
جوانی مین نہ یون اے آسمان لوٹ

وصال یار کی لذت شب و روز
اگر قسمت مین ہے تو اے جوان لوٹ

تو اپنی شوخ و دزدیدہ نگہ سے
ارے دل کا نہ میرے کاروان لوٹ

نہین ملتی جو مے اے رندِ مفلس
بھری پیر مغان کی ہے دکان لوٹ

بضاعت تو ہمارے دل کی لے لے
متاعِ صبر کیون اے جان جان لوٹ

درِ جانان پہ پڑ رہنے دے شب کو
ہو میرے پاس جو اے پاسبان لوٹ

کہین دو چار گل بوٹے تو رہ جائین
چمن بالکل نہ اے بادِ خزان لوٹ

نچھاور آن یہ ہم کرتے ہین اے غیر
جواہر سیم و زر آ کر یہان لوٹ

چلے ہین حسن کی بازار مین ہم
متاعِ دل کی رہتی ہے جہان لوٹ

نہ بچے گا تجھ سے جو لے گا وہ گلچین
زرِ گل پہلے تو اے باغبان لوٹ

لیا ہے نقدِ دل تم نے بُری طرح
کہان لینا اجازت سے کہان لوٹ

خدا کا ہے کرم تجھ پر فصاحت
متاع و دولتِ وصلِ بتان لوٹ

ردیف ثاے مثلثہ

سر رقیبون کے کٹے ہاے اُدھر کیا باعث
کی ادھر مجھ پہ نہ قاتل نے نظر کیا باعث

روز پھڑکاتے ہین شاید مری جانب سے رقیب
تم نے چھوڑا صنم آنا مرے گھر کیا باعث

یا خدا نیند کے بدلے نہ مجھے موت آ جاے
نہین ہوتی شب فرقت جو سحر کیا باعث

بلبلین کہتی ہین کیا ہم نہ رہا ہون گے کبھی
ہاے صیاد کترتا ہے جو پر کیا باعث

جز کفن اور نہ لیجاؤ گے کچھ دنیا سے
منعمو جمع جو تم کرتے ہو زر کیا باعث

شاید اُسکا رخ روشن نظر آئے گا آج
رات کو خواب مین دیکھا ہے قمر کیا باعث

کس کے دانتون کا تصور مجھے رونے مین تھا
بنگئے اشک مرے سلک گہر کیا باعث

راز کھلتا نہین پوچھین ہم الٰہی کس سے
ان بتون کے نہ دہن ہے نہ کمر کیا باعث

کس حسین کا رخِ شفاف نظر آیا ہے
جوش حیرت کا ہی کیون آئنہ پر کیا باعث

ہے کسی کے لبِ لعلین کا تصور شاید
خون روتے ہین مرے دیدۂ تر کیا باعث

باغ مین کس شہ خوبان کی ہوئی ہے آمد
سرخ پہنے ہے قبا ہر گل تر کیا باعث

صاعقہ طور کا ہے کیا ترے چہرے کی چمک
خیرگی کرتی ہے عاشق کی نظر کیا باعث

باغ مین کونسی بلبل کا ہے ماتم اِسکو
بال کھولے ہوے ہے سنبل تر کیا باعث

آرزو کیا تجھے پابوسیٔ قاتل کی تھی
کٹ کے قدمونپہ گرا ہے مرا سر کیا باعث

رنج ہوتا ہے عدم چھٹنے کا شاید انکو
روتے ہین وقت ولادت جو بشر کیا باعث

شمع کیا شعلۂ رخ سے ہوئی اُسکے ہمسر
قطع تو کرتا ہے گلگیر جو سر کیا باعث

کیا یہ ایما ہے کہ ہم جائینگے مر کر تہِ خاک
جھکتے پیری مین ہین انسان کے جو سر کیا باعث

کس کے دانتون کا زمانہ مین ہوا ہی انھین عشق
دل مین ناسور جو رکھتے ہین گہر کیا باعث

کیا رقیبون نے فصاحت اسے بھڑکایا ہی
نہ رہی اب وہ محبت کی نظر کیا باعث

لحد کو روند کر کرتا ہی وہ بیداد کیا باعث
دیے کو بھی دباتا ہے ستم ایجاد کیا باعث

مجھے لکھنے مین آیا دھیان کس کے قد موزونکا
ہوا سرسبز خامہ صورت شمشاد کیا باعث

بوقت نزع مجکو ہچکیان آتی ہین کیون ہمدم
عدم مین دوستونکو آگیا مین یاد کیا باعث

ہوائین کیا جنون خیز آئین جو وحشی چلے صحرا
بہار آتے ہی گھر ہوتے لگے برباد کیا باعث

چمن مین آکے وہ خوش قد اکڑتا ہی تو کہتا ہے
اکیلا آج تک تھا مصرعۂ شمشاد کیا باعث

الٰہی کون سے گل کی ہے آمد آج گلشن مین
چٹک کر غنچے دیتے ہین مبارکباد کیا باعث

سنا ہی اپنے ہاتھون مین ہین پہنے دست بند اُسنے
پنہائین مجکو ہتکڑیان نہ اے جلاد کیا باعث

غزل مین میری کیا موزون ہین مضمون اُسکی آنکھونکے
کہ اک اک شعر پر ہوتے ہین دو صاد کیا باعث

پسِ مردن بھی ہے آوارگی باقی کہ لڑکون نے
ہماری خاک کی ہے کھیل مین برباد کیا باعث

قفس مین بند کر رکھے ہین میرے مشت پر ناحق
مرے پر بھی رہا کرتا نہین صیاد کیا باعث

تڑپنا میرا وقت قتل کیا دیکھا نہین جاتا
جو منھ پھیرے ہوے ہے خنجر جلاد کیا باعث

طریقہ شمع سے کیا مین نے سیکھا سوز الفت کا
کہ جل جاتا ہون پر کرتا نہین فریاد کیا باعث

فصاحت دیکھکر پریان مرے معشوق کو بولین
زیادہ حُسن مین سب سے ہے آدمزاد کیا باعث

سن اے حریص خواہش اکسیر ہے عبث
تقدیر گر نہ چاہے تو تدبیر ہے عبث

گر میرے قتل کرنے کو مانع ہے ناز کی
پھر ہاتھ مین حضور کے شمشیر ہے عبث

کہتے ہین وہ یہ فخر نہ آئے گا مجھ کو رحم
حالت تمھاری عشق مین تغیر ہے عبث

ایدل بلا کے پیچ ہین مشکل ہے چھوٹنا
مضطر میان زلف گرہ گیر ہے عبث

آنکھون سے بہکے اشک ندامت مٹائینگے
فرد گناہ ہیچ ہے تحریر ہے عبث

بیکار اپنی خاک سے بنتی ہے گرد باد
جب مر گئے تو گردش تقدیر ہے عبث

ہم ناتوان تو ہل نہین سکتے جنون مین خود
گردن مین طوق پاؤن مین زنجیر ہے عبث

زنجیر در صدا یہی دیتی ہے غافلو
لازم ہے فکر گور یہ تعمیر ہے عبث

دم بھر کو میرے گھر پہ وہ آئے کھڑے کھڑے
اے آہ تجھ مین اتنی بھی تاثیر ہے عبث

مانی بنا سکا نہ دہان و کمر تو کیا
بے انکے کھینچنا تری تصویر ہے عبث

قسمت مین جسقدر ہے تری رزق پائیگا
نادان یہ سعی و کوشش و تدبیر ہے عبث

ابرو کی تیغ غیر کی گردن پہ بھی چلی
قاتل نہ دے جو کام تو شمشیر ہے عبث

آنے نہ دینگے غیر اُنھین میری لاش پر
تابوت کے اُٹھانے مین تاخیر ہے عبث

قاصد سے وہ پیام زبانی یہ کہتے ہین
تحریر خط عبث تھی یہ تقریر ہے عبث

شمعین زبان دراز کرین کیا مجال ہے
کیا شب کو تیری بزم مین گلگیر ہے عبث

ٹھنڈا ہوا سے اُسنے کیا اپنے صید کو
ہم پہلے جانتے تھے پر تیر ہے عبث

آ کر ملا جو تیر تو نکلا کمان سے کام
جبتک کمک جوان نہ کرے پیر ہے عبث

پیری مین قد جھکا تو ہوئی آہ کارگر
بیکار یہ کمان نہ یہ تیر ہے عبث

کھاؤ جو خاک پاک فصاحت تو ہو شفا
تم کو مرض مین خواہش اکسیر ہے عبث

ہوئین ذلتین حضرت دل کے عبث	یہ ہین عشق لیلے شمائل کے باعث

مجھے قتل ہونے کی اس سے خوشی ہے
دل اس کا بہلتا ہے بسمل کے باعث

خط سبز جانان کی الفت نے مارا
گئی جان زہر ہلاہل کے باعث

لڑے باغبان اور صیاد و گلچین
گلون کے سبب اور عنادل کے باعث

جو مین نے کہا زہر کھا لون کا اکدن
لگے پوچھنے وہ گلے مل کے باعث

تھی اس بزم مین شکوہ دلسوز میری
بسر ہو گئی شمع محفل کے باعث

نکلوا نہ عشاق نالان کو گھر سے
بہار چمن ہے عنادل کے باعث

لہو کی ہین چھینٹین پڑین قتل کر کے
ہوئے ہین وہ بدنام بسمل کے باعث

جہان سے ہم آکر لحد مین ہین سوئے
تھکے تھے ملا چین منزل کے باعث

کہان مین کہان عشق کے تھے یہ جھگڑے
پھنسا ہون فقط مین اسی دل کے باعث

فصاحت کے تن پر بہت بار تھا سر
ہوئی مشکل آسان قاتل کے باعث

ردیف جیم تازی

عاشق کو آسمان نے دیے بیشمار رنج
گر اک خوشی ہوئی تو ہوئے ہین ہزار رنج

آؤ جو تم نہ ہو دل نالان کو یار رنج
کھوتی ہے عندلیب کا فصل بہار رنج

آتی ہے نجد مین یہ صدا گور قیس سے
اک دل لگا کے ہمنے اٹھائے ہزار رنج

رحمت تری وسیع ہے گو ہین گناہ گار
کیا روز حشر کا ہمین پروردگار رنج

باد خزان ہے بلبل نالان سے کہہ رہی
اب تو کرو رہون گے تجھے لے ہزار رنج

بعد فنا زمین بھی ہوئی مثل آسمان
کیا کیا نہین دیے مجھے زیر مزار رنج

کرتا ہے مجھ سے یار تلون مزاجیان
گر دم بدم خوشی ہے تو ہین بار بار رنج

دھیان اسمین گل کا اسمین ہو صیاد کا خیال
دیتی ہے بلبلون کو خزان اور بہار رنج

کیا دوست ہر کہ ہجر مین دیتا ہو میرا ساتھ
ہین رنج پر نثار رہون مجھ پر نثار رنج

کرتے ہین آکے گریہ و زاری عزیز و دوست
ہو بچائے کس کو کس کو نہ تو نے مزار رنج

اٹھ اٹھ کے مین شراب نہ ساقی سے لے سکا — سستی بڑھا کے تو نے دیے ای خمار رنج
گلزار و ابر و بادہ و دلبر نہین نصیب — مجھ کو فقط یہی ہین زمانے مین چار رنج
صحرا مین کاوشین تر [illegible] مژگان کے ساتھ ہین — چبھ چبھ کے میرے پانؤن مین دیتے ہین خار رنج
وہ تیرہ بخت ہون کہ مرے سر پہ پھٹ پڑے — بیٹھون جو مین تو دے شجر سایہ دار رنج
تربت مین کام آئے گی حب ابو تراب — پہونچائے گا نہ تجکو فصاحت فشار رنج

کیا عجب ہو عاشق نالہ کنان کی احتیاج — گو جبۂ دلدار مین ہے پاسبان کی احتیاج
ہو گیا ہے رنگ کچھ اب کی بہار آتے ہی اور — محتسب کو بھی ہوئی پیر مغان کی احتیاج
دیکھکر اک چاند سا مکھڑا ہوا دل چاک چاک — واسطے بخیے کے ہے مجھ کو کتان کی احتیاج
کچھ صفت اس شعلہ رو کی مین بیان کرنے کو ہون — تھوڑی دیر اے شمع ہی تیری زبان کی احتیاج
ہین جو مفلس چین سے سوتے ہین ڈر انکو نہین — صاحب زر کو سدا ہے پاسبان کی احتیاج
سر کو میرے کاٹ کر کہتا ہے ہنس ہنس کر وہ ترک — تھی نہ مجھے برسون سے تیرے امتحان کی احتیاج
خاک مجنون کا بگولا ہر قدم تھا ساتھ ساتھ — ناقہ لیلیٰ کو کیا تھی ساربان کی احتیاج
دیکھ یون اک رشک یوسف کو یہ ہے مد نظر — ہے برائی سرمہ گرد کاروان کی احتیاج
اہل حیرت غیر کے قبضہ سے باہر ہین سدا — گلشن تصویر کو کیا باغبان کی احتیاج
منصب و جاگیر کی خواہش فصاحت کو نہین — ہے طواف روضۂ شاہ زمان کی احتیاج

مونس نہین جو عشق مین کوئی سوا اے رنج — آتی نہین خوشی بھی قرین بے رضاے رنج
دعوت فراق یار کی منظور دل کو ہے — دو چار دن کے واسطے مہمان آے رنج
تجھ کو شب وصال سلامت رکھے خدا — کیا کیا شب فراق کے دل سے بھلاے رنج
ہمچشم کہتے ہین کہ ہو بیمار چشم یار — کیا خوب دوستون نے بتائی دوا اے رنج
کس سے کہین فراق مین کیونکر بسر ہوئی — ہر دم لہو کے گھونٹ پیے اور کھاے رنج
مر کر صعوبتون سے جہان کی مین چھٹ گیا — یہ دوستو مقام خوشی ہے کہ جاے رنج

پائے نہ بعد مرگ سگ کوے یار نے
یہ استخوان خلق ہوے تھے برا سے رنج

گریان جو شمع ہے تو ہے خندان گُل مزار
مرنے سے میرے کوئی ہو خوش کوئی کھلے رنج

ہون تختۂ چمن جو سراپا ہین تن مین داغ
اچھی پنہائی جوشِ جنون نے قبا سے رنج

چادر نتھی جو کشتۂ غم کو ترسے نصیب
عزت بڑھی مزار پہ بھی ردا سے رنج

دیکھو تو حسن و عشق مین کیا لین دین ہے
ہم نے ہر اک حسین کو دل دے کے پاے رنج

مجھ کو تو بات بات کی ہو جاتی ہے خبر
وان تم ہنسے رقیب سے یان دل مین آے رنج

وقت فشار توڑ نہ اے قبر ہڈیان
لازم ہے میزبانو نکو مہمان نہ پاے رنج

روتی ہے شمع شام سے تا صبح بزم مین
اک رات سن لیا تھا مرا ماجرا سے رنج

ٹھوکر پڑی جو موج کی بوسے حباب بحر
دنیا مین آنکھ کھولتے ہی ہم نے پائے رنج

دل نے کیا بلا مین فصاحت کو مبتلا
ورنہ یہ پہلے تھا نہ کبھی مبتلاے رنج

نکلا جو گھر سے شام کو وہ بے نقاب آج
ہم نے سمجھے پھر طلوع ہوا آفتاب آج

اسطرح جھوم جھوم کے اُٹھے سحاب آج
واعظ کہے کہ مجھے بھی پلا دو شراب آج

کچھ کل سے بھی سوا ہے مجھے اضطراب آج
دیکھون دکھائے کیا دل خانہ خراب آج

ساقی وہ تیز و تند پلا دے شراب آج
گو پیر ہون پہ عود کر آئے شباب آج

بیٹھے ہین بزم غیر مین وہ بے نقاب آج
ہون مثل آئنہ ہمہ تن آب آب آج

چونکا وُہ دوستو دم تلقین نہ قبر مین
جاگا بہت دنون کا ہون آیا ہے خواب آج

کیا مجھسے چھپ کے غیر کے گھر رہ گئے ہین وہ
بیٹھے بٹھائے دل کو ہے کیون اضطراب آج

سورج گہن کی وجہ سے تیرہ نہین جہان
شاید پڑی ہے یار کے رخ پر نقاب آج

دریا پہ بن سنور کے چلا ہے وہ بحر حسن
دیکھے ترچھی نگہ سے نہ چشم حباب آج

وعدہ ہوا ہے آئینگے کل وہ ہمارے گھر
تڑپا لے خوب سا ہمین اے اضطراب آج

ساقی بغیر کیا کہون مقتل ہے میکدہ
خنجر کا کام کرتی ہے موج شراب آج

پھاہا جو میرے داغ جگر کا سرک گیا
بدلی مین منھ چھپائے رہا آفتاب آج

کیا کیا چھٹک چھٹک کے نکلتی ہے چاندنی — شاید وہ اپنے بام پہ ہے بے نقاب آج

اس درجہ نرم تھا مرا بستر شب وصال — جس کے خیال کرنے سے آتا ہے خواب آج

مے بھی ہے باغ بھی ہے ہوا بھی ہے ابر بھی — معشوق بھی ملے تو ہے لطف شباب آج

معکوس ہو کے کہتے ہین دریا مین سب حباب — بھولے ہین بے ثبات بھی ہے انقلاب آج

غمخانہ میکدہ ہے فصاحت بغیر یار
دکھلا رہا ہے جام بھی چشم پُر آب آج

ردیف جیم فارسی

اب ہما کا دانت ہے اے سر اسیرے غافل ہوپنچ — استخوان ہین اے سگ جانان ترے قابل ہوپنچ

ڈوبتا ہون عشق کا دریا ہے ناپیدا کنار — آشناؤ ہے بہت دشوار تا ساحل ہوپنچ

مرگیا ہے نجد مین مجنون کفن درکار ہے — اے ہوا لیلی کا لیکر پردۂ محمل ہوپنچ

بیقصور اے شمع پروانے جلایا کر نہ تو — جان لے گلگیر کی بھی ہے سر محفل ہوپنچ

پانون کہتے ہین کہ چل صحرا مین دیوانون کے ساتھ — سر مرا کہتا ہے سمت کوچۂ قاتل ہوپنچ

یار ہے پردے مین پنہان شوق ہے دیدار کا — وان نگہ تو جا نہین سکتی ہے تو اے دل ہوپنچ

شرم آتی ہے کرون کیا اہل دولت سے سوال — حرف حاجت کی ہوئی ہے تا بہ لب مشکل ہوپنچ

رخ سے وان اٹھی نقاب آنسو تھمے یان چشم سے — اے نگہ اب بیچ مین کوئی نہین حائل ہوپنچ

رخ پہ اُسکے آگیا خط سیہ چل سوے گور — اے مسافر جھٹ پٹا ہے وقت تا منزل ہوپنچ

ہے گرانباری گناہون کی اُٹھائے کیا کوئی — میرے لاشے کی ہوئی ہے گور تک مشکل ہوپنچ

قتل ہونے کا مرے محضر یہی بنجائے گا — اُڑکے اے خون گلو تا دامن قاتل ہوپنچ

وہ سر شام آئینگے گھر پر فصاحت کے ضرور
اپنی مشعل جلد لیکر اے مہ کامل ہوپنچ

ردیف حاے حطی

فرقت مین ہے یہ دیدۂ بیدار کیطرح — نیند اُڑ گئی ہی نرگس بیمار کیطرح

مضمون تازہ پھولتے پھلتے ہین بزم مین
ہم شاعرون کے کلک ہین اشجار کیطرح

سنبل ہے زلف سرو ہے قد نرگس آنکھ ہے
ملتی ہے کتنی یار سے گلزار کیطرح

بعد فنا بھی حسرت دیدار یار ہے
روزن ہون میری قبر مین دیوار کیطرح

نقدِ عمل کو اپنے قیامت مین دیکے ہم
جنت کو مول لین گے خریدار کیطرح

افشان صفحۂ جوسن سے ابرو پہ یار نے
جوہر دکھا دئے مجھے تلوار کیطرح

قم سے جلایا یار نے اٹھلا کے جان لی
گفتار کی وہ شکل یہ رفتار کیطرح

ہر دم خرید ہے حسنات و گناہ کی
دنیا بھی اک مقام ہے بازار کیطرح

اس درجہ دم بھر اتری تیر افگنی کا یار
لب خشک ہو گئے لب سوفار کیطرح

کس طرح دیکھین چشم حقیقت سے ہم تجھے
نو آسمان ہین بیچ مین دیوار کیطرح

آیا ہے یار گھاٹ پہ گرداب لے کے بحر
رکھے سر حباب پہ دستار کیطرح

لاغر جو ہون تو ڈر دم فکر سخن یہ ہے
یارے خیال مین نہ چبھون خار کیطرح

کیونکر ہو شمع شعلۂ رخ پر ترے نثار
فانوس کے حجاب ہین دیوار کیطرح

دیکھا نہین گیا جو مرا حال وقت ذبح
قاتل بھی منھ پھرائے ہے تلوار کیطرح

مجھ زار کی بغل سے اٹھا جب وہ رشک گل
دامن مین مین لپٹ کے چلا خار کیطرح

کس طرح دیکھین راہ عدم طے ہو رہرو
دفتر گنہ کے بیٹھے یہ ہین بار کیطرح

مٹی سے خلق ہو کے مین مٹی مین ملگیا
ہر پھر کے آ گیا ہین پر کار کیطرح

دندان کی یاد مین جو فصاحت سے ہین اشک
بالائی ہے آبرو درِ شہوار کیطرح کا

قید ہستی سے ہے اِس طرح تن زار مین روح
جیسے پھڑکے بدنِ مرغ گرفتار مین روح

اُن سے کہدو کہ عیادت کو تو آئین دم نزع
دم کی دم اور ہے مہمان تن بیمار مین روح

عشق صادق کو تو دیکھو کہ اسیری پر بھی
تنِ بلبل تو رہا دام مین گلزار مین روح

عکس آئینہ کو کس طرح مقابل کہون مین
ہے بڑا فرق زیادہ ہے تنِ یار مین روح

دام جوہر جو بچھا تھا دم قتل اے قاتل
پھنس گئی تن سے نکلکر تری تلوار مین روح

دل کو پایا جو نہ دنیا کے علائق سے بری
نذر کو لایا ہون یارب ترے دربار مین روح

بادہ خوار و کوئی ہم سا بھی نہ ہوگا میخوار
مر گئے بھی تو رہی خانۂ خمار مین روح

یا علیؑ لائیے تشریف کہ اب ہے دم نزع
نہ نکل جائے کہین حسرت دیدار مین روح

اے فصاحت گذرا اپنا تو نہ تا زیست ہوا
بعد مرنے کے گئی کوچۂ دلدار مین روح

آئینہ دیکھے حسن رخ یار کس طرح
اعمیٰ ہے وہ نصیب ہو دیدار کس طرح

گر مستعد بھی قتل پہ میرے ہوے تو کیا
نازک ہین وہ اٹھائینگے تلوار کس طرح

وہ سیر باغ کرتے ہین مجکو یہ فکر ہے
ہو بند چشم نرگس بیمار کس طرح

خورشید سے تو آنکھ ملانا محال ہے
دیکھینگے حشر کو رخ دلدار کس طرح

بوسہ لیا تھا مین نے تصور مین آپکا
حیران ہون سرخ ہوگئے رخسار کس طرح

زندان مین جو سر کو نہ ٹکراؤن الجھون
تبلا گراؤن پھر در و دیوار کس طرح

چلتے ہین فرش گل پہ تو کہتے ہین ناز سے
ہم طے کرین یہ وادی پُر خار کس طرح

اُن سے کوئی کہے کہ تماشا تو دیکھ لین
دم توڑتا ہے آپ کا بیمار کس طرح

نشہ مین سجدہ خشت خم مے پہ کر لیا
تو زاہد دنے بھی تو میخوار کس طرح

پہلے بہل وہ قتل کو میرے اٹھے ہین آج
واقف نہین لگائینگے تلوار کس طرح

دفتر ہے پیٹھ پر نہ بڑھے جاؤ ہم رہو
خم ہے کمر چلون مین گنہگار کس طرح

کل تک نہ جنکو تکیۂ مخمل پہ چین تھا
رکھے ہین آج خاک پہ رخسار کس طرح

کیونکر نکالون آپکے دل سے غبار مین
ہٹ جائے درمیان سے یہ دیوار کس طرح

کہتے تھے پہلے ہوتے ہین کیونکر مریض عشق
اب کیا کہین کہ ہم ہوے بیمار کس طرح

ہے عیب چیز دے کے کسی کو جو پھیر لے
دل دے کے یار سے ہون طلبگار کس طرح

بلبل قفس مین پوچھتی ہی یون چمن کا حال
پھولون کی کیا خبر ہے رہے خار کس طرح

گہہ بوے گل ہوے کبھی رنگ حنا بنے
پاس آپ کے پہونچ گئے ہم زار کس طرح

زنجیر تو پنھائی ہے حداد نے سبک
احسان کا اُٹھائینگے ہم بار کس طرح

دکھلاکے ہار پھولون کے بولا وہ رشکِ گل
آئے ہین دیکھو بندھ کے گنہگار کس طرح

کہتی ہے شمع پہلے ہی جلنے لگی زبان
لیکن حال سوزِ دل کرون اظہار کس طرح

کھلی ہوئی ہے نرگس شہلا مزار پر
نکلی ہے میری حسرت دیدار کس طرح

پوچھا فصاحت آکے کسی نے نہ بعد دفن
کہیئے کٹی لحد کی شبِ تار کس طرح

غبان سب غل مچاتے ہین عنادل کیطرح
روندو تم غنچہ نہ گلشن مین مرے دل کی طرح

غیر بیٹھے ہین اشارون مین مرا دل مانگ لو
صاحب اپنا ہاتھ پھیلاؤ نہ سائل کی طرح

ام سے ہے شمع استادہ تمھاری بزم مین
حکم دو تو یہ بھی بیٹھے اہل محفل کی طرح

سے نادان ہو سمجھتے ہو گل بازی اسے
دل یہ مجھ خستہ جگر کا ہے رکھو دل کی طرح

ان نثار ویے اجازت تیغ کا بوسہ نہ لو
دیکھو نازک ہے مزاج اسکا بھی قاتل کی طرح

ساربان جاتی ہے لیلیٰ نجد سے مضطر ہی قیس
پانون ناقہ کے بھی کسکر باندھ محمل کی طرح

عاشقو ہے اسطرح سیر گلستان کا مزا
دیکھو اک اک پھول کو پہرون عنادل کی طرح

وار اس تیغ نگہ کا دل پہ شاید پڑ گیا
آج حسرت لوٹتی پھرتی ہے بسمل کی طرح

ابر رویا ہے تو روے مثل میری آنکھ کے
برق تڑپی ہے تو پھر تڑپے مرے دل کی طرح

آیا بالین پر وہ عیسیٰ یہ طلب کرتا ہے جان
میرا مردہ ہاتھ پھیلاتے ہے سائل کی طرح

بوے آئینہ سے وہ کپڑے بدلنے کو ہین ہم
پھیرے منھ اپنا تو بھی اہل محفل کی طرح

خون بہانے کو مرا نکلا ہے صبح ہجر مہر
سرخ ہے اسکا بھی منھ غصہ سے قاتل کی طرح

چودھوین شب ہجر ساقی مین ہے مملو دوستو
جام میری عمر کا بھی ماہ کامل کی طرح

شیشہ گر جب ٹوٹتے دیکھو نکا دل دکھ جائیگا
ہائے کیون شیشہ بناتا ہے مرے دل کی طرح

جا نہین سکتا مین دیوانہ بیابان کی طرف
گرد ہین اطفال کے حلقے سلاسل کی طرح

قبر تک پہونچا ہون یاران عدم کچھ تو کہو
منزلین ہین اور سخت اس پہلی منزل کی طرح

ہوگئی شہرت کہ رشک باغ ہے کوچہ ترا
آئینگے بے اذن عاشق بھی عنادل کی طرح

سر لیئے پھرتا ہون یارو حسن کے بازار مین
کوئی بھی گاہک نہین اسکا مرے دل کی طرح

اُسکے دل سے حال ضبط ای قاتل بیدرد پوچھ
زخم کھا کر جو نہ تڑپے تیرے گھائل کی طرح

بُلبُلون کے نالۂ سوزان سے شب بھر باغ مین
سرو جلتا ہے چمن مین شمع محفل کی طرح

روح مجنون سے ہے بعد مرگ بھی لیلی کو شرم
قبر بھی پردون مین پوشیدہ ہے محمل کی طرح

اے فصاحت مانگتا ہے نور اُنکے رخ سے چرخ
مہر کا کاسہ لیے ہر روز سائل کی طرح

اُن کے در پر لاکھ تڑپے کوئی بسمل کی طرح
کب نکلتے ہین وہ گھر سے حسرت دل کی طرح

ہُون وہ عاشق فاتحہ پڑھتے ہین سب معشوق ہر
رکھ کے آنکھین میری تربت پر انامل کی طرح

تیر کا پیکان نہین اسمین تو شاید اُسمین ہو
یہ جگر بھی چاک کر کے دیکھہ لو دل کی طرح

عشق مجنون کی خبر لیلی کو تھی طفلی مین بھی
گر بنائی تھی گھروندا بھی تو محمل کی طرح

عکس اگر پورا رخ پُر نور قاتل کا پڑے
رات کو روشن سپر ہو ماہ کامل کی طرح

آج یون تڑپا ہر اک کو قتل گہہ مین لے قضا
لوٹ جائین وہ بھی ہنستے ہنستے بسمل کی طرح

شرم کا اک تھا بہانا مانگنے کو دل مرا
آپ نے ڈھانکا ہے مُنھ محجوب سائل کی طرح

حسر تو نکا ہے جو حلقہ قلب غمگین مین مرے
بیچ مین ہے داغ سوزان شمع محفل کی طرح

گھر خدا کے دونون ہین اے شیخ اسکی بحث کیا
مثل کعبہ دل ہے یا کعبہ ہے اس دل کی طرح

ہم موہم جھیل لینگے لاکھ ہو سختی ذبح
دل ہمارا ہے قوی بازوے قاتل کی طرح

باغ مین شب کو بڑھا کر شمع کیا تمنے کہا
ہین گلون کے گرد پروانے عنادل کی طرح

آیا جب ارمان مرے دلمین کوئی تو بولی یاس
تو سہی یہ بھی نہ نکلے حسرت دل کی طرح

نرگس بیمار صحت مانگتی ہے باغ مین
اس کی بھی حسرت بھری آنکھین ہین سائل کی طرح

طائر قبلہ نما کو ہے اگر دعوے بہت
گھر سے نکلے اور تڑپے تیرے بسمل کی طرح

ساقیا کیا سوچتا ہے اسکا جڑنا ہے محال
محتسب نے شیشہ توڑا ہے مرے دل کی طرح

اچھی ہے بزم آپ کی لیکن نہین ہے لاجواب
آئینہ مین بھی تو اک حلقہ ہے محفل کی طرح

وہ ہی مجکو قتل کر کے منفعل اسکو ہے غم
غیر بھی زانو پہ سر رکھے ہے قاتل کی طرح

جب جگر لیکر چلے وہ بڑھ کے پوچھا مین نے یہ
اسکو کیونکر چاک سمجھے گا کہا دل کی طرح

گو ہے چکرِ آسیا کو رزق کی خاطر مگر
در بدر تو یہ نہین پھرتی ہے سائل کی طرح

ٹوٹ کر غنچہ گرا ہے شاخ سے اے عندلیب
جھک کے آنکھونسے اٹھا پہلو مین رکھ دلکی طرح

اے فصاحت اُسنے کیون میرا جگر باقی رکھا
اُس کو بھی پامال کر ڈالے مرے دل کی طرح

مشہور گو فلک بھی ہے جلاد کی طرح
ظالم نہین پر اس ستم ایجاد کیطرح

شام دیگاہ دور بتان مین اذان کا شور
سنتا نہین کوئی مری فریاد کیطرح

محراب تیغ تیز مین پھر اپنا سر جھکائے
جب دل قوی ہو بازوے جلاد کیطرح

بے صبر جانتا ہے اگر مجھکو آسمان
اچھا ستم کرے تری بیداد کیطرح

مجنون کے پاؤن دشت نوردی مین تھے فگار
لیلےٰ کے عشق مین سر فرہاد کیطرح

زلفون کا دام ڈالکے وہ اپنے دوش پر
جاتا ہے آج باغ مین صیاد کیطرح

فرقت مین پھر سیر کہان جاؤن کیا کرون
دُنیا اُداس ہے دل ناشاد کیطرح

مظلومون کی دعاؤنکی خاطر درِ قبول
رہتا ہے وا مرے لب فریاد کیطرح

کل میرے قتل ہونے کی جو دیکھتے تھے سیر
آج اُنکو لوگ گھیرے ہین جلاد کیطرح

اللہ جسکو جوہر ذاتی عطا کرے
کھنچکر ملے نہ خنجر فولاد کیطرح

وہ عاشقون سے کہتے ہین بھولے سے میرا نام
لب پر نہ آئے شکوۂ بیداد کیطرح

اُلفت مین سر جو پھوڑین تو پائے ہو سے غسل
مردہ ہمارا میّت فرہاد کیطرح

پُر درد نالے سن کے عنادل کے باغ مین
گلچین بھی دل سنبھالے ہین صیاد کیطرح

ساقی کی انجمن ہے چمن جام مثل گل
شیشہ ہے سبز بیچ مین شمشاد کیطرح

بیتابیون سے ہجر مین کیا حاصل اے جگر
چپکا پڑا بھی رہ دل ناشاد کیطرح

اِس گنبد سپہر مین نالہ رقیب کا
ہوگا نہ تو امان مری فریاد کیطرح

کرتے ہین جان بوجھ کے وہ خون آرزو
قلب اُنکا سخت ہے دلِ جلاد کیطرح

دل لے کے عاشقون سے ترا آنکھ پھیرنا
خصلت ہے یہ بھی عادت بیداد کیطرح

کوچہ مین اُسکے کھُد نہین سکتی کسی کی قبر
شاید زمین سخت ہے فولاد کیطرح

کیون کان دھر کے سنتے ہو تم نالۂ رقیب — اس کو بھی ٹال دو مری فریاد کیطرح
منسکرده بوے مین سنے جو شیرین کہا اُنھین — کیا آپ جان دیجیے گا فرہاد کیطرح
تھا نظم اک حسین کا سراپا تو صفحہ پہ — کھینچی غزل مرقع بہزاد کیطرح
زہ اُسی درخت پہ چلتا ہے باغ مین — جو اپنا سر اُٹھاتا ہے شمشاد کیطرح
کیا صبر عندلیب ہے گھر باغبان کا بھی — اُجڑا پڑا ہے خانۂ صیاد کیطرح
ہمراہ گُل جو خشک کرے سرو کو خزان — قمری بھی تڑپے بلبل ناشاد کیطرح
ے ترک نکلی حسرت دیدار وقت قتل — پٹی نہ باندھ آنکھون پہ جلاد کیطرح
ئے جو یاد اُنکی دل سخت غیر مین — پھر ہو جدا نہ جوہر فولاد کیطرح
بس اک ہمین پہ چاہنے والو نمین ہے حضور — ہے مہربانی آپ کی بیداد کیطرح
شیرین نے دفعتاً خبر مرگ حبیب سُنی — مجروح دل ہوا سر فرہاد کیطرح
مین عندلیب اُڑا ہون جو لیکر قفس کو بھی — حیران سب اسیر ہین صیاد کیطرح
وہ نالۂ رقیب سے گھبرائین اتنا کیون — چھپکے سنا کرین مری فریاد کیطرح
پروانون مین جو شمع کے سر کو جدا کیا — گلگیر شب کو گھر گیا جلاد کیطرح
آگاہ میرے جوہر ذاتی سے ہے جہان — دعوے کمال کا نہین حسّاد کیطرح
نکا بھی قلب غیر کے ماتم مین اندنون — مغموم ہے مرے دل ناشاد کیطرح
تصویر اُنکی کھینچ کے لے گا بلائین جو — ہاتھ اُس کے کاٹے جائینگے بہزاد کیطرح
صیاد صحن باغ مین بیٹھا ہے بلبلو — پھیلائے دام سایۂ شمشاد کیطرح
قدرت یہ ہے تجھی مین کہ فرعون ساعدو — موسیٰ کی پرورش کرے اولاد کیطرح
تھی مجکو تیرے دید کی حسرت تو مر کے بھی — آنکھین کھلی رہین لب فرہاد کیطرح

کیون ہو نہ تجکو ناز فصاحت کہ ذی وقار
مشہد مین کون تھا ترے اجداد کیطرح

یہ غزل مشاعرۂ مصطفےٰ علیخان صاحب پرائیوٹ سکریٹری نوابصاحب رامپور کی ہے

شش جہت مین بانٹتا رہتا ہے یہ انوار صبح — مہر بھی گویا ہے اک داروغۂ سرکار صبح

نظم کرتا ہون مین ہنگام سحر اشعار صبح
باغبان صنع جب ہو کاشفِ اسرار صبح
رو بصحت ہو گئے آفاق مین بیمار صبح
خسرو خاور کریگا منکشف اسرار صبح
نکلے گر تفریح کو وقت سحر وہ شہسوار
رو برو آنے کا دے حکم اے سپہر حسن تو
جب نظر کی آخر شب انجم بے نور پر
شام سے مین ہجر مین بیدم ہون فوراً جی اٹھون
اے فلک تار شعاع مہر سے قدسی بنائین
وہ کسیکا پاس سے اٹھنا وہ میرا رو کنا
گر مقابل ہو کبھی صبح گلوے یار سے
شام تک روتے رہو گے ہوگا پھر ایسا اثر
بام پر وہ دیکھکر وقت سحر شرما نہ جائین
جھلملاتے دیکھی ہین تارے جو ہنگام سحر
سیکڑون کی ہے شب وصل اور یہان فرقت کی رات
میرے رنگ رخ کا ایما ہے یہ صبح شام وصل
بام پر سوتے ہوے پایا جو منھ کھولے ہوئے
کیون نہ دھمکائے عصاے کہکشان سے چرخ پیر
ہان کبھی کی وعدۂ وصلت پہ اسنے گہہ نہین
گھر سے نکلا کون سا دیوانہ ہنگام سحر
میری دود آہ کا صبح شب وصلت اثر
ہجر کی شب چاہیئے دم توڑنے کے پہلے ہی
آخر شب آسمان پر ہے یہ ایماے سہیل

کیون نہو مطلع غزل کا مطلع انوار صبح
خط ابیض کیون نہ ہوتا یا وہ گلزار صبح
جب ہوا لائی سنگھانے نکہت گلزار صبح
اس طرف رات اسطرف دن بیچ مین دیوار صبح
خاک پاے رخش ہو گلگونۂ رخسار صبح
مہر طالب ہے اجازت کا پس دیوار صبح
سمجھے ہم یہ ہین گل پژمردۂ گلزار صبح
گر کوئی کہدے کہ لے ظاہر ہوے آثار صبح
دانۂ انجم کا سبحہ بہرِ استغفار صبح
شرم سے گردن جھکانا اور وہ اقرار صبح
اے فلک موج ہوا ہو سیلی رخسار صبح
خیر ابھی ہنس ہنس کے دیکھو میرا حال زار صبح
منھ نہ رکھے آفتاب اپنا سر رخسار صبح
سمجھے ہین اہل تماشا روزن دیوار صبح
اک دعا سے میرے ہی ظاہر ہون کیون آثار صبح
مین بھی تیرے ساتھ ہون اے قافلہ سالار صبح
مہر انکو تاکنے آیا سرِ دیوار صبح
ہجر کی شب ہو جو نالان طالب دیدار صبح
ہے تلون کی دلیل اقرار شام انکار صبح
کوچون مین خاک اڑ رہی ہے بند ہین بازار صبح
دیکھ لے اے آسمان سانولا گیا رخسار صبح
توڑا اپنا آسرا اے شائق آثار صبح
منتظم ہون ہین سپے آرائش دربار صبح

خواب سے وقت طلوع اُٹھے جو وہ مُنھ دیکھنے ہو کے قائم مہر ہو آئینۂ دیوارِ صبح
جانب مشرق جو دیکھی ہے شفق پھولی ہوئی چرخ کو اُبلا ہوا خم سمجھے ہین میخوارِ صبح
گرتی میرے نالون کی ٹکر سے ہنگام سحر رو کے سقفِ کہنۂ گردون کو ہے دیوارِ صبح
کس طرح مجکو بلائین خود وہ کیونکر آسکین غیر کے گھر یاد آیا رات کو اقرارِ صبح
شام کو آئین گے وہ جاتے ہین گر وقت سحر اب نہ کرین گے گجر ہے شاہد اقرارِ صبح
بالعِ خورشید سے لے لیتے ہین ذرے تلک کیا متاعِ حسن ارزان ہے سر بازارِ صبح
پنجۂ خورشید نے بڑھکر کیا آخر کو چاک پردۂ شب مین نہان تھا جلوۂ رخسارِ صبح
ہجر کا دن مثل روز حشر ہے ہو گی نہ شام یہ لب بام فلک سے سنتے ہین گفتارِ صبح

اے فصاحت دیکھ کر خیرہ ہو چشم مہر بھی
ہے ضیائے نوابِ عالیجاہ کا دربارِ صبح

ردیف خاے معجمہ

ملے ہاتھون مین خون ہی میرا شوخ نہین مہندی کا رنگ ایسا شوخ
تجھسا کوئی حسین نہ ہو گا شوخ شوخ بھی اور انتہا کا شوخ
ساون آیا تو ان حسینون مین رنگا ہر ایک نے دوپٹا شوخ
میرے احباب کے ہنسانے کو کیون اُٹھائین مرا جنازا شوخ
چار باتین یہ اُس حسین مین ہین جمع کج ادا کج مزاج بانکا شوخ
دیکھو خورشید پر ہے چشمک زن تو تو کیا نقش پا ہے تیرا شوخ
جب لڑکپن مین یہ شرارت ہے وہ جوانی مین ہو گا کیسا شوخ
غم دشمن مین ہمنے جب چھیڑا چپ رہا مُنھ سے کچھ نہ بولا شوخ
بزم سے ہمکو اب اُٹھائینگے غیر کرتا ہے آنکھ سے اشارا شوخ
باغبان وہ ہے لالہ یہ مرا دل دیکھ ان مین ہے رنگ کسکا شوخ
مطلع رنگ رخ ہے تمھارا جیسا شوخ کب گلو نکا ہے رنگ ویسا شوخ
مین نے سمجھایا گو اُسے کئی بار میرے مطلب کی پر نہ سمجھا شوخ

اے فصاحت جہانمین ہین جو حسین
سب سے ہے شوخ تر ہمارا شوخ

مین غمزدہ ہون مجکو نہ اتنا ستائے چرخ
آہ شرر فشان سے مری جل نہ جائے چرخ

گر دیکھے کو نور رخ یار آئے چرخ
پیری مین مہر و ماہ کی عینک لگائے چرخ

تو دہ ہٹا لیا ہے جو گرد ملال کا
اپنی کمان سے تیر مجھی پر لگائے چرخ

ضایع کبھی یہ صبر نہ جائے گا دیکھنا
دُکھتے ہوے جگر کو نہ میرے دکھائے چرخ

دانتو نہین تیز ہے دم تقریر یون زبان
تیغ اصیل کو کوئی جیسے چڑھائے چرخ

تسلیم کو حضور کی ہے یہ جھکا ہوا
کہدیجیے جو آپ تو سر کو اٹھائے چرخ

یہ بہر فکر قوت بیرا اے کرے وہ ظلم
اچھا ادھر زمین اُدھر آن مانے چرخ

نیرنگی مزاج حسینان ہے کہہ رہی
ظلم اس قدر کرون کہ ستم بھول جائے چرخ

ہے کس قدر دنی کہ بدلتا نہین کبھی
تارے نہین چھپنی ہوئی ہے یہ ردائے چرخ

مر کر بھی میرا اوج نہین ہے اسے پسند
اٹھے غبار بھی تو زمین پر بٹھائے چرخ

بعد فنا زمین بھی فصاحت نہ دیگی چین
جبتک رہے گی زیست سہو گے جفائے چرخ

ردیف دال مہملہ

غلطان ہمیشہ دُر ہین سدا ہو عدن کی یاد
ناسور دلمین بنگئی دیکھو وطن کی یاد

دیوانے اور بلبلین ہین فصل گل مین قید
صحرا کا انکو دھیان ہے انکو چمن کی یاد

گر کر زمین پہ ٹوٹ گیا جام بزم مین
ثابت ہے آگئی کسی پیمان شکن کی یاد

ہے روح قبر مین کبھی دارالسلام مین
بہکاتی پھرتی ہے اُسے کیا کیا بدن کی یاد

مال جہان سے کچھ نہ ملا ہم کو جز کفن
دنیا مین کھینچ لائی ہمین پیرہن کی یاد

اے داغ دل چمک کہ اندھیرا ہو قبر مین
اب شب ہوئی تو آئی ہے شمع لگن کی یاد

برگ شجر خزا مین کھڑکنے سے یہ کھلا
کرتے ہین ہاتھ مل کے بہار چمن کی یاد

دونون کھنچین محال ہے تصویر یار مین
مانی کمر کو بھولے تو آئے دہن کی یاد

مین نے سفر کیا تو نہ ملنے کو میرے آئے
بے اعتبار زیست تمہاری ہے غافلو
ہم خوف کھائین شام غریبان سے کیا بھلا

ہے مجھ کو بے مروتی اہل وطن کی یاد
لازم ہے ہر گھڑی تمھین گور و کفن کی یاد
دل مین ہمارے آگئی صبح وطن کی یاد

گھبرا گیا ہے دل جو فصاحت کا ہند مین
آٹھون پہر ہے روضۂ شاہ زمن کی یاد

عریان تھے وہ ہم زیست مین تھے جامۂ تن گرد
ہم عاشقوں کا خون بہا ہے جو زمین پر
کس نے کہا دینے گئے کیون غیر کو مٹی
لیلی کے تجسس مین جو کی دشت نوردی
مرجاؤن جو مین زار ترے کوچہ مین آکے
صحرا مین برہنہ جو ہوا جوش جنون سے
غازہ یہ بنے چہرۂ حوران جنان کا
غربت سے پھر آئے جو ہم اللہ ری محبت
کہتی ہے یہ آراستہ ہو کر زن دنیا
لوٹے ہین عنادل جو زمین پر ارے گلچین
کیون تم نے نقاب رخ شفاف الٹ دی
کون آیا ہی صحرا مین مرے بہر شکار آج
مرتا ہی کوئی وادی غربت مین جو شب کو
نسبت دو نہ انکے در دندان کی صفا سے
کیا وادی غربت کا کہون حال مین تم سے
ہمراہ رقیبون کے نہ گلیون مین پھرا کر
قبرون مین ہوے دفن ہزارون ہی حسین آہ
کچھ اوس جو پڑ جاتی ہے گلزار مین شب کو

اب مرتے ہی غربت مین سب بنے خوب کفن گرد
گلگون ترے کوچہ کی ہے اے رشک چمن گرد
چہرے سے ذرا جھاڑیے اے مشفق من گرد
ہے قیس بگولے کی طرح سے ہمہ تن گرد
ہو گور ترا نقش کف پا تو کفن گرد
مجنون کے لئے بن گئی سینہ آہن تن گرد
تو رخ سے اگر جھاڑ دے اے مشفق من گرد
بڑھ بڑھ کے لگے جھاڑنے یاران وطن گرد
دیکھے کوئی جو بن مرے آگے ہے دلہن گرد
کیا گل نظر آئین تجھے بالکل ہے چمن گرد
اس آئنہ پر جم گئی اے سیم بدن گرد
اُٹھ اُٹھ کے چھپاتی ہے جو ہر ایک ہرن گرد
شبنم اسے دے جاتی ہی غسل اور کفن گرد
ہی آب گہر مین ملی اے اہل سخن گرد
وہ دھوپ قیامت کی وہ اسے اہل وطن گرد
میلا کیے دیتی ہے یہ شفاف بدن گرد
جو تھے ہمہ تن آئنہ وہ ہین ہمہ تن گرد
دھو لیتے ہین چہرے سے عروسان چمن گرد

غم ایسا حسین ابن علی کا ہے فصاحت
ہے جس سے زمانے کا ہر اک رنج و محن گرد

کوئی بھی جب متحمل نہ ہوا میرے بعد
کی حسینون نے کسی پر نہ جفا میرے بعد

آپ بدنام بہت ہو بیجے گا میرے بعد
نہ کسی اور سے کیجیے گا دغا میرے بعد

ہوا سجادہ نشین مین بس ہر گس مجنون
جانشین کوئی بھی میرا نہ ہوا میرے بعد

تو مری قبر کو پامال نہ کرنا ظالم
دل مین آئے جو ترے خوف خدا میرے بعد

ایک یہ میری وصیت ہی کہ تو اس گل تک
نہ پیام اور ون کے پہونچانا صبا میرے بعد

فاتحہ پڑھنے کو آئین گے سر قبر ضرور
مجکو بھولین گے نہ ارباب وفا میرے بعد

قتل کرکے مجھے پچھتایا بہت وہ ظالم
کوئی ناز اسکے اُٹھاتا نہ رہا میرے بعد

تو جہان مین شہ خوبی ہی اگر مین ہون گدا
دے گا کوئی نہ ترے در پہ صدا میرے بعد

مجکو صیاد نے چھوڑا کہ مین تھا قابل رحم
اب قفس سے کوئی ہو گا نہ رہا میرے بعد

قدر دان حسن کا اک مین ہی تو عشاق مین تھا
کوئی اُنکا نہ خریدار ہوا میرے بعد

غیر کے تلوے مین چُبھ جائیگا کانٹا بنکر
در پہ یہ آپ کا نقش کف پا میرے بعد

کوئی دیکھے گا نہین میری طرح تھام کے دل
ترچھی چتون تری اور بانکی ادا میرے بعد

اے فصاحت کبھی اخوان جہان نے افسوس
بھول کر بھی نہ مجھے یاد کیا میرے بعد

ردیف ذال معجمہ

کھولو بازو سے ابھی یہ نہین اچھا تعویذ
غیر کا لایا ہوا تم نے جو باندھا تعویذ

رو دیا فاتحہ پڑھنے کو جو آیا کوئی
پُر اثر ہے مری تربت پہ کچھ ایسا تعویذ

دیکھیے اسکا اثر مجھ پہ ہو یا تجھ پہ ہو
میرے دشمن نے ترے گھر مین جلایا تعویذ

بیچتے آج اسے بازار مین دیکھا مین نے
غیر نے تیرا طلائی جو چُرایا تعویذ

کبھی آکر نہ ملا مجھ سے وہ بجز خوبی
حُب کے لکھے ہین بہت سے لب دریا تعویذ

عاملو ہوگا نہ بیمار محبت اچھا
لاکھ تم اُسکے لیے لکھو شفا کا تعویذ

مجھسے اُلفت اُسے ہو جائے عداوت کے عوض
شانہ مین تو نے کوئی حُب کا نہ لکھا تعویذ

بولے زرگر یہ خفا ہو کے وہ ابتک تو نے
میری ہیکل ہی بنائی نہ بنایا تعویذ

یہ ضیا عقد ثریا مین بھی تو شب کو نہین
نقرئی جیسا چمکتا ہے تمھارا تعویذ

باندھا بازو پہ جو دن کو تو وہ آئے سر شام
اے فصاحت پہ اثر تھا مرا کیسا تعویذ

(ردیف راے مہملہ)

وہ جو پہلو سے سرکنے لگے برہم ہو کر
دل مرا لینے لگا کش مکش غم ہو کر

در سے پھکوائین وہ لاشا مرا برہم ہو کر
اقربا آئین جو آمادۂ ماتم ہو کر

آگے یاد مژہ اُسکی نہ رہی دم ہو کر
چھیڑتی ہے مرا دل نیشتر غم ہو کر

آپ منگواتے ہین لاتا ہون مین یوسف کی شبیہ
تیوریان اپنی بدلیے گا نہ برہم ہو کر

غم دشمن مین سنا اُس نے جو مرنا میرا
شادیانے بھی بجائے گئے ماتم ہو کر

ٹپکا گلزار مین بلبل کا جو اشک خونین
رنگ لایا عجب آلودۂ شبنم ہو کر

آرہی ہے یہ شہیدون کے مزارون سے صدا
عمر جاوید ملی ہے ہمین بے دم ہو کر

عشق مین کاہ ربا سے نہ مجھے دی سب نے مثال
جسم لاغر ہوا جب زلہ نہ ہو کم ہو کر

دردمندون کے نہ دفتر مین رہا نام اپنا
سب کی نظرون مین سبک ہم ہوے بے غم ہو کر

اور بیدادگرون مین ہوے نازان کیا خوب
آپ معروف دل آزاری عالم ہو کر

نخوت حسن کو کم کیجیے ہے عید کا دن
ہم غریبون کے گلے ملیے ذرا خم ہو کر

خود پسندی ہو تو مجمع مین حسینون کے نہ جاؤ
ہوگا ہمسر جو کوئی آؤ گے برہم ہو کر

پڑا عکس اُس رخ رنگین کا تو گلشن مین رہے
سبز پھولون پہ گلابی دُر شبنم ہو کر

اُکھڑی باتون نے تری اور بھی مارا مجھ کو
نزع کے وقت مرا اُکھڑا ہوا دم ہو کر

بھر گئے جتنے کلیجہ مین پڑے تھے ناسور
قطرۂ خون جو گرے قلب سے مرہم ہو کر

خوشخرام آیا کسی کا تو یہ بولا گلچین
باغ مین باد بہار آئی مجسّم ہو کر

فرض ہے تیری مدارا نہ مجھے اے یاد حبیب
تو بھی اب دل کا لہو پینے کو آ غم ہو کر

ہوتے اُس رخ سے خجل رات کو گلہائے چمن
رہ گئی بات تو جا در شبنم ہو کر

دور سے راہ مین دیکھا انھین غیر کے ساتھ
مجھ پہ احسان نظر نے یہ کیا گم ہو کر

نہ کر کچھ تو مرے رونے کو تو نے دیکھا
کہ ہے شاہد ترا دامان نگہہ نم ہو کر

گو کجی عیب ہے مشہور ہر اک شے کی مگر
حسن ان ابروؤن کا اور بڑھا خم ہو کر

بہر تعذیر وہ بہزاد کو بلواتے ہین
اپنے بگڑی ہوئی تصویر سے برہم ہو کر

جاکے برسات مین تڑپا دل زخمی جو مرا
گیلی مٹی بھری اس کو جبہ کی مرہم ہو کر

سوچتا ہون عوض بوسہ اُنھین اب کیا دون
بہلا سا دل نہ رہا پیش کش غم ہو کر

گھبرا گیا رحمت غفار نے مجھ عاصی کو
جب بڑھی یاس ہزار جہنم ہو کر

عکس دے گا جو جواب اسکا تو بگڑینگے حضور
آئنہ پر نہ نظر ڈالیے برہم ہو کر

دل غنچہ نہ ذرا رونے سے بلبل کے دکھا
بے اثر یہ بھی ہوا گریہ شبنم ہو کر

نہین معلوم مین کس کا ہون مریض الفت
ناز کرنے لگی بازو پہ دعا دم ہو کر

تربت عاشق ناشاد پہ چھائی ہوئی ہے
حسرت و یاس زمانہ کی فراہم ہو کر

واہ رستے ہوئے ساغر مین دیا ساقی نے
بادہ منھ تک مرے آیا تو مگر کم ہو کر

سچے دل سے کرین ہردوئی کے حکام کی مدح
اے فصاحت شعرا آج فراہم ہو کر

یہ فیصل ہو گا حق کے روبرو سچی شہادت پر
ہمارا اور اُن کا اُٹھ رہا جھگڑا قیامت پر

معاذ اللہ عدو نے یہ کمر باندھی عداوت پر
ہٹا کر پھول کانٹون کو بچھایا میری تربت پر

کوئی معشوق نازان ہے جو مجھ عاشق کی الفت پر
عدو کمبخت کو کیون رشک آئے میری قسمت پر

غضب ہے آسمان کے دور مین اہل شان و عظمت پر
لگائی جائے تہمت حضرت مریم کی عصمت پر

نہ کیون ہو عاشقی مین ہمکو افسوس اپنی حالت پر
کہ دل آیا بھی تو نا آشنا و بیمروت پر

نہ جب دو گام بھی تو چل سکا ساتھ اونکے گلشن مین
ہنسے کیا نازنینان جہان تیری نزاکت پر

تجھے اس کی خبر کچھ بھی نہین اے منعم غافل
قضا ہنستی ہے تیری عارضی اس شان و شوکت پر

کرین پامال یا ٹھوکر لگائین دیکھیے کیا ہو
لیے وہ غیر کو ساتھ آرہے ہین میری تربت پر

مین کس محبوب یکتا کا ہون عاشق جو تصدق ہین
ہزارون آرزوئین دشمنون کی میری حسرت پر

دکھاؤن کیا مین رضوان تجکو باغ کوچہ جانان
یہان آنا ترا موقوف ہے اُنکی اجازت پر

کبھی ہوگا نہ شہرہ قتل کرنے سے رقیبون کے
تری نام آوری موقوف ہی میری شہادت پر

تحمل مجھسے ہونے کا نہین احباب سے کہدو
نہ رکھین بار احسان کا مری نازک طبیعت پر

مجھے ہر دم ستانے سے تمھین کیا فائدہ ہوگا
یہ کیون شوخی یہ شوخی ہی شرارت ہی شرارت پر

یہ کی تدبیر اچھی دوستون نے اُنکے آنے کی
کیا کندہ عدو کا نام میرے سنگ تربت پر

ہمین ترغیب دیتا ہے یہی ہے قول رندونکا
کرین بادہ کشی خود اور الزام ابر رحمت پر

ارادہ دل مین وہ کرتے ہین جس کے قتل کرنے کا
تو اُسکا نام لکھ لیتے ہین انگشت شہادت پر

پھر اپنے دل مین وہ کچھ سوچکر تیوری بھی بدلینگے
ابھی تو مسکرائے میرے اظہار محبت پر

مجھے ظلمت نے گھیرا بے ہوا وہ بجھ گیا فوراً
پتنگے پھٹ پڑے اِتنے چراغ شام فرقت پر

فلک مین جا کے ہین گرداب مین جاکر ہین ایسے
جہان ہین گردشون کا خاتمہ ہے میری قسمت پر

بسر کرتا ہے عزت سے جو عمر اپنی قناعت مین
تو رشک اسیر بھی بعض اہل جہان کو ہی فصاحت پر

اُٹھا کر ہاتھ خونریزی سے آکر میری تربت پر
کسی ظالم نے توڑا اپنا خنجر میری تربت پر

صفائی سے جو آئینہ ہے پتھر میری تربت پر
تو آیا کرتی ہے روح سکندر میری تربت پر

عزیز احباب ٹکراتی ہین جب سر میری تربت پر
لگاتے ہین وہ انکی ضد سے ٹھوکر میری تربت پر

چراغ و شمع ہی پھولون کی چادر ہے نہ لنگیرہ
سر شام اور کیا ہی خاک پتھر میری تربت پر

فرشتے آکے مجھ وحشی کو زنجیرون سے جکڑینگے
عجب ہنگامہ ہوگا روز محشر میری تربت پر

زمین پر پھینکدینے سے ہے وقت صبح کیا حاصل
وہ بھیجین توڑ کر پھولونکا زیور میری تربت پر

کبھی مہلت جو ہنسنے بولنے سے اونکو ہوتی ہے
تو آجاتے ہین وہ غیرون سے چھپ کر میری تربت پر

لگایا شامیانہ اپنا جب ابر بہاری نے
تو سبزہ نے بھی ڈالی اپنی چادر میری تربت پر

بتا اچھا رکھا رندون نے مجھ میکش کے مدفن کا
بنائے برج مین مینا و ساغر میری تربت پر

عزیز و ناز دیکھو ہاتھ رکھنے کے عوض اُسنے
پڑھا بھی فاتحہ تو پانون رکھکر میری تربت پر

نہین بیٹھا ہے چپکا اے فصاحت رنج کے مارے
جفا تجویز کرتا ہو ستمگر میری تربت پر

فلک کا قول یہ پھر پھر کے ہے مرے سر پر
جہان مین ختم ہی گردش ترے مقدر پر

یہ سلطنت ہی کہ بیٹھا ہون یار کے در پر
ہما نہ آکے پھرے مجھ فقیر کے سر پر

یہ کون مرگیا سر پھوڑ کر ترے در پر
لہو برائے شہادت جما ہے پتھر پر

نہین ہین حشر مین خالی ہمارے دونون ہاتھ
ہے ایک انکے گریبان پر ایک خنجر پر

سیاہ تل نہین بالائے ابروائے قابل
یہ رکھی ہے ید قدرت نے ڈھال خنجر پر

وہ تیز تیز نگاہین جو پڑتی ہین دم ذبح
تو باڑھ دوسری چڑھتی ہی اُنکے خنجر پر

شراب پی تو ہی کیا جانین کس کو ذبح کرین
اب اختیار نہین اُنکا دست و خنجر پر

ہم اس لئے تہ خنجر جھکائے ہین گردن
کہ بے ادب نہ گلا رکھے تیرے خنجر پر

جو بھیجا دوسرا نامہ یہ اُسنے شوخی کی
چھڑک دیا مرے قاصد کا خون کبوتر پر

جولے کے خط نہ اوڑے وہ تو یہ اُڑا لیجائے
صبا کو اس سے مسلّط کیا کبوتر پر

جو قلب سخت یہ ہی تیری یشب کی تختی
ظریف کہتے ہین پتھر رکھا ہے پتھر پر

اگر یہ ہین تمھین تکلیف سر کو دینا ہو
تو رکھو غیر کا زانو ہٹا کے پتھر پر

بلند ہے یہ لب کاسۂ گدا سے صدا
کبھی نہ بھول کے جانا بخیل کے در پر

سحر کو گھر مین پھر آنے کا اُسنے اذن دیا
جب آکے دُھوپ گھڑی بھر پڑی رہی در پر

جو ناگوار ہو دربان سے کہ اسے بھی ہٹائے
الگ ہون مین پہ مرا سایہ ہی ترے در پر

شراب پینے مین ہے شرط حکم پیر مغان
سبو پہ ہاتھ ہے میرا نگاہ ساغر پر

فقط جلانے کو واعظ کے اذن ساقی سے
لکھی دعائے قدح مغبچون نے ساغر پر

سرا اپنا خشت خم مے سے پھوڑین ہم ہین وہ مست
جو لڑ کھڑانے مین پڑجائے پانُون ساغر پر

جو دیکھین غور سے تو میکشون کے تار نگاہ
عجب نہین ہی جو مژگان ہون چشم ساغر پر

خیال اُنکی نزاکت کا غیر نے نہ کیا
قسم کے واسطے قرآن رکھدیا سر پر

فقط وہ بال ہی کھولے تھے میری لاش کے ساتھ
صبا نے خوب کیا خاک ڈالدی سر پر

گئے وہ صبح شب وصل تو اُڑا کر پھول	صبا نے کانٹے بچھائے ہمارے بستر پر
فلک نے اس سے کیا مجھ فقیر کو اعمےٰ	کہ رو سکون نہ کبھی اپنے ہی مقدّر پر
وہ حال زار پہ اغیار کے ہنسے گا خاک	جسے کہ رونا نہ آیا مرے مقدّر پر
خوشی سے دونون ہوے ایک لخط پہونچنے سے	کبوتر اُنپہ ہوا صدقے مین کبوتر پر
جو مبتدی بھی پڑھے ای فصاحت اچھا شعر	تو فرض داد سخن ہے ہر اک سخنور پر
شراب اس نے پلائی جو ترش رد ہو کر	اٹک کے اُتری مرے حلق سے لہو ہو کر
مین زار باغ مین بھی اُنکے ساتھ رہا	مگر نگاہ سے غائب گلون کی بو ہو کر
کسی غنی کا بھی ارمان تمھاری اُلفت مین	نہ نکلے گا دل مفلس کی آرزو ہو کر
اشارہ کیون کرو ایذا دہی کا دشمن سے	تمھین نہ تجکو ستایا کرو عدو ہو کر
پھر آئے جلوہ گہ دوست سے وہی مایوس	گئے تھے جو ہمہ تن شوق و آرزو ہو کر
نہ بخیہ گر ابھی ہم وحشیون کے پاس سے جائے	کہ چاک ہون گے گریبان پھر رفو ہو کر
عجیب بات یہ سرکار عشق مین دیکھی	ذلیل ہم ہوے خواہان آبرو ہو کر
وہ چشم مست ہوئی سرخ میرے قتل کے بعد	مگر شراب کا نشہ چڑھا لہو ہو کر
ہماری جلتی ہوئی ہڈیون کی قبر سے بو	گئی دماغ تک اُنکے اگر کی بو ہو کر
ترانہ سن کے گئے دو تو چار سنتے آئے	خلل پڑا تری راحت مین خوش گلو ہو کر
بلائے خود مجھے پیر مغان اگر مے سرخ	تمام جسم مین پھیلے مرے لہو ہو کر
نہ نکلے گی یہ کبھی خانہ باغ سے تیرے	رہے گی بو دل غنچہ مین آرزو ہو کر
گلا گھٹے گا بہت مجھ ضعیف وحشی کا	کھنچے گا مجھ بھی گریبان اگر رفو ہو کر
کرین گے قیس سے کل خوب بحث عشق و جنون	کہ آج رہ گئی تھوڑی سی گفتگو ہو کر
بھری تھی شیشۂ دل مین جو اُلفت ساقی	تو روح نکلی دم نزع مے کی بو ہو کر
وہ ہار دن کو نہ تم قبر غیر پہ بھیجو ؏	رہے تھے رات کو جو زینت گلو ہو کر
وہ بن کے دوست کلیجہ مین چٹکیاں لین	مگر دکھائین نہ دل کو مرے عدو ہو کر
جو شمع داغ جلائی ہے عشق نے دل مین	تو گرد پھرتی ہے پروانہ آرزو ہو کر

نکل گئی ہے جو تن سے مجھ اہل وضع کی جان ۔۔۔ کسی شریف کا دے ساتھ آبرو ہو کر

یہ قول دوستو نکا ہے کہ دشمنون کو تو کو
ملا نہ کچھ بھی فصاحت کے عیب جو ہو کر

پڑ گئی ہے جو نگہ اُن کی کسی روزن پر ۔۔۔ مُنھ چھپاتے ہین وہ شرما کے مرے مدفن پر
تھی کدورت نہ کسی سے بھی ہمارے دل مین ۔۔۔ نصب ہو آئنہ پتھر کے عوض مدفن پر
واہ کیسا یہ رفوگر نے بنایا ہے رفو ۔۔۔ خندہ زن چاکِ گریبان ہے مری دامن پر
سبز شیشے نہین میخانے مین یہ اے ساقی ۔۔۔ زہر کھایا ہے مگر سب نے تری گردن پر
ہائے لاتا نہین جب پھولون کی چادر کوئی ۔۔۔ شمع گل اپنے چڑھاتی ہے مرے مدفن پر
تیغ قاتل کو ہوا جوشِ محبت دمِ ذبح ۔۔۔ بوسے لینے لگی مُنھ رکھ کے مری گردن پر
ان دو شالون پہ ہی سردی کی شکایت منعم ۔۔۔ دیکھ اُنھین رات بسر کرتے ہین جو گلخن پر
بیچ مین رو رہی ہے شمع بپا ہے ماتم ۔۔۔ گرد پروانون کا حلقہ ہے مرے مدفن پر
حسن پر اپنے تجھی کو نہین کچھ کبر و غرور ۔۔۔ ناز کرتی ہے جوانی بھی ترے جوبن پر
قتل پھر کیجیے گا آپ رقیبون کو حضور ۔۔۔ تیز کر لیجیے تلوار مری گردن پر

ذبح کرنے مین جو مُنھ پھیرا فصاحت اس نے
تیغ بھی چلتی ہے رُک رُک کے مری گردن پر

کہا قاصد سے نامہ دے کے مین نے بدگمان ہو کر ۔۔۔ اگر غیرون کے خط لیتا تو جاتا تو یہان ہو کر
گرے ہم ضعف سے فرقت مین تو اشک روان ہو کر ۔۔۔ چلے بھی گر نقاہت مین تو نبض ناتوان ہو کر
کبھی ہی مہربانی اور کبھی نامہربانی ہے ۔۔۔ بدلتا ہے مزاجِ یار بھی رنگ آسمان ہو کر
گھٹا جوبن جو نکلا خطِ سبز اس گل کے عارض پر ۔۔۔ تعجب ہے بہار اس باغ مین آئی خزان ہو کر
جواب اسکے دہن کا ایک بھی گل دے نہین سکتا ۔۔۔ رہے غنچے سو وہ بھی تنگ آئے بے زبان ہو کر
گذر مجھ پیر کا ہو کوچۂ دلدار مین کیونکر ۔۔۔ سنا ہے جائینگے سب باغِ جنت مین جوان ہو کر
جو بھولے سے بھی اُسکا ہجر یاد آتا ہے جلسے مین ۔۔۔ صدائے قہقہہ مُنھ سے نکلتی ہے فغان ہو کر
تڑپ کر روح دردِ دل کے صدمے سے نکل جاتی ۔۔۔ اگر مانع نہ ہوتا لب پہ نالہ پاسبان ہو کر

اگر اک ناتوان کا ساتھ چھوڑا رہرودو تو کیا
ہم اُٹھتے بیٹھتے پہونچینگے گرد کاروان ہو کر

شکایت عالم پیری مین کیون ہے قد پر خم کی
جھکا اُتنا ہی تو جتنا اکڑتا تھا جوان ہو کر

تصور تیرا اے پردہ نشین آنکھون مین رہتا ہے
ضیاے چشم بن کے سات پردون مین نہان ہو کر

کیا اُس تیر افگن نے نشانہ پہلے ہی ہم کو
رقیب روسیہ دیکھا کیے زاغ کمان ہو کر

لحد کی پہلی منزل خوفناک اے دوستو کیا ہے
جو پہونچایا ہے مجھ کو جمع مثل کاروان ہو کر

پس مردن جہان سے منعمون کی کشتیٔ تن کو
لئے جاتا ہے کیا غفلت کا پردہ بادبان ہو کر

وہ عاصی ہون کھُلے گا نامۂ اعمال جب میرا
سیہ کاری مری محشر مین پھیلے گی دھوان ہو کر

جلانا شمع مجھ اہل سخن کی قبر پر شب کو
کہ تنہائی مین بہلائے گی دل یہ ہم زبان ہو کر

جو ہنس ہنس کر لگائین تو نے تلوارین فصاحت کو
کھلے ہین پھول زخمون کے بدن پر دھجیان ہو کر

جان دی شیفتہ زلف پری رو ہو کر
سانپ بھی قبر مین آئے ہین تو گیسو ہو کر

ہر جگہ عشق ترا رنگ دکھاتا ہے نیا
دل مین غم لب پہ فغان آنکھ مین آنسو ہو کر

جس طرح توڑ کے ہر پھول کو برباد کیا
یو ہین گلچین بھی پریشان رہے بو ہو کر

ہر طرح دل کو پھنساتے ہین حسینون کے بال
کبھی کاکل کبھی زلفین کبھی گیسو ہو کر

بادہ خواری مین مجھے ہوش رہا تو اتنا
نہ چھلک جائے پیالہ کوئی مملو ہو کر

بچ گیا مین مگر آنکھین ہوئین اُسکی بیمار
نگہہ یار جو پلٹی کبھی جادو ہو کر

پردے اُڑنے لگے محمل کے تو لیلیٰ نے کہا
مُنھ چھپا لینگے پریشان مرے گیسو ہو کر

نشتر آرزو مین ہو گئین دل کیا ٹوٹا
غنچہ چٹکا تو یہ برباد ہوئین بو ہو کر

یاد دلواتے ہین وہ رخ مرے دیوان کے حرف
دائرہ چشم سیہ بن کے مدابرو ہو کر

اس لئے زلف صنم چشم سے وابستہ ہے
خوف یہ ہے نہ کہین رم کرے آہو ہو کر

یون ہے چشم تر عاشق پہ ہجوم مژگان
قافلہ جیسے چلے کوئی لب جو ہو کر

نکلین بھی آرزو و حسرت و امید تو یون
کوئی آہین کوئی نالے کوئی آنسو ہو کر

راہ مین ضعف سے مین زار گرا تھا لیکن
سایہ نے تھام لیا قوت بازو ہو کر

ہوگئی بزم معطر جو کھلا غنچۂ لب
بات نکلی دہن یار سے کیا بو ہو کر

گردش چشم حسینان کا پتا دیتے ہین
جوہر آئینہ نقش سُم آہو ہو کر

کچھ نہ کچھ بن گئی اُسپر کہ جو یہ ہین بیتاب
آئے ہین دل کی طرف سے مگر آنسو ہو کر

سایہ اس سے قد نورانی احمد مین نہین
کہ مجسم سر حورا پہ ہے گیسو ہو کر

باغ مین فصل خزان آئی کہ ڈاکا آیا
قافلے رنگ چمن کے جو لُٹے بو ہو کر

سرمہ آنکھون مین لگاؤ نہ ابھی کمسن ہو
نہ ٹپک جاے حیا آنکھ سے آنسو ہو کر

شوخیان کرتی ہین آنکھین تری آئینہ مین
کیا تعجب ہے جو لڑنے لگین آہو ہو کر

ظرف سب ٹوٹ گئے بہتی ہی دریا سے شراب
شیشۂ سبز رہے سرد لب جو ہو کر

تجھسے اغیار چھپا ئینگے جو مرنا میرا
تو خبر دینگے پریشان ترے گیسو ہو کر

قبر مین چھوڑ کے احباب نکیون ہون راہی
اُلفتین دل کی نکلجاتی ہین آنسو ہو کر

چرخ نے جھک کے مہ و مہر کے کاسون مین بھرا
جام چھلکا جو ترے حسن کا مملو ہو کر

اے فصاحت ہوئی ہی آمد و رفت اپنی عجیب
باغ مین بن کے بہار آئے چلے بو ہو کر

ہمین تو ناز اس دست خدا کی ہی محبت پر
کہ جسنے یا دُن کعبہ مین رکھا مُہر نبوّت پر

حزین احباب کیون بعد فنا ہین میری میت پر
جو دل بھر آئے تو رولین کسی بیکیں کی تربت پر

دکھاؤن بے اجازت سیر کوے یار کی کیونکر
بہت ہے فخر رضوان کو بہار باغ جنت پر

کفن دو گز ہی ملتا ہے بمشکل زال دنیا سے
کوئی عاشق بھلا کیا جان دے اس ہیروت پر

خدایا قبر سے محشر مین آیا کون دیوانہ
کہ غالب نالۂ زنجیر ہے شور قیامت پر

تکبر توڑنے کو حق نے سایہ کر دیا پیدا
ہر اک بت کو جبا نین ناز ہوتا اپنی وحدت پر

غرہ اپنی سیاہی پر ترے گیسو کو ہے تو ہو
مجھے بھی ناز ہے اپنی شب تاریک فرقت پر

کبھی یان ہی کبھی وان پاس اسکے ہی کبھی اُس کے
اگر سچ پوچھتے ہو منعمور کھتی ہی دولت پر

بوقت ذبح خنجر کی طرح مُنھ پھیر لو تم بھی
کہین تمکو نہ رحم آجائے میری چشم حسرت پر

تمھارے روبرو کیون چاند بدلی مین نہ چھپ جائے
کہ رشک آتا ہے بدصورت کو اکثر خوبصورت پر

ہماری قبر اس سے سجدہ گاہِ عاشقان ٹھہری
ہوا ہی نصب سنگ آستان یار تربت پر

طلب کرتا ہی شاید رنگ اُنکے روے رنگین سے
چمن مین شاخ برگِ گل ہی کہ کاسہ دستِ حاجت پر

بھروسہ اُسکو مجکو یاس وہ نازان ہے مین نادم
گنہگاری کو میری فوق ہی زاہد کی طاعت پر

نکالون کس کو کس کو مین شبِ وصلت بہت کم ہے
اُمید ارمان پہ سبقت کرتی ہے ارمان حسرت پر

فصاحت بخش ہی دیگا خدا تیرے گناہون کو
بھروسہ ہے تجھے بارہ امامون کی شفاعت پر

لذتِ ضبطِ جفا ہو تجھے حاصل کیونکر
دلِ عاشق سے بدل جائے ترا دل کیونکر

لطف نظارہ ہو آئینہ کو حاصل کیونکر
چشم اعمیٰ ہو بھلا دید کے قابل کیونکر

یار ہے ابر ہے گلشن ہے مے گلگون ہے
جب یہ سامان ہون تو قابو مین رہے دل کیونکر

جمع جانباز ہوئے آئی ہے عید قربان
دیکھین ملتا ہے گلے خنجرِ قاتل کیونکر

مین تو ہون کوچۂ جانان کی قضا پر عاشق
جا کے فردوس مین بہلے گا مرا دل کیونکر

جی مین آتا ہی تری تیغ نگہ سے پوچھون
ہوے اک وار مین زخمی جگر و دل کیونکر

بیچ مین دامن شمشیر ہوا ہے حائل
ذبح کے وقت ہو نظارۂ قاتل کیونکر

شعلہ اُٹھتے ہین پس مرگ مری تربت سے
فاتحہ کو کوئی رکھے گا انامل کیونکر

ذبح مین میرا تڑپنا نہین دیکھا جاتا
اپنا منہ پھیر نہ لے خنجرِ قاتل کیونکر

قولِ رزّاقیِ معبود ہے بے صبرون سے
دیکھو بھر دیتے ہین ہم کاسۂ سائل کیونکر

نہ تم آتے ہو مرے گھر نہ نکلتا ہے دم
تمھین تبلاؤ کہ آسان ہو یہ مشکل کیونکر

حسن کی دید مین ہم محو رہے اس درجہ
یہ بھی ثابت نہ ہوا لے گئے وہ دل کیونکر

سختیان آتے ہی تربت مین نکیرین نے کین
یہ بھی پوچھا نہ کہ ہو پہنچے سر منزل کیونکر

آتشِ عشق نے رہ رہ کے جلایا ایسا
آبلے پڑ گئے دکھلاؤن تمھین دل کیونکر

بارہا شیشہ کو پتھر سے لڑاتے ہین وہ
نئی شوخی ہے دکھاتے ہین مرا دل کیونکر

حاجتین کیون نہ فصاحت کی بر آئین یا رب
تیری درگاہ سے محروم ہو سائل کیونکر

شب وصلت نہ جاؤ اپنے عاشق سے خفا ہوکر ۔ رہی ہے جیتے جی بھی روح قالب سے جدا ہوکر

لئے ہمراہ فوجین حسرت واندوہ وحرمان کی ۔ دلون مین عاشقون کے عشق آیا بادشا ہوکر

اگر اغیار کے گھر مجھسے چھپ کر آپ جائینگے ۔ خبر دیدے گا مجھکو درد دل میرا سوا ہوکر

طلب جب عاصیون کا قافلہ ہوگا قیامت مین ۔ تو نالان آگے آگے سب کے مین ہونگا درا ہوکر

مرے محبوب سے دن رات مہر و ماہ کہتے ہین ۔ ملا یہ نور ہم دونون کو تیرے نقش پا ہوکر

ذرا سا نور دیکھا دور سے غش آیا موسیٰ کو ۔ نہین معلوم کیا ہوتا تمھارا سامنا ہوکر

بوقت نزع دیکھا خط سبز اُسکا تو جان آئی ۔ اثر زہر ہلاہل نے کیا آب بقا ہوکر

سوال اوترک کرتے ہین لگا اک اور ہاتھ آکر ۔ ہمارے زخم تن مثل کف دُردیش وا ہوکر

خدایا حاجتین اپنی کہون کس سے سوا تیرے ۔ بھلا کس در پہ جاؤن مین ترے در کا گدا ہوکر

چمن پھولا جو اُس گل نے لگائین تن پہ تلوارین ۔ دکھاتا ہے بہار اک ایک زخم اپنا ہرا ہوکر

کمر کے عشق نے تاثیر بعد مرگ دکھلائی ۔ کہ عنقا استخوان کھانے کو آیا ہے ہما ہوکر

وہ زار ناتوان ہون یون پہونچ جاتا ہون ہاتھا سکے ۔ کبھی پھولون کی بو ہوکر کبھی رنگ حنا ہوکر

کیا ہے محو اُسکی انکھڑیون کی دید نے ایسا ۔ نہین ابتک ہوئی ہے چشم نرگس بند وا ہوکر

لڑین آنکھین جو اسکی آئنہ مین وقت گردش کے ۔ تو ہر اک دانہ جوہر کو پیسا آسیا ہوکر

نہین یہ سرو تو آیا تھا بہر سیر گلشن مین ۔ چمن مین رہ گیا سایہ ترے قد کا جدا ہوکر

دہن پہ ہاتھ کیون رکھتے ہو بوسہ دیکے دندانکا ۔ کہین در بھی سخی کا بند ہوجاتا ہے وا ہوکر

پہونچ جاے ترے دندان کی گر بحرین مین شہرت ۔ بھنور سب موتیونکو پیس ڈالین آسیا ہوکر

فصاحت آرزو ہے اس سے شہ کے در پہ مرنیکی ۔ جنان مین جسم خاکی جاے خاک کربلا ہوکر

کرو باتین نہ تم بام مکان پر ۔ فرشتے سُنتے ہونگے آسمان پر

تری افشان کے ذرّے گر کے بولے ۔ زمین پر ہم ستارے آسمان پر

بھرے صیاد نے بالش مین اپنے ۔ ہوے کب بلبلون کے رائگان پر

دیے میرے جو پیغام زبانی ۔ دل اُمڈ اُمڈا قاصد کے بیان پر

کہینگے فارسی اشعار وہ کیا ۔ جنھین قدرت نہین اُردو زبان پر

تپ غم نے گھلایا گوشت میرا — فقط ہے جلد ہی جلد استخوان پر
نہ چھوڑین گے لحد کو ا یفلک ہم — قیامت تک ہے قبضہ اس مکان پر
میان نجد جب لاتا ہے ناقہ — خفا ہوتی ہے لیلی ساربان پر
سربام آپ گرمی مین نہ سوئین — کھلے ہین دیدۂ انجم آسمان پر
غضب ہے وہ کہانی سنتے سنتے — گرے بھی اونگھ کر تو قصہ خوان پر
ہجوم بلبلان ہے فصل گل مین — چمن مین آشیان ہے آشیان پر
جو وہ سرو سہی گلشن مین آئے — جھلین پنکھے کے بدلے قمریان پر
دوپٹہ کا ترے وہ رنگ ہے زرد — ہنسا کرتا ہی کشت زعفران پر

سلیمان[1] گرا جاتر ست دین فصاحت
ابھی پریون کے تخت اترین یہان پر

نہ کیون ہو فوق دندان کو فسان پر — رکھی باڑھ آپکی تیغ زبان پر
ہوا اپنا بہائین ہم وہان پر — پسینا آپکا ٹپکے جہان پر
پکڑے ہاتھ اے دست سبو بڑھ — کہ مست پیر چڑھ آئین دکان پر
حرم مین اسطرح توڑا بتون کو (قطعہ) — چڑھے ہین دوش ختم مرسلان پر
جہان رکھا خدانے دست قدرت — علیؑ نے پانو نکو رکھا وہان پر
نئی ضد ہے وہ فرماتے ہین مجھسے — دکھا دو درد ہوتا ہے کہان پر
یہ شرمندہ ہے چہرے سے ترے مہر — کہ منھ پھیرے ہے چوتھے آسمان پر
ہوئی ڈھیلی قبائے تنگ مجنون — ہمارے جسم زار و ناتوان پر
مراد دل جو حسین چاہے وہ لے لے — نہین قبضہ کچھ اس وقفی مکان پر
تری تصویر جب مانی نے کھینچی — تبنگ آکر دیا نقطہ دہان پر
دعا نکلی ادھر منھ سے ہمارے — کھلا باب اجابت آسمان پر
جھکے وہ ترک مژگان خط کی جانب — پڑے گا دن کو ڈاکا کاروان پر
یہ سقف کہنۂ گردون تھمی ہے — ستون دود آہ عاشقان پر

[1] تخلص ہے شہزادہ مرزا سلیمان شکوہ بہادر کا ۱۲

چمن مین دیکھکر سنبل وہ بولے
کبھی سلجھائی تہین زلفین یہان پر

فشارِ گور کیا کہتا تر آ واہ
یہ زوران چند مشتِ استخوان پر

فصاحت ظلم یہ سرور پہ کم تھا
رہا سر مدتون نوکِ سنان پر

دل خبر دیگا میانِ زلف دلبر ٹوٹ کر
ہوتی ہے جھنکار شیشہ مین مقرر ٹوٹ کر

تاک کر دیکھا جو مجھ سے دل شکستہ مست نے
گر پڑے انگور کے خوشے زمین پر ٹوٹ کر

ہتھکڑی زنجیر بیڑی مجکو بھی پہنا دے تو
پھر وہان بنتا ہے اے حداد زیور ٹوٹ کر

اسقدر عشاق نے ٹکرائے سر در پر ترے
ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا چوکھٹ کا پتھر ٹوٹ کر

کل نہ جن ایوان مین تھا بال ہما کا بھی گذر
وان بچھے ہین آج زاغ و بوم کے پر ٹوٹ کر

بار سر پر غیبت رندان کا اے واعظ نہ لے
رہ نہ جائے سقفِ مسجد بیٹھ کے ممبر ٹوٹ کر

آؤ اپنے ہاتھ کا شانہ مین زلفون مین کرون
بال رہ جاتے ہین کنگھی مین الجھکر ٹوٹ کر

ہوگی برکت ذبح تو مجھ سخت جان کو کیجیے
سیکڑون نشتر بنینگے ایک خنجر ٹوٹ کر

دیکھو عاشق کی شکستہ خاطری اچھی نہین
شیشہ پھر جڑتا نہین اے بندہ پرور ٹوٹ کر

وائے قسمت قبر پر میری اندھیرا ہوگیا
اتنے پروانے گرے شمع لحد پر ٹوٹ کر

میکشو زاہد کا پردہ کھل گیا بازار مین
مے نکی بہنے جو شیشہ زیر حیا در ٹوٹ کر

حال بتائی دل نے خط مین بارا بھر دیا
گر پڑے گا بوجھ سے بالِ کبوتر ٹوٹ کر

شیشۂ مے خوب چشم محتسب سے بچ گئے
خیر گذری میکشو و چار ساغر ٹوٹ کر

اسقدر پیارے خدا کو شبرؑ و شبیرؑ تھے
ہوگئے موتی کے دو حصے برابر ٹوٹ کر

وقت آرائش خفا ہو کر جو پھینکا یار نے
ساری قلعی کھل گئی آئینہ کا گھر ٹوٹ کر

اک علیؑ کے ہاتھ سے دو معجزے ظاہر ہوئے
بنگیا خیبر شکن کیا خندق کا پل در ٹوٹ کر

ماہ نو سے ہے یہ ثابت چرخ ظالم ہے دنی
ہر مہینے پھر سے بنتا ہے یہ خنجر ٹوٹ کر

خیر مجھ عاشق کے ماتم مین نہ رکھین سوگ وہ
تو سہی جو خود بخود گر جائے زیور ٹوٹ کر

اے فصاحت لکھنے بیٹھونگا علی کی مدح جب
آئینگے پھر قلم جبریل کے پر ٹوٹ کر

بہاراے باغبان انکی برس ایسی ہے جوبن پر
چمن کیا رنگ ہے خارِ سر دیوار گلشن پر

تیا باقی رہے کچھ گردش قسمت کا مدفن پر
کھدے تاریخ میری قبر کی، سنگ فلاخن پر

نحیف وزار ہو نمین پیرہن بھی تنگ کرتا ہے
گریبان اور خنجر پھیرتا ہے میری گردن پر

رہا ہو کر چمن مین بعد مدت کے جو آئی ہے
تو سجدہ شکر کا کرتی ہی بُلبُل گل کے دامن پر

نگاہِ شوق عاشق نے تری دیوار کو توڑا
ہر اک رخنہ یہ رخنہ ہی ہر اک روزن ہی روزن پر

غضب ہی دوست کے افلاس پر جو شاد ہوتے ہین
ہمین تو رحم ایسے وقت مین آتا ہے دشمن پر

گلوبند آپ اکدن کھولڈالین میری خاطر سے
بہت طاؤس نازان ہین چمن مین اپنی گردن پر

فروغ حسن سے عشاق کی آنکھین جھپک جاتین
عبث ڈالی نقاب اے یار تمنے روے روشن پر

چمن مین ہی ہجوم بلبلان فصل بہار آئی
پھٹی پڑتی ہی شاخ گل نشیمن ہے نشیمن پر

خدا جانے رفوگر نے رفو کیسا بنایا ہے
لب چاک گریبان ہنس رہا ہے میرے دامن پر

دم بخیہ لہو اے چارہ گر جاری نہین اُن سے
ہمارے زخم دل روتے ہین عریانیِ سوزن پر

بنایا جسکو بندون نے اُنھین اپنا خدا سمجھا
بتُون کو پوج کر پتھر پڑے عقل برہمن پر

اندھیرا ہوگیا تاثیر دیکھو تیرہ بختی کی
گرے یہ ٹوٹ کر پروانے میری شمع مدفن پر

گذر جاتا ہی جس رستے سے میرا شہسوار اکدن
ہزارون سجدے کرتے ہین نشانِ نعلِ توسن پر

نہین اغیار اب اُنکی جھلک بھی دیکھ سکتے ہین
ہماری آنکھ کے پردے پڑے رہتے ہین چلمن پر

سر اپنا کس طرح اے بے ستون فرہاد نے پھوڑا
نہین ہے ایک بھی دھبا لہو کا تیرے دامن پر

کدورت میرے قلب صاف مین پیدا نہین ہوتی
مثال آئنہ یکسان نظر ہے دوست دشمن پر

نہین خالی ہین کیفیت سے دونون ہاتھ وصلت مین
کہ ایک اُنکے گلے مین دوسرا شیشکی گردن پر

تمھارا قصر عالی حسن سے معمور ہے ایسا
بشر تو کیسے حورین ڈالتی ہین آنکھ روزن پر

بھلا پھولون کا تو کیا ذکر فصل گل جب آتی ہی
لیا کرتے ہین کانٹے نوک کی دیوار گلشن پر

تمھاری زلف آگے ابروُن کے بل نہین کھاتی
یہ دو بچھو بلا کے ہین کہ غالب آسے ناگن پر

عزیزو کوچہ جانان مین دفن ایسی جگہ کرنا
کہ آنے جانے والے پاؤن رکھین میری مدفن پر

کرین وہ ذبح مجکو گر نزاکت ذبح کرنے دے
ابھی تو آستین اولٹی ہے خط کھینچا ہی گردن پر

بہت وہ لن ترانی حسن روز افزون پہ کرتے تھے
نکلکر خط بچارا یون زوال آتا ہے جوبن پر

فصاحت زیست مین جو دوست ہر دم ساتھ رہتے تھے
پس مردن نہین آتے وہ برسون میرے مدفن پر

اگر آئے ہو پڑھ لو فاتحہ عاشق کے مدفن پر
حیا آتی ہو تو کچھ ڈالدو تربت کے روزن پر

کوئی وان سے کہے احباب دیتے ہین مجھے مٹی
الگ تم ہٹ کھڑے ہو گرد پڑ جاے نہ دامن پر

ہمارے آگے ڈر سے چار آنکھین کر نہین سکتا
خدا کے فضل سے غالب ہے ایسا رعب دشمن پر

انھین منظور ہے مین سخت جان مشہور ہو جاؤن
اسی سے کند خنجر پھیرتے ہین میری گردن پر

ہمارے زخمہاے جسم تو بیجا نہین خندہ ان
لب سوفار تک ہنستے ہین قاتل کے لڑکپن پر

نحیف و زار ہین تو ہون ہم انکے گھر مین ہو نکلینگے
کمند اپنے نگہہ کے تار کی پھیکین گے روزن پر

کفن احباب مجھ مقتول کے لاشے کو جب دینگے
شہادت نامہ لکھا جاے گا قاتل کے دامن پر

ہنسا کرتی ہی روز و شب مری تقدیر کی گردش
فلک پر جا کے گرداب پر سنگ فلاخن پر

جو دیکھی نجد مین مجنون کی تربت بے سر و سامان
چڑھائی چادر اک نقش سم آہو نے مدفن پر

نکلتے ہین وہ جب رستے سے بجلی کوندجاتی ہے
کوئی کیا خاک دیکھے جب نگہ ٹھہرے نہ توسن پر

کیا لیلی پہ سایہ دود آہ قیس نے اس سے
بہت ہے دھوپ کی شدت زوال آئے نہ جوبن پر

میان حشر اس صورت سے ہون مین ساتھ قاتل کے
گریبان پر ہے دہنا ہاتھ بایان ہاتھ دامن پر

زیادہ ہوگا اسکا رنگ اداہٹ اسکی کم ہوگی
مسی مالیدہ لب ہین گلستان کیجے نہ سوسن پر

ہماری قبر پر آپ آئیے کوئی نہ دیکھے گا
جو ہو سبزے پہ شک تو وہ بھی خوابیدہ ہی مدفن پر

زمین سے جاکے عیسی رہ گئے چرخ چہارم پر
گھٹایا مرتبہ اپنا بھروسا کر کے سوزن پر

مرے آگے رقیبون کے گلے مین ڈال کر باہین
وہ خنجر دو دھرے پھیرتے ہین میری گردن پر

بلند ادنی ہین اعلی پست نیرنگ جہان دیکھو
چمن مین پھول ہین کانٹے سر دیوار گلشن پر

خبر یون اس نے بھیجی نامہ بر کے قتل ہونے کی
لکھا ہے خط گلی کے خون سے قاصد کے دامن پر

محل عبرت کا ہے یہ سانحہ تجھپر بھی گذرے گا
ارے غافل نہ ہنسنا چاہیئے تابوت دشمن پر

زبان حال سے یہ شمع گورستان مین کہتی ہے
اکیلی ایک شب مین روؤنگی کس کس کے مدفن پر

تن بسمل پھڑکنے سے یہ ثابت ہے اے قاتل
تمام اعضا کو بعد ذبح رشک آتا ہے گردن پر

فصاحت اس پہ بھی تھا حسن کا جلوہ نظر آتا
نقابین سات یوسف ڈالتے تھے روے روشن پر

نہین خط سیہ یہ مصحفِ رخسار جانان پر
ید قدرت نے دیکھو حاشیہ لکھا ہے قرآن پر

گھٹا دھوکے سے جسکو باغبان گلچین سمجھتے ہین
دھوان چھایا ہے یہ آہِ عنادل کا گلستان پر

اگر ہون خار دامنگیر تو مشکل پڑے اُنکو
وہ کیون ہین مستعد پامالیِ گورِ غریبان پر

کسی تدبیر سے اُس در پہ شب کو جا نہین سکتا
الٰہی غش ہو طاری پاسبان کوے جانان پر

ہوا تقسیم عاشق کا لہو یون ذبح ہوتے ہی
زمین پر کچھ ہے کچھ خنجر مین کچھ قاتل کے دامان پر

لیا ہے غیر نے بوسہ تمھارے مصحفِ رخ کا
اگر یہ جھوٹ ہے صاحب تو رکھو ہاتھ قرآن پر

نہین ہین عندلیب و فاختہ کے عشق کا قائل
وہ عاشق شمع کے گل پر نہ یہ سرو چراغان پر

چلے آندھی مری آہون کی لیکن شرط اتنی ہے
نہ پڑنے پائے گرد آئینۂ رخسار جانان پر

مطلع
نہ کیون بجلی گرے ہر ایک وحشی بیابان پر
جو لیلی مسکرائے قیس کے چاک گریبان پر

مطلع
ہمین بسمل نہین اک جامہ زیبِ حسینان پر
ہزارون کے گلے کٹتے ہین روز انکے گریبان پر

مطلع
نہ اتنا آسمان نازان ہو اپنے مہر تابان پر
ہزارون ذرے ایسے ہین زمین کوے جانان پر

کوئی کیا دھوپ مین آنے کو ہے جو سایہ کرنے کو
ہوا اڑ کے ہی لکہ ابر کا گورِ غریبان پر

پڑے دھانے لطفِ میخواری یہ امر اتفاقی ہے
گھٹا کا منکشف ہو بے فصل آجانا گلستان پر

کسی صورت رفوگر سے رفو جب ہو نہین سکتا
تو رکھ دیتا ہے عاجز ہو کے سر میری گریبان پر

رقیب بے ادب کو دیکھیے جھانک کر صاحب
قدم ہین آپ کی چوکھٹ پہ سر ہے پاے دربان پر

مرے ماتم مین سر کھولا جو تو نے غیر گھبرائے
پریشان پڑتی ہین نظرین تری زلف پریشان پر

چھپا لینے کو بعد قتل میرے خون کے دھبے
لٹک کر دونون گیسو آگئے اُن کے گریبان پر

اگر ہون خار دامنگیر تو مشکل پڑے ان کو
وہ کیون ہین مستعد پامالیِ گورِ غریبان پر

براے آزمائش پانون رکھکر دیکھے بلبل
کہ پھولون سے ہین نازک خار دیوار گلستان پر

لیے ہاتھون مین پتھر جمع اطفال دبستان ہین
لگایا ہے یہ کس نے قفل ابجد بابِ زندان پر

دل سوزان اگر تڑپا کرے گا ابنسارہ رہ کر
گرے گی شب کو بجلی پاسبان کوے جانان پر

بھلا اے قیس ٹھہرے لیلی محمل نشین کیونکر
قدم ناقہ کے تو جمتے نہین ریگ بیابان پر

اندھیرا دہ میری قید سے ہو روشنی پھیلے
نقاب رخ اُلٹ کر ڈال دو زلف پریشان پر

جو تو اے غیر مرجائے تو وہ پردہ نشین نکلے
یہ اک حسرت مری بھاری ہے تیری لاکھ ارمان پر

نمک پاشی قاتل کا دیا مین نے جواب اچھا
کہ خون زخم دل لے کر چھڑکتا ہون نمکدان پر

آگئے پامال کرکے وہ تو دھوپ آئی جلانے کو
پڑی آفت پر آفت سبزۂ گور غریبان پر

وہ اپنے گھر مین جب اُسکو بٹھا دین مین چلا جاؤن
بدل کر نام اسی سے مین نے رکھا نام دربان پر

ترے دیوانے کی میعاد پوری ہوگئی شاید
کھڑی ہین ملنے کو پریان ہزارون باب زندان پر

گلستان مین پئے آرام اک بالش بنایا ہے
خزان مین جنکے گلچین نے عنادل کے پریشان پر

ستمگارون مین قاتل کو ہمارے کر دیا رسوا
لہو رو رو کے تو نے اے فلک خاک شہیدان پر

پئے گلگشت دن کو دھوپ مین کوئی جو آیا ہے
ہوا باد دل کے ٹکڑے کھینچے لاتی ہے گلستان پر

بہ حسرت دیکھتا ہے چشم مہر و ماہ سے جھک کر
فلک کو بھی ہے رشک افتادگان کوے جانان پر

چمن سے باہر آکر ذبح کر صیاد بلبل کو
نہ پڑ جائے لہو کی چھینٹ کوئی گل کے دامان پر

مقید ہونے اب تو شوق سے جائینگے دیوانے
رکھی ہے اک رنگی تصویر مجنون باب زندان پر

پئے تسکین خاطر بلبلون کو قید کرتے ہی
قفس لٹکا دیا صیاد نے باب گلستان پر

ہمیشہ شادمان دیکھا وہان کے رہنے والونکو
نہین یہ آسمان شاید زمین کوے جانان پر

اثر یہ خون ناحق کا ہے جب وہ دیکھنے بیٹھے
لہو آنکھون سے ٹپکا فرد اسمار شہیدان پر

بُلاے گھر مین مجھ نالانکو تو یہ چین سے سوئے
ترا احسان ہو مجھپر مرا احسان دربان پر

سرہانے قبر کے سر کھولے کیون وہ رات کو بیٹھے
جما ہے شمع تربت کا دھوان زلف پریشان پر

شب وعدہ ہے اے ابر آب آئینگے وہ میری خبر کو نکر
یہان کیا کام تیرا جا کے رو گور غریبان پر

مین وہ مظلوم ہون سب ظالمون نے ملکے مارا ہے
میان حشر ڈالون ہاتھ کس کس کے گریبان پر

کسی عالم مین وحشت کو نہ چھوڑا وہ ری عادت
سما تصویر مین بھی ہاتھ مجنون کا گریبان پر

فراہم اے فصاحت کیجیے اچھی طرح دیوان
رہے جمعیت خاطر ان اوراق پریشان پر

ہم نقاہت مین وہان جائین تو جائین کیونکر
وہ نزاکت مین یہان آئین تو آئین کیونکر

بوے زلف اپنی وہ محفل مین سنگھائین کیونکر
کسی عاشق کو غش آئے تو اُٹھائین کیونکر

کھینچے لیتے ہو مرے پہلوؤن سے قلب و جگر
کس سے سیکھین تُمھین آئین یہ ادائین کیونکر

اِس طرف درپئے آزار فلک ہے تم اُدھر
دو ستمگارون کی چوٹون کو بچائین کیونکر

کوئی تو اُس ستم ایجاد سے اِتنا کہدے
متحمل جو نہ ہو اُس پہ جفائین کیونکر

کہنہ سالی مین فلک کو بھی نہین جو معلوم
کمسنی مین اُنھین آئین یہ جفائین کیونکر

نہین معلوم کہ دل تھام کے یا ہنس ہنس کے
سنتے ہین وہ مرے نالون کی صدائین کیونکر

میرے تابوت پہ کہتا ہے یہ کوئی کمسن
کسطرح روئین اِنھین لاش اُٹھائین کیونکر

اور دن سے پوچھ کے جا انکے مکان تک قاصد
رشک مانع ہے پتا تجھ کو بتائین کیونکر

خود نمائی سے جو فرصت ہو انھین تو دیکھین
کرتے ہین اور حسین ناز ادائین کیونکر

آج ہم بزم مین بیٹھے ہین تو وہ اور رقیب
دونون یہ سوچ رہے ہین کہ اُٹھائین کیونکر

وہ جفاؤن سے تو مہلت نہین لینے دیتے
کرون جمعیت خاطر سے وفائین کیونکر

اگر آتا نہین عاشق کا ستانا تم کو
اپنے ہمجنسون سے پوچھو کہ ستائین کیونکر

قبر عاشق پہ ہے ہنگامہ بپا دفن کے بعد
حورین روکے ہین نکیرین کو آئین کیونکر

بھولون سے پوچھ رہا ہے مرے سوم مین وہ شوخ
رو رہے ہین جو یہان اُنکو ہنسائین کیونکر

غیر تو دیکھ چکے ہمکو بھی دکھلا دو ذرا
کرتے ہو شوخیون کے ساتھ ادائین کیونکر

کربلا کا تو ارادہ ہے فصاحت ہر وقت
جانے دیتی نہین قسمت ہمین جائین کیونکر

ہے فوق انھین ستم ایجادیون مین قاتل پر
نگاہ ناز کی چھریان لگاتے ہین دل پر

اُبھارا اِسنے تو مین آپ سے ہوا گستاخ
خطا معاف ہو قابو نہین مرا دل پر

سنبھل کے اے جگر خون شدہ تڑپ اسطرح
لہو کی چھینٹ نہ پڑ جائے دامن دل پر

ادا و ناز سے آئے جو اُنکے سامنے تم
نہ پوچھو گذری ہے کیا پارساؤنکے دل پر

بتاتا جا کوئی اِسکا علاج بھی ظالم
لگائی چوٹ تو دُکھتے ہوے مرے دل پر

ستمگرون مین جگہ جیسے دی اُنھین تونے
تو ناز کرتی ہین بے رحمیان ترے دل پر

وہ آج ہنسکے فصاحت یہ مجھسے کہتے ہیں
خبر بھی ہے کہ ہے قبضہ مرا ترے دل پر

اُف بھی کر سکتا نہیں اب میں تری بیداد پر
میں اگر فریاد کرتا ہوں کسی بیداد پر
گو اسیران قفس کرتے ہیں چپکے چپکے آہ
دیکھتا ہے چرخ جھک جھک کر مرے چہرے کا رنگ
مدتیں گذریں پیا تھا خون عاشق کا کبھی
ہجر کی راتوں میں گھبرانے نہ دیگی دل مرا
کیا غضب ہی لوگ بعد دفن پتھر کے عوض
ہجر کی شب آتے ہی جب بحث دونوں میں ہوئی
قید اگر بلبل ہو تو ہنس ہنس کے گل کو چاہیے
آفریں عشاق تو معشوق کرتے ہیں عجب
کا شکر ہم سخت جانوں کے بدشوار ہی گلے
عاشقو اُن کی کمر سے اب جدا ہوتی نہیں
توڑ کر رکھے گل خوشرنگ اگر تو بلبلیں
اور دنیا کے ستمگاروں کا تو کیا ذکر ہے
اسکو مجھ مجرم کے جیتنم یاس پر آئے نہ رحم
بار جیہ گر جا در شیریں کا ہاتھ آتا کوئی
بوم کا دل بہلے گر ویرانۂ عاشق میں جائے
دل میں بھڑکی آتش فرقت نکلتے ہیں شرر
مرغ دل بے آب و دانہ ہیں اسیر دام زلف
ظلم سے اُس نوجوان نے جب اُٹھایا اپنا ہاتھ
آپ لنگر میرا حال زار دو دیں تو سہی

ضبط نے ہے مہر کی میرے لب فریاد پر
اور تو اور آپ بھی ہنستے ہیں مجھ ناشاد پر
ہو گراں یہ بھی مزاج نازک صیاد پر
صبر جب کرتا ہوں میں عاشق تری بیداد پر
لذت ابتک ہے زبان خنجر جلاد پر
ہے بہت مجھ کو بھروسا تیرے رخ کی یاد پر
بھولے تیشہ نصب کرنا تربت فرہاد پر
غالب آیا قہقہہ اُن کا مری فریاد پر
دمبدم بجلی گراتا خانۂ صیاد پر
دہر میں میرے تحمل پر تری بیداد پر
آگئی سرخی مسرت سے رخ جلاد پر
تیغ نے تو کر لیا قبضہ عدم آباد پر
بیٹھیں خود آکر نشیمن سے کف صیاد پر
چرخ ظالم بھی پھڑکتا ہے تری بیداد پر
میرے بدلے باندھو پٹی دیدۂ جلاد پر
لوگ پٹی باندھتے زخم سر فرہاد پر
بیٹھتا ہے کیوں کسی کے خانۂ آباد پر
پڑ نہ جائے کوئی میرے دامن فریاد پر
تم تو بے رحمی میں سبقت لے گئے صیاد پر
آسمان پیر نے باندھی کمر بیداد پر
خیر ابھی اچھی طرح ہنس لیجے مجھ ناشاد پر

ہٹ گیا وہ قتل کرکے تم نے روندی میری لاش
اور مرا ارمان بھی اُمید رکھتے وقت نزع
خون کی چادر نے بھی پہنایا شاہانہ لباس

غرق بیدردی مین ہی تمکو کہین جلا دیر
ہان اجل کو رحم آجاتا اگر شداد پر
بنگیا تیشہ اگر جیغہ سر فرہاد پر

اے فصاحت تیرے آگے کوئی منہ کھو کے گا گیا
انجمن مین رعب چھایا ہے ترا استاد پر

ستم اُس ظالم نہ اس چرخ برین پر ٭٭ ہماری آہ پڑتی ہے ہمین پر
بٹھاؤ پاس کیون جب اُٹھ گئے غیر ٭ پڑا رہنے بھی دو مجھ کو زمین پر
مری تربت مین آکر ہنس پڑی حور ٭ کفن کے خلعت یے آستین پر
رقیبو وہ بھلا مجھ سے بگڑتے ٭ مرے پردے مین غصہ تھا تمھین پر
بٹھاتی ہے چمن مین اُن کو بلبل ٭ بچھا کر دامن گل کو زمین پر
دل زاہد سے جب نکلی سیاہی ٭ وہی تو بنگئی گھٹا جبین پر
نہین کرتے شکایت اور رحامل ٭ ہماری لاش بھاری ہے تمھین پر
مریض زار کا بازو ہی کیا تھا ٭ پڑھا الحمد گویا آستین پر
رقیب اور آپ کے آگے مٹائے ٭ ہمارا نام لکھ لکھکر زمین پر
بلاکر اُس کو مے دیکھا نتیجہ ٭ گرا نشے مین غیر آخر تمھین پر
چڑھا کر آنکھ پردہ ڈال دین گے ٭ ہمین اُن کی نگاہ سحر گمین پر
کسی پر پا تو پڑتی ہی نہ تھی آنکھ ٭ پڑی بھی تو اُسی پردہ نشین پر
نہین دیتا کسی کو داغ پر داغ ٭ فلک کی مہربانی ہے ہمین پر
ترفع سمجھے ہو منعم کو پس مرگ ٭ بنے تربت کسی اونچی زمین پر
چڑھائی تیوری اُسنے غیظ مین کیون ٭ کہ ابرو آگئے کھنچکر جبین پر
توکل کو ہے دعویٰ صبر کو ناز ٭ تہید ستون مین مجھ گوشہ نشین پر
تم اس کمبخت سے خوش ہو کہ بیزار ٭ بھلا جو زہر کھاتا ہے تمھین پر
خریدار و یہ کیا قیمت کے بدلے ٭ لگائی تہمت اُس پردہ نشین پر

دیا قاتل کو جامہ چین نے جامہ	بنا کر سیکڑون تیغ آستین پر
ترا ایپھر سا دل لے جائے گا وہ	رقیب ایسا گمان اس نازنین پر
عدو اغیار بھی وہ بھی فلک بھی	غرض ان سب کا نرغہ ہے ہمین پر
چمن مین دھوپ ہے بیٹھے ہو کیون تم	پڑے گا سرو کا سایہ تمھین پر
ہماری آہ کے جھونکون سے پردہ	گرا بھی تو اسی پردہ نشین پر
بنائی ایک مسجد شیخ جی نے	زبردستی برہمن کی زمین پر
ہمارے ہاتھ مین یون چٹکیان لو	نشان رہ جائے کچھ کچھ آستین پر
جوانی بہت بڑی ہے چشم بد دور	حسینان جہان مین اس حسین پر
نئی صورت کا ٹیکا بن گیا ہے	تمھاری زلف کا حلقہ جبین پر
ہمارے نزع کے وقت آئے تو ہو	نہ ہنس پڑنا نگاہ واپسین پر
قریب آیا اسی سے جلوہ گہ مین	مجھے غش کھا کے گرنا ہے تمھین پر
مری میت پہ یون آیا ہے کوئی	کہ سر پر خاک ہے افشان جبین پر
یہان گو ہین بہت شاعر فصاحت	مگر ہے رشک بعضون کو تمھین پر

کیا ہمین ششدر ہمین ای زہرہ شمائل دیکھکر	ہو گئی حیران تجھے محفل کی محفل دیکھکر
کہتی تھی لیلی کرے یہ اور جانب کیون نظر	قیس اپنا دل ہی دیکھے میری محمل دیکھکر
غم لگا بھرنے تو عاجز ہو کے مین نے چرخ سے	کہدیا اتنا ذرا گنجائش دل دیکھکر
اٹھ گیا کوئی تڑپ کر انجمن سے آپ کی	کھل گیا مجھپر یہ چین فرش محفل دیکھکر
ذکر کیا اورون کا گھبرائے ملک بھی حشر مین	اک ہجوم دادخواہان گرد قاتل دیکھکر
بعد مرنے کے یہی شاید مرا تابوت ہو	قیس کرتا تھا گمان لیلی کی محمل دیکھکر
باغ مین لالہ نگاہ باغبان سے گر گیا	خون مین ڈوبا ہوا اے بلبل ترا دل دیکھکر
رات کو تارے جو چھٹکے ہین فلک پر مجکو کیا	کیون مین اس محفل کو دیکھون تیری محفل دیکھکر
پہلے تو ہم جان نثارون کو گمان ہی تھا مگر	اب یقین قتل ہے سامان قاتل دیکھکر
مین کرون کیون پیش کش اسکا یقین مطلق نہین	آپ اور پھر مجھکو دینگے مرا دل دیکھکر

کہہ رہے ہین یہ بھی کیا چھوٹا سا صحرا ہو کوئی
اپنے عاشق کا وہ خاک اڑتا ہوا دل دیکھکر

مین بہت مضطر ہون یا پروانہ اُنکی بزم مین
صاف اب کہدو تمھین اے اہل محفل دیکھکر

تیزیِ تیغ مغاہا نی نظر سے گر گئی بحر
بُرشِ تیغ نگاہ ناز قاتل دیکھکر

رو دیا دیوانہ کوئی اور کوئی ہنس پڑا
قیس کے تابوت کو ہمشکل محمل دیکھکر

گر نہ گنجائش ہوئی اتنی تو پھر کیا فائدہ
تیر بے گنتی لگانا تم مگر دل دیکھکر

دن دہاڑے نجد مین لیلی جو آئی ہے تو قیس
خوش ہے کیسا پردہ بار ریک محمل دیکھکر

چہرے سے دینا نہ دینا تم کو ثابت ہو گیا
میری صورت دیکھ لی اچھی طرح دل دیکھکر

انجم و مہ کا فصاحت چاہتے ہین فرق لوگ
میرے اعدا کو مگر میرے مقابل دیکھکر

حسب فرمائش حضرت خداوند نعمت صاحب عالم مرزا سلیمان قدر بہادر اعلی اللہ مقامہ

وہ اُس جوان کے ہاتھ آگئے انقلاب مین تیر
بنے تھے جو فلک پیر کے شباب مین تیر

جو مجھ پہ دن کو لگاتے ہین وہ عتاب مین تیر
شرارے بنتے ہین گرمیِ آفتاب مین تیر

یہ کس نے آج لب جو لگایا آب مین تیر
مثال چوب ہوا خیمۂ حباب مین تیر

بشر کو چاہیئے پیری مین گوشہ گیر رہے
کمان ہو گیا وہ قد جو تھا شباب مین تیر

سکون ہوے تو پھر شوق سے لگانا تو
نہ پڑ سکے گا مرے دل پہ اضطراب مین تیر

چھڑی سے اُسنے ملایا جو پھول سا عارض
تو سمجھے دیکھنے والے کہ ہے گلاب مین تیر

بہم سوال جو ہون تو لگائین وہ اے غیر
ترے جواب مین خنجر مرے جواب مین تیر

لگائین رند جواب میکدہ مین محتسب آئے
مع کمان رہین مخفی خم شراب مین تیر

جو قلب غیر کیا ہے ہدف تو کھینچ بھی لو
رہے نہ اُس کے دل خانمان خراب مین تیر

کمان ہو گئے جھک جھک کے اب وہ پیری مین
اکڑ اکڑ کے لگاتے تھے جو شباب مین تیر

وہ صیدگاہ مین یون آج بدحواس چلا
بھرے ہین لو عوض ترکش اُسکی ڈاب مین تیر

قلم شراب کی رکھ کر کہا یہ ساقی نے
اگر نہ دیکھا ہو دیکھو یہ ہے کباب مین تیر

کسیکی ترچھی نگہ اور نکیلی مژگان کا
خیال دن کو کیا کھاے شب کو خواب مین تیر

گل اپنے طالب دیدار کو لگائین گے وہ
رکھے لپیٹ کے ہین آج سے نقاب مین تیر

کمان سے چھوٹ کے کچھ رہ گئے جو دلمین مگر
گنا جب اُسنے کئی کم پڑے حساب مین تیر

یہ خوف ہے جو پیے ہین وہ ہاتھ مین دم غیظ
کمان کا بنتی ہے اور ہے اضطراب مین تیر

کیا ارادۂ صید افگنی جو اُس گل نے
کمان کے ساتھ بنائے گئے گلاب مین تیر

وہ دیکھے ترچھی نگہ سے تو یون مین آہ کرون
ہر ایک سمجھے کہ ہے تیر کے جواب مین تیر

کلیجہ چھان دیا ایک گھونٹ نے ساقی
یہ ہے کشید کی تیزی کہ ہے شراب مین تیر

وہی عصا دم رفتار ہو گیا اُسکا
لگایا آپنے جس پیر کو شباب مین تیر

اُنھین ہے پڑھنے مین بھی ناوک افگنی کا شوق
نشانیون کے عوض رکھتے ہین کتاب مین تیر

تمھارے ہاتھ کی پتلی چھڑی کا سایہ بھی
بیان نہر ہوا شیشۂ حباب مین تیر

جو حکم میرے سلیمان[1] کا اے فصاحت ہو
تو روز نظم کیے جاؤن مین شباب مین تیر

قدرت نہین ہے درد جگر کے بیان پر
دل کھینچ کے آگیا ہے جو میری زبان پر

کرتی ہے غزہ وقت رقم اپنی شان پر
کرغور اے دوات قلم کی زبان پر

حاسد جو مستعد ہین تو ہون امتحان پر
ہمکو ضرور ناز ہے اپنی زبان پر

خاموش ہی رہون مین بنے جا ہے جان پر
اے عشق اُنکا نام نہ آئے زبان پر

جب تم سے مانگے بوسۂ رخسار آتشین
انگارہ ایک رکھدو عدو کی زبان پر

سوسن یہ طعن کرتی ہے گلزار مین ہزار
یہ ناز یہ غرور ذرا سی زبان پر

درماندگی صاحب جوہر کا کیسا علاج
مرہم کہان لگاتے ہین زخمی زبان پر

شبنم نے موتیون سے بھرا غنچہ کا دہن
آیا نہ رحم خار کی سوکھی زبان پر

نرمی سے کیون رہے نہ یہ دندان کی دیرپا
اتنے عدو ہے سخت مسلط زبان پر

بے فائدہ ہے گذری ہوئی رنجشون کا ذکر
لائین نہ اب ملاپ مین ہم تم زبان پر

اللہ رے رتبہ بن عمران بنے کلیم
بیار آگیا خدا کو بھی انکی زبان پر

اچھے ہین دونون بادۂ ناب و وصال یار
لذت کسی کی دل مین کسی کی زبان پر

[1] سلیمان تخلص شہزادہ مرزا ... نقد بہادر

منقار عندلیب مین ہے یاسمن کا پھول / یا چھالا آہ گرم نے ڈالا زبان پر

اپنی یہ خو نہین پہ تری ضد سے اے عدو / لانے پڑے کلام تسلی زبان پر

مین کیا برا بھلا کہون غیرونکو اور انھین / اک لب پہ خامشی کی ہے مہر اک زبان پر

جو چاہے یہ کرے نہین کچھ دل کا اختیار / موقوف ہے لڑائی صفائی زبان پر

آنسو نہ کوئی چشم کمان سے ٹپک پڑا / افسوس اُن کے تیر کی سوکھی زبان پر

اے سوسن اس سکوت پہ کیون ہو نہ طعنہ زن / بلبل کی اک زبان تری دس زبان پر

فریاد و آہ گریہ کا ہے مختلف اثر / اے عشق میری آنکھ پہ دلبر زبان پر

گنتی کے جتنے چاہنے والے تھے مر گئے / ہر وقت کو سنا تھا کسی کی زبان پر

ہم سوختہ تنون کا کوئی کر سکا نہ ذکر / ہے بھی اگر تو شمع کی جلتی زبان پر

کس بات کی نوید مجھے دی ہے عشق نے / کیا آیا میرا نام کسی کی زبان پر

آنکھیں ہین بند نزع مین رکھے ہون دل پہ ہاتھ / معشوق بے دہن کا سخن ہے زبان پر

تھی میرا نام لینے کی معشوقون مین قسم / آ ہی گیا پر ایک نہ اک کی زبان پر

منصور دار پر بھی انا الحق کہا کیا / قابو نہین کسی کا کسی کی زبان پر

پہلے پہل نہ لائین ملاقات مین حضور / فقرے کلیجہ کھینچنے والے زبان پر

زخمون کے منھ مین اپنے نمک بھر کے یہ کہا / ہنستے تھے میری تیغ کی سوکھی زبان پر

اشعار فارسی مین فصاحت ہون نظم کیا / قدرت نہین ہے ہمکو پرائی زبان پر

چھٹ پڑا بارش مین کوہ غم ہر اک میخوار پر / گنبد مسجد گرا میخانہ کی دیوار پر

شدتین تیرے نگہبان نے جو کین مجھ زار پر / مین لپٹ کر سایہ سے آیا تری دیوار پر

وہ خرامان ہون گے اب صحن چمن مین باغبان / کانٹے چن چن کے لگا تو باغ کی دیوار پر

اب یہ گستاخی و بیباکی ہے کیون اے آفتاب! / تیری چشمک اور اُنکی روزن دیوار پر

گو تمھارا عاشق بیمار زندہ ہے مگر / یاس ابھی سے چھاگئی ہر اک در و دیوار پر

بدر کی دیکھی جھلک جب شام کو بولا وہ ماہ / جھانکنے مجھ کو یہ کون آیا مری دیوار پر

لاکے باہر ذبح بلبل کو کیا صیاد نے — اڑتے پھرتے ہین گلستان کی لبِ دیوار پر
خط مرے دشمن کا پوشیدہ پرون تو نہین — اک کبوتر آکے بیٹھا ہے تری دیوار پر
پاس ہے مسجد تو واعظ کے بیان پر ہنسنے کو — منہہ چڑھا آئے ہین میخانہ کی دیوار پر
ہے بھی تیرے قصر کے پاس اسکا گھر تو کیون پڑے — غیر کی دیوار کا سایہ تری دیوار پر
پست ہین اعلیٰ جہانین اسفلونکو اوج ہے — ہین زمین پر پھول کانٹے باغ کی دیوار پر
جھانکنے انکو جو غیر آتا ہے تو میرا غبار — اُٹھکے پردہ ڈالتا ہے روزنِ دیوار پر

غزل	ہم مشرف ہوکے دیکھ آئے فصاحت آنکھ سے کربلا مین نور ہے ہر اک درو دیوار پر	یک قافیہ

ہنستے ہین قاتل تمھارے ابروئے خمدار پر — کیون ہے تمکو ناز بل کھائی ہوئی تلوار پر
جلتی ہے رُک رُک کے جو مجھسے نحیف وزار پر — تیز تیز اُنکی نگاہین پڑتی ہین تلوار پر
ہے نگاہِ تیز کو فوق ابروئے خمدار پر — کیا چھری ہے یہ کہ سبقت لے گئی تلوار پر
ہم تو رکھین گے ادب سے اپنی گردن زیرِ تیغ — بے ادب رکھتے ہین سر اپنا تری تلوار پر
کند ہے یہ اس سے کٹ سکتا نہین میرا گلا — مجھپہ کیون غصہ ہے برہم ہو جیے تلوار پر
آپ اتنے قتل کرسکتے نہین اک وار مین — گر پڑے سے جانباز جتنے آپ کی تلوار پر
چمکی جب برقِ غضب قاتل کی میرے وقتِ قتل — بچ گیا مین تو مگر آنچ آ گئی تلوار پر
دونون مصروف اپنے اپنے کام مین تھے وقتِ قتل — اُنپہ تھی میری نگہ اُنکی نظر تلوار پر
آج بجلی کوند کر مقتل مین جب گرنے لگی — روکا جالاکی سے قاتل نے اُسے تلوار پر
جوہرون سے جان کر شاخِ ثمر از گل باغ مین — ٹوٹے پڑتے ہین عنادل آپکی تلوار پر

	اے فصاحت روحین اعدا کی بوقتِ کارزار تھین تصدق حیدرِ کرار کی تلوار پر	

کی نظر تمنے جو تا دیر اُسکے حالِ زار پر — سرخی آئی فرطِ عشرت سے رخِ بیمار پر
گل کو صدقہ کرکے اپنی آنکھ پر اُس شوخ نے — باغ مین پھینکا تو چشمِ نرگسِ بیمار پر
آئین تو وہ دیکھنے دار الشفائے عشق مین — رحم آ ہی جائے گا اُن کو کسی بیمار پر

چارہ گر بے سبب مجھے پرہیز و دوا کا اسقدر
بار کیون ڈالین مزاج نازک بیمار پر

دیکھتے ہی باغ مین آنکھ اُنکی نرگس کو یہ لطف
رحم آخر آگیا بیمار کو بیمار پر

دیکھتے ہو تم آسے ہنس ہنس کے کیا بیدرد ہو
لوگ حسرت سے نظر کرتے ہین جس بیمار پر

پوچھنے والا کوئی جسکا نہین جز بیکسی
کیا گذرتی ہے خدا معلوم اُس بیمار پر

نزع مین مجکو نگاہ تیز سے دیکھا حضور
آپنے پھیری چھری مرتے ہوے بیمار پر

نالہ کش طول مرض سے ہو نہ اسکے پاس کوئی
یارو اسکی چوٹ پڑتی ہے سر بیمار پر

باغ مین شبنم نہ شب کو کچھ ضرر پہنچا سکی
گل نے ڈالا اپنا دامن نرگس بیمار پر

ڈر نہ جاے وقتِ آخر دیکھکر شکل قضا
اپنا پردہ ڈالے غفلت دیدۂ بیمار پر

جبین پاکر تیرے ممنون ہوتے سب تیماردار
کو سنا تیرا اثر کرتا جو مجھ بیمار پر

چارہ ساز و سمجھو ہان تیماردارو سوچ لو
بار منت اور طبع نازک بیمار پر

وہ تشنج وہ پسینا موت کا آنا وہ کرب
اور اس پر وہ کشاکش نزع کی بیمار پر

اس ادا سے آپنے زانو پہ رکھا اُسکا سر
تندرستون کو ہوا رشک آپکے بیمار پر

اے فصاحت کیا کہون محفل مین اہل درد سے
قید مین جو سختیان تھین عابدؑ بیمار پر

نالہ کش عاشق کو اُس کوچہ مین ہر دم دیکھکر
ہے عجب ہر ایک کو فردوس مین غم دیکھکر

جب ہمارے سامنے ہنسکر وہ غیرون سے ملے
رہ گئے حسرت سے سوے آسمان ہم دیکھکر

شاد تھے پیغمبرون کی نزد آدمؑ دیکھکر
سب نبیون مین محمدؐ کو مقدّم دیکھکر

پھر سیر آئی تھین گو حورین مگر رونے لگین
سیری لاشے پر پریزادون کا ماتم دیکھکر

جاتے ہین آنکھین پھراے نزع مین سوے عدم
بجر گئی نیت کچھ ایسی سیر عالم دیکھکر

تیغ سمجھے اُسکو بھی مظلوم کو دھوکا نہ ہو
دوستِ ظالم کو عہد شیب مین خم دیکھکر

ہیہے تو مرنے سے میرے شاد تھا قلب عدو
اُسکے دل کو اب ہوا صدمہ ترا غم دیکھکر

منھ بنا کر آئے وہ میرے سوّم مین اسطرح
ہنس پڑے بیساختہ سب اہل ماتم دیکھکر

قہقہہ مارا ہر اک کبک دری نے باغ مین
صبح کے وقت اشک بے تاثیر شبنم دیکھکر

شربِ بادہ کی لگا دیتا ہے تہمت مغبچو ئر
ڈبڈبائی آنکھ بالکل ہو گئی وقتِ سحر

ہین وہ عاصی آنسوؤن سے دینگے چھینٹے روزِ حشر
دردمندانِ جہان مین ہی مرا چھوڑا اساول

آہ و نالہ کر کے تھا مین کیون نہ ہم قلب و جگر
باغبان اپنی ریاضت ہیچ سمجھا باغ مین

آیا گلشن مین سمند اُنکا تو حیران ہو گیا
کیا تواضع کا ہماری دیدیا اُسنے جواب

موت مجکو یہ بشارت دیتی ہے ہنگامِ نزع
خون اُتر آیا مرے لاشے پہ چشمِ غیر مین

غیر ہے مغموم اُتنا ہی ہمارے حال پر
ساقیِ بدظن خم ہے پرست مجھے خم دیکھکر

چشمِ آئینہ تری محفل کو برہم دیکھکر
ہم بھڑکتے شعلۂ نارِ جہنم دیکھکر

چرخ چارہ گر لگائے نشترِ غم دیکھکر
آب کی اُٹھتی جوانی کا یہ عالم دیکھکر

نونہالو نہر عرق ریزی شبنم دیکھکر
باغبان یاد بہاری کو مجسّم دیکھکر

تجھے ہم جھکتے ہین اپنے سایہ کو خم دیکھکر
تو یہ عالم بھول جائے گا وہ عالم دیکھکر

ہاتھ اُس گل کے حنائی وقت ماتم دیکھکر
دیکھتے ہو جتنے خوش خوش ہین تجھین ہم دیکھکر

اے فصاحت مبتلائے رنج و غم کرتا ہے یہ
دو گھڑی بھی چرخ مجکو شاد و خرم دیکھکر

ہوا فخر اور دیوانونکو اب میرے قرین ہو کر
خبر دینگے مری دیوانگی کی ہوشیارون کو

غرور اچھا نہین اس درجہ صاحب ہوش مین آؤ
رخ نازک پہ بوسون کے نشان معلوم ہوتے ہین

تری توصیف اے ارضِ مدینہ کیا کرے کوئی
کسی شب اپنے گھر سے خانۂ تاریک عاشق مین

رقیبون کے دو نین رہ کے کیون تکلیف اٹھاتے ہو
نیا اک زلزلہ پیدا کیا کرتے ہین عالم مین

کرامت آپکی اے حضرت پیر مغان دیکھی
بکے بازار مین قیدی رہے زندان مین بھی آخر

ملا یہ مرتبہ مجنون کا سجادہ نشین ہو کر
جنون مین دھجیان دامن گریبان آستین ہو کر

یہ کیون بہ صورتون پر ٹھن کرتے ہو حسین ہو کر
مگر تم آج میرے پاس آئے ہو کہین ہو کر

شرف مین آسمان سے بڑھ گئی ہے تو زمین ہو کر
کبھی تم خوف کے مارے نہ آئے مہ جبین ہو کر

رہو راحت سے میرے خانۂ دل مین مکین ہو کر
ترے عشاق مردہ مضطرب زیرِ زمین ہو کر

مئے تلخ آئی ہم رندون کے منھ تک انگبین ہو کر
مصیبت پر مصیبت جھیلی یوسفؑ نے حسین ہو کر

ہزاروں دہر مین آباد گھر برباد کردینگے — ہوئین ہین قہر و آفت آپکی آنکھین غضبگین ہوکر
شکن سیرے تڑپنے ست جو اُنگے فرش مین آئی — نکالا اپنی محفل سے مجھے چین بر جبین ہوکر

فصاحت حشر کے دن ہرگز ایسا ہو نہین سکتا
جلین دوزخ مین ہم شیدا اے ختم المرسلین ہوکر

غزل حسب فرمائش حضرت صاحب عالم مرزا سلیمان قدر بہادر اعلی اللہ مقامہ

آفاق مین فراغ سے دور اور شکستہ پر — مین ہون قفس مین باغ سے دور اور شکستہ پر
پروانہ انجمن مین ہے بیتاب و مضطرب — جلتے ہوے چراغ سے دور اور شکستہ پر
پریان بعجز ہی ہین اُس رشک حور سے — نخوت ہے اب دماغ سے دور اور شکستہ پر
ساقی کی چشم غیظ و غضب سے ہے مرغ ہوش — میخانے مین ایاغ سے دور اور شکستہ پر
بھاری جو خط بندھا تو ہوا مرغ نامہ بر — اس کوچے کے سراغ سے دور اور شکستہ پر
امسال اوے پڑنے سے بلبل ہوا کہ زاغ — دونون ہین باغ و راغ سے دور اور شکستہ پر
حسرت زدہ یہ طائر دل ہے پڑا ہوا — اس گل کے خانہ باغ سے دور اور شکستہ پر
شاہین اُوجاڑنے یہ ہو کیا خاک مستعد — ہے آشیان زاغ سے دور اور شکستہ پر
پروانہ بن کے صدقے ہو کیا حسرت وصال — ہے دل کی شمع داغ سے دور اور شکستہ پر
کیونکر ہو آکے طائر ادراک جا گزین — عاشق کے ہے دماغ سے دور اور شکستہ پر
فطرس رہا ہے قہر خداے جلیل سے — مدت تلک فراغ سے دور اور شکستہ پر
نام فرشتہ
پروانہ آیا کب کسی بیکس کی قبر پر — شب بھر رہا چراغ سے دور اور شکستہ پر
بلبلین پڑھی ہین لینے کو اُس عندلیب کے — کم بخت ہے جو باغ سے دور اور شکستہ پر

تربت شاہزادہ فصاحت رہ اور نہو
اس لعل شب چراغ سے دور اور شکستہ پر

ردیف زاے معجمہ

ہے کچھ ایسی حضرت ناصح کو ضد آتے ہین روز — بہر ترک عشق و الفت مجھ کو سمجھاتے ہین روز

کیا قیامت ہی مجھے اسطرح تڑپاتے ہین روز
غیر کے ہمراہ سیر باغ کو جاتے ہین روز

خانۂ تاریک مین میرے حسین آتے ہین روز
مہربانی ہے جو مجھ پر جلوہ فرماتے ہین روز

فرقت جانان مین ہے آب وغذا اُنکی یہی
خون دل پیتے ہین عشاق اور غم کھاتے ہین روز

یہ نئی شوخی ہے اُنکی یہ نرالی چھیڑ ہے
جان کر اغیار سے وہ مجھکو لڑواتے ہین روز

گت بناؤ شیخ صاحب کی کسی دن میکشو
سوے مسجد میکدہ کی سمت سے جاتے ہین روز

غیر سے ایسا بڑھایا ہے اُنھون نے ارتباط
میرے گھر آئے نہ اکدن اسکے گھر جاتے ہین روز

وقت زینت ان حسین نازنین کو دہر مین
آئینے انداز و ناز و غمزہ سکھلاتے ہین روز

مجھکو ایذا دینے پر آمادہ ہین وہ اسقدر
دل جگر تیر مژہ سے اپنے برماتے ہین روز

جب مین کہتا ہون نھین پر جان جاتی ہی مری
زہر کھا کر مر بھی جاؤ مجھسے فرماتے ہین روز

ہم سے ملنے کا اُنھون نے یہ نکالا ہی طریق
گہہ مہینون ہی نہین آتے کبھی آتے ہین روز

غیر کے گھر فصل باران مین وہ جا سکتے نہین
مینھ ہم اپنے دیدۂ گریان سے برساتے ہین روز

ہین کچھ ایسے زار دربان کا نہین خوف و خطر
اُنکے گھر مین ہم لپٹکر سایہ سے جاتے ہین روز

ہین بھی کچھ منھ سے کہون تو روٹھ جائینگے ضرور
ضد سے میرے سر کی وہ جھوٹی قسم کھاتے ہین روز

اے فصاحت ہمسے جو دیوانگان عشق ہین
فاتحہ پڑھنے کو قبر قیس پر جاتے ہین روز

گر چھپائین گے دل مین اپنا راز
تو صفائی سے ہوگا افشا راز

نہ کسی پر کھلا سوا ئے علیؑ
شب معراج مصطفےٰ کا راز

شرط الفت یہی کہ غیر دن پر
نہ کھلے میرا اور تمھارا راز

پی کے مے انکو یہ چڑھے نشہ
کہ بیان کر دین اپنے دل کا راز

ہم سے مخفی کیا جو غیر کا رسم
کیون مری جان یہ بھی تھا کیا راز

نہ ہو معلوم آنکھ کو اس سے
گوشۂ قلب مین چھپا یا راز

اس دہن کی صفت مین جو ہوئی نظم
وہ غزل میری ہے سراپا راز

کون جانے حقیقت اسکی بھلا
یا معما ہے وہ دہن یا راز

دوستوں سے بھی اے فصاحت آپ
نہ بیان کیجیے گا اپنا راز عو

ردیف سین مہملہ

کیسا بے درد ہے وہ یار افسوس
روند ڈالا مرا مزار افسوس

توبہ ہم نے نہ کی گناہوں سے
ہے یہی وقت استغفار افسوس

کہہ سکے کچھ نہ اُن سے نزع کے وقت
دل کی دل میں رہی ہزار افسوس

او ستمگر ترا خدنگ نگاہ
نہ ہوا میرے دل کے پار افسوس

عشق نے یہ کیا نحیف و ضعیف
پیرہن بھی ہے تن پہ بار افسوس

جھونکے باد خزاں کے چلتے ہی
مٹ گئی باغ کی بہار افسوس

کبھی دامن تلک جو بہونچا بھی نہ
اُس نے جھٹکا مرا غبار افسوس

کی نہ قدر شباب اے غافل
اب ہے پیری میں بار بار افسوس

میرے دیوان کی غزلیں چوری گئیں
لٹ گیا باغ پر بہار افسوس

وہ مرے نام کو مٹاتے ہیں
پڑھ کے لوح سر مزار افسوس

ہو گریبان میں رفو کس سے
نہیں دامن میں کوئی تار افسوس

بند پایا جو باب میخانہ
پھرے مایوس بادہ خوار افسوس

کوئی شوخ آکے رونے کے بدلے
ہنس رہا ہے سر مزار افسوس

دل اُنہیں دے چکے تو ہے بیکار
دمبدم ہائے بار بار افسوس

شیخ جی آج گھر سے نکلے تھے
نہ ملا کوئی بادہ خوار افسوس

برگ یہ ہاتھ مل کے کہتے ہیں
گئی گلزار سے بہار افسوس

قتل گہ سے وہ ترک پھیر آیا
نہ کیا میرا انتظار افسوس

چاہنے والوں سے اعزا میں
نہ رہا ایک بھی ہزار افسوس

نزع میں دل سے ہم یہ کہتے ہیں
اب بھی آیا نہ وہ نگار افسوس

کبھی سیدھی طرح نہ پیش آیا		ہم سے یہ چرخ کج مدار افسوس		
	اے فصاحت اُٹھے لطافت بھی		سے تھے امانت کے یادگار افسوس	

پرضیا ہے خال یہ پیشانی دلبر کے پاس
یا ستارہ اک درخشاں ہے مہ انور کے پاس

ہجر جاناں مین بہت پایا جو اُس کو بیقرار
پھر ہمدردی جگر آیا دل مضطر کے پاس

ذبح کرنے سخت جا نوں کو چلے ہین آپ اگر
اک چھری بھی ڈاب مین رکھ لیجیے خنجر کے پاس

حملہ کرتے آپ پر جنگ اُحُد مین پھر قریش
گر علی پھر مدد رہتے نہ پیغمبر کے پاس

بزم رندان مین قریب خم سبو ہو ساقیا
بھر کے رکھ شیشہ شراب ناب کا ساغر کے پاس

جاکے انکی بزم مین کوئی نہ گستاخی کرے
بے ادب بیٹھے مودب صاحب جوہر کے پاس

منعمون کو چوری جانے کا ہے دھڑکا اسقدر
شب کو بچھواتے ہین فرش خواب مال وزر کے پاس

جوشش سودا مین پہنانے آیا ہے مجکو یہ سب
بیڑیان ہتکڑیان زنجیرین ہین آہنگر کے پاس

آتش رشک و حسد سے کیون نہ محفل مین جلین
دور ہم ہین اور بیٹھے ہین عدو دلبر کے پاس

ہائے شب کو پاسبانون کی درشتی کے سبب
بستر اپنا ہم لگا سکتے نہین اُس در کے پاس

بزم مین اُس شاہ خوبان کی مجھے آتی ہے شرم

بیٹھون کیا مین عاشقِ نادار اہلِ زر کے پاس
جا کے مسجد مین ہم ایسے نوجوان دس بیس رند
وعظ پر واعظ کے ہنسنے بیٹھے ہین منبر کے پاس
ہے جنون مین ضعف اُٹھکر ٹکرین کیو نکر لگا ئین
لا کے اک پتھر کوئی رکھدے ہمارے سر کے پاس
وہ جو آئین سُن کے مین بیتاب ہون اسواسطے
اک مکان دشمن نے بنوایا ہے میرے گھر کے پاس
اے فصاحت کربلا مین جا کے مرجاؤن اگر
میرا مدفن ہو مزارِ سبطِ پیغمبر کے پاس

ردیف شین معجمہ

ہے مدتون سے حسنِ خداداد کی تلاش
انسا نو نہین ہے ایک پریزاد کی تلاش

گلزار مین جو شورِ عنادل سے ہین تنگ
گلچین و باغبان کو ہے صیاد کی تلاش

شیرین کو لائی ہے کششِ عشق بعدِ مرگ
ہے بیتون پہ تربتِ فرہاد کی تلاش

جوشِ جنون ہے مجکو تو احباب کو مرے
فصاد کی ہے فکر تو حدّاد کی تلاش

عاشق کو اپنے قتل کیا مل گیسا جہان
دیکھے تو کوئی اس ستم ایجاد کی تلاش

یون جستجو ہے کھوئے ہوئے شعر و نکی ہمین
ہوتی ہے جیسے گم شدہ اولاد کی تلاش

ملتا نہیں جہان مین حسین کوئی رشکِ حور
کہنے سے تیرے اے دلِ ناشاد کی تلاش

تصویر مین ہے کوئی نہ کوئی ضرور نقص
ہر سنر اجو اُنکو ہے بہزاد کی تلاش

مین سخت جان حلال نہ ہونگا چھری سے تو
جلاد کو ہے خنجرِ فولاد کی تلاش

منظور ہے مباحثۂ عشق اور جنون
ہے مجکو قیس و دامن و فرہاد کی تلاش

غفلت مسافرانِ عدم کو ہے کس قدر
توشہ کی جستجو ہے نہ ہے زاد کی تلاش

معشوق کانِ دہر کے سنین اور مزا لے
کی ہمنے اس لیے ہے فریاد کی تلاش

بلبل کے پھانسنے کو ہے ہر شاخ پر نگاہ — دیکھے تو کوئی باغ مین صیاد کی تلاش
درسِ جنون کے لینے کو لیلی کے عشق مین — برسون ہی قیس کو رہی اُستاد کی تلاش
غارت گر اسکی آنکھ ہے گردش نہ کیون کرے — ہے عاشقون کے خانۂ آباد کی تلاش
پھرتا ہے اشتیاقِ شہادت مین سر بکف — دن بھر ہے دہر کو کسی جلاد کی تلاش
جو بعد ظلم و جور ذرا رحم بھی کرے — ہے ہمکو ایسے بانیٔ بیداد کی تلاش

ازلی یہ فن ہمارا فصاحت جہان مین ہے
کیون ہمکو شاعری مین ہو اُستاد کی تلاش

مریجان جو کرے دل آپکا خوش — اُسی عاشق کو رکھین آپ ناخوش
جواب خط ہے اچھا جو ہوا خوش — وہان سے نامہ بر آیا مرا خوش
غم و رنج و الم مین عمر گذری — نہ مین اس دار دنیا مین ہوا خوش
رقیبون کو وہ اپنے ساتھ لائے — مین ہون اسطرح کے آنیسے کیا خوش
ہمارے قلب کو ہو رنج تو ہو — دعا یہ ہے رہے دل آپکا خوش
سوا رنج و الم دینے کے صاحب — بھلا کب آپنے مجکو کیا خوش
اُنھین تو کام ہے مطلب سے اپنے — نہین پروا کوئی خوش ہو کہ ناخوش
گلے مجھ سے ملے وہ غیر کے بعد — مین روز عید رنجیدہ ہون یا خوش
ہوا غم اسکا یہ چرخ کینہ جو کو — کبھی مین اتفاقاً گر ہوا خوش
مصر ہے تو برائے ترک الفت — نہین عشاق تجھسے ناصحا خوش
رہے مغموم اُس کوچہ مین عاشق — کب اس فردوس مین کوئی ہوا خوش
خبر سنتے ہی مرنے کی ہمارے — ہوا وہ کینہ جو بے انتہا خوش
ہمین دنیا مین کرنا چاہیئے ہے — وہ کار نیک جس سے ہو خدا خوش
اُسے انعام اگر دیتے رہین ہم — رہے دربان در دلدار کا خوش
جو دو تم حسن کی خیرات بوسہ — تمھارے در پہ ہو مجھسا گدا خوش
فصاحت نے غزل ایسی پڑھی آج — حسینون مین ہر اک سنکر ہوا خوش

ردیف صاد مہملہ

کرم فرمائین معشوق جہان خاص
ضیافت آج ہے میرے یہان خاص

جو مجھ عاشق پہ ہون وہ مہربان خاص
تو مہمانی کو اُن کی ہون مکان خاص

پڑے تیر حوادث مین ہی اک ہون
مری خاطر ہین جو ر آسمان خاص

نشست عام بھی اُس بزم مین ہے
وہان مین بیٹھون بیٹھے ہین جہان خاص

رقیبون کے علاوہ میری خاطر
نکالا اس نے طرز امتحان خاص

حرم سے پھر کے وان جائین نہ حجاج
وہ کوچہ ہے برائے عاشقان خاص

ہے روز عید ہمکو ہو عنایت
شراب اے حضرت پیر مغان خاص

نہ ہمکو عاشقان عام مین گن
ترے شیدا ہین ہم اے جان جان خاص

ہمین سے کہتے ہین وہ دل کی باتین
ہمین ہین ایک اُنکے رازدان خاص

سنے کیون کوئی حال دل ہمارا
ہے اُنکے سننے کی یہ داستان خاص

دکھاکر دخت رز کہتا ہے ساقی
پری یہ ہے برائے نوجوان خاص

کوئی کیا جانے ہے کیسی محبت
ہمارے اور اُنکے درمیان خاص

وہان پڑھیے غزل اپنی فصاحت
جہان ہون مجتمع اہل زبان خاص

دل کو ملتا ہے مزہ ہے یہ مرے کام کی حرص
باغ عالم مین جو ہے وصل گل اندام کی حرص

ساقیا بڑھ گئی ہے مجھسے آشام کی حرص
نہین اک جام کی ہے دل کو کئی جام کی حرص

سنگ برساتے ہین ان پہ جو ہین بارآور نخل
کیا حریفون کو پڑی ہے ثمر خام کی حرص

جو کہ ممکن ہی نہ ہو شَے ہے عبث فکر اُوسکی
نہین اچھی یہ ہمارے دل ناکام کی حرص

مین تو کچھ درہم و دینار دیے جاتا ہون
بڑھتی ہی جاتی ہے قاصد تجھے انعام کی حرص

شہد سے بھی ہے کہین بڑھ کے حلاوت اسمین
مجکو تیرے لب شیرین سے ہے دشنام کی حرص

خاک مین آبرو اپنی نہ ملا اے نادان
ہیچ ہے طمع زر و مال کی کس کام کی حرص

ایک مدت سے ہو نین خوگر غم الفت مین
پھر نہ کیون دہر مین ہو صدمہ و آلام کی حرص

چوبنے دام طلب کرتا ہے دے کر اک جام
میکشو دیکھتے ہو ساقئ گلفام کی حرص

مجکو اس عمر دو روزہ مین یہ دونون ہین عزیز
ہے بجا دل مین ہے گر آبرو و نام کی حرص

روز خط آئے فصاحت سنون قاصد کا بیان
یار کی سمت سے ہے نامہ و پیغام کی حرص

ردیف ضاد معجمہ

سن کے مرنا مرا وہ شاد ہین دشمن کے عوض
قہقہہ مارتے ہین نالہ و شیون کے عوض

تند خو آپ کو کہتا ہے عدو لوگون سے
کاٹیے اُس کی زبان کو سر و گردن کے عوض

کہتی ہے باغ مین صیاد سے بلبل کہ اُجاڑ
آشیان فاختہ کا میرے نشیمن کے عوض

بیوفا وہ تھا دفا مین نے کی اُس سے تازیست
روندے وہ قبر عدو کو مرے مدفن کے عوض

مین تو سائل نہ ہوا بوسہ کا طالب وہ ہوا
واہ تم مجھ پہ خفا ہوتے ہو دشمن کے عوض

عرصۂ حشر مین مل جائے وہ ظالم جو مجھے
ڈالون ہاتھ اس کے گریبان پہ دامن کے عوض

مجھ شرابی کا جو بتخانہ مین قبضہ ہو جائے
مغبچون کو رکھون اطفال برہمن کے عوض

مین وہ عاشق ہون فرشتے بھی جو ترغیب دلائین
باغ رضوان کو نہ بدلون ترے گلشن کے عوض

ناسمجھ کیسے ہو تم مانگ رہے ہو اُس سے
غیر کا قلب سیہ اس دل روشن کے عوض

اے خدا دین ہون سیم تنون کا وحشی
طوق چاندی کا ہو زنجیر ہون آہن کے عوض

نظر بد سے رہے گوری کلائی محفوظ
باندھے بازو پہ وہ تعویذ ہے جوشن کے عوض

بخیۂ زخم مین خط مجھ کو ملے اے جراح
اگر اُن کی مژۂ تیز ہو سوزن کے عوض

کبھی صیاد جو پھولون سے قفس کو چھائے
بلبلین نغمہ سرائی کرین شیون کے عوض

ضو فگن لاکھ ہو پر مین تو نہ دیکھون اُسکو

بدر کے چہرے کو اُن کے رخ روشن کے عوض

در جانان پہ فصاحت نہین جا سکتے ہم

اذن آنے کا رقیبون کو ہے قدغن کے عوض

دیگر

وحشی ہون مستند نہین اُستاد سے غرض

مجنون سے مجکو کام نہ فرہاد سے غرض

حورین جنان مین قاف مین پریان بلاتی ہین

کچھ تو ہے تیرے عاشق ناشاد سے غرض

وہ تو ہے بے مروت و بے رحم عاشقو

اور پھر وفا کی اس ستم ایجاد سے غرض

بتلاتا ہے چمن مین عنادل کے آشیان

گلچین کی کچھ نہ کچھ تو ہے صیاد سے غرض

عاشق ہین اپنی چال کے طاوس و کبک باغ

مطلب گلون سے ہے اُنکو نہ شمشاد سے غرض

تصویر لوح دل پہ ہے اُن کے کھنچی ہوئی

مانی سے ہم کو کام نہ بہزاد سے غرض

مطلب نہین ہے اور حسینان دہر سے

ہے مجھ کو تو اُن ایسے پریزاد سے غرض

رکھا نہ کوے عشق مین ہم نے کبھی قدم

اچھی نہین کسی ستم ایجاد سے غرض

ہے با خدا جو عشق حقیقی ہمین تو ہے

تیرے تصور اور تری یاد سے غرض

اچھا بھی گر ہو شعر کسی کا برا کہین

حسّاد کینہ جو کو ہے ایراد سے غرض
ہے کام دہر مین ہمین اعمال نیک سے
مطلب نہ مال و زر سے نہ اولاد سے غرض
جب سے ہوے اسیر قفس ہین وہ بدنصیب
نکلی ہماری کوئی نہ صیّاد سے غرض
بزم مشاعرہ مین فصاحت سنا کے شعر
ہم کو تو قدردانون کی ہے داد سے غرض

ردیف طاے مہملہ

شوقیہ بھیجتا ہے مجھے جب وہ یار خط
عشاق مین پڑھا تا ہے میرا وہ یار خط
بھیجا نہ لکھ کے اُسنے مجھے ایکبار خط
مین نے رقم کئے ہین اُسے بے شمار خط
بھیجے جو وہ حسین مجھے بے شمار خط
غیرون کو مین دکھاؤن پئے افتخار خط
آئے گا جب شباب گھٹائے گا وہ ضرور
ایجاں حسن رخ کی تمھارے بہار خط
حال اضطراب دل کا ہو اُسکو رقم کیا
کیون دست نامہ بر مین نہ ہو بیقرار خط
ہاتھ اسکا مس نہ ہو ترے رخ سے یہ حکم ہے
حجام جب بناے ترا اے نگار خط
کیا خاک کوئی پڑھ کے سناے مین کیا سنون
آیا وہان سے میرے دم احتضار خط
مدت سے بیقرار ہون مین انتظار مین
آئے گا وان سے کب مرے پروردگار خط
رو رو کے زار زار اُسے تحریر ہم نے کی
دھوئے گا اسکے دل کی کدورت غبار خط
کیا ہے صلاح ہمدموا نعام کیا مین دون
لیکر وہان سے آیا ہے ناقہ سوار خط
نامہ جو وہ مجھے خط گلزار مین لکھے
مجکو دکھاے باغ سے پڑھ کر بہار خط
لکھا جو اُن کے گیسوے مشکین کا مین نے وصف
گھر بس گیا مرا یہ ہوا مشکبار خط
اک شاہ حسن کو جو قصیدہ ہی بھیجنا
لازم یہ ہے ہما کو مین دون ابکی بار خط

عشق مین اسکے امتحان ہی شرط
دل مین دیدون بھی وہان ہی شرط

ہجر مین پھر عاشق مہجور کو
گریۂ و نالہ و فغان ہی شرط

ہون روان اشک تو ہو نالہ بھی
کہ جرس پھر کاروان ہی شرط

نہ کرے یہ درشت و سخت کلام
سچ ہے نرمی پئے زبان ہی شرط

پھر آراستگیِ باغ و چمن کو
موسمِ گل مین باغبان ہی شرط

آہین پیری مین ہین تو قد بھی ہو خم
تیرون کے واسطے کمان ہی شرط

جب کہا مین نے جان نثار ہو نہین
بولا وہ شوخ امتحان ہی شرط

ہم نے تو حال دل لکھا ہی انھین
تیرا بھی قاصد ابیان ہی شرط

آئے جو اُس جہان مین اُسکے لیے
ستم و جورِ آسمان ہی شرط

میکدہ مین بصدق دل رندو
بیعتِ حضرتِ مغان ہی شرط

گنجفہ مین جو ہارون دل دیدون
میرے اور اُن کے یہ کہان ہی شرط

سچ تو یہ ہے پئے ثبوتِ دہن
لبِ جانان پہ رنگ پان ہی شرط

میرے قصہ مین اسے فسانہ گو
ہان خوش اسلوبیِ بیان ہی شرط

دل مرا شاد کرتے پیری مین
عشقِ معشوق نوجوان ہی شرط

کیا فصاحت سناؤن اور کو شعر
داد دینے کو قدردان ہی شرط

ردیف ظائے معجمہ

جا کے مسجد مین سنے کون بیان واعظ
تیز خنجر سے زیادہ ہے زبان واعظ

راہ مین رندون نے دستار اُچھالی اُنکی
خاک مین آج ملی عزت و شان واعظ

پھینکو ٹوٹے ہوئے میخانہ کے ظرف اُسکے یہان
رند و مسجد کے برابر ہے مکان واعظ

بیٹھ کر رندون مین کرتا ہی مذمت مے کی
نہین دنیا مین نڈر کوئی لسان واعظ

وعظ تو سنتے ہو رندو نہ یہ ہی اندیشہ
دل پہ تاثیر نہ کر جائے بیان واعظ

کھلبلیں ہین متقیون کے او سے دھوکا دیکر
روز و شب چکھتی ہین ہم نعمت خوان واعظ

نکلے مسجد سے تو خون اُسکا بہائین مےکش
آج بھی نظر آتی نہین جان واعظ

راہ مین شیشہ دے چھپنے کا مجھ سے کیا
مغبچو اتنی نہین تاب و توان واعظ

دور دور اور حکومت ہو جو میخوارونکی
تو جہان مین نہ رہے نام و نشان واعظ

خوش ہون رند ایسے کہ روشن کرین مسجد مین چراغ
فصل باران مین جو ڈھے جائے مکان واعظ

توبہ کی اپنے گناہون سے فصاحت نے بدل
رمضان مین جو سنا جا کے بیان واعظ

تھا یہ سینہ کے درمیان محفوظ
لے کے دل رکھا میری جان محفوظ

شب کو منزل پہ گر قیام کرے
رہے ڈاکے سے کاروان محفوظ

چار جانب سے ابر گھرے اگر
تو خزان سے ہو بوستان محفوظ

وہ عسس آگیا رکھو رند و
جام شیشے صراحیان محفوظ

خشک تجھسے نہ وہ چمن مین ہوا
رہ گیا سرو اے خزان محفوظ

حلقۂ زلف مین کہ کاکل مین
دل رکھو وان رہے جہان محفوظ

تاک انگور تاکتے ہین مست
رکھے گلشن مین باغبان محفوظ

شرر ان آہون کے جو ہونگے بلند
نہین رہنے کا آسمان محفوظ

فضل پروردگار عالم سے
دل کے اندر رہے میری جان محفوظ

حق نے رکھی ہے میری نرم زبان
سخت دانتون کے درمیان محفوظ

لے گئے چور آخر اے منعم
مال تیرا رہا کہان محفوظ

لئے دزدیدہ ان نگاہون نے
رہے یہ دل جگر کہان محفوظ

کربلا مین رہون فصاحت اگر
کل بلاؤن سے ہون وہان محفوظ

ردیف عین مہملہ

حرص ہی یاقوت کی آنکھونہ گوہر کی طمع
نیاریون کو خاک چھنواتی ہی کیا زر کی طمع

بڑھتی ہی جاتی ہی روز و شب اسے زر کی طمع
ہی کہین محتاج سے بڑھکر تو انگر کی طمع

ہنس کے ساقی نے کہا مجھ رند سے اے تو سہی
بھیک منگوائے تجھے لبریز ساغر کی طمع

ٹکڑے میرے شیشۂ دل کے اُٹھا کر لے گئے
دیکھ دربان زہر دان کو سے دلبر کی طمع

کچھ نہین حرص اور مجھ میکش کو اور ہی بھی تو لبس
ازدیاد الفت ساقی کوثر کی طمع

گو ردا اے کہنہ اوڑھے زاہد سالوس ہے
دل مین تو ہے پر زر اک عمامۂ سر کی طمع

ہے ضرر غافل نکرنا لذت دنیا کی حرص
چیونٹیون کی جان لے لیتی ہی شکر کی طمع

کوشش و تدبیر سے سونا نہین ملتا مگر
اسپہ بھی ہوتی نہین کم کیمیا گر کی طمع

اک نہ اکدن منھ کی کھلوائے گی ہمکو دیکھنا
بوسۂ رخسارۂ زیبا سے دلبر کی طمع

جمع مال و زر کرے تو پھر نہ کیونکر اے بخیل
لکھی تھی روز ازل تیرے مقدر کی طمع

اے مسیحا گھر سے باہر آکے ٹھکرا دے ذرا
میرے لاشے کو ہے تیری ایک ٹھوکر کی طمع

دیکھ پہلے فصد کے منھ میری رگ کا کھل گیا
ہے یہ اے فصاد تیرے تیز نشتر کی طمع

واہ اے غافل تجھے اس چار دن کی زیست مین
ہے بہت مال و منال و لعل و گوہر کی طمع

اُسکو بھی گلگیر کر دے گا جدا اے شمع بزم
ایک سر کٹوا کے کیون ہی دوسرے سر کی طمع

کل اُنھون نے بوسے جب مانگے تھے ہمسے تو کہو
تمنے کیونکر دی سزا غیرون نے کیونکر کی طمع

اے فصاحت جو ہین دنیا مین شریف و وضعدار
ہین فقط عزت کے وہ خواہان نہین زر کی طمع

پھرتے کمال شوق مین ہین گرد روے شمع
پروانون نے بڑھائی ہے اور آبروے شمع

پروانون کی نظر مین گھٹی آبروے شمع
روشن ہے میرا داغ جگر دو بدوے شمع

شب کو ہماری قبر پہ کیا روشنی رہے
جھونکے ہواے تیز کے ہون جب عدوے شمع

عشاق کو جلاتے ہین وہ بھی اسی طرح
جسطرح سے پتنگے جلاتی ہے خوے شمع

گر آئینہ مین بینی پر نور دیکھین آپ
روشن ہو ایک شمع ابھی رو بروے شمع

گلگیر سے یہ رات کو پروانہ کا ہے قول
محفل مین رو سیاہ ہے تو اے عدوے شمع

داغ جگر سے میرے نہ ہمسر ہو ماہتاب
عزت بھلا چراغ کی کیا دو بدوے شمع

سر کاٹتے ہین شمع کا بیدرد اہل بزم
عاشق کے دودِ آہ سے جب تیرگی بڑھی
معشوق کے دکھانے کو پروانونکا ہے عشق
گل ڈھونڈھین بلبلین مری تربت کیواسطے
شب کو حضور رخ سے اُٹھتے ہین جب نقاب

پروانون کی انھین ہے رعایت نہ روے شمع
دن کو ہر ایک کرنے لگا جستجوے شمع
ہوتے ہین بیقرار مگر روبروے شمع
پروانون سے کہو کہ کرین جستجوے شمع
پروانے اپنے پر سے چھپاتے ہین روے شمع

دشمن کی بزم مین جو فصاحت وہ لائے ہین
بیٹھے ہین دل جلانے کو ہم روبروے شمع

ردیف غین معجمہ

احباب کیون جلائین مری قبر پر چراغ
جلتے ضرور ہین لحد قیس پر چراغ
دیکھو اندھیری رات مین ہے کیسی روشنی
اسکو خوشی ہوئی مرے مرنے کی اسقدر
شب کو تو روشنی ہے اُسکی چہار سمت
روشن کیا فتیلہ ترا پر نہ آئے وہ
مزار مین تو شب کو اندھیرا ذرا نہین
مسجد کی خاطر اُسکو چرا لائے شیخ جی
کچھ دیر شام کو جو جلا بھی تو بجھ گیا
تھا ساتھ غیر مجکو جلایا بس فنا
گھر مین ہمارا دم نہ گھٹے کیون شب فراق
ساحل یہ شب کو اس رخ روشن کے عکس سے
گھیرا جو ظلمت شب فرقت نے میرا گھر
رعشہ ہمارے سر کو ہے پیری مین اسطرح

روتی ہے شب کو شمع تو ہنستا ہے ہر چراغ
شب کو ہر اک ہے غول بیابان مگر چراغ
ہین نقش پاے یار سر رہگذر چراغ
صدہا جلے ہین رات کو دشمن کے گھر چراغ
نام رفیع پر ہے فلک کے قمر چراغ
اے عامل اب دکھائیگا کس شب اثر چراغ
لالہ کے جل رہے ہین ادہر اور اودہر چراغ
بتخانے مین جلایا برہمن نے گر چراغ
روشن نہ رات بھر رہا مفلس کے گھر چراغ
روشن کیا نہ اُسنے مری قبر پر چراغ
اسقدر ی تیرگی نہ ہوا جلوہ گر چراغ
ہر موج بحر شمع تھی ہر اک بھنور چراغ
ہو کر تنگ دُھننے لگا اپنا سر چراغ
جسطرح جھلملاتا ہے وقت سحر چراغ

	میری لحد پہ شام کو جب اے فصاحت آئے لائے عزیز و دوست مرے پھول اگر چراغ	

چارون ہم ہین جاوین جو ہین بادہ خوار باغ
بدلی ہواے سرد مئے خوشگوار باغ
اچھلے ہے بہر سیر ترا اے نگار باغ
دنیا مین یون تو کہنے کو ہین بیشمار باغ
گو لکھنو کے شہر مین ہین بے شمار باغ
پر سیر اور دید کے قابل ہے چار باغ
ایسا ہے تیرا بھولا پھلا اے نگار باغ
اس پر تصدق اور فدا ہین ہزار باغ
باران مین نزہت اور طراوت جو بڑھتی ہے
ہر ایک کو دکھاتا ہے دونی بہار باغ
افسردگی ہو دفع اگر جاے بسیر کوئ
رنجیدہ دل کے واسطے ہے غمگسار یار
دعوت جو ہو حسینون کی ساقی کو بھی بلاؤن
باران کی فصل آئی ہے لون مستعار باغ
گلشت کو وہ آئے ہین ہمراہ غیر کے
اے عشق کیون نہ ہو مری آنکھون مین خار باغ
پانی چمن کی نہر سے لیکر نہائین آپ
اور اپنی تازگی کا ہے اُمیدوار باغ
آئین حسین سیر کو ہو روح میری شاد
ہو بعد مرگ اگر مرے گرد مزار باغ
دیوان کو میرے دیکھے ہے شاعرون کا قول

صدہا چمن ہین غزلون کے ہے تر یہ بہار باغ
لازم ہے گرد چہرۂ رنگین یار خط
لٹ جانے کا ہے خوف جو ہو بے حصار باغ
باران کی فصل اور وہ حسینون کا جمگھٹا
پھرتا ہے میری آنکھون مین لیل و نہار باغ
خوش قسمتی سے سب یہ بہم ہین مرے لیے
مطرب رباب ساقی گلفام یار باغ
بیابان وادئ نجف کا فصاحت ہون مدح گو
دے گا بہشت مین مجھے پروردگار باغ

ردیف فا

ابر آئے جیسے کشتِ خشک دہقان کی طرف
کیا نگہ جائے رخ پر نور جانان کیطرف
سنبل گلشن کا سارا بل نکلجائے گا آج
اے شب گیسو سیاہی پر نہ کر اپنی غرور
لے گئی فردس مین مجکو تلاشِ کوے یار
قیس بولا کوہکن سے دونو سمت آباد ہین
باغبان مانع ہو کیون جب موسم گل جائیگا
دفن ہوتے ہی زمین نے جب کیا قصد فشار
بلبلو ہنستی ہو کیا میرے دل صد چاک پر
سچ ہی شرمندہ جوانون سے ہمیشہ پیر ہین
وحشیون کے چھوٹنے کی ہو خوشی اطفال کو
ہاے آتے ہی خزان نے کر دیا تاراج باغ
دیکھو احمد کو حبیب اپنا کیا اللہ نے

رحمت حق یون چلی ہے میرے عصیان کیطرف
خیرگی کرتی ہین آنکھین مہر تابان کیطرف
بال کھولے یار آتا ہے گلستان کیطرف
دیکھ تو میری شب تاریک ہجران کیطرف
ورنہ ہین کا ہکو جاتا باغ رضوان کیطرف
تو ہے کوہستان کی جانب میں بیابان کیطرف
جھانکنے کو بھی نہ آئینگے گلستان کیطرف
عاجزی و یاس تھی اک تازہ مہمان کیطرف
پہلے دیکھو تو ہر اک گل کے گریبان کیطرف
منھ کمان کرتی نہین تیر و نکے پیکان کیطرف
سنگ لا تھو مین لئے آئے ہین زندان کیطرف
آج دیکھا بھی نہین جاتا گلستان کیطرف
پہلے سے اسکی توجہ تھی جو انسان کیطرف

رحم کر گلچین چھپا تا جا گلون کو توڑ کر
دیکھتی ہین بلبلین حسرت سے دامان کیطرف

چاک کرتا ہون جنونمین اسکو تو اسکو ہی رشک
دامن آجاتا ہی اُڑ اُڑ کر گریبان کیطرف

یہ گھٹا چھائی نہین ہی میکشو گلزار پر
آتش گل کا دھوان ہی چرخ گردان کیطرف

قیس بولا ہڈیان تھوڑی سی باقی ہین ابھی
شاید آجائے سگِ لیلیٰ بیابان کیطرف

ایجنون وحشت ابھی جو تازہ ہی مجھے
رفتہ رفتہ ہاتھ پہونچا ہی گریبان کیطرف

دل فصاحت کا بہت گھبرا گیا ہی ہند مین
لیچل اے قسمت مزارِ شاہِ مردان کیطرف

ہمدمو دیکھو ذرا مژگان قاتل کیطرف
سکڑون تیر و تفنگ رخ ہی اک میرے دل کیطرف

پیش حق دعویٰ ہمارے خون کا جھوٹا ہوا
ہوگئے سب اہل محشر ہمارے قاتل کیطرف

چال سیکھی ہے نئی تیغ نگاہ یار نے
توڑ کر آیا کلیجہ کو مرے دل کیطرف

وہ سخی ہون شرم جب آئی مجھے دینے کے وقت
پھیر کر منھ کو بڑھایا ہاتھ سائل کیطرف

ہو سکی جب بھی نہ تیرے عاشق نالان سے بحث
باغ مین گو قمریان بھی تھین عنادل کیطرف

کس بلا کی تھی کمند زلف لیلیٰ مین کشش
نجد مین مجنون کھنچا جاتا تھا محمل کیطرف

تمنے رکھا ہاتھ ناحق بائین پہلو پر مرے
لو سمٹ آیا جگر کا درد بھی دل کیطرف

آج کل دینے کا تو کیا ذکر ہی انسے بخیل
ہاتھ اپنے خود بڑھا دیتے ہین سائل کیطرف

ہے مجھے شوق شہادت آئے جب ہنگام نزع
دوستو منھ پھیر دینا کوے قاتل کیطرف

آج دھوکا دیکے پہلو سے مرے لیجائینگے
پڑ رہی ہے اُنکی دزدیدہ نگہ دل کیطرف

جوش وحشت مین جو یاد آتی تھی مجنون کو نماز
خاک پر سجدے کیا کرتا تھا محمل کیطرف

چارہ گر تجھسے کہون کیا حال اپنا عشق مین
چوٹ کھائی ہی جگر پر درد ہی دل کیطرف

مجمع عشاق مین کیا بے ادب ہے آئینہ
منھ تمھارے سامنے ہی پشت محفل کیطرف

قتل کر کے مجکو منھ موڑے ہوے جلتے ہین وہ
غیظ ہی سے دیکھین پر دیکھین تو بسمل کیطرف

اے فصاحت ظلم اٹھا کر اُس بت سفاک کے
پھر رجوع اپنے ہوے خلاقِ عادل کیطرف

ردیف قاف

مین تو اک انجام بین ہون سمجھکر انجام عشق
کانپ جاتا ہون اگر لیتا ہی کوئی نام عشق

روز فرقت کٹ گیا صد شکر آئی شام وصل
بند کردے ای خوشی دروازۂ آلام عشق

مین وہ عاشق ہون دعا کرتا ہون یہ اللہ سے
واسطہ اُس حسن کا کرنا بخیر انجام عشق

قطع کیجائے زبان اور کھینچا جائے دار پر
کسکی طاقت ہی جو اُنکے سامنے لے نام عشق

عاشقِ رند اپنے اپنے دل کا پیمانہ بھرین
دور گردون مین جو مملو ہو کے چھلکے جام عشق

حسن کی بازار مین اچھی طرح قیمت اُٹھے
ہو اگر کندہ نگین دل پہ مرے نام عشق

آئے وقت نزع وہ جی بھر کے صورت دیکھ لی
جھوٹ سنتے تھے کہ ہوتا ہی بُرا انجام عشق

عاشقِ طفلِ برہمن جو ہین قشقہ کے عوض
لکھتے ہین صندل سے پیشانی پہ اپنے نام عشق

انس و جن تو کیا ملائک ہین بخوبی جانتے
گردشِ ہفت آسمان ہی ایک دور جام عشق

خوب رہنے کے لیے محفوظ گھر اُن کو ملا
سینہ مین دل دلمین چھالا چھالے مین آلام عشق

کیا عجب لوح مزار کوہکن پر عاشقو
لکھی ہو تفصیل سے کیفیت انجام عشق

جھیل جانا سختیان پر ہارنا ہمت نہ تم
عاشقونکو یہ پہونچتا رہتا ہی پیغام عشق

شادمانی و سرور و عیش ہین معشوق پاس
گھیرے ہین عاشق کو رنج و صدمۂ آلام عشق

اور قیدی تو رہا ہو جاتے ہین میعاد پر
پر نہین تا زیست چھٹ سکتا اسیر دام عشق

جسطرح منصور بہکا اور انا الحق بھی کہا
یون زمانے مین نہ بہکے کوئی پیکر جام عشق

غیر حالت دیکھکر میری یہ ناصح نے کہا
اب بھی کہنا میرا مان ای مبتلاے دام عشق

ہی بہت آراستہ گلہاے داغ زخم سے
خوب یہ کاشانۂ دل ہی پئے آرام عشق

کی سپرد اُسکی خوشی سے مین نے یہ جانِ عزیز
تیرِ قاتل کی زبانی آیا جب پیغام عشق

ہمتِ فرہاد کا شہرہ ہی ابتک خلق مین
واقعی آغاز سے اچھا ہوا انجام عشق

گہرے گہرے گھاؤ ڈالے ذکر کیا اک زخم کا
جسکے دلپر پڑ گئی اوچھی سی بھی صمصام عشق

ای فصاحت دل لگاؤ پھر کسی معشوق سے
پہلے تم اچھی طرح سے سوچ لو انجام عشق

مال کا ہی شوق کچھ مجکو نہ زر کا اشتیاق
ہی فقط وصلِ بتانِ سیمبر کا اشتیاق

دہنے پہلو مین چلا ہی بائین پہلو سے وہ تیر
دلسے بلکر ہی ملاقاتِ جگر کا اشتیاق

وصل کی ہی رات زلفونکو ہٹائین رخ سے آپ
ہی بھی گر تو آج کی شب اس سحر کا اشتیاق

بیٹھتے تھے حضرتِ یعقوبؑ آکر راہ مین
اسقدر کانونکو تھا نامہ بر کا اشتیاق

حشر کو لپکے ہین شعلے کیسے لینے کے لیے
عاصیو دیکھو ذرا نارِ سقر کا اشتیاق

شوق دیکھا ہی جو مشتاقِ نگاہِ ناز کا
واہ آپ اُنکو ہی خود اپنی نظر کا اشتیاق

ہی یہ ایما پھر گئین آنکھین جو میری وقت نزع
سیر اُدھر کی دیکھی سب اب ہی اُدھر کا اشتیاق

اس جہان مین تو کہین اُسکا نشان ملتا نہین
لیچلا ملکِ عدم اُنکی کمر کا اشتیاق

عاشقِ بے صبر کو مدت سے باغِ دہر مین
کب پھلے نخلِ تمنا ہی ثمر کا اشتیاق

جانبِ مشرق مری آنکھین رہین تا شام سے
ہجر کی شب مجکو ایسا تھا سحر کا اشتیاق

کسطرف جائیگا تو کعبہ یہ ہی وہ دیر ہی
اے دلِ گم گشتہ تجکو ہی کدھر کا اشتیاق

کہدے اے بُت اپنے دربان سے کہ وہ مانع نہو
جبہہ سائی کو ہی تیرے سنگِ در کا اشتیاق

مضطرب کہتے ہین یہ دوامِ غربت مین مجھے
یادِ یارانِ وطن کی اور گھر کا اشتیاق

میرے اشعارِ غزل قابل سماعت کے نہین
مجکو ممنون کرتا ہی اہلِ ہنر کا اشتیاق

ہی یہ ایما مجھ سے آج اُنکی نگاہِ ناز کا
دل تو دیکھا شوق سے اب ہی جگر کا اشتیاق

سچ تو یہ ہی اور کوئی شوق پیری مین نہین
باپ کو ہی نوجوانیِ پسر کا اشتیاق

مین شبِ فرقت کسی کی بھی صدا سنتا نہین
ہی یہ مجکو بانگِ مرغانِ سحر کا اشتیاق

دیکھنے دو ڈھانکتے ہو منہ کیون بعدِ وصل
میری آنکھون کو ہی شرمیلی نظر کا اشتیاق

دیر تک دیکھا کرونگا نزع مین روئے علیؑ
میرے دلمین ہی فصاحت عمر بھر کا اشتیاق

دن رات اُٹھا رہے ہین جو لطفِ بہارِ عشق
دونون ہمارے قلب و جگر ہین نثارِ عشق

داغون سے ہی یہ سینہ اگر لالہ زارِ عشق
تو آہِ سرد بھی ہے نسیمِ بہارِ عشق

کرتے ہین بعدِ قیس جو ہم کاروبارِ عشق
عشاق جانتے ہین ہمین رازدارِ عشق

جب دلکو داغ دیجیکا پروردگار عشق
رکھا مری طبیعت نازک پہ بار عشق

گو آہ عاشقان کی اُٹھین آندھیان بہت
لیکن بجھا نہ کوئی چراغ دیار عشق

مین دلپہ ہاتھ رکھ کے یہ بولا شب فراق
لِلّٰہ مجھ سے باتین کر اے رازدار عشق

کیسا خوشی خوشی مری تصویر مین بھرے
مانی کو ہاتھ آئے جو رنگ بہار عشق

تھے نامیو مین وامق و فرہاد و قیس جو
تھا ایک بعد ایک کے شاہ دیار عشق

اُس نشتر مژہ کی کھٹک مین وہ حظ نہین
ایسی ہے لذت خلش نوک خار عشق

رویا کیا مین جب تلک آیا نہ وہ حسین
باران اشک سے رہی دونی بہار عشق

رہبر کی احتیاج مرے شوق کو نہین
نکلی ہے ملک دل سے جو راہ دیار عشق

نالے کرے جو محرم اسرار وہ نہین
جو دم بخود ہو سمجھو اُسے رازدار عشق

عین شباب مین ترے عاشق کو آئی موت
کمبخت دیکھنے بھی نہ پایا بہار عشق

ہین مستعد حسینون کے عشوے کرشمے ناز
ڈانکا پڑیگا دن کو میان دیار عشق

اندازہ اُنکے حسن کا عشاق نے کیا
میزان چشم شوق مین رکھ رکھ کے بار عشق

تعلیم عشق کا ہون شہنشہ تو قیس نے
مجھسے خطاب پایا ہے شاہ دیار عشق

پھر کیون نہ اہل دہر کرامت کے ہون مقر
لاکھون دلوئین جبکہ چبھے ایک خار عشق

مدت ہوئی کہ ہمنے کیا عاشقی کو ترک
دو چار داغ قلب مین ہین یادگار عشق

آباد ہو گیا ترے عاشق کے دم سے پھر
کیسا تھا بعد قیس کے ویران دیار عشق

ممتاز و سرفراز کرے دیکھون کب تلک
دلکو مرے شباب مین ہے انتظار عشق

روئین نہ کیون فصاحت[۱] اُٹھین یاد کرکے ہم
پڑھ پڑھ کے فاتحہ سر لوح مزار عشق

[۱] تخلص شاعر نامی است ۱۲

ردیف کاف

لاش آتی ہے ترے کوچہ مین یار ایک ایک
آکے جب دیکھئے بنتا ہے مزار ایک ایک

دھیان خط کا نہ سہی ہے ترے مژگان کا خیال
ہائے اس دلمین کھٹکتا تو ہے خار ایک ایک

آج ہم آپ پہ صدقے ہوتے ہین ای صاحب — گل عجب کیا جو ہو عنبر و نسرین نثار ایک نہ ایک
باغبان ہی کی قضا آئیگی یا گلچین کی — غم سے مر جائیگا جاتی ہی بہار ایک نہ ایک
غیر کیا میری طرح آپ کا کہنا مانے — ہر گھڑی رہتا ہی جن سر پہ سوار ایک نہ ایک
دل ہو میرا کہ جگر تیر مژہ سے اپنے — کرتے ہین چشم زدن مین وہ شکار ایک نہ ایک
ہی خدنگ آہ کا بھی تیر دعا کے ہمراہ — ہوگا ان دونو مین اب عرش کے پار ایک نہ ایک
وعدہ کر کے نہین دل چاہتا جب آنے کو — ڈھونڈھ لیتا ہی بہانہ وہ نگار ایک نہ ایک
آرزو ہوتی ہی کشتہ کبھی حسرت مردہ — بنتا ہی قلب مکدر مین مزار ایک نہ ایک
گو بہر طور حسینون سے بچایا مین نے — لیگیا دل کو مرے آخر کار ایک نہ ایک
تیری دیوار کے سایہ سے لپٹ کر ہر روز — گھر مین آتا ہی مگر عاشق زار ایک نہ ایک
چین سے قبر مین سویا نہ گنہگار ترا — دکھ سہا حشر تلک بعد فشار ایک نہ ایک
گر ہوا ابر کے دامن کو بچاتی نہ رہے — الجھے پھر باغ کی دیوار کا خار ایک نہ ایک
انکی تیغ نگہ ناز سے ہر چند بچاؤن — بڑھ ہی جاتا ہی مرے قلب پہ وار ایک نہ ایک
غمزہ ہی ناز ہی شوخی ہی ادا ہی تم مین — دل مرا لیگا انھین چارو نمین یار ایک نہ ایک
آج کچھ شام سے عشاق پہ وہ برہم ہین — کھنچا جائیگا سحر کو سر دار ایک نہ ایک
باسی ہو جائے تو بھجوادین مری تربت پہ — انکی گردن مین پڑا رہتا ہی ہار ایک نہ ایک
توسنی ابلق ایام کو شائستہ کرون — پھینک دیتا ہی یہ ہر روز سوار ایک نہ ایک
غیر بھی گھات مین ہی مین بھی اسی تاک مین ہون — لوٹے گا آپ کے جوبن کی بہار ایک نہ ایک
صورت آئینہ دنیا مین وہ خوش قسمت ہون — نظر آجاتا ہی گھر بیٹھے نگار ایک نہ ایک
بیٹھنے کب دیا شوخی نے تجھے سیدھی طرح — عیب ہوگا تری تصویر مین یار ایک نہ ایک
مٹی دینے مجھے آئیگا حسین کوئی نہ کوئی — دل کا آج اپنے نکالیگا غبار ایک نہ ایک
شمع کے رونے پہ جب پھول بہت ہنستے ہین — میری تربت پہ الجھ پڑتا ہی خار ایک نہ ایک
ہو برا دونو نکا غصہ ہو تمھارا کہ حجاب — آہی جاتا ہی دم بوس و کنار ایک نہ ایک
ای فصاحت فلک پیر کو ضد ہی ایسی — رنج دیتا ہی مجھے لیل و نہار ایک نہ ایک

نہین باقی ہمارے تن مین دم تک
بھلا کس طرح پہونچین گے عدم تک

جو مثل شمع روتا ہون شب ہجر
تو آنسو بہہ کے آتے ہین قدم تک

میان کوے قاتل جمع ہین لوگ
ہے آبادی فقط خنجر کے دم تک

ہمارے عشق مین بھی کیا کشش ہے
حسین کھنچ کھنچ کے خود آتے ہین ہم تک

جناب شیخ کو دے دے کے فقرے
حرم سے لائے ہم بیت الصنم تک

نہین عاجز ہین ان نالون سے کیا لوگ
بتنگ آئے ہین اب اہل عدم تک

جو حال ضعف لکھنے بیٹھتے ہم
روان ہوتا نہ کاغذ پر قلم تک

ذلیل آکر کیا پیری نے ہم کو
جھکا کر سر کو پہونچایا قدم تک

وہ خوش ہوتے ہین تو کہتے ہین مجھ سے
ستم کی مشق ہے تیرے ہی دم تک

لگے ہین گوش بر آواز اکثر
نہین آتی صدا ابھی انکی ہم تک

ہمارے ناتوان نالون کی آواز
صبا پہونچاتی ہے گوش صنم تک

دکھا کر تیغ بولا مجھ سے وہ ترک
ہے اتنا فرق ہستی سے عدم تک

نہ دی ہمکو کبھی پیر مغان نے
شراب ارغوانی کی قسم تک

رہیگا نام برق و موج و سیماب
کھاے عاشق مضطر کے دم تک

میان دیر جب پھنکتا ہے ناقوس
پہونچتی ہے صدا بیت الحرم تک

دیا حکم اسنے مین در پر جو پہونچا
زمین پر سجدہ کرتا آئے ہم تک

وسیع اقلیم عشق ایسی ہے یارو
جہان ہین جسکی سرحد ہے عدم تک

فلک پر تو پہونچتا ہے یہ نالا
یہ جا سکتا نہین بام صنم تک

تری تصویر گیا مانی نے کھینچی
ہزارون عیب ہین سر سے قدم تک

خوشی کے تو بھلا رہنے کا کیا ذکر
نہین اس اجڑے دل مین کوئی غم تک

کہا کرتی ہے یہ منعم سے دولت
ترے قبضہ مین ہو ہمین تیرے دم تک

صفت مین آپکی پتلی کمر کے
رہی قاصر زبان مو قلم تک

نقاہت اور نزاکت گو ہے مانع
پہونچ جاتے ہین ہم ان تک وہ ہم تک

محبت اُس کمر کی بعد مر کے دن
گئی تھی مجھکو پہونچانے عدم تک

نہ کیون تقدیر جام مے پہ ہو رشک
کہ ہاتھون ہاتھ پہونچا اُس صنم تک

عدم کے رہروؤن کا شوق دیکھو
کہین لیتے نہین رستہ مین دم تک

گریبان گیر ہو کیا کوئی اُس کا
نہ پہونچے ہاتھ بھی جسکے قدم تک

ہے آہِ گرم بلبل سے چمن خشک
تر و تازہ نہین کوئی قلم تک

جو گھر تک جائینگے پہونچانے اُنکو
نہ پھر ہوش و حواس آئینگے ہم لک

لگا ہے ٹھٹھہ نہین ملتا ہے رستہ
تمھارے کوچہ سے بیت الحرم تک

کیا ہے قتل عام اُس ترک نے آج
بہے گا خون کا دریا عدم تک

ہمارا ہاتھ محشر مین خدایا
پہونچ جائے گریبان صنم تک

اگر دوڑے صبا تو بھی نہ پہونچے
تمھارے رخش کے پچھلے قدم تک

فلک کے دور مین نعمت کا کیا ذکر
نہ کھانے پائے ہم جی بھر کے غم تک

سمجھتے ہونگے عزرائیلؑ اتنا
مرا عہدہ ہے یہ زندون کے دم تک

یہ کسکی مدح لکھنے کا ہے ایما
جو کاغذ اُڑکے آتا ہے قلم تک

نزاکت مین وہ آسکتے نہین گر
پہونچ جاتا ہے اُنکا ذکر ہم تک

کفن کے پارچے کیونکر بچین گے
بہت رہزن ہین ہستی سے عدم تک

فصاحت ہند مین ایسے ہین شاعر
عرب سے جنکا شہرہ ہے عجم تک

ہر طرح آپ پہ ہوتا ہے فدا ایک نہ ایک
سادگی مین بھی نکلتی ہے ادا ایک نہ ایک

مجکو ارمان جوانی مین جو تھا ایک نہ ایک
رہتی تھی آٹھ پہر لب پہ دعا ایک نہ ایک

آہ میری نہ سہی چرخ تو فریاد سہی
خشک کر دیگی ترا دست جفا ایک نہ ایک

ہاتھونکو جوڑکے سر رکھتے اگر پاؤن پہ ہم
بخشش ہی دیتا وہ بے رحم خطا ایک نہ ایک

زیست مین آئینگے گھر پر کہ لحد پر پسِ مرگ
دونون وعدونمین کرینگے وہ وفا ایک نہ ایک

چشم بلبل مین کھٹکنے کو چمن کے اندر
نہ اُڑا خار بھی رہنے دے صبا ایک نہ ایک

گاہ ٹھکرایا کبھی تیر نگاہون کے لگائے
لاکھ انکار کرین اُنسے رقیبون مین ہم
سکۂ داغ ہین دو قلب و جگر مین میرے
آپکی چال کا انداز اوڑا اُسنے کو ہے
تنگ ہوگا نہ گریبان اگر طوق سہی
دِل کو سو جان سے مرغوب ہے وہ بت تمکین
سُرمگین آنکھونسے جب چلتی ہے وہ تیغ نگاہ
باغ سے دور بنی ہے جو لحد بُلبل کی
صبح سے آج ہے ناساز مزاج صیاد
لوٹ کر سرو اگر خشک خزان مین ہو جائے
وہ گلستان مین جو بکھرائینگے زلفین اپنی
بزم مین ہر کس و ناکس پہ کرین کیا وہ نگاہ
اِسطرح جان دون سہہ سہکے جفائین اُنکی
دست بوسی نہ سہی پائے مغان ہی چومو
رحم آیا ہے اُنھین غیر کی فریاد پہ آج
ہم جو مرجائین حسینون کے سبب کون ستم
ہائے جو گھر تھا پریزادونسے پہلے آباد
میرے ماتم مین بھی ہے پاس کسی کے ہر وقت
مجکو یہ جلدی پہنچ جانے خط شوق وہان
الب جو سیر حبابون کی وہ جبتک دیکھین
بعد مجنون ہوا وامق تو بس وامق ہم
صُلح گو کرتی ہے میری نگہ شوق اُنسے
لڑکھڑاؤن اگر اُٹھتے مین مین پیر لاغر

اُسنے کی مُردۂ عاشق پہ جفا ایک نہ ایک
دی گواہی پئے اثبات خطا ایک نہ ایک
ہوگا اب رائج اقلیم وفا ایک نہ ایک
کبکِ طاؤس چمن بادِ صبا ایک نہ ایک
تیرے دیوانہ کا گھونٹے گا گلا ایک نہ ایک
ناز ہو کوئی نہ کوئی تو ادا ایک نہ ایک
قتل ہو جاتا ہے بیجرم و خطا ایک نہ ایک
گُل اوڑا لاتی ہے گلشن سے صبا ایک نہ ایک
شام تک ہوگا اسیر و نہین رہا ایک نہ ایک
باغ سے کھو دکے لے بہر عصا ایک نہ ایک
آئیگی تختۂ سنبل پہ بلا ایک نہ ایک
اُنکو مانع ہے غرور اور حیا ایک نہ ایک
بزم خوبان مین کرے ذکر وفا ایک نہ ایک
ہو مگر بادہ کشو فرض ادا ایک نہ ایک
حیلہ ڈھونڈھین گے پئے ترک جفا ایک نہ ایک
اپنا مطلب ہے تو کرتا ہے دُعا ایک نہ ایک
اب ہے ویران تو رہتی ہے بلا ایک نہ ایک
آئینہ شانہ مِسی سُرمہ حنا ایک نہ ایک
عذر بار دا بھی کرتی ہے صبا ایک نہ ایک
بے ثباتی سے لڑے موج و ہوا ایک نہ ایک
ہر زمانے مین رہا اہل وفا ایک نہ ایک
ڈال دیتی ہے فساد اُنکی حیا ایک نہ ایک
تھامین فورًا مرا سایہ کہ عصا ایک نہ ایک

غلطی سے نہ بری ہو گا فصاحت کا کلام
بشریت کے سبب ہو گی خطا ایک نہ ایک

اعمال ساتھ دیتے ہین روزِ شمار تک
فرزند آیا بھی تو پدر کے مزار تک

بلبل پہ خشمگین نہین نرگس ہی کی فقط
اب انگلیان اٹھاتے ہین گلشن مین خار تک

پہنچا ہے باغ سے شررِ آہ عندلیب
ہو کر بلند دامنِ ابرِ بہار تک

ملتے ہی اشک شور عنادل پہنچ گیا
فوارۂ نہرِ باغ سے ابرِ بہار تک

بنت العنب کے پاس مین کیون جاؤن مغبچو
وہ خود ہی کھینچ کے آئیگی مجھ بادہ خوار تک

جیسے بہار آئی ہے گلشن مین گل تو گل
لیتے ہین نوک کی کس و ناکس سے خار تک

منکر نکیر ہی نہین عاجز پئے سوال
ہے تنگ اضطراب سے میرا مزار تک

ہے خیریت اسی مین کہ پہنچین نہ واعظا
تیرے کلام سخت کسی بادہ خوار تک

ہو صاف قلب کینہ و بغض و حسد تو کیا
دل مین نہین کسی کی طرف سے غبار تک

صیاد نے خزانین جو کترے ہین میرے پر
کیا وہ نکل نہ آئینگے فصلِ بہار تک

تو بہ بھلا تسلی و تسکین وہ دیگا کیا
جو خود ہی مضطر آیا ہے مجھ بیقرار تک

دامن مین بھر کے لائے ہین تو گر تعجب ہین
گلشن سے انکے پھول ہمارے مزار تک

گھیرے ہے چار سمت سے جو بیکسی و یاس
گل اک طرف نہین مری تربت پہ خار تک

دروازہ میکدہ کا جو کھولا ہے مغبچو
کرنا نہ بند آمدِ فصلِ بہار تک

فکرِ چراغ و شمع ہے کیون دن سے ہمدمو
جیتا رہونگا کیا مین شبِ انتظار تک

ہمراز بن کے رنگ حنا یا کہ بوے گل
پہونچین ہی گے کسی نہ کسی طرح یار تک

مشہور دہر ہے مری تحقیق شاعری
پہونچی ہے یہ کلاہ سرِ اعتبار تک

مخلوق گن سکین نہ علی کی فضیلتین
کرتی رہین حساب جو روزِ شمار تک

رنج و غم و بلا و مصیبت پئے بشر
جھگڑے یہ سب ہین زندگی مستعار تک

بلبل قفس کو توڑ کے جائیگی سوے باغ
جیتی رہی جو آمدِ فصلِ بہار تک

کثرت سہی مگر ستم و ظلم آپ کے
پہونچے نہین ہین حدِ حساب و شمار تک

ساقی نہ مجکو دیگا نہ مین بڑھ کے لونگا آج
خود جام بادہ آئیگا مجھ بادہ خوار تک

ہٹی تو دینے مجکو ہوئی پہ وقت دفن
ہمنے نہ اپنے دلکا نکالا غبار تک

ڈرتی ہی خار دنسے مراد امن نہ چاک ہو
آتی نہین ہوا مری شمع مزار تک

رندان بادہ خوار کا مجمع ہی ساقیا
محفل مین دور جام مئے خوشگوار تک

گریانکی تیرے لاش نہ کوئی اگر اُٹھائے
لیجائے سیل اشک بہاکر مزار تک

ہم ضعف نے یہ دشت نوردی مین کردیا
سر آیا ای جنون مرا جھک جھک کے خار تک

انگشت کے اشارے سے تسکین ہو چکی
لاؤ تو ہاتھ میرے دل بیقرار تک

صحرا مین تیرے عدل کو پھر مانونگا جنون
چھالونسے جب خلش نکرے نوک خار تک

مین عاشق اور زندہ رہونگا سحر تلک
شاید جیون تو نصف شب انتظار تک

کوچہ مین اپنے منعم بدظن کا ہی یہ حکم
دامن کو اپنے جھاڑ کے نکلے غبار تک

سرد آہین بھرتے آتے ہین جب وہ جلاکے شمع
بجھتی ہی آتے آتے ہمارے مزار تک

مین دادخواہ ہونگا فصاحت جو روز حشر
پہونچیگا میرا ہاتھ گریبان یار تک

ردیف گاف

رہتے ہین قیس حزین سے ہم نحیف و زار الگ
نجد کے بن سے ہی اپنا دشت وحشتناک الگ

خون تو خون بسمل جو ہونگا مین اُڑیگی خاک الگ
قتل کرکے مجکو ہٹ جانا ارے سفاک الگ

مائل جور و جفا ہی وہ بت سفاک الگ
مستعد ہین ظلم پر بیٹھے ہوئے افلاک الگ

شوخیان بالکل جدا ناز ای بت بیباک الگ
سب حسینونمین تری سج دھج الگ وضع و تپاک الگ

سردی و گرمی ہو یا برسات کوئی انمین ہو
ای گل تر چاہیئے ہر فصل کی پوشاک الگ

بھولونکی بدرہی کا انکے واسطے کیا کم ہی بوجھ
بار جسم نازنین پہ ڈالی ہی پوشاک الگ

لگئی ہی کوچۂ جانا نمین ای باد صبا
ہان غبار غیر سے کر دے ہماری خاک الگ

وہ یم خوبی لب دریا نہانے کو ہی آج
بڑھ کے موجین کر دین ساحل سے خس و خاشاک الگ

میری گردن کی رنگین اسطرح لپٹین وقتِ ذبح
ہو گیا منھ کو بھرا کر خنجرِ سفاک الگ

باتو نمین مصروف ہین اغیار خوش خوش انکے پاس
انجمن مین بیٹھے ہین خاموش ہم غمناک الگ

اور دیوانونکے مجمع سے کھڑے ہونگے ضرور
حشر کے دن تیرے وحشی گریبان چاک الگ

مجھ سے لڑوا یار قیبونکو انہی نے بزم مین
گو ہی کہنے کو بظاہر وہ بتِ بیباک الگ

انکی چشمِ فتنہ زا کو دیکھ کر کہتے ہین لوگ
گردشین اسکی الگ ہین گردشِ افلاک الگ

اپنے بالونکو نہا کر اسنے جب جھٹکا دیا
زلفِ پیچان سے ہوا میرا دلِ صد چاک الگ

میری ضد سے اُس شہِ خوبی کے پہلو مین نہ بیٹھ
تیری جا ای غیر ہی مثلِ سگِ ناپاک الگ

کہتا ہی غنچہ چٹک کر باغ مین صیاد سے
ہٹ گئے میرے پاس سے تو بلبلون کو تاک الگ

شمع کے آنسو لگن مین ہین الگ ملتے نہین
اور ہزارون سوختہ پروانونکی ہی خاک الگ

نسرِ طائر تو بھلا کیا بلبلِ سدرہ سے بھی
آشیانہ ہی ترا ای طائرِ ادراک الگ

پیشِ عادل کی ہی یہ شوخی نئی روزِ جزا
لو ستمگارون کے مجمع سے ہی وہ سفاک الگ

لیکے خط غیرونکے قاصد سے پڑھے اُسنے بشوق
پر ہمارے نامہ کو رکھا برائے چاک الگ

شب کو بھولو نمین بسا کر جب پہنتے ہین حضور
آپ الگ دل ہین لبھاتے آپکی پوشاک الگ

ساتھ میرے یہ گڑیگا تو نہ راحت پاؤنگا
مین الگ مدفون زمین مین ہون دلِ غمناک الگ

بند و بستِ جسمِ خاکی پر بشر نازان ہی آج
عضو سے کل عضو ہو جائیگا زیرِ خاک الگ

غیر سے کہدو نہاتے ہین وہ میرے ساتھ آج
ہٹکے دریا کے کنارے سے اُڑا لے خاک الگ

شرط یہ ہی یون لگا جھٹکے تو ای دستِ جنون
جیب و دامن مین ہمارے چاک سے ہو چاک الگ

پھول کی بو نکہتِ گل پر ہی غالب ہو گئی
باغ مین گو بادہ کش بیٹھے ہین زیرِ تاک الگ

گرد بادِ دشت کی دستار جامہ گرد کا
ہمسے دیوانونکی دنیا بھر سے ہی پوشاک الگ

آرزوئین حسرتین یوہین اگر بڑھتی رہین
اک نئی بستی بسا دینگے تہِ افلاک الگ

بعدِ مردن بھی فلک دکھلا رہا ہی انقلاب
شیشۂ ساعت سے کیونکر ہو ہماری خاک الگ

مرگِ عاشق کی خبر سنکر پہین لیتے ہین وہ
اسلیے بھاری رکھے رہتے ہین اک پوشاک الگ

آنسوؤن سے میرے کیونکر ہو غبارِ دل جدا
یہ نہین ممکن کہ ہو پانی مین ملکر خاک الگ

ذبح مین تیزی خنجر کا جدا مجکو گلا — شکوۂ بیرحمی و بیدردی سفاک الگ

جب ہمارے پھولونمین اپنے پرستار جمع ہون — سر جھکا کر بیٹھنا تو اے بت بیباک الگ

گر چلین جھونکے ہوا اُنکے فصاحت بعد مرگ — ہو نہ دشت کربلا سے میری مشت خاک الگ

اپنے اقران مین فصاحت ہین سلیمان بیمثال — شان قامت ہے جدا زیبائی پوشاک الگ

تخلص شہزادہ مرزا سلیمانقدر بہادر مرحوم

ردیف لام

منھ سے پھر نام مرے گل کا نکالے بلبل — پہلے منقار کو پھولونمین بسالے بلبل

باغ مین نغمہ سرا ہو جو مرا رشک چمن — شرم سے منھ کو گل ترمین چھپالے بلبل

کہدو آئی ہے بہار آتش گل ہے بھڑکی — آشیانہ شجر گل سے اُٹھالے بلبل

مین اگر سینۂ پرداغ دکھادون اپنا — گل تو کیا باغ پہ بھی آنکھ نہ ڈالے بلبل

خندہ زن گل ترے رونے پہ بھلا کیون ہوتے — گرچہ تاثیر دکھلاتے ترے نالے بلبل

جور گلچین سے دعا گل کے لیے پھر کرتا — پہلے صیاد سے جان اپنی بچالے بلبل

اُسمین اور گل مین ہے فرق آدمی و حیوانکا — اُسکو ہم چاہین وہان چاہنے والے بلبل

گوش گل کو جو ہو زیور کی چمن مین خواہش — دُر شبنم سے بنالے ابھی جھالے بلبل

سرو کہتے ہین حفاظت کو ہم استادہ ہین — زر گل کو نہ گلستان مین چرالے بلبل

حسن کو حسن سے اور عشق کو ہے عشق سے ربط — شوق پھولونسے انھین ہمنے ہین پالے بلبل

باغبان کو تو کیا ہنس کے گلون نے بیہوش — تجکو صیاد نہ فقرونمین اُڑالے بلبل

سامنے اُسکے فصاحت نہ کرون کیون مین فغان — روبرو گل کے کیا کرتی ہے نالے بلبل

منتظر ہے ترے آنے کی عبث ہر محفل — تاب نظارہ نہین دیکھیگی کیونکر محفل

کی جو سنسان مرے یار نے اُٹھکر محفل — ہوگئی حلقۂ ماتم سے بھی بدتر محفل

جمع رندونکو کیا ہے تو پلا آکے شراب — ساقیا ہیچ ہے بے شیشۂ و ساغر محفل

بحنت حمکا ترا کی آئینہ بندی اُسنے دیکھ لے ایک نظر آکے سکندر محفل
یار کے عشق کا اسرار نہ افشا ہو جائے خط نہ دینا جو ہو غیرونکی کبوتر محفل
گوش ہر گل کے قرین پہنچتی ہے کیون بلبل نہ کرے نالہ و فریاد کہ ہے کر محفل
آبدار نہ آج سناتا ہون اُس ابرو کی ثنا دیکھ لے تیغ زبان کے مرے جوہر محفل
نہین معلوم کہ وہ یار کدھر بیٹھا ہے دیکھنے دیتی نہین اشک کی چادر محفل
یار کی جنبش ابرو نے کیا کیا بسمل کہ پھڑکنے لگی مانند کبوتر محفل
بادہ خوارونکو ہے اک عید جو آئی ہے بہار ہے کبھی باغ مین صحبت کبھی گھر پر محفل
بزم مین دیکھ کے اُس زلف کو نکلے مرا اشک رات کو دیکھتی ہے لوٹتی اختر محفل
آج تو خیر گئے بزم رقیبان مین آپ کل ضرور آئیے گا ہوگی مرے گھر محفل
کی تمنا ہی جو مرے یار نے تو دور ہی سے دیکھتا ہو نہین لگائے ہوئے بستر محفل
ہے اثر آہ مین میری نہ رقیب آئیگا وہ تجکو دعوی ہو جو الفت پہ کوئی کر محفل
کیا گوارا ہونگی ضرورت جو ہوا بزم مین قتل ہوگئی آپکے مقتول کا محضر محفل
واعظو بزم مین اپنی ہو بہت بکتے تم کیون نہ اُٹھون کہ پھراتی ہے مرا سر محفل
کمر سے بزم مین اُسکے نہ رقیب اتنا تنگ بہاگے چھوٹے بے آب نہین دیکھتی گوہر محفل
دست ساقی مین جو آتا ہے نظر خالی جام اشکون سے چشم کے بھر دیتی ہے ساغر محفل
بچھ گئے اس بزم مین ہم فرش بنے پا انداز آنے جانے مین لگا دیتی ہے ٹھوکر محفل
روح پیری مین جو نکلی تو پریشان مین عضو صبح برہم ہوئی گیا شمع بجھا کر محفل

کیا مرے یار نے ہے زلف معنبر کھولی
ای فصاحت جو ہے خوشبو سے معطر محفل ۱

بلبل کرے ہزار تصدق چمن مین گل گر جامہ حسین بنائے ترے پیرہن مین گل
آندھی کبھی اُٹھے جو مری آہ سرد کی ہو شمع مہر گنبد چرخ کہن مین گل
غربت مین آج خار ہمین یاد مین چبھے گل کی ہے بات روندتے تھے جو وطن مین گل
صرصر چلی ہے آہ کی ہشیار رہ دلا شمع حیات ہو نہ کہین قصر تن مین گل

افسوس اُنکی قبر پہ کانٹون کے ڈھیر ہین
جو نازکی سے رکھتے نہ تھے پیرہن مین گل

ہمسر ہوا اُسکے شعلۂ رُخ سے جو بزم مین
پروانہ اُڑ کے شمع کو کر دے لگن مین گل

عاشق سے کیا مثال ہے طاؤس کو بھلا
اُسکے بدن مین داغ ہین اِسکے بدن مین گل

شاید ہے عشق بلبل و پروانہ مختلف
گریان ہے شمع بزم مین خندان چمن مین گل

منت کش کفن نہ ہوا بعد مرگ مین
چھلونکے اسقدر ہین سراپا بدن مین گل

من منھ مین سانپ کے ہے یہ سمجھون شبِ فراق
گلگیر نے جو شمع کا اپنے دہن مین گل

پھولونکی چادر آسکے لحد پر چڑھی تو کیا
داغون کی ہے بہار کھلے ہین کفن مین گل

کی ہمسری جو عارضِ گلرنگ یار سے
آئے ہین بنکے ہار بندھے ہین رسن مین گل

یہ اُنکے عاشقون پہ کیے دل داغدار ہین
لالہ کے ہین کھلے جو فصاحت چمن مین گل

شرف ملا یہ مجھے افتخار کے قابل
کہ خاکسار ہوا کوے یار کے قابل

لگائے وار نہ قاتل نے زور بازو سے
کہ زخم کوئی تو ہوتا شمار کے قابل

سرور تک نہ ہوا ایک جام مین ساقی
شراب دے ارے مجھ بادہ خوار کے قابل

تن بشر مین بھلا کس طرح نہ آتی روح
کہ تھا یہ باغ عناصر بہار کے قابل

جفا کو تو نے اگر ترک کر دیا تو کیا
وفا بھی تیری نہین اعتبار کے قابل

یہ آسمان نے مجھے زندگی مین پیسا ہے
کہ بعد مرگ نہین مین فشار کے قابل

دکھا کے آنکھ یہ کہتے ہین اُنکے روزن در
کہ تیری چشم نہین دیدِ یار کے قابل

تمھارے حسن کی ہے دیکھنے کی تاب کہان
فقط ہے آنکھ مری انتظار کے قابل

جو پیسا ہو فلک کو تو اس طرح پیسے
کہ سرمہ بن کے ہو مین چشم یار کے قابل

تمھاری چال سے مین زار کیون نہ مر جاتا
زمین پہ نقش قدم تھا مزار کے قابل

پسِ فنا ہے جا دلپہ اے فصاحت داغ
یہ شمع ہے شبِ تارِ مزار کے قابل

کوئی نکل بھی جاتی ہے گر آرزوے دل
پھر شوق اُسکو کھینچ کے لاتا ہے سوے دل

پہلو مین رکھ لون غنچہ اگر آئے بوئے دل — لائی تو ہی چمن مین مجھے جستجوے دل
اُس تیر کو نہ کھینچتی گر آرزوے دل — جاکر جگر کی سمت پلٹتا نہ سوے دل
ہیکار روز پوچھتے ہو روبروے دل — لو اب سنو تمھین ہو مری آرزوے دل
رہتی ہی اُنکی یاد بھی ای آرزوے دل — تو کیا ہی اُسکی وجہ سے ہی آبروے دل
پیکان تیر ابھی نہ مرے دستے کھینچیے — لپٹی کمال شوق مین ہی آرزوے دل
کیون اپنے پہلوؤنپہ رکھے ہی رقیب ہاتھ — اُنکی نظر جگر کی طرف ہی نہ سوے دل
مرٹ جائین سارے داغ تو پھر ندرون اُٹھیز — خون جگر سے پہلے کرون شست وشوے دل
ایسی چلی سموم مری آہ گرم کی — آخر کو جل گیا شجر آرزوے دل
ناسور داغ زخم الم درد آبلے — ہین ایک اُنکے عشق مین اتنے عدوے دل
گستاخ ہوکے یہ تمھین کیا جانے کیا کہے — دیکھو مجھے برا نہ کہو روبروے دل
کوچے مین اُسنے اپنے دیا ہی یہ حکم عام — اُسکو نکال دو جو کرے جستجوے دل
اس کش مکش مین کیون نہ نکلنا محال ہو — رنج والم کی بھیڑ مین ہی آرزوے دل
پہلو سے میرے دزد حنا نے چرالیا — اُنکی نگاہ پڑنے بھی پائی نہ سوے دل
گم ہو نہ یہ بھی کوچۂ اُلفت مین دوستو — رکھ کر جگر پہ ہاتھ کرین جستجوے دل
نکلین گے اپنے گھر سے سند ونون کسی طرح — اک وہ حسین دوسرے یہ آرزوے دل
تلوؤنسے اُسکو روندنا ای بت خدا سے ڈر — ہی عرش کے برابر اے آبروے دل
زخمونمین زخم پڑتے ہین للہ رحم کھاؤ — ان تیز تیز نظرونسے دیکھو نہ سوے دل
سمجھادو ہم یہ رمز سمجھتے نہین ذرا — ہو تم ہماری جان پھر اُسپر عدوے دل
روشن ہوئی ہی خانۂ دلمین جو شمع داغ — پروانہ بن گئی ہی مری آرزوے دل
کہتے ہین عاشقونسے نگہبان کوے یار — آؤ جگر کو کھوکے کرو جستجوے دل
کرتا ہی کاروان سرور ونشاط کوچ — آتا ہی لشکر غم واندوہ سوے دل
وہ حور کہہ رہا ہی مرا قصر ہی بہشت — عاشق یہان جو آئین تو ہی آرزوے دل
ہی دلکو دل سے راہ وہ آگاہ ہو نجائین — اُنکی تمنا کا نہین تکرار روبروے دل

تیر مژہ کا اُنکے ابھی تک ہی مُنھ اُدھر
رُخ اسطرف پھریگا تو آئینگے سوے دل

آج اُنکو ہمنے خط مین یہ القاب لکھ دیا
مطلب کے دوست جان کے دشمن عدوے دل

مدت سے تھی جو گردِ کدورت جمی ہوئی
کی آبلون نے پھوٹکے کیا شستشوے دل

عاشق جو ہاتھ سینہ پہ رکھے ہے بعد مرگ
ایما یہ ہی کہ دلمین ہی آرزوئے دل

کعبہ کا شوق ہوتا ہی تو دیکھتے ہین ہم
سر کو جھکا کے بچشم حقیقت سے سوے دل

جاتے ہین سجدے کرتے ہوے کوے یار تین
دیکھو ادب کے پردے مین ہی جستجوے دل

بیشم امید رکھ نہ فصاحت سپہر سے
نکلیگی اسکے دور مین کیا آرزوے دل

نہین محتسب کو دکھانے کے قابل
یہ شیشے ہین مستو چھپانے کے قابل

وہ بولے جو مین نے بھرین ٹھنڈی سانسین
ہوے یہ بھی اُلفت جتانے کے قابل

مرا حال دل کہہ اے داستان گو
یہ قصہ ہی اُنکے سُنانے کے قابل

جن آنکھون سے کل یار کو دیکھتے تھے
وہ ہین آج عینک لگانے کے قابل

سنوارونگا مین اپنے ہاتھون سے اُنکو
نہین آپکی زلفین شانے کے قابل

یہ گلچین طمع کیا چھوڑ دیتے
زر گل نہ دیکھا چورانے کے قابل

کہا دیکھکر شمع و پروانہ اُسنے
کہ عاشق ہین یونہین جلانے کے قابل

چلے ہوکے وعظ رندون مین واعظ
رہو گے نہ وان جاکے آنے کے قابل

نکالا ہی تنگ آکے مکتب سے آخر
نہ تھا قیس میرے پڑھانے کے قابل

وہ قاصد سے کہتے ہین خط پرزے کرکے
کہ تو بھی ہی ٹکڑے اُڑانے کے قابل

دل مردہ کے حال کا مرثیہ بھی
ہی رونے کے لائق رولانے کے قابل

حبابون سے کہتی ہی یہ بے ثباتی
زمانہ نہین سر اُٹھانے کے قابل

مرے گھر یہ تکلیف کر کے وہ آئے
نہ سمجھے جو مجکو بلانے کے قابل

نہ کیون چھائے گورِ غریبان پہ حسرت
یہ قبرین نہین شامیانے کے قابل

نہین کیا ہی بہار آتش گل کو مانون
نہین دست گلچین جلانے کے قابل

تری زلف پیچان نے ہین بل کی لیتے
ہوے سانپ بھی مار کھانے کے قابل

مرے داغ سودا کوٹ آکے قارون
یہ درہم ہین تیرے خزانے کے قابل

نہ کیون دلمین تصویر جانان کو رکھون
اس آئینہ مین ہی لگانے کے قابل

صنم وصل کی رات جوڑے کو کھو لو
یہ کوتاہ شب ہے بڑھانے کے قابل

نہ کیون وہ کمر اپنی پٹکے سے باندھین
یہ ہی راز ہمسے چھپانے کے قابل

مزا صبر مین بعد ہے پہلے تلخی
اگر کھا سکون تو ہے کھانے کے قابل

نہ تم پاؤن سے میری تربت کو روندو
دبا ہون نہین مین دبانے کے قابل

مری لاش ٹھکرا کے بولا وہ عیسےٰ
اسیطرح تھا یہ جلانے کے قابل

شراب وگزک دی ہی ساقی نے اتنی
نہ پینے کے لائق نہ کھانے کے قابل

نکجے عیب ایطاسے خوب اے فصاحت
کہ تھی یہ طرح دھوکے کھانے کے قابل

کیا مزا ہی تری تلوار مین حاصل قاتل
رقص کرتے ہین عجب حسن کے بسمل قاتل

یہ نہ کہہ کوئی نہین میرے مقابل قاتل
آئینہ دیکھ تو ہوجائیگا قائل قاتل

جب مین جانون کہ ہین دم عشق کا بھرتے اعدا
معرکہ مین ہون اگر میرے مقابل قاتل

قتل کا شوق یہ ہی تیغ کی سمجھا جھنکار
آئی وحشت مین جو آواز سلاسل قاتل

سر کی وہ تیغ مرے سر سے یہ فقرہ کہہ کر
ایسا مقتول نہین ہی مرے قابل قاتل

پھول دیکھے جو تری ڈھال کے گل پھول گئے
گرد پھرتے ہین گلستان مین عنادل قاتل

تیری تلوار کے مشتاق ہین یہ فرق جناب
خود چلے آتے ہین بڑھ کر لب ساحل قاتل

خال رخسار نے گولی ہی لگائی دل پر
میرے حق مین ترے عارض کا ہوا تل قاتل

ہی سوال اسکا کہ للہ لگا اور اک ہاتھ
زخم تن وا ہین مثال کف سائل قاتل

تا دم مرگ ہین محروم شہادت سے رہے
حشر کو اٹھین گے کہتے ہوے قاتل قاتل

آکے پیکان جو ترے تیر کا سینے مین لگا
آگئی جان یہ سمجھا کہ ملا دل قاتل

سر مرا کاٹ تو جلدی سے عدم دیکھون مین
ہون سبکبار تو پہونچون سر منزل قاتل

میری تو جان گئی اور ترا دل بہلا
سیر کی تو نے بنا کر مجھے بسمل قاتل

حسرت دید فصاحت کو دم ذبح رہی
دامن تیغ رہا بیچ مین حائل قاتل

گستاخ بلبلین جو ہوئین روبروئے گل
سیلی بنی برائے ادب موج بوئے گل

وہ شمکو میری قبر پہ سونگھے جو بوئے گل
چشم چراغ مین بھی بڑھے آبروئے گل

انکو چمن مین دیکھ کے دیکھے جو سوئے گل
بلبل اگو مین حلال کرون روبروئے گل

شاید چٹک کے بولے نہ پھر روبروئے گل
ہان طفل غنچہ سمجھے اگر آبروئے گل

اس رخ کے آگے خاک نہین آبروئے گل
ہے سرخ تو صبا کے طمانچون سے روئے گل

قمری نے بلبلون سے کہا روبروئے گل
جبتک ہے دست شاخ مین ہے آبروئے گل

کھلتا ہے جبکہ غنچۂ منقار عندلیب
گلشن مین پھیل جاتی ہے ہر سمت بوئے گل

بڑھ بڑھ گئے تازیانۂ سنبل صبا لگائے
گلچین چمن مین ہاتھ بڑھائے جو سوئے گل

کچھ بھی جواب دیگا نہ ہنس دینے کے سوا
بلبل ہزار نالے کرے روبروئے گل

ہے عندلیب زار کی روح انتظار مین
پھر مین سماؤن گل سے اگر نکلے بوئے گل

صیاد ذبح کرتا ہے جب صحن باغ مین
دم توڑتی ہین بلبلین منھ کرکے سوئے گل

پھولون مین لیکے جائے کہ بزم نشاط مین
گلچین کے ہاتھ دہر مین ہے آبروئے گل

کیا کیا غرور حسن پہ کرتا ہے بلبلو
آئینہ آبجو کا جو ہے روبروئے گل

کھولے وہ جعد گیسوئے مشکین جو باغ مین
ہوجائے سرد گرمی بازار بوئے گل

سنکر چمن مین زمزمہ سنجی عندلیب
طاؤس رقص کرنے لگے روبروئے گل

گلزار سے نکل نہ سکے پھر کسی طرح
لپٹی رہے نسیم سحر سے جو بوئے گل

انگلی اٹھائے خار تو ہر غنچہ مسکرائے
بلبل چمن مین منھ کو بڑھائے جو سوئے گل

ہے شرط حسن ذاتی اگر فقر ہے تو ہو
دیکھو پھٹے لباس مین ہے آبروئے گل

حکم صبا ہے بلبل و قمری یہ باغ مین
وہ دیکھے سوئے سرو نہ یہ دیکھے سوئے گل

شاخون نے جھک کے بلبل نالان کی لاش اٹھائی
مردا جو آشیان سے گرا روبروئے گل

غنچون کو دل گرفته جو دیکھا بہار مین
کیا کیا ہوئی چمن مین پریشان بوے گل

گلچین چمن مین دیکھ کے بلبل کا اضطراب
بند آنکھین کرکے ہاتھ بڑھاتا ہے سوے گل

بزم مشاعره ہے فصاحت معطر آج
گل ہین ہمارے شعر تو معنی ہین بوے گل

معلوم ہوگا باغ مین جاکر وقار دل
منھ پھوڑ کر جو مانگین گے غنچے بہار دل

جب آکے رنج و غم مین ہوا انکسار دل
تعظیم درد کے لیے اُٹھا غبار دل

کیون ہو نه آسمان سے بڑھ کر وقار دل
انجم سے کجب ہوا ہون غم بیشمار دل

بالشت بھر زمین ترے کوچه مین گر ملے
رکھ کر جگر په ہاتھ بناؤن مزار دل

سوسن سے اچھے داغ ہین لاله سے بڑھ کے زخم
پھر روندیگا دیکھ تو لیجیے بہار دل

پژمرده ہوگئے گل داغ آه گرم سے
وه بھی گئی رہی سہی جو تھی بہار دل

منھ کو کلیجه آکے یه کہتا ہے ہجر مین
مجکو بھی دفن کیجیے قرب مزار دل

انبوه رنج و غم ہے رعایا گھر آ سبلے
ہے درد بادشاه میان دیار دل

اتنا تو اُس گلی مین ٹھہرنے دے پاسبان
رولون مین تھوڑی دیر بناکر مزار دل

یاد اُسکی آئے شوق سے ارمان ہین تو ہون
بر داکریگا بیچ مین اُٹھ کر غبار دل

آیا جو ہین خیال اُس افشان کا رات کو
لاکھون جلے چراغ میان دیار دل

پُرداغ خود بھر اُسپه ہے ان گلرخون کا عشق
کس طرح باغ سے نہو دونی بہار دل

فوج مژه کبھی تو چڑھائی نه کرسکے
گر وه نگه بتائے نه راه دیار دل

بے عذر ہین حضور کو دیدون خوشی خوشی
گر دست نازنین سے اُٹھا لیجیے بار دل

احباب مٹی دے رہے ہین مجکو وقت دفن
دشمن اب اچھی طرح نکالین غبار دل

نکلے جو سینه توڑ کے وه سوزن مژه
چھالون کو پھوڑ پھوڑ کے دھونا غبار دل

پُردرد اپنے قلب و جگر پر لگانے کو
عشاق لے گئے مری خاک مزار دل

معلوم ہوگی آپ کو تعداد عاشقان
زلفون مین اپنی کیجیے صاحب شمار دل

پہلو مین میرے دل تو فصاحت نہین ہے
پیکان کسی کے تیر کا ہے یادگار دل

تڑپ کر تھم گیا جب غیر کا دِل
بڑے نادان ہو تم سمجھے مرا دِل

وہ بولے مجھ سے لاؤ دوسرا دِل
وہی یہ ہے مرا پھیرا ہوا دِل

یہ کون آکر یکایک لے گیا دِل
ابھی تک تو مرے پہلو مین تھا دِل

کنارا جس سے کرتا تھا مرا دِل
الٰہی خیر اُسی پر آگیا دِل

انھین دو سمجھے ہین نافہم اغیار
ارے ہے ایک ہی میرا ترا دِل

براے امتحان رشک عیسیٰ
کہان سے لائے درد لا دوا دِل

نہین ایسی بھی دیکھی بر خلافی
ہم ایسے باوفا کا بے وفا دِل

اُدھر اپنا کلیجہ ہم نے تھاما
اُدھر وہ وقت پا کر لے گیا دِل

مرے پہلو سے وہ اُٹھے یہ کہہ کر
خبر تجکو نہین یے بھی لیا دِل

وہ دزدیدہ نظر پڑنے لگی جب
جگر کی آڑ مین چھپنے لگا دِل

ہوا ہون بعد مین بوسے کا سائل
تمھین نے پہلے مانگا ہے مرا دِل

ہنسے بولے جو مجھ سے دو گھڑی تم
مبارک ہو تمھین پر آگیا دِل

طلب کر کے قریب پردہ تو نے
بڑھایا صاحب معراج کا دِل

چمن مین دیکھ کر غنچے وہ بولے
یہ نازک ایسے ہین جیسے مرا دِل

مجھے رونے دو چپکے چپکے ہمدم
کسی سے کیون بتاؤن کیا ہوا دِل

قسم تمکو مرے پُر درد نالو
دُکھانا اِک نہ اِک بیرحم کا دِل

زیادہ مجکو تڑپانے سے حاصل
ہنسی بس ہو چکی دیدو مرا دِل

ہوے تھے جب ازل کے روز تقسیم
تمھارے ہاتھ آیا تھا مرا دِل

اشارہ ہے یہی سینہ زنی سے
نہین پر تھا مرا دُکھتا ہوا دِل

وہ گو کہتے نہین کچھ منھ سے لیکن
طبیعت ڈھونڈھتی ہے چلبلا دِل

حسینو نہین ہین یون تو سب کے دل سخت
معاذ اللہ پھر اُنمین آپ کا دِل

جو اب سینہ مین بھڑکے آتش ہجر
نہ اتنا بھی کہو اُف اُف جلا دِل

تماشا دیکھنے آئے ہین اغیار
وہ جوڑینگے مرا ٹوٹا ہوا دل

تیرے ناوک کی حسرت مین یہ پھیلا — کہ سینہ مین کلیجا بن گیا دِل
وہان سلے قاصد اسکو بھی سے لیے جا — تجھے رستہ بتاتا جائے گا دِل
وہ دست نازنین مین بن گئے کیونکر — بہت بھاری ہی یہ حسرت بھرا دِل
نگاہین کھینچتی ہین جب کسی کی — کلیجے سے لپٹتا ہے مرا دل
رقیبون سے وہ بولے بعد میرے — تمھین سب ملکے بہلاؤ مرا دِل
وہ پڑے ارمان ہون میرے کالبد مین — کلیجا بنتے بنتے بن گیا دِل
ذرا دو چار لے لین چٹکیان آپ — تڑپنے کو ترستا ہے مرا دِل

فصاحت سے نہایت ہی محبت
الٰہی خوش رہے نوشادعہ کا دِل

ہو نظر مین اُسکے دونی عزّت و توقیر گُل — گر سنے بلبل دہانِ غنچہ سے تقریر گُل
مسکرا کر باغ مین بلبل سے کہتا ہی وہ شوخ — آج ہمنے خوب دیکھا رنگ بے تاثیر گُل
میری تربت سے اُٹھا کر اُسنے سونگھا دیر تک — شمع کی قسمت سے اچھی ہی کہین تقدیر گُل
ہنس رہا تھا پہلے وہ بیدرد پھر رونے لگا — میرے پھولون مین جو سونگھی بوے برتاثیر گُل
گلعذارونکی نگاہون مین بڑھے توقیر گُل — کھینچدے مانی پر بلبل سے گر تصویر گُل
پاے نازک سے وہ اپنے روندتے ہین باغ مین — دیکھے کن آنکھون سے بلبل حالتِ تغئیر گُل
فاختہ قمری چمن مین بعد مرگِ عندلیب — دونون جنسیت سے ہین گلشن مین دامنگیر گُل
ہی گلستان مین اگر منظور بحث حُسن و عشق — تم خطا ثابت کرو بلبل کی مین تقصیر گُل
پہلے مژگان عنادل کا بنالے مو قلم — کھینچ لے بہزاد پھر اچھی طرح تصویر گُل

حسب فرمائش شہزادہ مرزا سلیمان قدر بہادر مرحوم و مغفور

گلعذاران جہان رکھتے ہین ہر وقت اپنے پاس
اے فصاحت اوج پر ہی کسقدر تقدیر گُل

لاؤن وصفِ چشم لکھنے کو مگر شاخ غزال — ہی براے کلکِ منظور نظر شاخ غزال
جب مکان سجنے کو لین مول اہلِ زر شاخ غزال — کیون گران قیمت نہ ہو مثل گہر شاخ غزال
دھوپ سے جلتی ہی قبر قیس پر شاخ غزال — نقش سم فرضی ہی اک چادر اگر شاخ غزال

عہ تخلص راجہ نوشاد علیخان صاحب بہادر مرحوم ۱۲

طپش سے کھاتی ہی پیچ و تاب ہر شاخ غزال
ہو درست اشعار مین معنی سے ہر شاخ غزال
آگ لگی ہو آئینہ خانہ مین گر شاخ غزال
نجد مین محمل کا پردا پھاڑ کر شاخ غزال
ہی مکان سجنے مین مطلوب اُنکو گر شاخ غزال
آج کل اُس قاتل خود سر کو ہی شوق شکار
تیری بارش کا نہ صحرا مین اثر کچھ بھی ہوا
وحشیون نے قیس کو دیکر کفن بعد فنا
آتش اک گلزار و صحرا مین ہی محروم ای بہار
پھرتے رہتے ہین فقیرانہ ترے وحشی چشم
قصر عالیشان منعم کے لیے لاتے ہین لوگ
چاہیئے بیمار چشم یار کی تکمید کو
دونون ابرو سے کسی خوش چشم کے وقت شکار
ہوگا قاتل سرمۂ دنبالہ دار اُس چشم کا
شانہ بنوانے کو اپنا گر طلب لیلا کرے
آج کل اُس صید افگن کے مکان مین ہی مگر
آہ سوزان سے ترے وحشی کی شب کو دشت مین
نجد مین گر بعد دفن قیس اگر ممکن نہ تھا
ہوگیا ثابت چرا کر ذبح آہو کو کیا
نجد مین مجنون جو چشم شوخ لیلا دیکھ لے
طول اندھیرے کو سوا حد سے جو صحرا مین ہوا
دفن ہوے قیس تو پھر نقش سم چادر چڑھائین
نجد مین لیلی کے ناقہ کی مگس رانی ہی فرض

کیون ہی تیری آنکھ کی ترچھی نظر شاخ غزال
سو طرح سے کیئے بخوف خط شاخ غزال
عکس پڑکر بیشمار آئین نظر شاخ غزال
پیچلی ہی گوش لیلا کے گہر شاخ غزال
لائین ہم شہر ختن سے ڈھونڈھ کر شاخ غزال
کیون نہو پھر کار دو خنجر کا گھر شاخ غزال
ہی اُسی صورت سے خشک ای ابر تر شاخ غزال
رکھے تھے بدلے جریدے کے مگر شاخ غزال
ہی یہان سرو سہی وہان بے ثمر شاخ غزال
مرگ چھالا دوش پر زیب کمر شاخ غزال
کیا سمجھ کر لائین مجھ وحشی کے گھر شاخ غزال
پھر دفع شدّت درد جگر شاخ غزال
بل کی لیتی ہی رہی صحرا مین ہر شاخ غزال
خواب مین شب کو مجھے آئی نظر شاخ غزال
لائے مجنون فخر سے بالائے سر شاخ غزال
زینت و زیبائش دیوار و در شاخ غزال
جلتی ہی مانند مشعل تا سحر شاخ غزال
قبر پر وحشی جلاتے توڑ کر شاخ غزال
نکلی خون آلود جب زاہد کے گھر شاخ غزال
بڑھ کے برچھی مارے انکی آنکھ پر شاخ غزال
پہونچی پھر مبارک تا جیب سحر شاخ غزال
قبر پہلے کھودے جھک جھک کے ہر شاخ غزال
ریشہ ریشہ ہو کے بنجائے چنور شاخ غزال

روندنے کو مانگی لیلانے تو سینہ چھید کر
لیگئی لو قیس کے قلب وجگر شاخ غزال

کس سے دون بالائے چشم اُس شوخ ابرو کی مثال
کہدیا آخر کو قصہ مختصر شاخ غزال

قلب مجنونکا لہو ہوتا جو وحشی آزما ہین
قبر مین در آکے نکلے خون مین تر شاخ غزال

نجد مین ای صاحب محمل اُدھر ہی قبر قیس
وہ جھکی ہی خاک اُڑانیکو جدھر شاخ غزال

اے فصاحت ہی یہ بدبین سے سلیمانکا کلام
دیکھ یون کہتے ہین ارباب ہنر شاخ غزال

ردیف میم

کسلیئی موج مے سے ہون قابل سزا کے ہم
خم پر شراب کے جو گرین لڑکھڑا کے ہم

گر اذن ہو تو غیرون کی آنکھین بچا کے ہم
لے لین بلائین رُخ کی ترے پاس آ کے ہم

مارے ہوے کبھی نہین اپنی قضا کے ہم
کشتہ ہین تیرے غمزہ و ناز و ادا کے ہم

ہون دونون ہاتھ اُنکے گریبان و تیغ پر
یون روز حشر سامنے جائین خدا کے ہم

ہنس ہنس کے آج غیر سے باتین جو اُسنے کین
کچھ بس نہ تھا تو رونے لگے سر جھکا کے ہم

وہ بے بلائے آئینگے اسکی خبر نہ تھی
پچھتا رہے ہین آج قضا کو بلا کے ہم

توبہ بھی کرتے رہتے ہین یارب گنہ کے ساتھ
لائق ہین عفو کے نہین قابل سزا کے ہم

بیٹھے ہین کوے یار مین رونے کیواسطے
اِس دل کی ایک چھوٹی سی تربت بنا کے ہم

بالش مین اپنے بھرنے کو وہ مانگتے ہین آج
پیدا کرین کہان سے پر اتنے ہما کے ہم

اے رشک دیکھ دیکھ کے اغیار رو دیے
یون ہنس پڑے کسی کو گلے سے لگا کے ہم

قولِ شباب مجھ سے ہی کر لے ہماری قدر
غافل نہ تیرے پاس پھر آئینگے جا کے ہم

چپکے سے میرے کان مین وہ بولے وقت دفن
نازک نہ اب رہے ترا تابوت اُٹھا کے ہم

مجرم بھلا تم اپنا سمجھتے ہو کیون بتو
ہین بھی گنہگار تو اپنے خدا کے ہم

بیکار آزماتے ہو بیداد کر کے تم
ہین ابتداے عشق سے عادی وفا کے ہم

دلکو ہمارے اپنی طرف کھینچتا ہے وہ
قائل ہوے ترے اثر نقش پا کے ہم

غصہ سے کہنی ہوتی ہی جو بات بزم مین
غیر و نپہ ڈھال دیتے ہین تمکو سنا کے ہم

ای پیر میکدہ جو فصاحت تو کیسی شرم
لیجائین خم شراب کا سر پر اُٹھا کے ہم

ضعف مین گر کے نہ اُٹھے در دلدار سے ہم
کم ہے کب کسی بیٹھی ہوئی دیوار سے ہم

روز بازار جہان مین یہ کفن کہتا ہے
نقد جان لیتے ہین قیمت مین خریدار سے ہم

کیون تنگ اُسکے اُٹھین محفل اغیار سے ہم
راز کی باتین اشارونمین کرین یار سے ہم

اپنا سر رگڑینگے اتنا کہ نظر آئیگا عکس
کام آئینہ کا لینگے تری دیوار سے ہم

رونقِ باغ گیا کون کہ گل کی صورت
نکلے ہین چاک گریبان کیے گلزار سے ہم

روبرو اُسکے کھڑے رہنے بھی پاتے نہین اب
صاف اگر پوچھو تو بدتر ہین گنہگار سے ہم

چوٹین پڑتی ہین حسینونکی برابر ای چرخ
اگر اپنے کو بچاتے ہین ترے وار سے ہم

خونِ اغیار سے یہ تیغ تو آلودہ ہے
قتل ای ترک ہون اب دوسری تلوار سے ہم

باغبان مجھ سے یہ کہتے ہین جو آیا ہو وہ گلُ
تم تو تم آج نکالے گئے گلزار سے ہم

مرضِ عشق حسینان کو برا کہتے تھے
جب تک آگاہ نہ تھے لذتِ آزار سے ہم

آج وہ قبل سزا سوچتے ہین یہ دلمین
پوچھ لین وجہ خطا اپنے گنہگار سے ہم

جائینگے مصر کے بازار مین ساتھ اُنکے اگر
بخشین گے حضرت یوسف کے خریدار سے ہم

تو ہمین قتل کرے یا نہ کرے ای قاتل
کیا ہو گر شوق مین لپٹین تری تلوار سے ہم

لطف پھر ہوتا فصاحت سخن آرائی کا
پاتے مہلت جو کبھی دنیوی افکار سے ہم

اسکی کاوش سے جدا ہو تو گئے یار سے ہم
خیر لینگے عوض اب چرخ ستمگار سے ہم

چاک کرکے ابھی سینہ کو اسے پھینکین بھی
عاجز آئے ہین علاج دلِ بیمار سے ہم

جانبِ باغ کبھی جلتے ہین میخانہ سے
طرف میکدہ گہہ جاتے ہین گلزار سے ہم

دے نہ اللہ سزا حشر مین کہتا ہو وہ بت
خود سمجھ لینگے یہان اپنے گنہگار سے ہم

ہمنشین پاس جو ہوتا نہین فرقت مین کوئی
رات بھر کرتے ہین باتین درِ دیوار سے ہم

چودھوین رات مقابل تو ہوا ہے ای بدر
اب نہ ملنا جو نقاب اُٹھین رُخ یار سے ہم

سر کے آئینہ تو دیکھین دم تزئین اُنکو
سخت عاجز ہین اب اس بیچ کی دیوار سے ہم

واہ بے بوسہ دیے مانگتے ہین دل صاحب
تنگ ہین آپ سے لہلوٹ خریدار سے ہم

سیر کو جاتے ہین جب وہ تو بجاتے ہین اُنھین
باغ مین چشم بد نرگس بیمار سے ہم

دو گھڑی کو بھی نگہبان جو ٹھہرنے دیتے
تاکتے جھانکتے اُنکو در گلزار سے ہم

آج چہرے سے نقاب اُٹھی تو بکھرین زلفین
اب بھی محروم رہے آپکے دیدار سے ہم

غیر تو بزم مین بیٹھے ہوے ہین پاس اُنکے
سر جھکائے ہین کھڑے دور گنہگار سے ہم

کیا خبر ہوش رہے یا نہ رہے وقتِ اجل
کہہ رکھین لاش اُٹھانے کے لیے یار سے ہم

جبہہ پر چھائین تھی اُنکی دم رخصت شب وصل
اپنا سر پھوڑ رہے ہین اُنکی دیوار سے ہم

امتحان گاہ مین وہ کہتے ہین جو سر کے گا
پاؤنکو سر کے عوض کاٹین گے تلوار سے ہم

بکزبان اُنسے یہ ہی قول اطبا ہے جہان
سیکھے ہین تند مزاجی ترے بیمار سے ہم

کہتے ہین وہ جو سزا دینے کے بعد آئیگا رحم
بخشوا لینگے خطا اُلٹے گنہگار سے ہم

تو گرفتار ہین آئین قفس کیا جانین
ابھی آئے ہین تڑپتے ہوے گلزار سے ہم

آج یون تذکرۂ حشر پہ وہ کہتے ہین
تو سہی وان بھی چھٹین طالب دیدار سے ہم

خواہش وصل پہ کیا جانین خفا ہو کہ نہو
متفکر ہین کہین یا نہ کہین یار سے ہم

اُنسے بازار ہین یہ پوچھتی ہین شوخ آنکھین
کچھ اشارون مین کہین تیرے خریدار سے ہم

غم پہ غم روز **فصاحت** یہ دیا کرتا ہے
ابتو شاکی ہین بہت چرخِ ستمگار سے ہم

عاشقو تم پر نہ ہوگی اب ذرا تاثیر غم
ہو مبارک غم سے برگشتہ ہوئی تقدیر غم

بعد میرے اُنکے دلبر کیون نہو تاثیر غم
لگگئے ہین دو نون میر البخت اور تقدیر غم

ہمدمو ظاہر ہوئی اُلفت مین یہ تاثیر غم
دلمین میرے داغ ہے گویا نشانِ تیر غم

جب اُڑے گرد کدورت بھی ہوا ہوے آہ سے
دل کے آئینہ مین کھنا چاہیے تصویر غم

رزق تو ہے اور دیوانونکی خاطر اے جنون
میری ہی قسمت مین فقط ہے دانۂ زنجیر غم

اک خوشی بس ایک میرے دلمین آنے کے لیے
نکلے وہ جنت سے مین نکلا ہون کوے یار سے
اور عالم بھر کی تصویرون سے شکوہ کیا غرض
میرے دلپر مشق ناوک افگنی کر اے فلک
کیون دلا کس سے کہون مست مے عشرت ہین سب
دلمین جب آیا مرے گرد اُسکے ارمان بھی پھرے
اے جنون آوازہ ہوتی ہے سلاسل مین ضرور
اے فلک اس امر مین مجکو تعجب کیون نہو
تعزیت میرے اعزا سے مری کی اُسنے خوب
نزع کے وقت آئے اب مین تمسے کہہ سکتا نہین
غیر کے ساتھ آئے جب وہ ہم ہنسے بھی روئے بھی
پھر لگا مین مجکو شمشیر نگہ سے پہلے حضور
آدم و یعقوبؑ و یوسفؑ کے دلونمین یہ ہا
یون کھڑا ہونمین سراپا درد کوچے مین ترے
شادمانی و مسرت دونون ملکر کیا عجب
آرزوؤن کو مری دلمین ستائے گا اگر

اِن دنون اللہ ری فکر و کوشش تدبیر غم
پہنچی ہے آدمؑ سے لیکر مجھ تلک تاثیر غم
مجھ سا جو رنجور ہو دل دادۂ تصویر غم
تودۂ گرد کدورت ہے برائے تیر غم
کون سنتا ہے حسینونمین بھلا تقریر غم
درد بھی اُٹھا پئے تعظیم کی توقیر غم
پر گرانی کے سبب ہے بے صدا زنجیر غم
ہے ہزارون عاشقون کے قلب مین اک تیر غم
روشنائی کے عوض سُرخی سے کی تحریر غم
سُن لو اورونکی زبانی اب مری تقریر غم
شادمانی کی بھی کچھ تاثیر کچھ تاثیر غم
سوچ لین ہون زخمی تیغ ملال و تیر غم
ہے جہانمین انبیا کے وقت سے توقیر غم
میرا سایہ ہے تری دیوار پر تصویر غم
ہون کبھی مقراض بہر ناخن تدبیر غم
سیلئے تار نفس بھی ہے پئے تعذیر غم

روئے پڑھتے ہین فصاحت وہ خط مرگ رقیب
مجھ سے پڑھوائین تو ہنس ہنسکر پڑھون تحریر غم

اے صنم آئینہ اک ایسا بنائین ہم تم
غیر کی قبر پہ گر شام کو جائین ہم تم
عشق اور حسن کے نشہ نے کیا ہی بیہوش
دیکھکر اُنکو یہ آپسمین ہی پریونکا قول
غیر کی قبر پہ ہی یاس اُداسی حسرت

دیکھے جو شکل کو اپنی نظر آئین ہم تم
جو سوا شمع کے روتا ہو ہنسائین ہم تم
روز حشر آئے تو پھر ہوش مین آئین ہم تم
سیکھین یہ ناز یہ غمزے یہ ادائین ہم تم
دور سے دیکھ لین نزدیک نہ جائین ہم تم

کبک سے کہتے ہین طاؤس جو دیکھی ہو وہ چال
ہین خجل کاش زمین شق ہو سمائین ہم تم

نہ وہ سمجھے نہ اُسے کچھ ہو شکایت نہ ملال
غیر کا مرتبہ اِس طرح گھٹائین ہم تم

وحشیو وہ نظر آتا ہو گریبان ہلال
چاک کرنے کے لیے ہاتھ بڑھائین ہم تم

بعد مدت کے ملاپ آج ہوا ہو صاحب
اگلے قصّون کو زبان پر بھی نہ لائین ہم تم

غیر بددین کی نہین لاش اُٹھاتا کوئی
آؤ ہندو کا یہ مردہ ہے جلائین ہم تم

قول صیّاد ہو جلاد سے سیکھین چل کر
کسی معشوق سے ظلم اور جفائین ہم تم

حسرت ارمان سے کہتی ہو مرے دفن کے بعد
کوئی روزن ہو اگر قبر مین جائین ہم تم

عاشقو روٹھے ہین اظہار محبت پہ وہ آج
حسن کا واسطہ دے دے کے منائین ہم تم

عشق اور حسن زمانے مین عجب جوہر ہین
یہ کوئی عیب نہین ہین جو چھپائین ہم تم

کیون رہے صفحۂ عالم پہ کہ مہمل ہو رقیب
صورتِ حرفِ غلط اسکو مٹائین ہم تم

عاشقو روز جفاؤنکا وہ کرتے ہین شمار
یاد آئین تو لکھین اپنی وفائین ہم تم

غیر کو بزم مین دو جام شراب آج اُسوقت
کہ یہ بیہوش ہو جب ہوش مین آئین ہم تم

عاشقو آج دل اُسنے جو لئے ہو یہ غرض
کہ تڑپتے ہوے کل مانگنے آئین ہم تم

شعرا کہتے ہین گر داد سخن ہے منظور
اے فصاحت اُنھین اشعار سنائین ہم تم

سامنے غیر کے گر باغ سے آئین ہم تم
سب سمجھے کچھ اور جو قرآن بھی اُٹھائین ہم تم

بیجیا ہو اُسے محفل مین بنائین ہم تم
آج غیر آئے تو مسند پہ بٹھائین ہم تم

بولین آپسمین دوائین جو بڑھا میرا مرض
کیون مؤثر نہین تعویذ دُعائین ہم تم

آج اُس در سے اُٹھایا جو ہمین دربان نے
ضعف سے درد یہ بولا کہ بٹھائین ہم تم

عاشقو پوچھتے ہین اُنکی گلی کو یہ کیون
حاجیون کو نہ بتا ٹھیک بتائین ہم تم

مے دوا کے لیے کیون شیخ کو دین بادہ کشو
گر یہ مرتا ہو تو پانی نہ پلائین ہم تم

عقل ادراک سے کہتی ہو اگر چاہین لاکھ
کُنہ ذات اُسکی کسیطرح نہ پائین ہم تم

عاشقو عشق کرے زار تو مطلب نکلے
پاس بیٹھین یہ نہ اُن کو نظر آئین ہم تم

جان دی غیر نے ہان سُن لیا خاموش رہو
اِسکا مرنا بھی ہو اک راز چھپائین ہم تم

اِن وفاؤنسے سوا ہون تو کرین پھر شکوے
عاشقو پہلے گنین اُنکی جفائین ہم تم

غیر کا نامہ و پیغام دیا قاصد نے
کاٹ کر اُسکی زبان ہاتھ جلائین ہم تم

دلِ عشاق لین اُس حُسن سے کہتا ہو شباب
شوخیان ناز نگہ غمزے ادائین ہم تم

عاشقو عید کے دن نکلینگے پھر وہ گھر سے
سال بھر در پہ پڑے ٹھوکرین کھائین ہم تم

عیب واعظ نہین معلوم کسی کو رندو
لکھ کے پرچہ درِ مسجد پہ لگائین ہم تم

پھر یہ سب شب کو بہم ہون تو مزا وصل کا ہو
باغ مین چاندنی مہ سرد ہوائین ہم تم

کہتا ہو ایک سے ایک آئی ہو مجھ زار کو موت
لاش معدوم ہو بستر کو اُٹھائین ہم تم

بلبلین کہتی ہین آپسمین کہ پھر ہون نہ جُدا
دلمین غنچہ کے جگہ ہو تو سمائین ہم تم

تخلیہ ہین تو نہین کاتبِ اعمال آئے
دیکھتے جائین ذرا داہنے بائین ہم تم

عیدگاہ آئے ہین جسطرح سے ہو ہاتھ مین ہاتھ
حشر کو پیشِ خدا بھی یوہین جائین ہم تم

اُس ستمگر کا فلک سے ہو فصاحت یہ قول
وہ جئے خاک کرین جسپر جفائین ہم تم

کہتے ہین گل خجل ہین نکل کر چمن سے ہم
کیا اُنکے آگے جائین پھٹے پیرہن سے ہم

سوزِ تپِ فراق مین عاجز ہین تن سے ہم
جلتا ہو ہمسے پیرہن اور پیرہن سے ہم

جیتے اگر قفس سے پھرینگے تو آئین گے
لو ہمصفیر و جاتے ہین ابتو چمن سے ہم

اس درجہ موت کی ہو تمنا فراق مین
سیتے ہین جامہ غیر کے تارِ کفن سے ہم

ہمجنس حال جانتے ہمجنس کا ہین خوب
تیری کمر کے بھید کو پوچھین دہن سے ہم

پایا نہ کوئی گلُ دلِ خون گشتہ سے سوا
لائے تھے ایک پھول ملا نے چمن سے ہم

پھر خراج کہتے ہین اُنکے لبون سے دانت
تم تو ہمین سے لعل گہر لین عدن سے ہم

کیا پہنین منعمو نکا اوتارا ہوا لباس
پوشاک وہ سمجھتے ہین بدتر کفن سے ہم

کہتے ہین باغبان کہ بہار ابکی پھٹ پڑی
شاخین ہزارون باندھین کہان تک رسن سے ہم

پروانے کا تو قول ہو یہ جل کے شمع سے
نکلین گے ساتھ صبح کو تیری لگن سے ہم

نقشہ بنائین گے ترے روے صبیح کا
رنگ سفید لینگے گل یاسمن سے ہم

لخت جگر کا آبلۂ دل سے قول ہے
تو آنکھ سے رواں ہو تو نکلین دہن سے ہم

ہتکڑیان بعد مرگ احبا نے ڈالدین
دیوانے ہین نہ ہاتھ نکالین کفن سے ہم

استادہ ہو کے مثل نگہبان ہی قول سرو
اک پھول چوری جانے نہ دینگے چمن سے ہم

رنجیدہ ہمکو شام غریبان کرے گی کیا
خوش ہین یہان خیال سواد وطن سے ہم

وہ زار ہون کہ قول یہ سب دوستون کا ہی
پہچانتے ہین تمکو فقط پیرہن سے ہم

جامہ نہ اک نصیب نیا جیتے جی ہوا
باز آئے ای فلک ترے دو گز کفن سے ہم

جب کر چکے وہ رقص تو زہرہ نے یہ کہا
چُن لین ستارے آکے تری انجمن سے ہم

عاشق جو ہین تو کرتے ہین ماتم تمام رات
پروانونکے نکال کے لاشے لگن سے ہم

پرسش یہ حال دوست کے دیگی جواب سخت
کیا خاک پوچھین گور دریدہ دہن سے ہم

کہتے ہین پھول باندھے گئے دربدر پھرے
کیا کیا ہوے تباہ نکل کر چمن سے ہم

غربت مین ہین علیل ہون اچھا کہے جو کوئی
سب خیریت ہی آتے ہین تیرے وطن سے ہم

مطلب نہ خط جام کا حل ہوگا ساقیا
پوچھینگے لاکھ شیشۂ پنبہ دہن سے ہم

کہتے ہین بخیہ گر کہ رفو کی جگہ نہین
اے فقر اب تنگ ہین اس پیرہن سے ہم

بلبل وہ ہین قفس کی جو تنگی سے دم گھٹا
بہلے خیال وسعت صحن چمن سے ہم

قبضے مین موت کے جو سمجھتے ہین زیست کو
رکھتے ہین کپڑے باندھ کے اپنے کفن سے ہم

للہ جلد آ کہ مدد کا یہ وقت ہے
لے غش نکالے جاتے ہین کس انجمن سے ہم

سر سبز و سرخ رو ہون فصاحت ہین فصیح
امداد چاہتے ہین حسینؑ و حسنؑ سے ہم

کیونکر ملائین چرخ کے گہر مبین سے ہم
وہ نقش پاے روشن اٹھا کر زمین سے ہم

فرمانتو نہین ہون نہ خجل اُس حسین سے ہم
قارون کا گر خزانہ نکالین زمین سے ہم

کی اپنی جا سے کب حرکت کوچے یار مین
سرکا یا زلزلے نے تو سرکے زمین سے ہم

بستر لگا کے کوچۂ جانان مین بیٹھ جائین
پھر پوچھین آسمان کا ارادہ زمین سے ہم

کچھ قبرین اُس گلی مین دھنسی ہین تو کچھ بلند
بیٹھین الگ نشیب و فراز زمین سے ہم

گر فقر مین برہنہ کریگا فلک تو کیا
لپٹینگے تڑپ کے گرد کی چادر زمین سے ہم

بیتابی اپنی اور فشار اُسکا بعد مرگ
ہمسے زمین ہو گئی عاجز زمین سے ہم

برسائینگے گلی مین ترے آنسوؤنکا مینھ
خاک اِسکی اُڑ کے جانے نہ دینگے زمین سے ہم

اُس کوچہ مین گرے ہین کلیجہ پہ کھا کے چوٹ
لپٹے رہین گے دھوپ مین جلتی زمین سے ہم

جب تک وہ قبر غیر پہ پڑھتے ہین فاتحہ
دامن اُٹھائے رہتے ہین اُنکا زمین سے ہم

تعریف ناقصونکی فصاحت نہین پسند
داد کلام چاہتے ہین کاملین سے ہم

ردیف نون

دل اُس بت سے لگایا ڈھونڈھکر جیتے خدائی مین
زن دنیا بھی ہے شاگرد جسکی بیوفائی مین

خدا نے نعمتین دین اے ہما ہمکو گدائی مین
میسّر ہڈیان تجکو ہوئی ہین بادشائی مین

لکھو نمین خط مین کیا ہے دلکو دیسے اے قاصد
اُسے معلوم ہے جو حال ہے میرا جدائی مین

اگر عشاق مجھ ایسے زمانہ مین ہزارون ہین
ارے صاحب تم ایسے بھی بہت ہونگے خدائی مین

پڑی ہے پاؤنمین زنجیر دودِ سنبل پیچان
چمن سے جا نہین سکتی کہین بلبل رہائی مین

کوئی جان اپنی خود دیتا ہے کوئی قتل ہوتا ہے
غضب ہین قہر ہین وہ نیچی نظرین کج ادائی مین

تصور کرکے آنکھونسے عنادل امتحان کرلین
رہائی ہے اسیری مین اسیری ہے رہائی مین

حنا کا عطر ہوتا ہے خجل پوشاک مین صاحب
جب آتا ہے پسینا آپکے دستِ حنائی مین

ہو نادان ہو تم کیا فائدہ بیکار چھپتے ہو
تمھین تو ڈھونڈھ لینگے ڈھونڈھنے والے خدائی مین

عنادل نغمہ سنجی بھول کرنا لے لگے کرنے
اسیری کی مصیبت یاد آئی جب رہائی مین

پیمبر نامہ بر کو اُنکے کیون عاشق سمجھتے ہین
معاذ اللہ توبہ کیا خدا ہین وہ خدائی مین

لگن ہے تخت شعلہ تاج ہے خدام پروانے
کسی کو شک نہین اے شمع تیری بادشائی مین

عزیزو خواب مین مجکو نظر آئینگے وہ کیونکر
اُسے سمجھاؤ جسکو نیند آتی ہو جدائی مین

انھیں کو توڑ کر بھجوا دیں مجھ بیکس کی تربت پر
وہ باسی ہار شب کے کیوں لپیٹے ہیں کلائی میں

کوئی اہلِ وفا کیوں اے فصاحت انکو چاہے گا
اگر سمجھیں تو خود انکا ضرر ہے بیوفائی میں

وہ آنکھیں دیکھنے ہمسے نحیف و زار بیٹھے ہیں
مریضوں کی عیادت کے لیے بیمار بیٹھے ہیں

غنی سب کر سیوں پر واں سر دربار بیٹھے ہیں
زمیں پر تنگدست و مفلس و نادار بیٹھے ہیں

مجھے وہ قتل کر کے گھر میں جو بے لاش پھکوا کر
اب آئیں باری باری جو پسِ دیوار بیٹھے ہیں

درِ میخانہ وا ہے پر کوئی اندر نہیں آتا
گھٹا آئے تو جائیں منتظر میخوار بیٹھے ہیں

نرالی شوخیاں ہیں انکے کوچہ میں حسینوں کی
کیے بند اپنی آنکھیں طالبِ دیدار بیٹھے ہیں

اگر دار الشفائے عشق میں آئے تو خیر آئے
وہاں وہ کیوں کھڑے ہیں جس جگہ بیمار بیٹھے ہیں

خطا کیا ہمنے کی ہے جو بڑے تیور ہیں درباں کے
ادب سے روبروے آستانِ یار بیٹھے ہیں

کسی کے دید بازوں کو جو بیٹھے راہ میں دیکھا
وہ یہ سمجھے کہ میرے طالبِ دیدار بیٹھے ہیں

ہم ایسوں کو اٹھا سکتا نہیں تو کوے جاناں سے
زمیں پکڑے ہوئے اے چرخ کجرفتار بیٹھے ہیں

بہت سہل اور معشوقوں کا اپنی راہ پر لانا
منانا انکا ہے دشوار جو بیزار بیٹھے ہیں

تری بے اعتنائی نے اٹھایا سکو محفل سے
بنانیوالے بگڑی بات کو دو چار بیٹھے ہیں

درِ گلزار پر صیاد و گلچیں موسمِ گل میں
پئے تاراجی و بربادیٔ گلزار بیٹھے ہیں

یہ اُس دربار میں ہے ضبط کی تاکید عاشق سے
نہ نکلے جاؤ بیجا منھ سے کچھ سرکار بیٹھے ہیں

انھیں قربِ مکانِ یار سے درباں اٹھاتا ہے
جو بے ایمائے چشمِ روزنِ دیوار بیٹھے ہیں

عجب خوابِ پریشاں رات کو ہم دیکھ کر اٹھے
کہ اپنے بال کھولے وہ سرِ بازار بیٹھے ہیں

کوئی ہر چار جانب دیکھ کر محشر میں یوں بولا
وہ گوشے میں ہمارے طالبِ دیدار بیٹھے ہیں

جو تو ہٹ جا زمیں شق ہو یہ سب کے سب سما جائیں
مری تربت پہ تیرے ساتھ جو اغیار بیٹھے ہیں

کھڑے ہو کر کسی کے آستاں پر ہم یہ چلائے
وہاں آنے کی حسرت ہے جہاں سرکار بیٹھے ہیں

مری بزمِ سوم سے رونیوالے تو اٹھے روکر
فقط ہنسنے ہنسانے کے لیے دو چار بیٹھے ہیں

نشست انکی ہو یا برخاست مطلب ہے نہیں خالی
جگر اکر دل اٹھے ہیں لیکے جان زار بیٹھے ہیں

ہوئی جاتی ہی آسان ای فصاحت نزع کی مشکل
مدد کرنے جناب حیدر کرار بیٹھے ہین

ترے نزدیک دلبر رکھ کے ہاتھ ای یار بیٹھے ہین
کلیجہ کے لہو کو تھوک کر بیمار بیٹھے ہین

گھٹا کے منتظر ای چرخ کجرفتار بیٹھے ہین
رکھا ہی بیچ مین خم گرد سب میخوار بیٹھے ہین

نہین خود ای مسیحا یہ نحیف و زار بیٹھے ہین
بٹھایا درد نے ہی اُٹھ کے تو بیمار بیٹھے ہین

جو پوچھا اُسنے کیون یہ عاشقان زار بیٹھے ہین
تو سب در پر پکار اُٹھے پئے دیدار بیٹھے ہین

بہت خوش خوش ہم اپنے گھر پہ لیجانیکو آئے تھے
الٰہی خیر وہ تو آج کچھ بیزار بیٹھے ہین

جو بھڑکی آتش گل باغ مین ور اُڑ گئے طائر
نہالون پر فقط کچھ مرغ آتشخوار بیٹھے ہین

جناب شیخ پر کیا جانے میخانہ مین کیا گذری
برہنہ بے ردا و جبہ و دستار بیٹھے ہین

ہوئی اُس در پہ بعد یاس ہی امید کچھ ایسی
کہ اُٹھکر دفعتاً پھر طالب دیدار بیٹھے ہین

پیا ہی بادۂ نخوت جنھون نے بزم عالم مین
خبر کچھ دین و دنیا کی نہین سرشار بیٹھے ہین

شب معراج احمدؐ اپنے دل مین کہتے تھے مردم
ملک وان جا نہین سکتے جہان سرکار بیٹھے ہین

وہ رشک عیسیٰ آتا ہی ادب آموز ہو تو ہی
اُٹھا دے بڑھ کے ای درد اُنکو جو بیمار بیٹھے ہین

نہ خلوت گاہ مین چلنے کے یون مجھ سے اصرار گر
ارے یہ کیا غضب کرتا ہی تو اغیار بیٹھے ہین

جو بھیجا حق نے جنت مین تو واعظ کو صدا آئیگی
کنار حوض کوثر دیکھ ہم میخوار بیٹھے ہین

نہ جانے کون سے مول اُنکو قیمت اُنکی کیا ٹھہرے
خریدار آ رہے ہین وہ سر بازار بیٹھے ہین

نہ معلوم اُنکے مُنھ پر کہدیا کیا صاف صاف اُسنے
وہ آئینہ سے رخ پھیرے ہوے بیزار بیٹھے ہین

ادب کہتا ہی بزم یار مین بے صبر عاشق سے
اُدھر مُنھ کرکے تو آہین نکر سرکار بیٹھے ہین

ٹہل کر سوچتا کیا ہی دکھا دریا دلی ساقی
جو خم اک سانس مین پی جائین وہ میخوار بیٹھے ہین

چھلکتے کھلاؤ پھر ایک اک کو باری ری غرفے
گنو تو پہلے کتنے طالب دیدار بیٹھے ہین

ترشروئی جو کی محفل مین آج اُس رشک عیسیٰ نے
صحیح آہ آہ کرکے اُٹھ گئے بیمار بیٹھے ہین

فصاحت پڑھ بصد آداب دربار سلیمانین
ترے اشعار سُننے کے لیے سرکار بیٹھے ہین

غزل در یک قافیہ

وہ یون مجھ سخت جان کے قتل پر تیار بیٹھے ہین
کہ لیکر دوسرے بھی ہاتھ مین تلوار بیٹھے ہین

نہین اُٹھتے وہ بہر قتل تو رہنا ذرا شاہد
جھکائے سر کو اپنے ہم تو ای تلوار بیٹھے ہین

اب اُس دربار مین ہوگی طلب ہم سخت جانونکی
وہ رکھ کر روبرو خنجر چھری تلوار بیٹھے ہین

وہ کل تو جان نثارو تیغ چمکا کر ٹہلتے تھے
یہ کیا ہے آج کیون مقتل مین بے تلوار بیٹھے ہین

حسینان ستمگر اُنکی محفل مین جب آئے ہین
ادب سے چوم کر اُس ہاتھ کی تلوار بیٹھے ہین

نئی شوخی لڑکپن مین یہ ہے میرے ڈرانے کو
تہ دامن وہ رکھ کر اک گلی تلوار بیٹھے ہین

کھڑے تھے جو مجھے گھیرے ہوئے جانباز مقتل مین
اُٹھائی ہے جو تو نے غیظ مین تلوار بیٹھے ہین

ٹہلتا ہو نہین لیکر تیغ یون جو چاہیئے کہئے
مگر تصویر مین تو آپ بے تلوار بیٹھے ہین

یہ مطلب ہے کہ اپنے ہاتھ سے اپنا گلا کاٹو
الگ ہٹ کر مجھی کو دیکھ وہ تلوار بیٹھے ہین

قسم کھا کر یہین نیت کرینگے قتل وہ کس کو
کہ رکھ کر پاس قرآن آئینہ تلوار بیٹھے ہین

فصاحت سے کہا ساری غزل مین قافیہ تیرا
دلونپر شاعرون کے سکے ای تلوار بیٹھے ہین

نکلکر اپنے گھر سے عیدگہ مین جا بنوائے ہین
مری ضد سے وہ گردن مین عدو کے ہاتھ ڈالے ہین

عجب عنوان صاحب بحث کرنیکے نکالے ہین
مسیحا نے جلائے ہین جو تم نے مار ڈالے ہین

جدا کر سر مرا گردن سے جلد اے خنجر بران
وہ میری سخت جانی سے پشیمان ہونیوالے ہین

تغافل کیش معشوقو نسے اتنا کوئی کہہ آئے
تمھین جو دیکھکر جیتے ہین اب وہ مرنیوالے ہین

نہ جانے کون بحر حسن ساحل پر نہاتا ہے
کہ پانی سے سر اپنے ہر دم آبی نکالے ہین

مین اپنا درد دل یون کہہ رہا ہون بزم خوبان مین
ان ایسے سُننے والے اپنا اپنا دل سنبھالے ہین

جو دود آہ میرا شبکو اونچا ہو کے پھیلا ہے
سیہ ہے چہرۂ مہتاب انجم چرخ کالے ہین

کسی کے عشق مین ہے نام ہی نام اپنی آہونکا
اگر تاثیر کرنیوالے کچھ ہین کبھی تو نالے ہین

بھلا کون اور ٹوٹی بوتلین مسجد مین پھینکیگا
جناب شیخ کوئی ہو نہ ہو میخانے والے ہین

جو بعد مدت آئے بھی ہین وہ میری شب وعدہ
پرانے قصے چھیڑے ہین نئے جھگڑے نکالے ہین

مرے گھر مین اثر یہ ہی شب تاریک فرقت کا
کہ خود بھی ہی سیہ اور شمع کے آنسو بھی کالے ہین

دھوان ایسا گھٹا ہی آہ بلبل کا گلستان مین
کہ دن کو یاسمن کے پھول جتنے ہین وہ کالے ہین

برابر لڑکھڑاتے ہین جو دونون نشۂ مے مین
ہمین دست سبو رعشہ ہی ہم انکو سنبھالے ہین

ہر قول آسیا رازق تو مجکو رزق دیتا ہے
مگر قسمت مین انسان کی مرے منھ کے نوالے ہین

موثر شمع کا گریہ ہو گیا گلہاے تربت پر
کہ یہ اک رونیوالی اور اتنے ہنسنے والے ہین

کسیکا وصل ای گردون گوارہ ہی نہین تجکو
کہ تیرے دور مین تو درمیان دو لب کے نالے ہین

فصاحت وادی شعر و سخن مین ہی انھین لغزش
جو اُستادون کے جادہ سے قدم باہر نکالے ہین

دینار مطرب اسمین نہین کیا درم نہین
طنبور کا تو بزم مین خالی شکم نہین

مانا کہ میرے دلمین کوئی خار غم نہین
پھر کیسی یہ کھٹک ہی جو چین ایکدم نہین

ہین اور بھی پر اسکے سوا کوئی غم نہین
سب آج انکی بزم مین ہین ایک ہم نہین

تم چلتے چلتے راہ مین بے قصد ٹھہرے کیون
دیکھو کوئی مزار تو زیر قدم نہین

لایا مین اپنا ٹوٹا ہوا دل تو بولے وہ
ناقص ہی جنس اسکے خریدار ہم نہین

رہگیر انکے کوچہ مین جاتے ہین سر کے بل
یہ وجہ ہی زمین پہ جو نقش قدم نہین

قبر و نیہ سرکشون کے اُگے تو ہین کچھ درخت
لیکن برائے نام بھی شاخون مین خم نہین

ای دوست بخش یا کہ نہ بخش اختیار ہے
تیرے سوا کسی کے گنہگار ہم نہین

سرکا نہ گو چمن سے بہ ہزار آئین آفتین
مانند سرو کے کوئی ثابت قدم نہین

کیون لکھتے لکھتے گیسوؤنکا وصف تھم گیا
سطرین تو کچھ سلاسل پاے قلم نہین

سرمہ لگایا اُسنے جب آنسو ٹپک پڑے
کیونکر کہون کہ غیر کے مرنے کا غم نہین

اس عہد مین بدل گیا گو شاعری کا رنگ
باہر مگر احاطہ سے اپنا قدم نہین

پھر غور کر کے دیکھ لے مسجد نہ کھود شیخ
محراب کسطرح کوئی دیوار خم نہین

قبضہ کیا ہی ملک سخن پر بزور تیغ
تلوار ہاتھ مین ہی ہمارے قلم نہین

جب پوچھا کون خانۂ دل بے چراغ ہے
بولے حباب عشق وہ ہے جسمین ہم نہین

جھنجھلا کے میرے سینہ پہ رکھا جو تمنے ہاتھ
لو اور بھی زیادہ ہوا درد کم نہین

سارے بدن کا خون کھنچ آیا ہی قلب مین
اب اِس سے بڑھکے کوئی مدارات غم نہین

مصرع کسی کی سیف پہ یہ ہم نے لکھ دیا
تلوار اُس کمر کی یہ ہے جسمین خم نہین

اعدا کے شر سے ہمکو **فصاحت** ہو خوف کیا
شاگرد دوست اپنے بہت سے ہین کم نہین

پیش کش کیا کرین مال اور نہ زر رکھتے ہین
تمپہ صدقے جو کیا تھا وہی سر رکھتے ہین

شرم بندون کی کچھ اللہ کا ڈر رکھتے ہین
روزہ رکھنا نہین منظور مگر رکھتے ہین

یان تو دونو نہین کوئی بھی نہین ای حضرت عشق
جنکے پہلو مین نہین دل وہ جگر رکھتے ہین

آئینہ ہو گیا غربال دم آرائش
قہر کا توڑ ترے تیر نظر رکھتے ہین

ہم ادب سے تہ شمشیر گلا رکھین گے
بے ادب آپکی تلوار پہ سر رکھتے ہین

آبلہ ہوکے نہ پھوٹے وہ ہو دل پاس اپنے
خون ہوکر نہ بہے جو وہ جگر رکھتے ہین

باغ مین منعم بے فیض کے ہین خوب شجر
جو نہین کھانے کے لائق وہ ثمر رکھتے ہین

دیکھکر گور غریبان کو بھر آتا ہے دل
جتنی قبرونپہ ہین تعویذ اثر رکھتے ہین

تھوڑی دیر اور نہ جا باغ سے ای سرو روان
نخل جھک جھک کے ترے پاؤنپہ سر رکھتے ہین

ہاتھ رکھا ہو کلیجہ پہ عدو کے اُسنے
دلمین آتا ہی کہین ہم بھی جگر رکھتے ہین

کوئی مرتا ہو تو کیا کوئی تڑپتا ہو تو کیا
آپ تو سارے زمانے کی خبر رکھتے ہین

کام کرنے کی نہین تیغ زبان حاسد
پاس ہم اپنے خموشی کی سپر رکھتے ہین

جو تمھین پر فقط آیا ہو وہ دل ہو اپنا
جو کسی پر نہین پڑتی وہ نظر رکھتے ہین

اپنے دل تھامے ہین سن سن کے حسینان جہان
ای **فصاحت** مرے اشعار اثر رکھتے ہین

الٰہی دفن ہون مین کربلا مین
ملے یہ خاک بھی خاک شفا مین

مرے گھر آتے ہی وہ ہنس کے بولے
بڑی تاثیر ہے تیری دعا مین

مقیم اس طرح ہین دنیا مین انسان
مسافر جیسے رہتے ہین سرا مین

نقاب اُلٹے گی آب چہرے سے اُنکے	مری آہون کی شرکت ہے ہوا مین
برہمن دیکھ سایہ اپنے بُت کا	دوئی کا عیب ہی تیرے خدا مین
خط اُسکو بھیجکر کہین مین نے آہین	کبوتر کی تباہی ہے ہوا مین
فقیرون پاس شاہ آتے ہین کھنچکر	اثر یہ ہے نقوش بوریا مین
اُٹھے ہین پاس سے وہ کیا کرین ہم	کلیجہ کو سنبھالین دل کو تھا مین
ہو ناسور اِس دل پُر آرزو مین	کنوان بھی تو مناسب ہی سرا مین
پڑے دانے مری قسمت کے جتنے	بنے دندان وہان آسیا مین
ہماری قبر سورہ پڑھ کے روندی	وفا بھی ہی شریک اُسکی جفا مین
ابھی تک ہاتھ مین رکھے ہون دلبر	بھرا تھا درد سائل کی صدا مین

فصاحت رُعب سے تھرّائے اعضا
جو پہونچے روضۂ شیر خدا مین

دل مچل کر مرے پہلو مین بہلتا ہی نہین	طفل جب کوئی بگڑتا ہی سنبھلتا ہی نہین
ہاتھ رکھتا ہون جگر پر تو ٹھہر جاتا ہی	دل یہ کمبخت سنبھالے سے سنبھلتا ہی نہین
آج بے سمجھے مخاطب ہین رقیبون سے وہ	آتش رشک سے گویا کوئی جلتا ہی نہین
کونسا وقت تھا تم گھر پہ مرے کب آئے	پھر یہ کہتے ہو کہ وعدہ مرا ٹلتا ہی نہین
میکشو کیا کرین واعظ سے عوض لین کیونکر	کبھی مسجد سے تو کمبخت نکلتا ہی نہین
آتش عشق سے پھنکتے ہین مرے قلب و جگر	دیکھ لو پھر یہ نہ کہنا کوئی جلتا ہی نہین
کہتے ہین دیکھ کے نشہ مین فلک کو میخوار	خم یہ مدت سے بھرا ہے پر اُبلتا ہی نہین
لوگ بے دیکھے دیے دیتے ہین جانین اپنی	خیر اُلٹی مین ہی وہ پردیسے نکلتا ہی نہین
غیر پاس اُنکے نہ آیا نہ گئے وہ سب جھوٹ	سایہ کیطرح کسی وقت مین ٹلتا ہی نہین
دلِ مضطر کو مرے خاک سنبھالینگے حضور	آپ سے اپنا دو پٹہ تو سنبھلتا ہی نہین
تربتین سیکڑون پامال ہوئی جاتی ہین	لاکھ سمجھاؤ یہ وہ دیکھ کے چلتا ہی نہین
باغبان آتش گل کا ہی فقط نام ہی نام	ہاتھ یا دامن گلچین کوئی جلتا ہی نہین

مجمع عام مین کیا کہہ کے پکارین وہ مجھے
نام مشکل ہے مرا منہ سے نکلتا ہی نہین

میرا تابوت گرا پڑتا ہے اُس کوچہ مین
لاکھ یارون نے سنبھالا پہ سنبھلتا ہی نہین

مجکو یہ رنج کہ لیلی کو برا کہتے ہین لوگ
اُسکو ضد ایسی کہ یہ نام بدلتا ہی نہین

کربلا جانے کی حسرت ہے **فصاحت** مجھے پھر
کیا کرون بس مرا تقدیر سے چلتا ہی نہین

تباہ مثل غبار یارب مین جہان خراب مین ہون
جو پیس ڈالے فلک تو سرمہ کسی ستم رکاب مین ہون

ہم ایسے آئے جو سوختہ تن پکار اُٹھا جلکے یہ جہنم
عذاب آنیر بھلا کرون کیا کہ مین تو خود ہی عذاب مین ہون

اگر شبِ ہجر آئیگی بھی پھریگی یا یون تیرے گھر سے
قضا کو مین زار کب ملونگا کہ اک شکن فرش خواب مین ہون

رقیب نے اُنکے ساتھ اگر ستم کیا مجھپہ شاد ہوکر
سمجھ کے یہ میری قبر روندی کہ مین بھی داخل ثواب مین ہون

نہ کوئی مونس نہ کوئی ہمدم عزیز کیسے رفیق کیسے
اجل نہین میرے پاس آتی جو مین کسی کے عتاب مین ہون

جو بحثِ عشق و جنون ہوئی مجھسے تو خجل ہوکے قیس بولا
سوال ایسا کیا ہے تمنے کہ سنکے عاجز جواب مین ہون

کنارِ دریا برائے تفریح جب گیا مین ہوا یہ بولی
اسیر ہون نکلون کس طرح مین ابھی طلسم حباب مین ہون

حریص مجھ سا نہوگا ہیکش بھری نہین میری نیت اب تک
جو خم کی خم لوٹین آج آ ساقی تو غرق جیسے شراب مین ہون

وہ فرد خود لکھ کے گن رہے ہین یہ دلمین ہے کہدون اے **فصاحت**
شمار عشاق مین نہ کیجئے حضور مین کس حساب مین ہون

اُسکی وقعت مری نظر مین نہین
جو کشش حسن مین ہے زر مین نہین

ہم ہین تنہا مثال آئینہ
غیر کی جا ہمارے گھر مین نہین

اُنکی تصویر پر یہ مین نے لکھا
کوئی ایسا جہان بھر مین نہین

کیا لڑکپن کا بھی زمانہ تھا
اَب وہ شوخی تری نظر مین نہین

چرخ کی دیکھو ضد شب فرقت
چاندنی ہے پہ میرے گھر مین نہین

حال سن سن کے میرا ہنستا ہے
رحم قلب پیامبر مین نہین

جیسی گردش ہے میری قسمت مین
چاک مین چرخ مین بھنور مین نہین

جب مین جاتا ہون کہتے ہین دربان
جاؤ سرکار اپنے گھر مین نہین

سب مدارات غم مین صرف ہوا — اب لہو نام کو جگر مین نہین
خط مین ہے حال بیقراریٔ دل — رعشہ کیون دستِ نامہ بر مین نہین
ذبح کے وقت ہائے کچھ بھی اثر — میری حسرت بھری نظر مین نہین
ہین خدنگِ نگاہِ یار بہت — اتنی وسعت دل و جگر مین نہین
گردش چرخ کیا ہوئی موقوف — آج دوران میرے سر مین نہین
آنکھین اچھی ہین آپ کی صاحب — پر لگاوٹ ذرا نظر مین نہین
ہے یہ بیشک حصار ملکِ عدم — سچ ہے ٹپکا تری کمر مین نہین
ہم ہین دنیائے دون مین خوش قسمت — داغ کمبخت کے جگر مین نہین
سوؤن کیا پھیل پھیل کر مین فقیر — ہائے اتنی زمین گھر مین نہین

سرکشی کیا کرین فصاحت ہم
کبر و نخوت ہمارے سر مین نہین

ہے یہ مطلب جو تری بزم مین آتا ہون نہین — بات جو تجھ سے بگڑتی ہے بناتا ہون نہین
ہے برس کر یہ مرے دیدۂ پر آب کا قول — اُٹھتی ہے گرد کدورت تو بٹھاتا ہون نہین
بادہ خواری نہ چھٹی ہے نہ چھٹے گی مجھ سے — اے واعظ ترے چھینٹون مین کب آتا ہون نہین
لیکے تلوار وہ فرماتے ہین مجھسے دمِ قتل — اپنی گردن کو جھکا ہاتھ اُٹھاتا ہون نہین
قاصدا اس دل بیتاب کی تسکین کے لیے — بارہا خط مین وہ لکھتے ہین کہ آتا ہون نہین
ہجر کا حال جو ہے آپ کو سُننا منظور — خیر دل تھامئے ہاتھون سے سناتا ہون نہین

اے فصاحت جو مری عمر ہوئی ہے آخر
کربلا کی طرف اب ہند سے جاتا ہون نہین

غزل

پاس وہ بیٹھے ہین اب تو اضطرار اچھا نہین — دیکھ اے دل اُنکو ہوگا ناگوار اچھا نہین
شمع کا سر کاٹتا آخر بزم مین گلگیر نے — سچ ہے اتنا گریۂ بے اختیار اچھا نہین
غیر کی تعظیم کرتے ہو نہ ہو گستاخ یہ — دیکھو سمجھاتے ہین اتنا انکسار اچھا نہین

ہاتھ مین تلوار بل ابرو پہ غصہ کی نگاہ	بن سنور کر یون نکلنا ای نگار اچھا نہین
وصل کی شب مختصر ہو روز فرقت ہے طویل	رنگ یہ لائے گردش لیل و نہار اچھا نہین
دوستو ڈر جائینگے سرکاو میرے پاس سے	بیٹھنا اُنکا بوقت احتضار اچھا نہین
کب سے کفنائی ہوئی رکھی ہو یارو میری لاش	دفن بھی کردو اب اُن کا انتظار اچھا نہین
دل سے میرے کہکے یہ رُخصت ہوا اُنکا خیال	جاتے ہین ہم یہ مکان تنگ و تار اچھا نہین
پھینک دونگا تجکو پہلو چاک کرکے ای جگر	تو بھی ہو دل کی طرح سے بیقرار اچھا نہین

بد زبان بد خلق بد خو ہین **فصاحت** سب کے سب
دِل لگائین کس سے ہم کوئی نگار اچھا نہین

کسی کے حال پریشان پہ کچھ نظر ہی نہین	کوئی مرے کہ جیے آپ کو خبر ہی نہین
شب فراق مین الجھتا ہون رہے دل مجھ سے	یہ رات وہ ہو کہ جس رات کی سحر ہی نہین
یہ آج کیا ہو جو دل تھام کر چلے آئے	حضور کہتے تھے نالو مین کچھ اثر ہی نہین
خموش بیٹھا ہو تصویر کھینچے کیا بہزاد	دہن بھی اُنکا ہو معدوم کچھ کمر ہی نہین
در قفس کو تو اب کھولتا نہ تھا صیاد	ہم اُڑکے کیا طرف باغ جائین پر ہی نہین
جنابِ عشق یہ کہہ کہکے دل بڑھاتے ہین	سوائے نفع محبت مین کچھ ضرر ہی نہین
ہمارا مرنا بھی عشقِ کمر مین ہو اک راز	کہ برسون گذرے پر احباب کو خبر ہی نہین
برائے نام وہ قاتل جہان مین ہین مشہور	جو تیغ لین بھی تو باندھین کہان کمر ہی نہین
اُٹھا جنازہ مرا دھوم سے ہوے سب جمع	وہ گھر مین بیٹھے ہین گویا اُنھین خبر ہی نہین
ضرور میری طرف سے کہا رقیب نے کچھ	حضور آج تو وہ لطف کی نظر ہی نہین

معین ہونگے **فصاحت** کے چار دہ معصوم
اسی سے روز قیامت کا کچھ خطر ہی نہین

بیباک مثل روح کے کوئی حسین نہین	رگ رگ مین گو چھپا ہو پردہ نشین نہین
اُنکو مرے تڑپنے کا ای دل یقین نہین	کیا تو نہین گواہ کہ شاہد زمین نہین
سچ ہو کہ شوخیان ہین حسینو نکی یادگار	نظرون مین سبکی پھرتے ہین اور پھر کہین نہین

بیٹھی ہی قبر غیر مری خاک کا ہی ڈھیر
ہی خوب وہ گلی یہ برابر زمین نہین

مرنا ہمارا سُن کے وہ ہنس ہنس کہے غیر سے
اس طرح پوچھتے ہین کہ گویا یقین نہین

تخصیص کچھ نہین اَرِنی کہیے ای کلیم
ہم بھی ہین اُنکی دید کے طالب تمھین نہین

تم دیکھو میرے سینہ و قلب و جگر مین تیر
پہلے ہی مین تو ڈھونڈھ چکا ہون کہین نہین

خانہ نشین جو صاحب جوہر نہ ہو تو کیا
کچھ پائے بند حلقۂ خاتم نگین نہین

ہنستے تھے ہوشیارون کو بیہوش جان کر
اَب سوچتے ہین ہوش مین شاید ہمین نہین

جامہ گلون کو کیسے پہنائے بہار نے
داماں و جیب دونون ہین پر آستین نہین

رندِ حریص آئے گا کیا کوئی ساقیا
مینائے مے مین دُرد ہی پر تہ نشین نہین

ہوگا بُرا ابھی کہتے ہین عاشق تو کہنے دو
معشوق بیوفا ہین سبھی اِک تمھین نہین

جام شراب میکدے مین آفتاب ہے
کہتا ہی کون پاک یہان کی زمین نہین

کاہیدگی جسم گئی دوستو کہان
بالیدگی ہی کیسی کہ تنگ آستین نہین

سارے جہان کو چشم تصور سے دیکھ آئے
ہمسے چھپا ہوا کوئی پردہ نشین نہین

جو کچھ تھا ہو گیا وہ مدارات غم مین صرف
اَب خون بوند بھر بھی بدن مین کہین نہین

ظالم فقط حضور نہین آسمان بھی ہے
مظلوم ہین بہ سبب جہان مین ہمین نہین

ہم اور آپ دیکھتے ہین ساتھ آئینہ
اَب مُنھ یہ مُنھ نہین کہ جبین پر جبین نہین

شعر و سخن کا خاک فصاحت کو لطف ہو
افسوس ہی لطافت جنّت مکین نہین

تم قتل عام کر کے ہو آئے یقین نہین
کیونکر کہون کہ سینے مین تر آستین نہین

یہ حُسن اتفاق جو تم دیر کر کے آئے
دلمین جگہ ہی بزم مین تو جا کہین نہین

مین نے کہا جب اُنسے کہ ہون طالب وصال
چپکے سے سر جھکا کے وہ بولے نہین نہین

دیکھا نہ آسمان نہ ادب سے اُٹھایا سر
ہان اسقدر رہی یاد وہان یہ زمین نہین

آئینہ لیکے دیکھ لو ملتا ہے اور بھی
پھر آنکھین چار کر کے نہ کہنا کہین نہین

کوچہ مین اُنکے دفن ہوے عاشق اسقدر
مردہ دلی اَب ہی خاک وہ اصلی زمین نہین

تصویر اُسنے دیکھ کے یوسفؑ کی یہ کہا
رُخ سے ہٹے تو غیر کو ہو خوف قتل کیون
یون اضطرار قلب کو میرے سمجھئے جھوٹ
دیکھین بہار انکی بھی جاتے ہین گر وہ باغ
نفرت ہے غیر جنس کے بھی اتحاد سے
صاحب حجاب آئینہ خانے مین ہو عبث
آج اُنکو ہمنے نامہ لکھا پر نئی طرح
تابوت غیر اُٹھالین تو قائل کرون اُنھین
مُنھ کرکے اُنکے گھر کیطرف کہہ رہا ہو نمین
اتنی بلائین آکے شب ہجر بھر گئین
آغوش مین جو اِسکے حسین ہین سزا رہا

گر ہین یہی حسین تو پھر مین حسین نہین
اُنکی نقاب اُلٹی ہوئی آستین نہین
ہاتھ اپنے دلپہ رکھ کے تو کہیئے یقین نہین
کچھ پھول میری قبر پہ بھی ہین وہین نہین
خاتم ہین اُنکے وصل نگین سے نگین نہین
تمکو تو اسنے دیکھ رہے ہین ہمین نہین
مطلب ہے لفظ لفظ مین اور پھر کہین نہین
لے توسہی وہ خود کہین ہین نازنین نہین
دم توڑتا ہون پاس ہین سب اک ہمین نہین
گھر مین مرے تڑپنے کی جا اب کہین نہین
حسرت ہے آسمان کو مین کیون زمین نہین

وہ پیش آئینگے نہ فصاحت اگر یہ لُطف
بے اعتنائیون کا بھی مجکو یقین نہین

توسہی یون اتحاد اک دلربا پیدا کرون
شرط یہ ہے تم بھی نوایجاد کرنا کوئی ظلم
پوچھتے ہین جب جناب عشق مین کس دلمین آؤن
منزلون چلتا تو ہو تو گو کہ تھم تھم کر سہی
میری جانب اعتنا کرکے اُنھین سننا پڑے
رفتہ رفتہ دِلمین گھر یاد بتان نے کرلیا
کرتے ہین ماتم وہ میرا کہہ رہی ہے نازکی
ہم تڑپتے ہین تو وہ کہتے ہین ہنسکر غیر سے
کہتے ہین وہ نالہ کش رہتے ہین عاشق زیر قصر
کھینچنے بیٹھا ہو تصویر اُنکی مانی ہو یہ قصد

آپکی آواز مین ایسی صدا پیدا کرون
سب وفاؤنسے نئی جب مین وفا پیدا کرون
شوق کہتا ہو کہ مین جسمین مزا پیدا کرون
مین کہان سے اتنی طاقت اے عصا پیدا کرون
ایسی ہیئت وقت عرض مدعا پیدا کرون
زاہدا اب کس طرح خوف خدا پیدا کرون
توسہی ہاتھونمین سُرخی بے حنا پیدا کرون
مین کہانسے اسکا دل کھویا ہوا پیدا کرون
شب کو سونے کے لیے گھر دوسرا پیدا کرون
توسہی اُنمین نہ جو ہو وہ ادا پیدا کرون

بھر گئی ہین شوخیان چشم بت بیباک مین
آنکھون سے آنکھین لڑا کر مین حیا پیدا کرون

طبع رنگین پہ پھبتی ہے اے فصاحت وقت نظم
گر اجازت دو تو رنگ اپنا جدا پیدا کرون

گھر ترے پیکان کے رہنے کا نیا پیدا کرون
دل ہے سینہ مین تو دشمن بلا پیدا کرون

صاف کیجئے ضبط یا دلمین مزا پیدا کرون
کیون جناب عشق ان دونون مین کیا پیدا کرون

جان دینا یون تو بدنامی ہے انکے عشق مین
کوئی مرجانے کا حیلہ اے قضا پیدا کرون

ظلم وہ ایجاد کرتے کرتے آخر تھک گئے
خود ہی کہتے ہین کہ اب دلمین وفا پیدا کرون

گر اجازت دیجئے تو لیجئے بوسے بار بار
آپکے سیب زنخدان مین مزا پیدا کرون

چشم جانان مین نپٹلون سرمہ کا دنبالہ مین
نرگس بیمار کی خاطر عصا پیدا کرون

اک محبت آپکی ہے اک عداوت غیر کی
آپ ہی فرمائیے اس دلمین کیا پیدا کرون

ہے یہ دلمین انکے جو کوئی نہ عاشق سہہ سکے
مشورہ کرکے فلک سے وہ جفا پیدا کرون

چاہیئے ہین اس شہ خوبی کو بالش کے لیے
کسطرح اتنے پر و بال ہما پیدا کرون

کچھ دنون سے ہائے انکے دلمین آئی ہے یہ بات
سب پکار اٹھین قضا کو وہ ادا پیدا کرون

یہ اشارہ ہے سمند خوش خرام یار کا
بدچلن ہو نہین جو رفتار صبا پیدا کرون

عشق سے مین نے جو پوچھا اب کرون فریاد ظلم
بول اٹھا مین انکے دلمین جب وفا پیدا کرون

ایک ابرو انکا پیدا کرکے خالق نے کہا
اب مناسب ہے کہ تجھ سا دوسرا پیدا کرون

ہر قدم پہ ہے یہ ایمائے عصا مجھ پیر سے
تم کرو ناپید مین جو نقش پا پیدا کرون

یہ زمین کوچۂ قاتل سے آتی ہے صدا
جذب ہو خون شہیدان تو حنا پیدا کرون

کہتی ہے انکی جوانی شوخیان آنکھون مین ہین
ڈالکر مین نیند کا پردا حیا پیدا کرون

انکے در پر اے فصاحت ہے یہ مجھ سائل کو فکر
درد ہو جسمین بھلا ایسی صدا پیدا کرون

اب وہ شوخی نہین وہ حسن وہ انداز نہین
آپ کو ناز تھا جس ناز پہ وہ ناز نہین

نزع کا وقت ہے مین دیکھون تھین تم مجکو
آؤ کچھ خیر ہے صاحب یہ دم ناز نہین

شعرا کہتے ہین اُس بُت کا دہن ہی معدوم
اور اگر ہے بھی تو کس کام کا آواز نہین

اے نگہبان در یار بظاہر یون رل
غیر سمجھین کہ مرے اور ترے ساز نہین

ہم اسیران کہن خاک اُڑینگے صیاد
طائر روح مین بھی طاقت پرواز نہین

نغمۂ ساز مغنی کو بھلا خاک سنین
ہم جسے آواز کے مشتاق ہین وہ آواز نہین

آج کس طرح وہ محفل مین ہین مصروف غنا
گرمی روشنی شعلۂ آواز نہین

قاصدا مین نہین قائل کہ خدا ہی وہ بُت
تو پیمبر سہی پر صاحب اعجاز نہین

ایک بوسہ مجھے تم دیکے نہ احسان جتاؤ
دل سی شی مین نے تمھین دی ہی مگر ناز نہین

کیا کہون کیا ہی یہ کیون دلمین چھپائے ہو نہین
گو کہ پیکان ترا کچھ روح نہین راز نہین

قصر جانان کے سُنا ہی کئی دروازے ہین
لایا اُس در پہ مقدر ہمین جو باز نہین

نوحہ خوان ہوکے مری قبر پہ نادم ہین وہ
غیر تو غیر ہین گنبد بھی ہم آواز نہین

مطمئن تازہ اسیرون سے عبث ہی صیاد
حوصلہ ہو تو قفس مانع پرواز نہین

حسب فرمائش نواب
جاؤ اب محفل جانان مین فصاحت ہر روز
کوئی غماز نہین کوئی در انداز نہین
میر اصغر حسین صاحب

منتظر ہی آپ کس دن آئیےگا باغ مین
دیدۂ نرگس ہی اک چشم تمنا باغ مین

سُنتے سُنتے باغبان بلبل کا نالا باغ مین
سُرخ ہی غصہ سے ہر اک گل کا چہرا باغ مین

بلبلون سے ہی یہ نرگس کا اشارا باغ مین
کچھ خبر بھی ہی تمھین صیاد آیا باغ مین

بلبلو نکا دل دُکھانا فرض کیا تھا باغ مین
آپنے پھولونکو کیون تلوؤنسے روندا باغ مین

گر کے شاخونسے ہین ڈوبے نہر مین اے رشک گل
تو نے نشر مردہ کیا پھولونکو ایسا باغ مین

غنچے پیمانے بنے ہر ایک گل ساغر ہوا
وہ گل تر پھول چُننے کو جو آیا باغ مین

گریۂ بلبل کی بارش کا ہی شور اے باغبان
دیکھ برق خندۂ گل کا تڑپنا باغ مین

بن پڑی ہی عاشقونکی آج کل کرتے ہین دید
سیر کرنے کو حسین آتے ہین کیا کیا باغ مین

معصیت ہے گھر مین رہنا آئی پھر فصل بہار
میکدے مین آج کل میخوار ہین یا باغ مین

بے اثر ہین دو نوا اے بلبل کوئی سُنتا نہین
میری فریاد اُس گلی مین تیرا نالا باغ مین

پہلے اُسنے چشم پوشی کی جو رستے مین بلا — پھر اشارہ نہین کہا مجھ سے کہ آنا باغ مین
آ گئے وہ تو شرم آلودہ نگہ سے بار بار — بلبل و گل کا نیاز و ناز دیکھا باغ مین
پھاڑا اچھا تھا دل صد چاک بلبل کے لیے — ناحق ای گلچین گل صد برگ توڑا باغ مین

ای فصاحت آج فاخر نے بلایا ہی تمھین
پڑھ کے اپنی یہہ غزل اُنکو سنانا باغ مین

نکالے سب گئے گوئی اُس انجمن مین نہین — ہمارا ذکر تو کیا شمع بھی لگن مین نہین
سوال وصل پہ ہان نکلے یا نہین نکلے — زیادہ بات کی گنجائش اُس دہن مین نہین
گنا ہگار ہین خاک اچھی طرح منھ کو چھپائین — غضب تو یہ ہی کہ چادر ہی کفن مین نہین
کیئے رقیب نے کیا خاک نالۂ سوزان — زبان مین چھالے نہین آبلے دہن مین نہین
تمام صرف ہوا میہمانیٔ غم مین — کہ بوند بھر بھی کہین خون میرے تن مین نہین
فنا کے بعد ہی کیا بیقرار لاشس مری — مگر سحاب مین ہی برق مین کفن مین نہین
ملاتے آپکی رفتار سے ہم اُسکی چال — یہ اتفاق کہ طاؤس ہی چمن مین نہین
بہار جاتی ہی آنے کو ہی خزان گلچین — ہوا بدل گئی وہ رنگ ہی چمن مین نہین
ادھر تو عالم غربت مین مضطرب ہو نہین — قرار اُدھر مرے احباب کو وطن مین نہین
حضور دیکھ لیا بس یہی ہین غمزہ و ناز — سوا مرے کوئی بیتاب انجمن مین نہین
کرامت اُسنے دکھائی لگا کے تیر مجھے — کہ زخم تن مین ہین سوراخ پیرہن مین نہین
بھری ہی دلمین ہمارے جو آتش فرقت — اُسی کا شعلہ اُٹھا ہی زبان دہن مین نہین
سفر سے آکے وطن مین جو پھر رہا ہون نہین — تو جانتا ہون سفر مین ہون پھر وطن مین نہین
ڈری یہ باغ مین بلبل کی گرم آہون سے — چہار سمت ہوا ہے مگر چمن مین نہین

حسب فرمائش نواب	دلِ معین[1] نہ شگفتہ ہوا ای فصاحت کیون چمن مین پھول ہین احباب انجمن مین نہین	سید یعلیخانصاحب بہادر

چھری پہ رکھ کے گلا پایمال کرتے ہین — نئی طرح سے وہ مجکو حلال کرتے ہین
یہ مین نے فرض کیا دل مرا نہین صاحب — پھر آپ کونسی شی پایمال کرتے ہین

[1] معین تخلص ہے ایک نواب صاحب کا ۱۲

سُنی رقیب کی تو سر گذشت ہنس ہنس کر
سنبھالو دلکو ہم اب عرض حال کرتے ہین

نہ پوچھو دلمین جب ان واعظون کے آتی ہی
حرام چیز کو کیسا حلال کرتے ہین

وہ میری قبر پہ سبزے کو رِندکر بولے
جو سر اُٹھاتا ہی ہم پائمال کرتے ہین

شروع عشق ہی کیا جانین کس سے پوچھین ہم
کہ اُنسے وصل کا کیونکر سوال کرتے ہین

جو بادشہ متمکن ہین قصر مین تو کیا
فقیر گوشہ نشین ہین کمال کرتے ہین

شراب جب نہین ملتی وہ رند مفلس ہین
ہم اپنی آنکھونکو رو رو کے لال کرتے ہین

حضور منعم بے فیض اپنے پاؤن کو ہم
دراز صورتِ دستِ سوال کرتے ہین

رقیب پھر رہے ہین گرد کچھ سمجھتے ہو
تمھارے سایہ کو یہ پائمال کرتے ہین

مقابلہ کے لیے کاملون سے ہین موجود
جو غور کیجئے ناقص کمال کرتے ہین

سُنا ہی ہمنے کہ ہی ذکرِ عیش نصف عیش
اسی سے ہجر مین ذکرِ وصال کرتے ہین

برائے حضرتِ مہدی دُعا فصاحت کر
کہ قدر و عزّتِ اہلِ کمال کرتے ہین

وہ بُلبلون کو چمن مین حلال کرتے ہین
سفید پھولونکو اِس طرح لال کرتے ہین

ہم اپنے دلمین تو ذکرِ وصال کرتے ہین
وہ چُپکے بیٹھے ہوئے کیا خیال کرتے ہین

ہم اپنی حسرت مردہ کو ہمین گاڑین گے
کہ جمع قلب مین گرد ملال کرتے ہین

غضب تو یہ ہی لگی قبر غیر کی ٹھوکر
وہ اُلٹے میری لحد پائمال کرتے ہین

نقاہت اور نزاکت مین چلتے پھرتے ہین
حضور آپ بھی ہم بھی کمال کرتے ہین

چھری کو دیکھتے ہی دم رقیب کا نکلا
اب آپ مردے کو ناحق حلال کرتے ہین

زمین کو اب جو نہ ہو زلزلہ تو پھر کب ہو
رقیب لاش مری پائمال کرتے ہین

ہم اُنسے مانگنے آئے تھے بوسہ رخسار
وہ اُلٹے دل کا ہمین سے سوال کرتے ہین

کسیطرح نظر آئینگے اے فصاحت وہ
تصوّر آنکھ سے دل سے خیال کرتے ہین

یہ کسی سے بھی نہ ہو جو گلِ تر کرتے ہین
کہ بھٹے کپڑون مین ہنس ہنس کے بسر کرتے ہین

مغبچے بند جو میخانہ کا در کرتے ہین
رند الگ بیٹھ کے حسرت سے نظر کرتے ہین

بھول کر صحبت واعظ مین نہ جانا رندو
خیر ہی وعظ کے دو فقرے اثر کرتے ہین

راز الفت سے نہ ہو اپنا پرایا واقف
وہ مجھے دیکھ کے کیون نیچی نظر کرتے ہین

بزم مین آپنے کیا بات اشارے سے کہی
لوگ سرگوشی ادھر اور اُدھر کرتے ہین

دوستو جاکے عدم مین نہ ذرا گھبرانا
ہم بھی آنے کو ہین سامان سفر کرتے ہین

اُنکے دروازے کے دربانونکا دستور یہ ہے
جو مرے پھوڑ کے سر اُسکی خبر کرتے ہین

ہوش اتنا تو ہمین بیخودیٔ عشق مین ہے
تھام کر ہاتھونسے دل اُنپہ نظر کرتے ہین

ہم غزل مین جو لگا چکتے ہین باغ مضمون
چمن آرا سے طلب رنگ اثر کرتے ہین

چھانٹ لیتے ہین ہزارونمین وہ دوچار ہی دل
سیکڑون ہون تو پسند ایک جگر کرتے ہین

غیر کے اور مرے بیچ مین وہ بیٹھے ہین
آج دیکھون نگہ لطف کدھر کرتے ہین

اپنی زلفونکو ہٹا کر رخ پرنور سے وہ
شام وصلت کو مری ضد سے سحر کرتے ہین

پھولتے پھلتے ہین دنیا مین فصاحت وہی لوگ
خم تواضع سے جو سر مثل شجر کرتے ہین

ہجر کی رات ہم اس طرح بسر کرتے ہین
شام سے ہائے سحر ہائے سحر کرتے ہین

پیار سے دیکھین کدھر دیکھتے ہین وہ سر بزم
ہم فقط اُنکی نگاہونپہ نظر کرتے ہین

عمر بھر پاؤن نکالا نہ جنھون نے گھر سے
آج سنتے ہین کہ دُنیا سے سفر کرتے ہین

سنکے بلبل کی فغان باغ مین گھبرا گئے وہ
اب مین سمجھا مرے نالے بھی اثر کرتے ہین

بجلی گرتی ہے اُدھر خرمن جان پر میرے
باتین ہنس ہنس کے وہ غیرونسے اِدھر کرتے ہین

دہر سے آنکھین لڑا لیتے ہین پہلے عاشق
پھر تمھارے رخ روشن پہ نظر کرتے ہین

آہین کین نالے کئے رو کے زمین پر تڑپے
شغل یہ ہجر کی شب چار پہر کرتے ہین

زاہدونکو جو حسین راہ مین مل جاتے ہین
دو نگاہین ہین گناہ ایک نظر کرتے ہین

نقش محب آہ دعا نالہ یہ چارون شب ہجر
ایک ہو گئے ہین تو اس دل پہ اثر کرتے ہین

سیکھنا چاہیئے مردونسے قناعت زندو
حشر تک ایک ہی چادر مین بسر کرتے ہین

منزلِ قبر مین جاتا ہی جب اُنکا عاشق
جا کے حورونکو نکیرین خبر کرتے ہین

جو ہی آئینہ مین پھیلائیگا وہ پاؤن اُدھر
آپ نخوت سے عبث پاؤن اُدھر کرتے ہین

سردی آتی ہی فصاحت تو ہم ایسے فقرا
رات ساری لبِ تنور بسر کرتے ہین

بڑھا کر اُنسے اُلفت دردِسر کب مول لیتے ہین
حسینون سے فقط ہم دو گھڑی ہنس بول لیتے ہین

اجل سر پر کھڑی ہی زندگانی کا بھروسا کیا
غنیمت جانیے اسکو جو کچھ ہنس بول لیتے ہین

ہمارے پاس جب وہ قاتل خونریز سوتا ہے
کمر سے تیغ ہم سمجھا بجھا کر کھول لیتے ہین

سمجھ لیتے ہین جسکا حسن جتنا تم مین ہوتا ہی
ہم آنکھونکی ترازو مین حسینو تول لیتے ہین

ہمین ثابت ہوا گلشن مین یہ غنچے چٹکنے سے
ضرورت ہو تو کچھ بے زبان بھی بول لیتے ہین

تمھارے گیسوئے عنبر صدقہ کرنیکے لیے صاحب
ہمین ملتا ہی جتنا مشک و عنبر مول لیتے ہین

کبھی ہندی مین اہلِ فرس باتین کر نہین سکتے
زبان فارسی پر ہند والے بول لیتے ہین

قفس کو لیکے اُڑنیکا ارادہ جبکہ ہوتا ہی
پر اپنے پہلے ای صیاد بلبل تول لیتے ہین

دُعائین مانگ کر درگاہ مین جب بندھتا نہین ہو
بجا کر میری آنکھ اغیار حلیہ کھول لیتے ہین

نئی تدبیر سوجھی ہی پئے اثبات یکتائی
ہزارون آئنہ وہ توڑنیکو مول لیتے ہین

درِ زندان پہ اطفالِ دبستان جمع ہو ہو کر
ملا کر حرف فوراً قفلِ ابجد کھول لیتے ہین

خدا نے دی ہی میزانِ چشم کیا خوب مردم کو
کہ جسکی جسقدر ہو آبرو یہ تول لیتے ہین

اُنھین مین سند دلا کر یون بڑھاتا ہون قدرِ عشاق
بھلا دیکھون تو کیونکر آپ جوڑا کھول لیتے ہین

صفت لکھتے ہین جب اُن انکھڑیونکے گہرے کاجل کی
سوادِ چشمِ آہو مین سیاہی گھول لیتے ہین

عبث ہے ذکرِ یوسف اور خریدارانِ یوسف کا
کہین تمسے نہ بکتے ہین نہ ہمسے مول لیتے ہین

دمِ افطار ملجاتی ہی جب ہمسے رندونکو
تو آنکھین بند کرکے اپنا روزہ کھول لیتے ہین

فصاحت عشقبازی چھوڑ دی گو ہمنے پر اب بھی
کھلونے والون سے مٹی کی گڑیان مول لیتے ہین

وہ زنجیرون مین جب زلفونکے وحشی کو جکڑتے ہین
بجائے سعی گیسو بڑھ کے اُنکے پاؤن پڑتے ہین

ترسے سودائیون سے جو کہ باتونین بگڑتے ہین
مگر وہ بھی ہین دیوانے کہ دیوانونسے لڑتے ہین

مزاج اُنکا نرالا ہی خفا ہوتے ہین لڑتے ہین
بناتا ہون مین زلفین اُنکی وہ مجھ سے بگڑتے ہین

ارادہ ہی ہمارا اُس زمین پر جاکے مرنے کا
جہان دس بیس مردے عاشقونکے روز گڑتے ہین

پہنتے ہین علی بند آج اپنی دست رنگین ہین
مگر زنجیر سے دزد حنا کو وہ جکڑتے ہین

کوئی منصف لگا دے جاکے سب چھوٹے برابر کے
سگان کوے جانان ہڈیونپر میری لڑتے ہین

عجائب رنگ ہی دار الشفاے ملک اُلفت کا
جو اچھے ہوکے اُٹھے ہین وہ کل بیمار پڑتے ہین

سب چلے وہ دیکھنے اُسدم مریضانِ محبت کو
سنا جب سبکی نبضین چھوٹتی ہین دم اُکھڑتے ہین

سنے ہین گو کہ وہ معشوق پر یہ بھی نہین آتا
کسی سے روٹھتے ہین کسطرح کیونکر بگڑتے ہین

چمن مین جب گلون کے توڑنیکا قصد کرتا ہی
بڑھا کر پاؤن بلبل ہاتھ گلچین کا پکڑتے ہین

یہ نوبت ہی چمن مین جوشش فصل بہاری کی
نوا سنجی مین اب بلبل کے منھ سے پھول جھڑتے ہین

ہوا سے اُڑکے اُنکی زلف پر جب لٹ آتی ہی
سمجھتا ہون مین اپنے دلمین یہ دو سانپ لڑتے ہین

تعجب ہے کہ اُس گردن کو نازک کہتے ہین شاعر
ہزارون عاشقونکے ہاتھ جس گردنمین پڑتے ہین

دکھاتے ہین وہ سبکو آپ ہی تصویر یوسف کی
پھر اُس پر جو کوئی تعریف کرتا ہی بگڑتے ہین

فصاحت وہ خفا ہوتے ہین یا خوش ہوتے ہین دیکھین
جبین ہم اپنی اب تو اُنکی چوکھٹ پر رگڑتے ہین

دل بہل جائیگا اُنکا مرا دیوان دیکھین
جسپہ سو باغ فدا ہین وہ گلستان دیکھین

فیج ہوتا ہی مرا خون کی چھینٹونسے ثبوت
لوگ اُس ترک کا دامان و گریبان دیکھین

پردہ گر بیچ سے ہٹ جائے تو آئینہ کی طرح
ٹکٹکی باندھ کے ہم بھی رخ جانان دیکھین

شبکو پروانہ یہ کہتا ہی تڑپ کر سر بزم
لوگ کیون میرے سوا شمع کو عریان دیکھین

دل پسے دیکھنے والونکے اُٹھے بیٹھ کے یون
ہائے کیا ہو جو اُنھین لوگ خرامان دیکھین

شام عید آئی یہ دیوانون سے ہی حکم جنون
مہ نو دیکھ کے سب چاک گریبان دیکھین

زور کیا اپنا **فصاحت** جو زمانہ دکھلائے
کیون نہ ہم عاجز و مجبور و پریشان دیکھین

ہجر مین دل لاکھ بہلاؤ بہلتا ہی نہین
یہ عجب غم ہی کہ جو ٹالے سے ٹلتا ہی نہین

کوچۂ جانا نکا عاشق ہون جنا نہین لائے کیون
ای فرشتو دل تو میرا یان بہلتا ہی نہین

اور تھوڑی دیر لطف ذبح ملجاتا نہ مجھے
پر وہ خنجر حلق پر رُک رُک کے چلتا ہی نہین

شعلۂ رُخسار جانان نے خجل ایسا کیا
آج کوئی شمع پر پروانہ جلتا ہی نہین

رحم کھاکر چاندنی چھٹکی ہی میری قبر پر
ہون وہ بیکس کوئی چادر تک بدلتا ہی نہین

دیکھ لو منھ سے **فصاحت** کے نکلتا ہی دھوان
تم تو کہتے تھے کہ دل پہلو مین جلتا ہی نہین

غزل

جنا ہون اور نہ کچھ سبزۂ مزار ہون مین
خوشا نصیب کہ یون پائمال یار ہون مین

یہ رنگ طبع کا ہی قول پائدار ہون مین
نہین ہی بیم خزان جسکو وہ بہار ہون مین

تڑپنے والو نہین اُنکے ہنسی ہوای بجلی
جو تیری طرح سے تھم تھم کے بیقرار ہون مین

یہان حشر فرشتے عذاب کے نہ بڑھین
وہ دے سزا اب مجھے جسکا گناہگار ہون مین

ہے اُس گلی مین دل مردہ کا مرے ایا
مجھے بھی دفن کرے کوئی بے مزار ہون مین

فدائے شمع ہی محفل مین جیسے پروانہ
جو حکم ہو تو یہ ہین آپ پر نثار ہون مین

اُمنگ کہہ رہی ہی یہ کسی کے جوبن کی
جسے نہ دیکھ سکے کوئی وہ بہار ہون مین

یقین ہی دیدۂ گرداب غور سے دیکھے
جو ساتھ موج کے دریا مین بیقرار ہون مین

ضرور کشتۂ شمشیر ناز بھی ہون گا
ابھی تو زخمی تیر نگاہ یار ہون مین

ہے قول آئینہ کب ہون کسی کے عکس کا گھر
بنانے والے کا ہان فرضی اک مزار ہون مین

کیا جناب لطافت نے انتقال افسوس
فصاحت ابتو امانت کا یادگار ہون مین

ظاہر مین شیفتہ کسی رشک قمر کے ہین
باطن مین ہم فریفتہ اپنی نظر کے ہین

آہ شرر فشان مین جو ٹکڑے جگر کے ہین
وہ پھول اس شجر کے یہ پھل اُس شجر کے ہین

پوشاک بدلی سُرمہ لگایا بنائے بال
آج اِس طرح حضور ارادے کدھر کے ہین

پیتے ہین ہم شراب بھی توبہ بھی کرتے ہین
لائق بہشت کے ہین نہ قابل سقر کے ہین

دل بھی جگر بھی سینہ بھی عاشق کا ہر فگار
شعبہ کئی حضور کے تیر نظر کے ہین

یہ وجہ ہر جو بھاری ہر مرنیکے بعد لاش
ارمان میرے دلمین بھرے عمر بھر کے ہین

ہو خیر اُسی نظر کا ہمین پھر ہی اشتیاق
مارے شروع عشق سے ہم جس نظر کے ہین

بھڑکے گی دل جگر مین مرے آتش فراق
پہلو ابھی تو گرم اِدھر اور اُدھر کے ہین

عشاق کے گھرونمین اندھیرا ہی رات کو
وہ چاند ہی سہی مگر اپنے ہی گھر کے ہین

بولے فصاحت آج وہ سُنکر ہمارے شعر
موتی پروئے یہ کسی اہل نظر کے ہین

قاضی و محتسب نہین زندہ عسس نہین
مژدہ ہو میکشو کوئی اِبکی برس نہین

نازک دماغ قافلہ والون مین کون ہر
چپ چپ ہر جسکی وجہ سے نالان جرس نہین

رائج ہر ظلم ایک تو اقلیم حسن مین
پھر اُسپہ یہ غضب کوئی فریادرس نہین

صیادنے بھرے ہین اسیر و بہت سے پھول
اب گلشن روش کا یہ سیدھے قفس نہین

ہمتو پناہ مانگتے ہین اس کے نام سے
اک تیغ ہر کھنچی ہوئی سین ہوس نہین

کس طرح چاک دامن دلمین رفو کرون
سوزن کوئی بہم ہے تار نفس نہین

کیا کھل کھلاکے ہنستے ہین قبر رقیب پر
مجھ پہ ہر زور پھولونپہ کچھ انکا بس نہین

آگے مجھے بڑھاتا ہر کیون میر کاروان
تکلیف راہ سے ہو نمین نالان جرس نہین

دریائے غم مین آب ہر کوئی دم کا میہمان
یہ ہر ہو حباب مین دلمین ہوس نہین

یہ بھی ہر ناز دوست جو پنہان ہر آنکھ سے
دلمین اُسی کی آمد و شد ہر نفس نہین

ہم بلبلون کے نالۂ سوزان سے جل گیا
گرداب فقط دھوان ہی دھوان ہر قفس نہین

دو چار قافیون مین فصاحت کہی غزل
کافی ہے اور اِس سے زیادہ ہوس نہین

پاس وہ دلبر مغرور نہین
جان گر جائے تو کچھ دور نہین

وہ جبین اور وہ دستور نہین
تم سے ملنا ہمین منظور نہین

دم وقت دم بر ہے چلے آؤ تم
قبر عاشق کی تو کچھ دور نہین

ید بیضا مرے ساقی کو بلا
ہاتھ مین ساغر بلور نہین

زلیست ہے تلخ فصاحت ہر دم
جب سے وصل بت مغرور نہین

ازل سے تھا یہی مجھ بے سر و پا کے مقدر مین
گریبان چاک چھالے پاؤنمین داغ جنون سر مین

ہوا ہے اب تو عالم صید گہہ کا اسکے خنجر مین
ہر اک کا مرغ جان پھنستا ہے اڑ کر دام جوہر مین

شب فرقت مری تاریک و ہیبتناک ہے ایسی
کہ دہشت کے سبب سے چاندنی آتی نہین گھر مین

رفو کر پہلے پھر ہمسر کر اس پوشاک سے بلبل
لگا کر تار اشکون کے گریبان گل تر مین

ملا وحشت سے انکی بار یہ پھل باغ عالم مین
ثمر کا مجکو ملتا ہے مزا لڑکون کے پتھر مین

در و دیوار مین گرمی ہے انکے شعلۂ رخ سے
حمل مین آفتاب آیا کہ وہ آئے مرے گھر مین

جنون کے سلسلہ کو قتل کر کے قطع کر ڈالا
ہمارا ہاتھ قاتل کا گریبان ہوگا محشر مین

عجب عبرت کی جا ہے یہ ہوا انجام دنیا مین
ہزارون ٹھوکرین پڑتی ہین جم کے کاسۂ سر مین

مثال آسمان پیسا لحد نے بعد مرنے کے
زمین سے بھی ملی راحت نہ ہمکو گور کے گھر مین

قفس مین ہجر گل سے بلبل لاغر جو مر جائے
تو اے صیاد کفنانا اسے شبنم کی چادر مین

جو نکلی روح تن سے ساتھ چھوڑا غم نے بھی میرا
رہے مہمان کیا جب صاحب خانہ نہ ہو گھر مین

مثال مہر و مہ چمکین گے گور تیرہ مین آخر
فصاحت داغ دل اپنے غم شبیر و شبر مین

ساتھ غیرون کو لیئے وہ مرے گھر آتے ہین
خیر ہو دیکھیے آمادۂ شر آتے ہین

سامنے آنکے دانتون کے اگر آتے ہین
آب دیدہ دُر شہوار نظر آتے ہین

اسقدر حسن کا جلوہ ہے بسا آنکھونمین
دیکھتے ہم ہین جدھر آپ نظر آتے ہین

قتل کرنا مرا منظور ہے انکو شاید
گنجفہ مین بھی جو شمشیر کا سر آتے ہین

رات کو غیر کے گھر رہ کے ہوئے ہین وہ خجل
شام کے بھولے ہوئے وقت سحر آتے ہین

آپنے بزم رقیبان مین بلایا ہے ہمین
خیر تھامے ہوئے ہاتھونسے جگر آتے ہین

چھوڑ کر مجکو عدم دوست گئے کتنی جلد
سُست اعضا ہوئے بالونمین سفیدی آئی
جان عاشق کی نہ لے جلد ٹھہر جا دم بھر

نقش پا تک بھی نہین اُنکے نظر آتے ہین
چونک پیغام سفر وقت سحر آتے ہین
اب سنا ہی کہ وہ ای دردِ جگر آتے ہین

کیون نکیرین کی پرسش کا فصاحت ہی خوف
سپے امداد شہِ جن دلبشر آتے ہین

ساتھ ہونے پہ وہ تیار نظر آتے ہین
جو صعوبت مین مصیبت مین ہمارا دین ساتھ
عشق مژگان نہین گیا دشت تو اللہ ریے نصیب
قد موزون جو گلستان نہین دکھاتا ہی وہ گل
آپکے چھپا نکنے کا دلمین جو کرتا ہون خیال
تجکو وحشت مین قسم دیتا ہون باقی نہین
دام زلفونکا بچھایا ہی جو اُسنے رخ پر
کیا دو عملے مین ہین عشاق رخ و چشم ترے
بارہا دیر مین کعبہ مین کلیسا مین گیا

بخت خفتہ مرے بیدار نظر آتے ہین
دوست ایسے کہین دو چار نظر آتے ہین
سیکڑون کوس نہین خار نظر آتے ہین
سر دسب قمریونکو دار نظر آتے ہین
گھورتے روزن دیوار نظر آتے ہین
تار دامن مین جو دو چار نظر آتے ہین
مرغ دل سب کے گرفتار نظر آتے ہین
کبھی اچھے کبھی بیمار نظر آتے ہین
اب دہان بھی نہین ای یار نظر آتے ہین

ہوگئی نزع کی مشکل بھی فصاحت آسان
دیکھ وہ حیدرِ کرار نظر آتے ہین

جوانی جا چکی ہوائے فصاحت کن خیالونمین
چھپائین کیون نہ وہ اپنا رخ شفاف بالونمین
کبھی گورِ غریبانمین وہ آئے تو یہ شور اُٹھا
رہِ میخانہ سے واعظ اگر بیاسے نکلتے ہین
جنون بیفائدہ صحرا کی پھر رغبت دلاتا ہی
شب فرقت ہون تنہا درد ہی ہو کاش پہلو مین
بھلا بادام و نرگس کو تری آنکھونسے کیا نسبت

سیہ کاری کو چھوڑو اب سفیدی آئی بالونمین
سحر کو آئینہ منھ دیکھتا ہی اُنکے گالونمین
خوشا طالع کہ ہم بھی ہین تمھارے پائمالونمین
شراب اکثر عوض پانی کے مین دیتا ہون پیالونمین
ابھی دو چار کانٹے ہین مرے تلونکے چھالونمین
مین گھبراتا ہون کوئی تو موئی دل بہلانیوالونمین
بلا تشبیہ کہنا چاہیئے ایسی مثالون مین

ہوئے اُسکو بھی گل کردیا چرخِ ستمگر نے
فقط اک شمع تھی میری لحد پر رونیوالونمین

فقیر د تمکو سیاحی کی تکلیفین مبارک ہون
مین گھر بیٹھے جہانکی سیر کرتا ہون خیالونمین

عجب برعکس یہ دانونکی اُلفت کا اثر دیکھا
جو گرد شمع پھرتے ہین وہی ہین جلنے والونمین

فصاحت بحث کیا بلبل کریگی مشق تو کرلے
کلیجہ مُنھ کو آئے ہو وہ تاثیر اپنے نالون مین

کچھ اسکے سوا ہم نہین جانتے ہین
جو دل لیگیا اُس کو پہچانتے ہین

نصیحت کو عشاق کب مانتے ہین
وہی کرتے ہین دلپہ جو ٹھانتے ہین

کہانتک سہی جائین اُنکی جفائین
شکایت کرو تو بُرا مانتے ہین

مین کس طرح نالے کرون اُنسے چھپکر
کہ وہ میری آواز پہچانتے ہین

وہ اُستاد ہون ملکِ عشق وجنون مین
مجھے قیس و فرہاد بھی مانتے ہین

نہ کچھ دردِ فرقت کا احوال پوچھو
ہمین خوب اِسکے مزے جانتے ہین

تری آنکھین کہتی ہین مژگان دکھاکر
یہ وہ تیر ہین جو جگر چھانتے ہین

جو گذری ہو عشاق پر کچھ نہ پوچھو
ستم وہ اُٹھائے کہ دِل جانتے ہین

محبت کی سوبار کرتے ہین توبہ
مگر حوصلے دل کے کب مانتے ہین

فصاحت وہی تو ہین اچھے جہان مین
جو اپنے کو سب سے بُرا جانتے ہین

برابر ہوگئے کیا عاشق و معشوق شہرت مین
وہ اپنی نازکی مین فرد ہم یکتا نقاہت مین

اعزا اقربا نے ساتھ چھوڑا جب مصیبت مین
قناعت ہوگئی میری شریکِ حال عسرت مین

تہ شمشیر قاتل خم ہوئے شوقِ شہادت مین
نمازی جسطرح جھکتے ہین محرابِ عبادت مین

بُرے ہین یا بھلے ہین نہ ناصح تجکو اس سے کیا
وہ ہو مختار بھیجے ہمکو دوزخ مین کہ جنت مین

تلون طبعی اُس معشوق کی کیا لطف دیتی ہو
عداوت ہو محبت مین محبت ہو عداوت مین

تری تلوار ہو یا کوئی پھولونکی چھڑی قاتل
تعجب کیون نہ ہو خوشبو ہو گلہائے جراحت مین

غل و زنجیر مین جکڑا مجھے اس نے فرشتون نے
مری دیوانگی سے حشر برپا تھا قیامت مین

نہ پوچھو حال یارو چار دن کی زندگانی کا
بسر کی آرزو مین شوق مین ارمان مین حسرت مین

فلک سے شکر ہے دو گز زمین کا بھی نہین طالب
وہ لاغر ہون گرا جاتا ہون خود گرد کدورت مین

فصاحت اہلبیت طاہرین کی مدح گوئی کر
کہ بدلے بیت کے اک بیت ہو تعمیر جنت مین

کالعدم دونو ہوئے ایسے نشان ملتا نہین
دہان کمر گم ہے یہان مین ناتوان ملتا نہین

اللہ اللہ کیا زرِ گل پا کے نخوت بڑھ گئی
موسم گل مین دماغ باغبان ملتا نہین

راہرو ملک عدم کے کسقدر جاتے ہین جلد
گردِ تو کیسی قدم کا بھی نشان ملتا نہین

داغ دل درد و الم رنج فراق دوستان
دور مین کیا کیا ترے ای آسمان ملتا نہین

لخت دل تیرے چمن سے ہم ملانے لائے تھے
کوئی پھول اس رنگ کا ای باغبان ملتا نہین

ہے یہ شاخِ ہر ہجوم گل چمن مین ای بہار
عندلیبونکو مقام آشیان ملتا نہین

خط ہمارا لیکے در پردہ بڑھاتے ہین وہ شوق
کہتے ہین قاصد سے کہدینا مکان ملتا نہین

یار کرتا ہے جفائین آسمان کرتا ہے ظلم
کوئی ان دونو کو مجھسا سخت جان ملتا نہین

ای دہن ٹوٹین نہ کیون دانت آئی پیری کی سحر
صبح ہوتے ہی سرا مین کاروان ملتا نہین

لطف تنہائی ہے سچل لامکان کے اُس طرف
سُنتے ہین ایکبیی کوئی دہان ملتا نہین

دیکھ ای غافل غنیمت جان کر قدرِ شباب
جب بچھڑتا ہے تو پھر یہ میہمان ملتا نہین

یا علی کس سے مدد چاہے فصاحت دہر مین
کوئی تمسا دستگیر بیکسان ملتا نہین

جو دل گیا ہے جگر تو ہو یار پہلو مین
گئے ہے کوئی تو مرا دوستدار پہلو مین

دکھا کے یار کو سیماب نامہ بر کہنا
کہ اس طرح سے ہے دل بیقرار پہلو مین

بنا ہے قیس مجاور مین وہ ہون دیوانہ
بجائے تکیہ ہے میرا مزار پہلو مین

ہجوم حسرت و ارمان کہان رہے یارب
عطا ہون دل مجھے دو تین چار پہلو مین

وہ کون دل ہے کہ جسمین تیرا عشق نہین
بھڑک رہا ہے یہ شعلہ ہزار پہلو مین

فلک نے گرد کدورت سے بھر دیا ایسا
یہ دل ہے یا کوئی مشتِ غبار پہلو مین

خیال یار ہی کہتا کہاں مین ہون
ہزار ہا ہین دل اُمیدوار پہلو مین

عجیب بات وہ کہتے ہین دل مرا دیکر
کہ چند روز رکھو مستعار پہلو مین

شبِ فراق نہ گھبراؤن ای فصاحت کیون
نہ دوست ہی نہ کوئی غمگسار پہلو مین

دو تو نام کو اس دہر مین انسان ہون مین
ہمہ تن آرزو و حسرت و ارمان ہون مین

ہار لپٹے ہین جو بلبل کی تسلی کے لیے
اَب قفس کو ہی یہ دعوی کہ گلستان ہون مین

مجھ سیہ بخت سے یہ فتنۂ محشر کا ہی قول
ایک ادنی سا ترا خواب پریشان ہون مین

اب تو پیوند بھی جامہ مین نہین ہو سکتے
اِس سے ای فقر یہ بہتر ہے کہ عریان ہون مین

دفترِ کاتبِ اعمال ابھی دھو جائین
منفعل ہو کے گناہونپہ جو گریان ہون مین

ہاتھ ملتے ہین وہ مہندی کے بہانے پسِ قتل
یہ تو کیونکر کہین مُنھ سے کہ پشیمان ہون مین

خاک سے میری ہزارون ہی بنے قرابے
حیف صد حیف پس مرگ بھی گریان ہون مین

حسرتین مُردہ جو تھین گردِ لحد مین ہین دفن
دل نہین ساتھ لیے گورِ غریبان ہون مین

شمع کہتی ہی کہ ہون گورِ غریبان مین خجل
سیکڑون قبرین ہین کس قبر پہ گریان ہون مین

رمضان بھر جو قناعت سے بسر کرتا ہون
یہ بھروسا ہی کہ اللہ کا مہمان ہون مین

شادی و غم سے ہی یہ حال فصاحت میرا
کبھی خندان ہون جہان مین کبھی گریان ہون مین

خفا کیون ہوتے ہو مُنھ سے اگر شعلے نکلتے ہین
ہماری کیا خطا تمنے جلایا ہی تو جلتے ہین

ترے بیمار و لاغر جب کبھی گھر سے نکلتے ہین
بہت آہستہ نبضِ ناتوان کی طرح چلتے ہین

نمانونگا کبھی قلب و جگر بے شبہہ جلتے ہین
مری آنکھون سے اب تو گرم گرم آنسو نکلتے ہین

ہمارے مُنھ سے ہیبتناک وہ نالے نکلتے ہین
بھلا زندونکا تو کیا ذکر مُردے بھی دہلتے ہین

مزا پوچھے کوئی اُن عاشقون سے سوز پنہان کا
اگر کی طرح جنکے استخوان رہ رہ کے جلتے ہین

خدا کے گھر مین جا کر چھپ رہین زاہد سے کہدو
کہ ہم سے رند میخانہ سے پی پی کر نکلتے ہین

گریبان پھاڑتا ہون چھوڑ کر صحرا نوردی کو
تھکے ہین پھرتے پھرتے پاؤن تو اب ہاتھ چلتے ہین

ہم ایسے دل سے ہین عاجز کہ ہر صورت پہ ہین راضی
نہ روا ہی شمع آ کر بزم مین ہم دردمندونکی
جگر کا قول ہے دل کا دیا ہے ساتھ ہمنے بھی
سُنی فریاد پروانہ تو بولی شمع محفل مین
نکلواتے ہین جب وہ سینۂ عاشق سے تیر اپنے
ہم ایسے سوختہ تن جب بہائے جا کے دریا مین
اکیلا مین اُدھر وہ بانی بیداد اُدھر گردون
ادا ہے ناز ہے انداز ہے عشوا ہے شوخی ہے
مرے ارمانو نمین اور اُس حسین مین امتیاز ہے شاید
عجب برعکس ہے وانونکی اُلفت کا اثر دیکھا
نہین بیوجہ گردش آسیا کو روز و شب رہتی
گرادی ٹکرون سے اے جنون دیوار زندان کی
ہوائے آہ گرم قیس کا قائل نہین کوئی
جہانمین زلزلہ آنے کا ہے اے یار یہ باعث
اگر ہان بھی کہین اقرار وصلت پر نہین سمجھون
حسد سے کیون مبدل ہوگیا ہے رنگ زرد نکا
سر عشاق ہین وہ کاٹتے اس تیز دستی سے

خریدے کوئی تو بیچین جو بدلے تو بدلتے ہین
کہ تجکو دیکھ کر اور آنکھ سے آنسو نکلتے ہین
وہ اُس پہلو مین جلتا ہے ہم اس پہلو مین جلتے ہین
اکیلا تو نہین جلتا ارے ہم بھی تو جلتے ہین
محبت دیکھنا قلب و جگر لیکر نکلتے ہین
پکارے مردم آبی کہ ہم پانی مین جلتے ہین
کچھ اسکے وار چلتے ہین کچھ اُسکے وار چلتے ہین
وہ کیا شر ہے کہ جسپر عاشقونکے دم نکلتے ہین
نہ وہ گھر سے نکلتا ہے نہ یہ دل سے نکلتے ہین
جو گرد شمع رہتے ہین وہی ہر پھر کے جلتے ہین
غم فرہاد مین پتھر کف افسوس ملتے ہین
نکلنے والے جو دیوانے ہین وہ یون نکلتے ہین
کہ پردے محمل لیلے کے اُڑتے ہین نہ جلتے ہین
لحد مین عاشق مضطر ترے کروٹ بدلتے ہین
کہ اُنکی بات مین دو طرح کے پہلو نکلتے ہین
کسی حسرت زدہ کے شاید آج ارمان نکلتے ہین
کہ نبضین چھوٹتی ہین بعد پہلے دم نکلتے ہین

حسب فرمایش جناب نواب	طریقہ شمع سے سیکھا فصاحت سوز اُلفت کا زبان سے کچھ نہین کہہ سکتے چپکے چپکے جلتے ہین	میر محمد حسین خانصاحب مرحوم

سب اُسی شمع پہ عاشق ہین بھلا جانے کون
ناز زندونکی مذمت پہ نہ کر اے واعظ
جائزہ لیتا ہے ہر اک کا جنون آئی بہار
معرفت پر تری موقوف ہے میری بھی شناخت

ایک ہی بات ہے ہم کون ہین پروانے کون
تجھسے دیوانے کے بکنے کا برا مانے کون
کون ہشیار رہین اس فصل مین دیوانے کون
جب تجھے کو نہ مین جانون مجھے پہچانے کون

خم کوئی لا تو ابھی منھ سے لگا لون ساقی
بھر کے ہر بار پئے نشہ مین پیمانے کون

نکلے پروانہ رسائی تری محفل مین ہوئی
جاتے ہین بھیس بدلکر ہمین پہچانے کون

اقربا دیتے ہین کیون ترک محبت کی صلاح
ہوش ہی مین نہین اپنے ہون کہا مانے کون

کوئی معبود علی کو ہی سمجھتا کوئی عبد
جز خدا او رپیمبر انھین پہچانے کون

بے نیازی کی ہوئی ہی جو تبونکو عادت
ناز یہ اُنکو سکھاتا ہی خدا جانے کون

ای فصاحت تجھے شہرت کی ہی بیکار ہوس
تو بھی شاعر ہی کوئی تجکو بھلا جانے کون

اُڑ جائے کیون نہ یہ تو اسیر قفس نہین
صیاد میرے ہوش یہ کچھ تیرا بس نہین

دُنیا سے پیر زال کا کچھ مجھپہ بس نہین
مین ای بخیل مست شراب ہوس نہین

صیاد کے دکھانیکو یون تڑپین بلبلین
کچھ تنگ آشیان سے زیادہ قفس نہین

تدبیر سے ہر ایک کو قابو مین لائے ہم
یہ آپ پر فلک پہ مقدر پہ بس نہین

چپ ہو کے دو گھڑی تو مین اہل کاروان
اتنی بھی دردناک فغان جرس نہین

ٹکڑے جگر کے مُنھ سے نہ کیون نکلین ہجر مین
پھرتا ہی خنجر آمد و رفت نفس نہین

رنج و ملال آبلہ و داغ زخم و درد
سب کچھ ہی میرے دلمین یہ کوئی ہوس نہین

صیاد مر گیا ہون اُٹھا میری لاش کو
تابوت مجھ اسیر کا ہی اب قفس نہین

گلگیر کاٹتا ہی سر شمع بزم مین
حسرت سے دیکھتے ہین پتنگے یہ بس نہین

کیا کاروان ملکِ عدم کا پتا لے
پیچھے نہین غبار تو آگے جرس نہین

اللہ ری ناتوانی بیمار ہجر یار
حد ہو گئی تحمل بار نفس نہین

تخصیص ایک رُخ کی نہین ہی کہین پڑے
میری نگاہِ شوق یہ کچھ اُنکا بس نہین

دریاے اشک مین ہی جو بلبل کے تیرتا
صیاد یہ حباب ہے گویا قفس نہین

بیشک ہے اپنا ظاہر و باطن فصاحت ایک
دلمین تو کیا زبانپہ بھی لفظ ہوس نہین

تابان گلے مین طوق جو اُس سیمبر کے ہین
رُخ چاند سا قمر ہی یہ ہالے قمر کے ہین

نالے ہمارے روکین سگے آہ رقیب کو
یہ پاسبان رات کو بابِ اثر کے ہین

کعبہ کی راہ بند ہے یا بتکدہ کی ہے
یہ لوگ جمع اُنکی گلی مین کدھر کے ہین

بھیجا ہے اُسنے خوب مرے نامہ کا جواب
خط پُرزے پُرزے ہاتھ قلم نامہ بر کے ہین

دن بھی فراق کا ہی غضب رات بھی ہی قہر
مشتاق پہلے شام کے تھے اب سحر کے ہین

بیجا ہین ہم فقیرون سے یہ ناز یہ غرور
گر آپ بادشاہ ہین تو اپنے گھر کے ہین

تصویر پشت آئینہ پر ہے جو آپ کی
مشتاق ہم اِدھر سے زیادہ اُدھر کے ہین

حورین بہشت مین ہین تو پریان ہین قاف مین
دل سے تو پوچھ لون کہ ارادے کدھر کے ہین

دل تڑپے گر تو کون سنبھالے فراق مین
یہ دونون ہاتھ تھامنے والے جگر کے ہین

بعد فنا نجف مین فصاحت لحد بنے
جاگیر کی ہوس نہ طلبگار زر کے ہین

گل تر بھی ہین مگر اُنکے گنہگارون مین
بے سبب بندھ کے نہین آئے ہین یہ ہار نہین

وہ سمجھ جائینگے لایا ہون دل و جان و جگر
کیا کہون مُنھ سے کہ مین بھی ہون خریدار نہین

ہو نہین عشاق مین محسوب یہ تقدیر کہان
کاش لکھ لین وہ مرا نام گنہگار نہین

آئینہ کی نہین حاجت ہین صبح شب وصل
اُٹھکے مُنھ دیکھتے ہین یار کے رخسار نہین

ہار یاقوت کے تیار کیے اُنکے لئے
گوندھکر لخت جگر آنسوونکے تار نہین

بڑھ گئی آتش گل اُنکی چمن مین ایسی
شک نہو پھول ملادو اگر انگار نہین

دل دُکھانے کی مرے خوب نکالی تدبیر
نام غیرونکے لکھے یار نے دیوار نہین

عشق نے کی عجب اک حالت ثالث پیدا
ہے تمہارا اپنا صحیح نہین نہ بیمار نہین

آبلے میرے یہ پھوٹے ہین کہ سیراب ہے دشت
سبزی آئی ہے طراوت کے سبب خار نہین

آنکی افشان کے جو ذرّے ہین زمین پر گرتے
آسمان شب کو ملاتا ہے اُنھین تار نہین

حشر مین دید کا وعدہ ہے رہینگے محروم
ہم گنہگار کھڑے ہونگے گنہگار نہین

بار بار آئینہ دیکھا نہ کرین آپ حضور
کہین دھبا نہ لگے چاند سے رخسار نہین

استخوان کھاتے ہین مجھ سوختہ جانکے تو ہما
دیکھنا آبلے پڑ جائینگے منقار نہین

ہمسری ساعد پر نور سے تیرے نہ کرے
شمع لٹکائی گئی اسلئے بازار نہین

نہین داغونکی جلن دلمین کدورت کے سبب
بجھ گئی راکھ سوا جب ہوئی انگارونمین

ہاتے عاصی تری رحمت نے ہین بخشے دم حشر
پارسا کہتے ہین ہم بھی ہین گنہگارونمین

ابرو بلغ و مے و معشوق سے ہی لطف حیات
ہاے یان ایک میسر نہین ان چارونمین

فرش گل خار تھا جن ہڈیونکو زیست مین گل
آج وہ ہین زغن و زاغ کی منقارونمین

بڑھتی جاتی ہی تری آنکھونمین یون شرم حیا
پرورش جیسی ہو اطفال کے گہوارونمین

عشق بلبل کا اثر اور گلون پر کیسا ہو
نکلے ہین چاک گریبان کیے بازارونمین

کربلا پھر کہین ہو جائے فصاحت کو خدا
نام تحریر ہو پھر شاہ کے زوارون مین

علم پنہان ہین لب یار سے جاتے ہین
ضبط کرتا ہون مگر اشک بہے جاتے ہین

مجمع عام ہے منہ پھیرو ادھر بھی للہ
اسطرف طالب دیدار رہے جاتے ہین

میر اگریہ ترے رونے سے ہے دونا اے شمع
تب تو کیا دنکو بھی یان اشک بہے جاتے ہین

ہے سبب اشک ہمارے نہین سرخی مائل
آبلے پھوٹ گئے دل کے بہے جاتے ہین

داستان کی جو وہ کرتے ہین کبھی فرمائش
حال دل ہم بھی کہانیمین کہے جاتے ہین

اے فلک تیری جفاؤنکا تحمل نہ رہا
وہ ستم کرتے ہین ایسے کہ سہے جاتے ہین

وعدۂ وصل پہ آتے ہی نہ تھے وہ مرے گھر
آگئے ہین اب تو پہر رات رہے جاتے ہین

خون کے آج یہ قاتل نے بہائے دریا
لاشۂ مقتل سے شہیدونکے بہے جاتے ہین

قبر پر کہتے ہین مجھ اہل سخن کی احباب
چین سے سوتے ہو یا شعر کہے جاتے ہین

ہجر ہین سو بھی گئے ہم تو نہ رونا چھوٹا
بند آنکھین ہین مگر اشک بہے جاتے ہین

جذ ہوئی ہجر مین رونیکی کہان سے آنسو
اب تو ڈھیلے مری آنکھونکے بہے جاتے ہین

شاعر و داد سخن چاہئے دل بڑھتا ہے
خون گھٹتا ہے تو دو شعر کہے جاتے ہین

کہہ دو تھم تھم کے ذرا حامل تابوت چلین
ہاے تھک تھک کے سب احباب رہے جاتے ہین

اے خوشا حال خوشا بخت فصاحت جو لوگ
کربلا سے کبھی آتے ہین نہ گھر جاتے ہین

پھر تڑپے بدلے رقص کے طاؤس باغ مین
سوزش ہو دو گھڑی بھی اگر ایک داغ مین

روشن ہے داغ کیا دل بلبل کا باغ مین
لالے کا بھی شمار رہے شب کو چراغ مین

کیا عندلیب زار بھلا اُڑ کے جاسکے
پھیلے ہوئے ہین جال رگ گل کے باغ مین

ساقی کا میکدے مین تکلف تو دیکھنا
روغن کی جا شراب جلائی چراغ مین

ملتا ہے جنکو دور فلک مین اُٹھا کے رنج
دینار کا شمار وہ کرتے ہین داغ مین

اُنکی یہ انقلاب ہوا آتے ہی بہار
طاؤس دشت مین ہین تو آہو ہین باغ مین

آج اُسنے قتل کرکے ہمین کی جو روشنی
لیکر ہمارا خون بھرا ہر چراغ مین

منعم شراب پیکے نہ بدمست اور ہو
نشۂ ابھی تو زر کا بھرا ہے دماغ مین

خونین سرشک ملکے جو روئی ہین بلبلین
پانی گلابی آج ہوا نہر باغ مین

کیا کہتے ہو قرار نہ آتا رقیب کو
ہر دلمین داغ پر نہین سوزش ہو داغ مین

قائل ہوئین کرامت فصل بہار کا
گر ہو مسیح نرگس بیمار باغ مین

وہ اپنے گھر مین دین جو مجھے روشنی کا حکم
لکھا ہوا جلاؤن فتیلہ چراغ مین

کیا شاد شاد بلبل شیراز کی ہو روح
تحریر بوستان جو ہو دیوار باغ مین

ساتون جہنمون مین بھی ہوگی نہ اتنی آگ
جتنی بھری ہے ایک مرے دل کے داغ مین

مجھ میکش حریص کی مٹی سے گر بنے
بھر دے کوئی شراب تو ہو خشک ایاغ مین

پروانونکو ذلیل کیا شب کو آپنے
بدلے لگن کے شمع جلائی چراغ مین

سرمہ جو اُنکی آنکھونکا لگجائے تو بھرون
ناسور پڑگیا ہے مرے دل کے داغ مین

غزلین کہین زیادہ فصاحت جو آجکل
ضعف آگیا بہت مرے قلب و دماغ مین

تری چتونکو خوبان سے رخ فتنہ گر سمجھتے ہین
فلاخن تجھکو سیارونکو ہم پتھر سمجھتے ہین

جو اہل وضع ہین کیا مال سیم و زر سمجھتے ہین
فقط اک آبرو کو بے بہا گوہر سمجھتے ہین

کوئی جادون سے پوچھے قیس کی صحرا نوردیکو
جو گذرین کوہکن پر سختیان پتھر سمجھتے ہین

نگاہونکو مژہ کو ابروونکو آپکے عاشق
سنان و تیر و تیغ و دشنہ و خنجر سمجھتے ہین

تجھے بھی اے لحد مہمان نوازی چاہیئے کرنا
قیامت تک رہینگے ہم تو اپنا گھر سمجھتے ہین

تمیز آنکو مرے دل اور قلب غیر مین کیا ہو
کہ جو پتھر کو شیشہ شیشے کو پتھر سمجھتے ہین

کرامت حضرت پیر مغان کی تو نہین سیکھی
ابھی ہم رند معنی خط ساغر سمجھتے ہین

چمن مین امر و نہی عشق کو ہین گوش گل سنتے
مگر قمری کو واعظ سرو کو ممبر سمجھتے ہین

پڑھا کرتے ہین اکثر فاتحہ خوش ہو کے صنعت پر
ہم آئینہ کو فرضی قبر اسکندر سمجھتے ہین

بعد انصاف گر پوچھو تو اپنی پردہ پوشی سے
پر اے عیب کو ہم ڈھاکنا بہتر سمجھتے ہین

تکبر سے وہ کہتے ہین جلا کر مُردۂ عاشق
ہم اعجاز مسیحائی کو اک ٹھوکر سمجھتے ہین

کسی کا اے برہمن کام کچھ نکلے تو قائل ہون
بتو تمکو تو خدا کہتا ہے ہم پتھر سمجھتے ہین

رہے ہین بے اجازت جو غم و رنج و ملال آکر
یہ سب شاید دل عاشق کو وقفی گھر سمجھتے ہین

دہن وا ہوتے ہی لٹجاتے ہین گوہر مضامین کے
جو گویا ہین وہ خاموشی کو قفل در سمجھتے ہین

ہین عاشق ہون پہ آن عشاق مین گنتی نہین میری
معاذ اللہ جو قاصد کو پیغمبر سمجھتے ہین

نہین ہے بات کی برداشت ہم نازک مزاجونکو
طبیعت کے کشیدہ ہونے کو خنجر سمجھتے ہین

حسینونکو جہا مین لذت دیدار ملتی ہے
ہم آئینہ کو بھی گدیا سخی کا گھر سمجھتے ہین

وہ جھوٹی قسمین کھاتے ہین ہزارون باتون مین
معاذ اللہ کیا قرآن کو میرا سر سمجھتے ہین

فصاحت ہم رگڑتے ہین جبین اس در کی چوکھٹ پر
اُسے صندل برائے دفع درد سر سمجھتے ہین

گئے احباب عدم کوئی بتاتا ہے کہ نہین
دیکھنا خاک پہ نقش کف پا ہے کہ نہین

بے ادب بیٹھ گیا جا کے رقیب گستاخ
اُس سے کیا کام تری بزم مین جا ہے کہ نہین

ملک الموت جو ملجائین تو اتنا پوچھون
مرض ہجر سے عاشق کی قضا ہے کہ نہین

جب اکھاڑا در خیبر تو صدا آئی تھی
کافرو دیکھو علی دست خدا ہے کہ نہین

آکے بالین پہ دم نزع وہ فرماتے ہین
اب کبھی صورت نہ دکھانے کا گلا ہے کہ نہین

ہمسری کر کے اس ابرو سے ہوا کیا بدنام
مہ نو دیکھ لو انگشت نما ہے کہ نہین

ادر پہ شیفتۂ قد کو وہ بھجواتے ہین
یہ بھی کرتے نہین تحقیق خطا ہے کہ نہین

پہلے اک جام ہوش ربا پی لیجے
بعد مین آپ سے پوچھونگا حیا ہے کہ نہین

فصل گل آنے کی پہچان ہے یہ میخوار و
دیکھ لو جاکے در میکدہ وا ہے کہ نہین

تلکے تلووں سے جو پھینکا مرا دل اُسنے کہا
بیقراری کا کہو اب بھی گلا ہے کہ نہین

مُنھ عبث پھیرے ہو پوچھو تو وفا سے اپنی
ذبح کرنا مجھے اِسطرح روا ہے کہ نہین

عشق مین حال یہ میرے نہ ہنسو بے دردو
کبھی تمپر بھی کوئی وقت پڑا ہے کہ نہین

ذکر عشاق یہ یون پوچھتے ہین اُنسے لوگ
باوفا کوئی فصاحت سے سوا ہے کہ نہین

بڑھے گا درد پھر قلب و جگر مین
جو کچھ تخفیف ہو گی درد سر مین

ہماری آہ ہجر سیمبر مین
پھری برسون تمنائے اثر مین

بھری ہین شوخیان سارے جہان کی
ہماری طبع مین اُن کی نظر مین

جو وہ تھم تھم کے جائین غیر کے گھر
کھٹک رہ رہ کے ہو میرے جگر مین

فلک پھر اپنی گردش سے ملا کے
کمی ہو جب مرے دورانِ سر مین

خوشی دل مین جو صبح عید کی تھی
بنائین اُسنے زلفین رات بھر مین

حیا و شوخی و قہر و عنایت
سبھی کچھ ہے کسیکی اک نظر مین

بہائے شمع نے اُٹھتے ہی آنسو
جلے پروانے جلتے رات بھر مین

نکلکر مہر کے تار شعاعی
اُلجھتے ہین گریبان سحر مین

گھڑی بھر کے لیے آئے وہ اے آہ
اثر یہ بھی ہے کیا کوئی اثر مین

نہ ضایع آتش فرقت ہوا ئے عشق
نہ بچے جو دل سے وہ بھر دے جگر مین

لہو ہو کر بہا کیون دل ہمارا
کوئی جادو تھا کیا ان کی نظر مین

فلک دے گوہر انجم اُنھین نذر
اکھٹا کر سکے دامانِ سحر مین

ہو احسن تیغ یار کو ناز کا
نمک بھر کر مرے زخم جگر مین

سیہ کاریکو چھوڑو اے فصاحت
سفیدی آ چکی ہے موے سر مین

شکر کرتا ہون یہ بدنامی مقدر مین نہین
عیب سب ہین پر تکبّر کی ہوا سر مین نہین

چاہتا ہون پھیل جائے میرے ارمانونکی بھیڑ
اتنی گنجائش بھی تو میدان محشر مین نہین

نقش پائے یار کی جیسی ہے تربت پر بہار
واقعی یہ کیفیت پھولونکی چادر مین نہین

تیری ہمت جتنی ہو ساقی پلائے جا شراب
اپنے منھ سے کیا کہون ایک ساغر مین نہین

کہدیا ہوتا کسی نے کاش یہ شداد سے
دیکھنی سیر ارم تیرے مقدر مین نہین

ہجر مین آنکھین کھُلی رہتی ہین تارون کیطرح
میرے نیند آنیکی ساعت کوئی شب بھر مین نہین

دیدکے قابل ہے ساقی حرص مجھ میخوار کی
پی شراب اسطرح سے تلچھٹ بھی ساغر مین نہین

آپنے تو وعدۂ دیدار کو پورا کیا
پر کسیکو دیکھنے کا ہوش محشر مین نہین

دوستو دھوکے سے وہ آکر نہ بھر جائین کہین
نام تو کندہ مرا مرقد کے پتھر مین نہین

آئین کیا رند خراباتی تری مسجد مین شیخ
کچھ سوائے بوریا اللہ کے گھر مین نہین

صندلی اپنا دوپٹہ وہ سونگھا کر کہتے مین
میری خاطر سے نہ کہنا درد تو سر مین نہین

استخوان مجھ دل جلے کے دیکھ کر بولا ہما
رزق تو پایا مگر کھانا مقدر مین نہین

ہے بعینہ دیدۂ مخمور جانان تو مگر
ساقیا نشہ کے ڈورے چشم ساغر مین نہین

کون کہتا ہے وہان آرام سے ہوگی بسر
سُنتے ہین ہم شمع تک بھی گور کے گھر مین نہین

شیخ کیون جاتا ہے میخانہ سے گھبرایا ہوا
دیکھو بوتل تو چھپائے کوئی چادر مین نہین

شیشۂ دل توڑ ڈالے سیکڑون شیخ خلق نے
بدزبانی مین وہ سختی ہر کہ پتھر مین نہین

شوق نے میرے کہا جب ایکدن ہوگا وصال
بیوفائی آنکی بول آٹھی مُقدّر مین نہین

رات بھر مجھ ناتوان نے لی ہین صدہا کروٹین
ہمدمو دیکھو کوئی کانٹا تو بستر مین نہین

اسے فصاحت عاشقونکا جائزہ وہ لیجیے
واے محرومی ہمارا نام دفتر مین نہین

بیکار ہم حسینون کے آگے حقیر ہین
دل ابتلک جوان ہے کہنے کو پیر ہین

خوش ہوکے مست برہنگی مین فقیر ہین
کیا خوشنما بدن پہ نقوش حصیر ہین

سپیتے مے ولاے جناب امیر ہین
ہم رند مست بادۂ خم غدیر ہین

فرہاد و قیس کیون نہ رہین دشت و کوہ مین
معزول ملک عشق سے یہ دو وزیر ہین

ناساز ہی طبیعت صیاد آجکل
ہونگے رہا قفس سے جو بلبل اسیر ہین

ضبطی کریگا خانہ زاہد کی کیا عسس
عمامہ ہی ظروف وضو ہین حصیر ہین

کہد و سمجھ کے تیر حوادث فلک لگائین
ہم عاشقونکے پاس بھی آہونکے تیر ہین

آنکھونکو اختیار سیاہ و سفید ہے
تم شاہِ ملک حسن ہو یہ دو وزیر ہین

کیا ملک جسم مین ہے عناصر کا انتظام
ہے روح بادشاہ یہ چارون وزیر ہین

کوچے مین آنکے جب سے نہین سائلونکی روک
عاشق ہزارون بھیس بدل کر فقیر ہین

صیاد بلبلون سے نہ گلشن کا حال پوچھ
برسون گذر گئے کہ قفس مین اسیر ہین

عاشق کے دلکو ابرو و مژگان حضور کے
تلوارین ہین سنانین ہین خنجر ہین تیر ہین

اے آسمان تو بھی یہ انداز سیکھ لے
وہ جتنے ظلم کرتے ہین سب دلپذیر ہین

چوری خدا کے گھر مین کرے کون زاہدا
مسجد مین اک چراغ ہے یا کچھ حصیر ہین

ملک شریعت نبوی مین ہو کیا خلل
یان ایک بادشاہ کے بارہ [۱۲] وزیر ہین

انکو طریق عشق مین کل اختیار ہے
اعضا مرید حضرت دل سبکے پیر ہین

رتبہ دیا یہ حسن خداداد نے تجھے
دنیا کے بادشاہ ترے در کے فقیر ہین

جھگڑا نکالتے ہین یہ ہر روز اک نہ ایک
کیا بانی فساد تمھارے مشیر ہین

جو چاہین مجھ سے پوچھین نکیرین قبر مین
کیا ڈر مرے معین جناب امیر ہین

محروم صیدگہ مین کسیکو نچھوڑئے
ترکش مین آپکے ابھی دو چار تیر ہین

محشر مین شرم بخشنے والے کے ہاتھ ہے
رحمت وسیع ہے تو گنہ بھی کثیر ہین

اس دام زلف مین ہو دلونکا شمار کیا
گنتی مین جتنے بال ہین اُتنے اسیر ہین

بلبل رہ ہون کہ سنکے مری نغمہ سنجیان
منقارین اپنی بند کیے ہمصفیر ہین

لین کس سے آہ جاکے فصاحت سخن کی داد
ہین میر و میرزا نہ انیس و دبیر ہین

جو رزق قسمتِ عاشق مین ہو وہ پاتا ہون
نوالے صبر و تحمل کے تلخ کھاتا ہون

بتون کے جور و ستم سے جو تنگ آتا ہون
دعا کو سامنے خالق کے ہاتھ اٹھاتا ہون

وہ بوسے پاؤن کے ملکر مرا دل مردہ
مسیح سے نہ جئے جو اسے جلاتا ہون

ہوا فساد جو عشاق ہین تو وہ بولے
ہین آب تیغ سے یہ آگ ابھی بجھاتا ہون

پہونچ کے کعبہ مین اے شیخ منتظر رہنا
ابھی مین دیر برہمن سے ہوکے آتا ہون

ظروف میکدہ ٹوٹین کہین نہ میخوارو
سنبھالو مجکو مین نشہ مین لڑکھڑاتا ہون

عجیب بات ہے کہتا ہے فخر سے وہ بت
خدا بناتا ہے بندونکو مین مٹاتا ہون

کلام پھلتا ہے تو اعتراض ہوتے ہین
مثال نخل ثمردار چوٹ کھاتا ہون

جہانمین قول ہے زر کا نگیون ہو قدر مری
ہزار عیب مین انسان کے چھپاتا ہون

جو راہ کعبہ کی حجاج پوچھتے ہین کبھی تو
بتا مین کوچۂ دلدار کا بتاتا ہون

تمھارے ہاتھ سے مجروح ہونیکی ہے یہ حرص
کہ زخم کھانے کوئی مین نظر لگاتا ہون

مجاورت کے لیے کربلا مین ہند سے مین
خدا نے چاہا فصاحت اگر تو جاتا ہون

نہین معلوم ہر اک خاک پہ سر ہے کہ نہین
دوستو انکو مری مرنے کی خبر ہے کہ نہین

انکی دزدیدہ نگہ پہلو ؤ نیر ہے کہ نہین
عاشقو ڈھونڈھو تو قلب اور جگر ہے کہ نہین

مجکو دکھلا کے یہ کہتے ہین وہ صبح شبِ وصل
خالِ رخ رشک وہ نجم سحر ہے کہ نہین

دیکھتے جاؤ جو اٹھلا کے چلے ہو گھر سے
حشر برپا اک ادھر اور ادھر ہے کہ نہین

بولے جھنجھلا کے وہ در پر جو پڑے دیکھا مجھے
اٹھ کے جائے کہین کمبخت کا گھر ہے کہ نہین

رخ مری سمت سے پھیرا تو ہے پر کیا معلوم
انکی اغیار پہ بھی ترچھی نظر ہے کہ نہین

پوچھے راہیِ عدم سے کوئی ہمراہ ترے
توشہ کچھ ہے کہ نہین زادِ سفر ہے کہ نہین

آزمانے کے لیے سنتے ہین رندلے واعظ
کہ تری وعظ کے فقرو مین اثر ہے کہ نہین

دل پہ رکھے ہوے ہاتھ آئے ہو گھبرائے ہوے
سچ بتاؤ مرے نالو مین اثر ہے کہ نہین

دیکھو تو غیر کو تمنے جو اٹھائی ہے تیغ
وہ مری طرح جھکائے ہوے سر ہے کہ نہین

ہے غضب سینہ سے ڈھلکا ہے دوپٹہ سر پہ
نگران غیر ہین کچھ تمکو خبر ہے کہ نہین

مجکو سمجھا کے یہ کہتے ہین فصاحت احباب
آپ بھی سوچیے اُلفت مین ضرر ہے کہ نہین

واہ ہاتھ ان کے ہر طور پہ چلے جاتے ہین
مل چکے مہندی اب اس دلکو ملے جاتے ہین

پاؤن رکھتے ہوے رہگیر چلے جاتے ہین
دل ہزارون ترے کوچے مین ملے جاتے ہین

ہم سمجھے ہجر مین اے سوز درون مان گئے
استخوان شمع کے مانند جلے جاتے ہین

کوچۂ عشق کی راہون سے نہین ہم واقف
جسطرف دل لیے جاتا ہے چلے جاتے ہین

ہوتی ہے میرے لیے تیغ نگہ پر صیقل
یہ سبب ہے جو وہ آنکھونکو ملے جاتے ہین

جانب میکدہ اُٹھی ہے وہ گھنگھور گھٹا
غل مچاتے ہوے میخوار چلے جاتے ہین

روٹھنے مین بھی تو شوخی نہین جاتی اُن کی
چھپکے بیٹھے ہین مگر دل کو ملے جاتے ہین

ہاے کیا ہو گئے یارب وہ بتون کے جوبن
دوپہر تو یہ نہین ہین جو ڈھلے جاتے ہین

داغ سوزان سے چھڑاتا ہون مین پھاہا یارو
پھر یہ فریاد نہ کرنا کہ جلے جاتے ہین

آپ کی چال تو مستانہ بہت اچھی ہے
دل مگر دیکھنے والونکے ملے جاتے ہین

توبہ اے گرمیٔ خورشید قیامت توبہ ہو
اب نہین تاب گنہگار جلے جاتے ہین

میرے مرتے ہی نہ کیون ہون متفرق احباب
شمع بجھتی ہے تو پروانے چلے جاتے ہین

بار بار اُن سے شب وصل لپٹتا ہون جو مین
ہار مین پھول جو ہین مفت ملے جاتے ہین

شمع لائی ہے جو پروانے تو آزردہ نہ ہو
دیکھتے جاؤ یہ دم بھر مین جلے جاتے ہین

یون نہ منھ پوچھو اگر پڑ گئی ہے گرد نظر
دیکھو دونو گل رخسار ملے جاتے ہین

کل نہ تم غیر کو پھولون مین بسانے دیتا
آج پوشاک مین ہم عطر ملے جاتے ہین

مجھ کو ہے شومیٔ تقدیر فصاحت مانع
کربلا قافلے ہر روز چلے جاتے ہین

مین جسے سہہ نہ سکون وہ تری بیداد نہین
تو جسے سُن کے ڈرے وہ مری فریاد نہین

غل مچایا جو عنادل نے تو وہ کہنے لگے
آج ہم آئے تو لو باغ مین صیاد نہین

مجھ سے کیا پوچھتے ہو میری وفاؤن کا شمار
گنتی کیا اپنی جفاؤن کی تمھین یاد نہین

ظلم کرکے جو پشیمان ہو ستمگر وہ کیا
قتل کرکے جسے رحم آئے وہ جلاد نہین

اہل حیرت کو امان ہی ضرر دشمن سے
مرغ تصویر کو کچھ دہشت صیاد نہین

جب کہا اُن سے کہ کل وعدہ تھا کیا سوچئے تو
نازسے بولے ترے سر کی قسم یاد نہین

باغ کا ذکر کیا کرتے ہین آشیمین اسیر
دہشت بر ہمی خاطر صیاد نہین

دیکھکر حال مرا اُن سے یہ کہتے ہین لوگ
اُسپہ یہ ظلم جسے طاقتِ فریاد نہین

یاد ہے شمع پہ پروانون کا صدقے ہونا
ہم بھی تو گرد پھرے تھے ترے یہ یاد نہین

کیون نہ شیرین ترے ہاتھون سے اُڑے رنگ حنا
یہ تو کچھ سرخی خون سرِ فرہاد نہین

کیون نہ گھبرائے بھلا گنج قفس مین بلبل
پرورش یافتۂ دامن صیاد نہین

چاک کرنے کو بڑھا ہی تو بڑھے پنجۂ غم
آہ کیا بخیہ کن دامن فریاد نہین

نامرادی ہے عبث ڈھونڈھتی رہنے کی جگہ
کیا جہا نہین لحد عاشق ناشاد نہین

ساکن کوچۂ دلدار فصاحت خوش ہین
یہ بھی کیا خلد ہے جسمین کوئی ناشاد نہین

سچ ہے اُن بندون کا دنیا مین بھلا ہوتا نہین
مہربان جن پر نصیری کا خدا ہوتا نہین

ہم غریبون کا کبھی نالہ رسا ہوتا نہین
خشک چرخ پیر کا دست جفا ہوتا نہین

کیونکر اُس کے پاس پہونچے عاشق زار نحیف
بوے گل بنتا نہین رنگ حنا ہوتا نہین

ہمسری کرتے ہین اُس دندان سے دریا مین گہر
ہر بھنور کیون پیسنے کو آسیا ہوتا نہین

ہم نے مانا ہے نہایت تلخ لقمہ صبر کا
بارہا کھایا مگر منھہ بدمزا ہوتا نہین

غیر کو بوسہ دیا تو نے بھری محفل مین آج
اُسپہ یہ طرہ کہ شرمندہ ذرا ہوتا نہین

عالم پیری مین جو چلتا نہین راہ صواب
پانون کیون وہ خشک مانند عصا ہوتا نہین

دورمین اُنکے درِ مہر و وفا مسدود ہے
بند باب ظلم و بیداد جفا ہوتا نہین

بھولو نکا ہنسنا اگر کا جلنا رونا شمع کا
شام ہوتے ہی مری تربت پہ کیا ہوتا نہین

گر ضرر اپنا کرے تو اورون کو ہونجائے نفع
جبتلک پتھر نہ ترشے آسیا ہوتا نہین

قیدیون سن رکھو اتو ہے یہ آئین قفس
چُپ رہے میری طرح جو وہ رہا ہوتا نہین

ہو فقیر آگر کوئی مہمان تو آسائش نہ ہو / بادشاہ کے گھر مین کوئی بوریا ہوتا نہین

دام مین شاید لکیرین بھی کف صیاد کی / کیون بریدہ طائر رنگ حنا ہوتا نہین

پاسبان سے قصہ جھگڑا غیر سے دربان سے جنگ / جب ہم اُس کوچے مین جاتے ہین تو کیا ہوتا نہین

مشک زخم دل مین عاشق نے بھرا تو لطف کیا / بے نمک چھڑکے تڑپنے کا مزا ہوتا نہین

کہتے ہین لوگ آجکل سنکر فصاحت کا کلام / شعر اچھے ہوتے ہین لیکن مزا ہوتا نہین

پُرسوز داغ کب دل بیتاب مین نہین / دیکھو نفاق آتش و سیماب مین نہین

باغ آسمان کا شب کو کھلا بھی تو لطف کیا / خوشبو تو نام کو گل مہتاب مین نہین

گردش کرے ہزار مرے بحر اشک مین / لیکن شمار چرخ کا گرداب مین نہین

مسجد مین مے جو شیخ نے پی ہے تو زلزلہ / دیوار مین نہین ہے کہ محراب مین نہین

کیون مردہ حسرت اس دل بیتاب مین گڑی / تربت تو کوئی معدن سیماب مین نہین

اے قبر تو نہ مجکو دبا سکتی اسطرح / افسوس یان کوئی مرے احباب مین نہین

گلشن مین انکے خوب کھلا چاندنی کا پھول / ایسی شگفتگی گل مہتاب مین نہین

جو انتظار مین ہو سکیے بغیر خواب / اس آنکھ سے کب اشک روان خواب مین نہین

ملے پہ عکس کیا ترے دندان کا پڑ گیا / اب کچھ بھی گرد موتیون کی آب مین نہین

پست پہ پیری آکے ہون خندہ زن عدو / اتنا اثر بھی گریۂ احباب مین نہین

ہم عاشقون کی خاک کے ملنے سے گردشین / جو گردباد مین ہین وہ گرداب مین نہین

مہندی لگا کے پاؤن مین آرام کیجیے / جانا حضور کو تو کہین خواب مین نہین

کیا تیز و تند کھنچنے کا قائل ہون ساقیا / چھالا زبان موج مے ناب مین نہین

کچھ اندنون جگر مین ہین وہ بیقراریان / کمبخت جو مرے دل بیتاب مین نہین

محتاج جمع کیا کرین جاڑے کیواسطے / گرمی تو پنبۂ کف سیلاب مین نہین

کہتے ہین شب کو پاؤن وہ رکھکر پلنگ پر / دھبّا تو کوئی چادر مہتاب مین نہین

افشان لگا کے دیکھیے منھ پر باغبین / جوہر حضور آئنۂ آب مین نہین

دریا مین سیر شعلۂ جوالہ دیکھ لو
ضو اُسکے رخ کی رات کو گرداب مین نہین

تیر جفاے چرخ فصاحت غضب کے ہین
محفوظ کوئی عالم اسباب مین نہین ۲؍

بے یار شمع یون ہی فانوس انجمن مین
ہو دل جلے کا مردہ جسطرحسے کفن مین

کپڑے ہمارے ثابت رہتے نہین ہین تنہین
دست جنون سے صدہا ہین چاک پیرہن مین

نالے جو آتشین ہین صحرا مین ہمنے کھینچے
اُترا ہے مُنھ چڑھی تپ ہر شیر نر کو بن مین

حلقے سے زلف جانان کے دل بچے کا کیونکر
ہے زہر اثر بہے کا اس سانپ کے دہن مین

آئی قضا ادا سے ٹھوکر سے جی اُٹھے ہم
کیا فتنۂ قیامت ہی آپ کے چلن مین

تصویر یار کھینچی تو عقل ہو گئی گم
مانی نے تنگ آکر نقطہ دیا دہن مین

اعضا کو یاد کر کے زلفو نمین دل ہی کتنا
مین تو یہان پھنسا ہون احباب مین وطن مین

سینہ پہ داغ عصیان سوزان ہوے جو مر کر
پھاہا تہا شہادت نامہ مرے کفن مین

کیسی ہی ہو مصیبت ہوتی ہی جلد آسان
تاثیر ہے فصاحت کیا نام پنجتن مین ۳؍

جب تلک معجز بیان ہوتا نہین
نامور شاعر یہان ہوتا نہین

بے جھکے آفاق مین انسان کو
اوج مثل آسمان ہوتا نہین

وہ مرے لاشے کو کاندھا دے چلے
کیا سبب اب کیون روان ہوتا نہین

کیون بتائین آپ اسے طرز جفا
ملتجی تو آسمان ہوتا نہین

اس مژہ کی پھانس اب کھٹکی وہان
درد سینہ مین جہان ہوتا نہین

صورت عنقا نہ ہو گر بے نشان
نام مشہور جہان ہوتا نہین

تو کمی کرتا نہ ظلم و جور مین
مین بتنگ اے آسمان ہوتا نہین

رو سکین اے شمع ہم کیا پیش یار
جب ترا آنسو روان ہوتا نہین

اے حباب عشق اجازت دیجئے
ہم سے اب ضبط فغان ہوتا نہین

جب تلک انسان نہ ہو سوز و گداز
شمع بزم دوستان ہوتا نہین

دیکھ لین اُسکی ستم ایجادیان
پھر بھی شاگرد آسمان ہوتا نہین

اشک کیون آنکھو نین آکر بھر گئے
اُلٹا دریا تو رواں ہوتا نہین

وصل مین بھی ہجر کے اندیشہ سے
مین فصاحت شادمان ہوتا نہین

یہ عارض ایسے ہین گل ہمسری کی تاب نہین
ترے چمن مین ہین سب پھول پر گلاب نہین

چمن مین اُسکو عنادل سے کچھ حجاب نہین
کہ روے شاہد گل پر کوئی نقاب نہین

لکھا ہی اُنکے مرقع پہ ہم نے یہ مصرع
جہان مین صاحب تصویر کا جواب نہین

بلند دن کو ہوئی ہین جو میری سرد آہین
تو گرم موسم گرما مین آفتاب نہین

شراب پیتا ہی چھپ چھپ کے زاہد مکار
ہی شرم بندون سے اللہ سے حجاب نہین

چلے نہا کے وہ دریا کا دل اُمنڈ آیا
یہ ڈبڈبائی ہوئی آنکھ ہی حباب نہین

بناتے اس دل زخمی کے سیکڑون چھالے ہے
یہ دستیاب ہمین آب کی نقاب نہین

بلا کے رندونکو دھوکا دیا ہے ساقی نے
بندھا ہی منھ یہ ہین خم کا مگر شراب نہین

ہے میکدہ تراخمخانۂ فلک سے رفیع
یہ ساقی اسمین کوئی جام آفتاب نہین

ہمارے دلمین ہین ناسور داغ چھالے زخم
یہ عشق کی ہی عنایت کہ اضطراب نہین

سوال دید جب اُس در پہ جاکے ہم نے کیا
جواب آیا تجھے دیکھنے کی تاب نہین

تمھارے سامنے کیا آئین لوگ ڈرتے ہین
مگر کھنچی ہوئی تلوار ہی شباب نہین

مسیح چرخ چہارم پہ مستعد ہین مگر
علاج دافع گرمئ آفتاب نہین

وہ منھ کو پھیر کے بولے جو شمع کو دیکھا
برہنہ آئی ہی کمبخت کو حجاب نہین

جب اُن سے پوچھا کہ کس دلمین آپ رہتے ہین
تو بولے سوچ کے جس دلمین اضطراب نہین

نقاب رخ سے الٹ کر وہ کہتے ہین شب کو
اگر نہ ماہ چھپے تو یہ آفتاب نہین

وہ کیونکر آئے ہوا کیا نہ پوچھ یہ اے غیر
بیان کرنیکے لائق ہمارا خواب نہین

ہوا سے پوچھو کہان کاروان موج اُترا
کنار بحر کوئی خیمۂ حباب نہین

حضور دیکھ لین آئینہ مین تو پھر یہ کہین
زمانے بھر مین مری بزم کا جواب نہین

ہرن کی آنکھ کو دیکھا تو ہنسکے وہ بولے
بھری ہوئی ہین فقط شوخیان حجاب نہین

ٹھہر کے تمنے لب جو دکھا دیا اعجاز
تمہارے سایہ کو موجون مین اضطراب نہین

وہ بے قصور خفا رہتے ہین فصاحت سے
خطائین کرتے ہین اغیار پر عتاب نہین

خموش دبے حرکت ہی جو بزم دشمن مین
زبان ہی میری دہن مین کہ لاش مدفن مین

پسند رہنگی خار و نکو ہی گلشن مین
حیا جو ہوتی تو چھپتی گلگون کے دامن مین

نہ کچھ بھی فرق رہا یاسمین و سوسن مین
دھوان گھٹا مری آہون کا ایسا گلشن مین

فقط ہے نام ہی نام اگلے بادشاہونکا
جو دیکھئے تو نہین ہڈیان بھی مدفن مین

حریف کو نہ بتا رمز فن شعرا ید دوست
نہ اپنے ہاتھ کی دے تیغ دست دشمن مین

جو باندھتے ہین وہ صندل مین رنگ کر رومال
تو مار زلف لپٹتے ہین اُن کی گردن مین

ہزار آہ عنادل کی آندھیان اُٹھین
چراغ لالہ بجھا رات کو نہ گلشن مین

مجھ ایسے دوست سے مل اتنا اسطرح اید دوست
کہ کچھ تو فرق رہے مجھ مین اور دشمن مین

مری لحد مین دھندلکا رہا قیامت تک
ملی بیاض کفن جب سواد مدفن مین

میان بحر جہان بے ثبات ہون مین بھی
ہوا حباب مین ہی دم نہین مرے تن مین

وہ بدگمان نہ کبھی آیا فاتحہ پڑھنے
کیا جو مور نے روزن ہمارے مدفن مین

حباب اُڑتی ہے بط مے محتسب کے آتے ہی
پناہ لیتی ہے پیر مغان کے دامن مین

خزان مین گل ہوے ہین اتنے خاک گر گر کر
کہ اُٹھ رہا ہے شفق گون غبار گلشن مین

مرقع ایسا کوئی کھینچین مانی و بہزاد
کسی کے ہاتھ پڑے ہون ہماری گردن مین

فصاحت ایک ہو گر نظم دوست پر ایراد
ہزار عیب نکالون کلام دشمن مین

واعظا تو جو تہی دست ہے زردار نہین
ہیچ یہ سب تری قسمت کے ہین دستار نہین

گل کھلے ہین مرے دیوانون مین اشعار نہین
حسمین ہو دخل خزان کا یہ وہ گلزار نہین

باتین چلا کے رقیبون سے کرین وہ گھر مین
جسکا کھٹکا ہی انھین وہ پس دیوار نہین

آج کل دور تبا ہین ہے یہ اندھیر نیا
وہ بھی کمبخت ہے مجرم جو گنہگار نہین

ٹکڑے ٹکڑے دم زینت نہ کرے تیر نگاہ
صاحب آئینہ پھر آئینہ ہے دیوار نہین

غیض مین جو کسی عاشق کیطرف بڑھ کے رُکے
وہ ترا ہاتھ نہین وہ تری تلوار نہین

یون نظارہ کیا ہم نے تو خطاوار ہوے
چھپ کے جو آپ کو دیکھے وہ گنہگار نہین

بادہ خوارون کی طرح جھوم رہے ہین اشجار
باغبان واہ یہ میخانہ ہے گلزار نہین

مُنھ لپیٹے ہوے سایہ مین پڑا ہون مین زار
جھانکے وہ شوق سے کوئی پس دیوار نہین

چین ابروے صنم گو نہ مجھے مجرم ٹھہراے
کہتی ہین نیچی نگاہین کہ گنہ گار نہین

قبر کیون کھدتی ہے مجھ زار کی مرنیکے بعد
کیا فصاحت کوئی نقش قدم یار نہین

نہ یہ رنجیدہ ہون مجھسے کسی عنوان دل مین
رکھ سکین دوست تو رکھین مرا دیوان دل مین

بھیڑ کر کے تو بہت آئے تھے ارمان دل مین
ہوئے گھُٹ گھٹ کے پھر آخر کو پریشان دل مین

نامرادی ہی کہتی ہو کہ نکلا تو کیا
لطف تو یہ ہے کہ دل کا رہے ارمان دل مین

آیا اس خانۂ تیرہ مین کسی کا جو خیال
کردیا داغون کی کثرت نے چراغان دل مین

آرہی ہے لب سوفار کو اسے ترک ہنسی
کیا بُری طرح گڑا تیر کا پیکان دل مین

آپ ہی زہر کھلا کر جو مجھے مارا ہے
مُنھ سے کہتے نہین کچھ ہین وہ پشیمان دل مین

وہ صنم پوچھتا رہتا ہے یہ اکثر مجھ سے
کیا سمجھتے ہین ہمین گبر و مسلمان دل مین

جیسے ترکش کوئی تیرون سے بھرا رہتا ہے
یون سما جائین ترے ناوک مژگان دل مین

پھر تمنا ہو نکلنے کے عوض رہنے کی
تمھین پنجاؤ مری جان جو ارمان دل مین

راحتین دینے کی تو کچھ نہین تم سے امید
چٹکیان بھی تو نہ لو رہ کے مری جان دل مین

دونون لپٹے ہوے ہین یون نہین کچھ بھی تمیز
دل ہے پیکان مین تمھارے کہ ہے پیکان دلمین

دردآمیز جو پڑھتا ہے فصاحت اشعار
یاد رکھتے ہین انھین اور سخندان دلمین

مدتون گھبرا چکے اب مطمئن ہم کیون نہ ہون
ظلم ان کے حد سے بڑھ جائین تو پھر کم کیون نہون

صبحدم مثل عروس آراستہ ہوتا ہے باغ
گوش ہر گل مین در خوش آب شبنم کیون نہون

ملک سخن مین جیسا فصاحت کو لطف ہے
ایسا کسیکو منصب و جاگیر مین نہین

گلے لگا کے جو اس فتنہ گر کو دیکھتے ہین
حیا کے پردے مین نیچی نظر کو دیکھتے ہین

ہم اپنے پہلو مین دل جگر کو دیکھتے ہین
کہان پڑا ترے تیر نظر کو دیکھتے ہین

وہ یون بتاتے ہین بے دیکھے زخم و داغ کا حال
کہ جیسے خوب ہمارے جگر کو دیکھتے ہین

رکھے ہوے ہین جو بت جابجا قرینے سے
جناب شیخ برہمن کے گھر کو دیکھتے ہین

میان بزم مخاطب جدھر وہ ہوتا ہے
ہم اسکی بات کو سنکر نظر کو دیکھتے ہین

وہ دل جو روندچکے ہین تو ہے لحاظ اتنا
مری نگاہ بچا کر جگر کو دیکھتے ہین

سنبھال لیتے ہین وہ جلد کیو نکر اپنا دل
جو دفعتاً تری ترچھی نظر کو دیکھتے ہین

وہ مجھ مریض کو کوسینگے یا کھلائینگے زہر
ابھی دعاؤ دوا سے اثر کو دیکھتے ہین

بلائین لینے کبھی بڑھتی ہے جو زلف رسا
اُلجھتے ہی تری موے کمر کو دیکھتے ہین

وہ جسکو چاہینگے کھلجائے گا کبھی نہ کبھی
ہم ایسی تاڑنے والی نظر کو دیکھتے ہین

اداس ہوتی ہین سب محفلین جہان کی مگر
گلون کی بزم شگفتہ سحر کو دیکھتے ہین

جو شک ہے اور کسیکی لگی نہ ہو تصویر
مرے مکان مین وہ دیوار و در کو دیکھتے ہین

وہ آستان بے نشان آج جبہ سائی کا
ہٹا کے پاؤن سے میرے ہی سر کو دیکھتے ہین

اُجاڑ دیتے ہین اُسکو فلک کی راے سے وہ
کہین کسی کے جو آباد گھر کو دیکھتے ہین

کرینگے تیغ سے کیا ٹکڑے ٹکڑے عضو بدن
وہ سر سے پاؤن تلک نامہ بر کو دیکھتے ہین

وہ شب کے جاگے ہوے محو خواب ہین سر بزم
ادا مین سونے کی عاشق سحر کو دیکھتے ہین

غضب ہے رحمت حق پر نہین کسی کی نگاہ
سب اہل حشر اُسی فتنہ گر کو دیکھتے ہین

کئی حسین جو بیٹھے ہوے ہین پاس اُنکے
وہ بدگمان ہین تو میری نظر کو دیکھتے ہین

وہ تاک جھانک کی عادت گئی مگر اب بھی
کبھی کبھی کسی رشک قمر کو دیکھتے ہین

ہماری آنکھو نپہ غفلت کا پردہ ڈالی ہے موت
رقیب نشہ مین اُس بیخبر کو دیکھتے ہین

بہار تیرے گل نقش پا کی گلشن مین
شجر جھکائے ہوے اپنے سر کو دیکھتے ہین

وہ لے کے چٹکیان اُٹھتے ہین پاس سے تو ہم سنبھالتے ہین دوپٹہ وہ اپنے سینے پر	لے دلے ہوئے قلب و جگر کو دیکھتے ہین ادھر اودھر جو کسی کی نظر کو دیکھتے ہین

سنا سنا کے فصاحت ہر ایک شعر اپنا
مشاعرے مین ہم اہل نظر کو دیکھتے ہین

اے گل مری نظر مین تری آبرو نہین	معشوق میرا تیری طرح کو بکو نہین
تاب مقابلہ اُسے اے ماہرو نہین	چاند آسمان پہ ہے پہ ترے روبرو نہین
ہر وقت ہی ہنر پہ نظر عیب جو نہین	جو دوست کا ہے دوست ہم اسکے عدو نہین
مُنھ کرکے اُسکے گھر کیطرف نزع مین کہا	افسوس اجل قریب ہے اور پاس تو نہین
لائے ہین پھول توڑ کے ہم باغ بھر کی جان	پھر تم ہماری ضد سے یہ کہتے ہو بو نہین
جتنی شراب تو نے لنڈھائی ہے محتسب	اتنا بہانے کو ترے تن مین لہو نہین
جنبش لب سوال کو سائل کی ہو تو خیر	گرہاتھ پھیل جائے تو پھر آبرو نہین
خون ایک تو بہایا ہے مجھ بے گناہ کا	پھر اُسپہ یہ ستم کہ پشیمان تو نہین
صیاد تو نے قید کئے اور سب طیور	گلزار مین اسیر فقط مرغ بو نہین
اے ترک تیری تیغ برہنہ کیو اسطے	کیا میان ہی لباس ہے میرا لہو نہین
سرکار عشق مین ہین جو دربار رس وہ لوگ	کہتے ہین بے ذلیل ہوئے آبرو نہین
معلوم بھی کسیکو نہ ہوگا پیو تو شیخ	ایسی شراب کھینچی ہے مین نے کہ بو نہین
کل ہلتے تھی اورون کے میری وفا کی مدح	کیون صاحب آج غیر ہی کے روبرو نہین
بدلی ہوئی ہے ایسی ہوا باغ دہر کی	مہندی مین اب وہ رنگ گلگون وہ بو نہین
شعلے تپ فراق سے تن مین بھڑک گئے تیز	رگ رگ مین میری آگ بھری ہے لہو نہین
دھوکا ہوا گلے سے جو لپٹے معاف کر	دیکھا تھا ہمنے خواب مین جسکو وہ تو نہین
پیش مغان پئے طلب مے نہ کیون بڑھائین	خشک اپنا ہاتھ صورت دست سبو نہین
لیجا اُسے اُڑا کے ؛ للہ اے صبا	سارے چمن کی جان ہے پھولونکی بو نہین
فقر اسقدر بڑھا کہ نیا ہو گیا لباس	جامہ مین اپنے کوئی جگہ بے رفو نہین

چاہا اگر خدا نے تو دیکھین گے ہم بہشت
شداد کیطرح ہمہ تن آرزو نہین

کھا کھا کے غم نہ خون جگر متقی ہین
کیا شرع مین شراب نجس ہے ہو نہین

ناسور کیون پڑا مرے دلمین گہر کیطرح
مین تو گرہ مین باندھے ہوئے آبرو نہین

یہ کیا زبان تیغ نے چپکے سے کہدیا
قاتل دہان زخم سے باہر لہو نہین

بدنفس ہمکو یون نہ فصاحت بُرا کہین
ہے فن کی چھیڑ چھاڑ کسی سے عدو نہین

وحشت ہے دل کو ہجر کے رنج و ملال مین
ہم آج تو ضرور ہین آنکے خیال مین

قول دہان کیسۂ زر ہے یہ اے بخیل
حصہ ہے کچھ فقیر کا بھی تیرے مال مین

موسے کو لن ترانی ادھر سے ملا جواب
کچھ بوے عجب تھی ادنی کے سوال مین

گھبرا کے اے فلک خوشی کو پکار اُٹھون
کب سے گھرا ہون مجمع رنج و ملال مین

پھر اس سے اپنی آنکھون کی تعریف سنئے آپ
اللہ نطق دے جو زبان غزال مین

صیاد یہ نہ جان کہ بلبل کو آئی موت
جسکی پڑی ہوئی ہو چمن کے خیال مین

یون ہاے ہاے کہہ گئے نہ دل تھامتے تھے ہم
جبتک ادا شریک نہ تھی انکی چال مین

جب دیکھی نجد مین سگ لیلی کی جست و خیز
مجنون نے خاک ڈالدی چشم غزال مین

آخر ہے سال ختم ہین اتبک نہین ملا
پیر مغان سے وعدہ تھا آغاز سال مین

مہلت جو مجکو عالم پیری مین عمر دے
دفتر لکھون مین ایک جوانی کے حال مین

رندو حرام چیز کھلا کر کرو حلال
واعظ کرے جو بحث حرام و حلال مین

دیتا ہے آسمان یہ لیتا نہین وہ ترک
قبضہ نہین نہ نقص ہے تیغ ہلال مین

بے اعتنائیون کو کسی کی نہ پوچھین دوست
نکلے گا کچھ کا کچھ مرے منھ سے ملال مین

کیا اس زبان سے حکمت صانع کا وصف ہو
دل تو ہے تنگ اور ہے وسعت خیال مین

اس کم سخن سے چاہیئے یون خواہش وصال
پہلو جدا ہے سننے کا نکلے سوال مین

پھیلے ہوے تھے فتنے زمانے مین جسقدر
وہ سب سمٹ کے آگئے ہین انکی چال مین

دوران سر بھنور کو ہے مضطر ہے موج آب
ہمجنس ہین یہ فرق ہے دونو کی چال مین

ہنس ہنس کے عاشقون سے یہ اُنکے چمن کے پھول
کہتے ہین ہمکو بھول نہ جانا وصال ہین

کیونکر نہ ہو کلام فصاحت کا معتبر
غزلین پڑھی ہین صحبت اہل کمال ہین

آنکھون کے بوسے لینے کو اے یار آئے ہین
پرہیز توڑنے ترے بیمار آئے ہین

کیا بے نقاب وہ سر بازار آئے ہین
آنکھونکو بند کرکے خریدار آئے ہین

جلادو لائے تو ہو۔ یہ ان سے یہ پوچھ لو
کیا حکم ہے حضور گنہگار آئے ہین

کرتی ہے مغبچونسے اشارہ یہ چشم جام
در میکدہ کا کھولدو میخوار آئے ہین

للہ آؤ سامنے لینا ہے گر قصاص
محشر مین اب تمھارے گنہگار آئے ہین

نکلا نہین ہے خط رخ رنگین یار پر
کانٹے پئے حفاظت گلزار آئے ہین

واعظ خدا کے واسطے دروازہ کھولدے
مسجد مین توبہ کرنے کو میخوار آئے ہین

وہ بولے دیکھی بھیڑ جو بازار حشر کی
کیا خوب یان بھی میرے خریدار آئے ہین

کوچہ مین تیرے نقش کف پا ہین یا نہین
قبر اپنی ڈھونڈھنے ہم زار آئے ہین

کیا جائین گھر سے جا کے نگہ کس سے لڑ گئی
نکلے تھے تندرست یہ بیمار آئے ہین

بنت العنب کی تاک مین صدہا ہم ایسے رند
کھنچ کھنچ کے تا بہ خانۂ خمار آئے ہین

نرگس کی ہر نگاہ ہے انگور کیطرف
گلشن مین قرب تاک جو میخوار آئے ہین

کوچہ بھی اُنکا وادیٔ ایمن سے کم نہین
نعلین اُتارے طالب دیدار آئے ہین

کہتی ہین آنکھین اُنکی اشارے سے عاشقو
ہم لائے ہین تو یہ سر بازار آئے ہین

اپنی کمند زلف پہ نازان وہ کیون نہون
کھنچ کھنچ کے منزلون سے خریدار آئے ہین

ساقی سے کہدو بزم مین لبریز جام لائے
نازک مزاج بھی کئی میخوار آئے ہین

احباب کو نہ ہم نظر آئے تو قبر تک
بستر سمیت لے کے تن زار آئے ہین

بیکس ہون بعد مرگ خطیرہ بنائے کون
میرا مزار گھیرنے کو خار آئے ہین

دربان سزا وہ دینے کو آئینگے در پہ خود
اتنا پکار دے کہ گنہگار آئے ہین

بہلیگا دل کبھی نہ قضا شب فراق
بہلانے کیون سب مجھے مرے غمخوار آئے ہین

کس سے ہم اضطراب مین پوچھین تباے کون
یہ چٹکیون سے دل کو مسلتا ہے ہاے کون

یون بات بات پر جو وہ روٹھین مناے کون
پہلو مین کھینچ کھینچ کے اُنکو بٹھائے کون

تلوار قتل کرنے کو میرے اُٹھاسے کون
نازک ہین سب حسین مجھے آزمائے کون

وہ بھی کھنچے ہوے ہین کشیدہ ہی تیغ بھی
اب روز عید ہمکو گلے سے لگائے کون

وقت مصیبت اُنکا گلا شکوہ کیا کرون
اپنے ہی جب شریک نہین تو پرائے کون

بیزار وہ بھی ساقیِ گلفام بھی خفا
باہین گلے مین ڈال کے اب مے پلائے کون

سرد آہین کرکے شمع کو تو وہ بجھا گئے
جارا شک اب ہماری لحد پر بہائے کون

عشاق مین ہمارے ہی ہاتھ آگئی یہ چال
قدمو نپہ گر کے اُنکو گلے سے لگائے کون

شب کو مرے مزار پہ اک شمع بھی نہیں
کمسن ہے طرز رونے کا اُسکو سکھائے کون

چپکے الگ کھڑے ہین حسینان نازنین
بھاری بہت ہے میرا جنازہ اُٹھائے کون

چونکے جو خواب ناز سے گھبرا کے بولے وہ
رونے کا غل ہے مرگیا کمبخت ہائے کون

سرکین رقیب بزم مین تو ہم بھی دیکھ لین
بیٹھا ہوا ہے آڑ مین یہ سر جھکائے کون

ٹھکرا کے قبر کہتے ہین وہ تم تو مر مٹے
ان شوخیون پہ ہمکو گلے سے لگائے کون

تابوت رک گیا ہے فصاحت کا راہ مین
یہ دیکھتا ہے بام سے گردن جھکائے کون

مطلع

حاجت روا ے خلق بھی مشکل کشا بھی ہین
حیدر نبیؐ کے خویش بھی دست خدا بھی ہین

بت گو کہ سنگدل ہین پہ حاجت روا بھی ہین
جو اُنکو سجدے کرتے ہین اُنکے خدا بھی ہین

جنکو قتیل خنجر ابرو وہ سمجھے ہین
کچھ لوگ اینین بسمل تیغ ادا بھی ہین

باہین گلے مین ڈال کے پھیرے ہین منھ کو وہ
ہین مہربان ہمین پہ ہمین سے خفا بھی ہین

سب پیر و مغان ہی نہین باخدا بھی ہین
تبخانے والے رند بھی ہین پارسا بھی ہین

آیا تمھارے در پہ کوئی بے ادب ضرور
دیکھو نشان سجدہ مین کچھ نقش پا بھی ہین

بیٹھے ہوے ہین آج جھجھکو کونین اسطرح
اور انکو بھی وہ دیکھتے ہین خود نما بھی ہین

روندے نہ پاون سے نہ ملے تمنے ہاتھ سے
کیا ان دلون مین کچھ دل بے مدعا بھی ہین

ہم نے جو بیمروت و بیرحم اُنھین کہا
وہ مسکرا کے بول اُٹھے ہم بیوفا بھی ہین

سب عاشقون سے ناز ہی اُٹھوائیے نہ آپ
دو چار انمین قابل مشق جفا بھی ہین

یون تو ہے بال بال ہمارا گناہ گار
رحم آئے گر اُنھین تو ہمین بخشیا بھی ہین

یہ کہکے دل بڑھاتے ہین میرا احباب عشق
ان بیوفا حسینونمین کچھ باوفا بھی ہین

گو شاہ ملک عشق فصاحت ہین ہم مگر
خیرات بوسہ دے جو کوئی تو گدا بھی ہین

دم دفن شانہ ہلاتے نہین ہ
ہین کیا جی اٹھون وہ جلاتے نہین

رقیبون کو دل سے بھلاتے نہین
ہمین اک انھین یاد آتے نہین

سکھاتا ہے جھک جھک کے کیون آسمان
اُنھین کیا ستم کرنے آتے نہین

نہ یہ تہمت انپر لگا ئے کوئی
مین روتا ہون خود وہ رُلاتے نہین

مرے قتل کو ہاتھ اُٹھائینگے کیا
نزاکت سے جو آنکھ اُٹھاتے نہین

مجھے ضعف مین درد قلب و جگر
بٹھاتے ہین دونون اُٹھاتے نہین

خریدار یوسف اُنھین دیکھ کر
ہین خاموش قیمت لگاتے نہین

کلالون کی ضد میری مٹی سے ہے
کوئی ساغر مے بناتے نہین

شکایت وہ سمجھین گے ہنگام ذبح
اسی سے تو ہم لب ہلاتے نہین

مگر کوچۂ یار بھی ہے عدم
کہ جاتے ہین جو پھر کے آتے نہین

لگاتے ہین دل اُنسے اے غیر ہم
تری طرح تہمت لگاتے نہین

وہ کیون روندتے ہین ہماری لحد
دبا جو ہو اُس کو دباتے نہین

مری ہڈیون کو سگ کوے یار
فقط سونگھ لیتے ہین کھاتے نہین

مسلکر مرے قلب مجروح کو
وہ چپ ہو گئے مسکراتے نہین

ترے تیر دلمین بھرے اسقدر
کہ ترکش مین اتنے سماتے نہین

فصاحت وہ محفل مین میرے سوا
کسیکو خود اُٹھکر اُٹھاتے نہین

ذرا بھی وصل مین جب دست گستاخ اپنے ہٹتے ہین
اکڑ سے اُنکی ٹڑکا ڈاب خنجر سب پلٹتے ہین

دل عشاق اب گھبرا گئے ہین دم اُسے لٹتے ہین
کسی کے ظلم ہین آتنے ہی بڑھتے ہین نہ گھٹتے ہین

ہم انکو خط یہ خط اب لکھتے لکھتے ہوگئے عاجز
کبوتر پھر کے آیا ہے نہ قاصد ہی پلٹتے ہین

کیا تھا قتل پہلے اُسنے جانبازونکو چن چن کر
شمار اب اپنے جانبازونکا کرتا ہے تو گھٹتے ہین

کسیکی برہمی سے عاشقون کے نام دفتر مین
اگر دو چار لکھے جاتے ہین دس بیس کٹتے ہین

دھوان ایسا گھٹا ہی انکے گھر مین میری آہونکا
حیا کیسی وہ اب گھبرا کے خود پردے اُلٹتے ہین

گھر اپنے جاتے جاتے جلوہ گہہ مین وہ پلٹ آئے
ہم ایسے بدنصیبون کے مقدر یون پلٹتے ہین

رقیب آکر چڑھائے گا تو میری روح تڑپے گی
ہین باز آیا عزیز و کیون وہ لاشے سے لپٹتے ہین

غضب کے تیز ہین گرمی مین آنکے خنجر ابرو
پسینا پوچھ لیتے ہین جو عاشق ہاتھ کٹتے ہین

برائے ہمکشی وہ نازنین آیا ہی ساحل پر
حباب بحر کے معکوس ساغر ہم اُو لٹتے ہین

مرا جذب محبت جب کشش اپنی دکھاتا ہے
بھری محفل مین خود ہی بڑھ کے وہ مجھسے لپٹتے ہین

جو ہے تقدیر برگشتہ تو میرے بے اثر نالے
وہانتک جاتے جاتے صورت جادو پلٹتے ہین

گذر جاتی ہین کیسی جلد راتین عیش و عشرت کی
مصیبت کی ہین جو دن وہ بڑی مشکل سے کٹتے ہین

ہلال و بدر کے مانند ہم بھی دور گردون مین
کبھی گھٹ گھٹ کے بڑھتے ہین کبھی بڑھ بڑھ کے گھٹتے ہین

ہمارے ہی لئے تو کمسنی مین تیغ اُٹھائی ہے
ہمین سے پوچھتے ہین آستین کیونکر اُلٹتے ہین

مجھے وہ چھیڑتے بھی ہین تو یون صبح شب وصلت
سنبھال اپنا کلیجا دیکھ ہم پہلو سے ہٹتے ہین

صفائی کیا کرینگے یہ ترے دندان سے پس بسکر
گہر تو اپنے ہی گرد یتیمی مین خود اَٹتے ہین

فصاحت دفن کرکے مجلو کیا اُلفت کا جوش آیا
گئے تھے ہنستے وہ روتے ہوے اب کیون پلٹتے ہین

یہ سچ ہی حور کا اُن سے مقابلا تو نہین
جو حسن ہے بھی تو کیا غمزہ و ادا تو نہین

نہ جھجکو آئینہ خانہ مین عکس سے اپنے
یہان بس ایک تمہین تم ہو دوسرا تو نہین

حسین ہنستے ہین اور اعتنا نہین کرتے
مری فغان کسی درویش کی صدا تو نہین

مری طرف سے وہ منھ پھیر کر یہ بولے آج
یہ جیسا سمجھے ہین ہم ویسے بیوفا تو نہین

برا وہ کہکے مجھے غیر سے یہ پوچھتے ہین
ترے قریب ہے جو اُسنے کچھ سنا تو نہین

یہ کون کہتا ہے آنکھین ہین شرمگین اُن کی
بھری ہوئی ہین نری شوخیان حیا تو نہین

ہمارے لب پہ ہے فریاد و آہ و نالہ مگر
سمجھ اسیکو غنیمت ترا گلا تو نہین

شب وصال ہماری اگر گھٹے تو گھٹے
فلک کے دور مین دن ہجر کا بڑھا تو نہین

ہے اپنی بزم کی آراستگی کا غیر کو شوق
خیال انجمن آرائی و فا تو نہین

خطا معاف شروع شباب مین جو تھا
اب آپ کی کسی گالی مین وہ مزا تو نہین

ٹھہر ٹھہر کے قدم کیون اُٹھاؤن پیری مین
مین ناتوان سہی لاغر سہی عصا تو نہین

حواس ہوش خرد دل جگر تو لیگئے وہ
یہ سوچ لین مرے پاس اور کچھ رہا تو نہین

خدا کے بندو بُرا یون کہو نہ بے سمجھے
خدا خدا کرو بت ایسے بے وفا تو نہین

اُٹھا کے آنکھ نہین دیکھتے وہ عاشق کو
غرور اسکو سمجھتے ہین ہم حیا تو نہین

بھلا کلام فصاحت کیطرح مانے کون
عدو کی غزلین سب اچھی سہی مزا تو نہین

ہین بہت سے خوبرو کس پر یہ دل قربان کرین
کس سے ہم ملے عشق وعدہ لین کسے مہمان کرین

باغ مین یہ آج مثل بلبل نالان کرین
توڑ کر گل کو نثار چہرۂ جانان کرین

گو ہے مشکل جبر لیکن دل پہ ہم ایجان کرین
آج خاطر سے تمھاری غیر کو مہمان کرین

سرنگون کرنے کو مغرورون کی اک صورت یہ ہے
بار رکھین یار پر احسان پر احسان کرین

چھوڑ کر سر ہم سے وحشی خون کی چھینٹون سے اب
انجمن نقش و نگار خانۂ زندان کرین

وضعدارونکو مرے بارے مین اب یہ فکر ہے
کچھ نہ ہو معلوم اسکو اسطرح احسان کرین

دیکھنے آتا ہے دیوانونکو اپنے وہ پری
بند آنکھونکو نگہبانِ درِ زندان کرین

عاشق و معشوق دونون رازدار عشق ہین
مین جو پوشیدہ نہین کرتا وہی پنہان کرین

جا دبجا رات بھر بگڑے ہین وہ ایک ایک بات پہ
جان آفت مین پھنسائین تو انھین مہمان کرین

سُن کے مرنا میرا اب یہ سوچتے ہین دلمین وہ
کسطرح اُٹھوائین اسکی لاش کیا سامان کرین

سچ ہے بے امداد رحمت وہ اُبھر سکتا نہین
غرق دریاے ندامت مین جسے عصیان کرین

یا ئین ہم وحشی غبار قیس سے ذرے اگر
مردمان دیدہ ہائے روزن زندان کرین

اُنکے در پر جو ہمارے دلمین ہی مُنھ سے کہین
کب تلک پاس مزاج نازک دربان کرین

ماہران فن ہین کیون دزدان فن سے مطمٔن
دولت مضمون خزانہ کی طرح پنہان کرین

منت احباب ہے مجکو قبول اس شرط سے
ویسے اپنے محو کرتے جائین جو احسان کرین

ہم سے دیوانے پڑھین گر جوش وحشت مین نماز
اپنا رخ قبلہ سمجھکر جانب زندان کرین

خیر اُس پردہ نشین کے دلمین آئی تو یہ بات
حسن دلکش دیکھنے کی شے ہے کیون پنہان کرین

اے فصاحت دوست تو اصرار کرتے ہین مگر
ہم پریشان خاطری مین جمع کیا دیوان کرین

ابر کو جب کھینچکر لائی ہوا برسات مین
شامیانہ قبر گریان پر ہوا برسات مین

گل مقابل اُنکے رخ سے کیون ہوا برسات مین
پڑرہی ہی سیلئی موج ہوا برسات مین

دل جلے کرتے ہین آہ شعلہ زا برسات مین
اس سبب سے گرم چلتی ہی ہوا برسات مین

باب میخانہ ادھر وا ہوگیا برسات مین
اس طرف گلشن کا دروازہ کھلا برسات مین

لطف ملنا چاہیئے جیسا وہ گرمی مین نہین
میکشی کا ہی مزا جاڑے مین یا برسات مین

جب ہماری بارش گریہ ہوئی باران کے ساتھ
آیا سیلاب اسقدر دریا بڑھا برسات مین

اُٹھ کے ملجاے دھوان گر خانۂ خمار کا
اور بھی متوالی ہوجاے گھٹا برسات مین

یاد ہے وہ رعد کے نعرہ پہ بجلی کی کڑک
وہ مرے نالے پر اُنکا قہقہا برسات مین

کچھ خصوصیت نہین میخانہ و گلزار کی
ہونگے جلسے میکشی کے جابجا برسات مین

ہو زمانے مین الٰہی سو طرح کا انقلاب
پر نہو معشوق سے عاشق جدا برسات مین

اے فصاحت باغ مین نظارہ بازی کو چلو
آتے رہتے ہین حسین مہ لقا برسات مین

تازگی سبزہ پہ رونق باغ پر آتی نہین ہو
ابر تر کو کھینچ کر جب تک ہوا لاتی نہین

ہوکے عریان رات کو فانوس مین آتی نہین
خود تڑپتے ہین پتنگے شمع تڑپاتی نہین

روئے گا کیا غیر حالت پر رقیبونکی وہ شوخ
جب مرے حال پریشان پر ہنسی آتی نہین

شام سے تا صبح وارفتی ہین لے دربان یار
چشم اختر ہین تری آنکھین کہ نیند آتی نہین

دیکھتی ہی اور کو نیچی نگاہون سے وہ آنکھ
جس سے شرمانا ہی لازم اُس سے شرماتی نہین

یون تو باغ کوئے جانان مین پہنچنا ہی محال
میری سرد آہون مین ملکر کیون ہوا جاتی نہین

کھلکھلانا دیکھکر پھولونکا میری قبر پر
ڈھانک کر منھ رو ہی دیجے گر ہنسی آتی نہین

وہ طبیعت مستقل دی ہی مجھے اللہ نے
جو مصیبت مین پریشانی مین گھبراتی نہین

ہجر کی شب کہتی ہی پچھلے پہر یہ مجھسے شمع
کچھ مجھی سے کیجیے باتین جو نیند آتی نہین

رحم جس دل مین نہو اُس سے حذر کرتے ہین ہم
ڈرتے ہین اُس آنکھ سے جو آنکھ شرماتی نہین

مست دوڑے جاتے ہین جسطرح میخانہ کی سمت
جلد جلد اسطرح متوالی گھٹا آتی نہین

ہے اِن آنکھون مین تصور اُنکے خواب ناز کا
لخت دل آتے ہین اشک آتے ہین نیند آتی نہین

آپ کیا جانین مرے نالونمین کیسا درد ہی
پوچھیے اُن سے جنھین راتونکو نیند آتی نہین

التجا کرنے سے اچھا نالۂ پر درد ہے
وہ بھی آتے ہین ہماری بات کہی جاتی نہین

سیر یہ دیکھین تو بیٹھین اور تھوڑی دیر وہ
ہوک اُٹھکر درد کی کیون مجکو تڑپاتی نہین

لو مرے دل کی کشش اب ہوگئی اُنکی طرف
مجکو لیجاتی ہے وان اُنکو یہان لاتی نہین

خوش ہو اے دل پھر ہوئی امید تجکو وصل کی
یہ تو اچھا ہے کہ اُنکی آنکھ شرماتی نہین

مین فرشتو اُنکا عاشق ہون نکالو حور کو
مجکو تربت مین ستانے آئی ہے جاتی نہین

غیر اور میرے جنازہ پر نہ ہنستا دوستو
اُنکا رونا دیکھکر اسکو ہنسی آتی نہین

اے فصاحت کھلتے ہین کیا کیا گل مضمون تو
طبع اپنی کس زمین مین رنگ دکھلاتی نہین

دیا ہم نے تو دل اُنکو محبت اِسکو کہتے ہین
اُنھون نے کے دل ڈالا عداوت اسکو کہتے ہین

ہوا جب حشر برپا چال سے اُنکی زمانے مین
پکارا فتنۂ محشر قیامت اسکو کہتے ہین

کہا تصویر یوسفؑ دیکھکر اُسنے تکبر سے
غضب ہے میرے عاشق خوبصورت اسکو کہتے ہین

ہمارا دل کبھی تھا گھر تمناؤن مرادون کا
مگر اب حسرت مردہ کی تربت اسکو کہتے ہین

بہار آتے ہی ٹکڑے ٹکڑے کین لوہے کی زنجیرین
جنون ہے نام اِسکا جوش وحشت اسکو کہتے ہین

کھنچا کرتی تھی تلوار اُنکی تو عشاق سے پہلے
نہ ایسا جانتے تھے ہم تجھے اے درد کیا کہنا
پکارا حسن اُنکو مصر کی بازار مین لا کر
چھڑا کر مہندی اپنے ہاتھ کی غیرونکا خون ملکر
جو بعد مدت اپنے گھر سے وہ نکلا تو ہم بولے

وہ خود کھنچتے ہین اب تاثیر صحبت اسکو کہتے ہین
کسی پہلو نہین آرام شدّت اسکو کہتے ہین
خریدار آکے دیکھین اچھی صورت اسکو کہتے ہین
وہ مجھسے بولے دیکھو شوخ رنگت اسکو کہتے ہین
تمنا آرزو ارمان حسرت اسکو کہتے ہین

جو مجکو اُن سے پوچھا غیر نے تو ہنسکے فرمایا
ہمارے عاشقو نہین ہی فصاحت اِسکو کہتے ہین

شکر خدا بتون سے تو ہم ملتجی نہین
کہتا ہی کون قبر پہ میری کوئی نہین
سر بھی نہین جگر بھی نہین قلب بھی نہین
لایا بھی شوق بزم حسینان مین گر تو کیا
دل نے یہ کہہ کے اور بھی تڑپا دیا ہمین
اچھا ہوا جو لیتے گئے اپنے ساتھ وہ
یون بولے وہ مرقع یوسف کو دیکھکر
شیشہ سے لپٹے جاتے ہین جو نوجوان مست ہین
لاتے پہ میرے شوق سے وہ بے نقاب آئین
پھر کس سے باتین کر رہے ہین جھکی جھکی وہ
اُسکو بھی تو نہ اذن ملا گھر مین آنے کا
کیا خوب آج غیر کے اور اُنکے درمیان
سمجھا ہی توبہ توبہ خدا اپنے کو وہ بت
یون دے رہا ہی رات کو تسکین مجکو درد
اے چرخ کھا کے سنگ حوادث خموش ہون
وہ وقت نزع روکتے ہین کھینچتی ہی موت

وہ دل ملا کہ جسمین تمنا کوئی نہین
حسرت نہین اداسی نہین بیکسی نہین
لے لیجیے ہمکو آپ سے پیارا کوئی نہین
دل جسکو ڈھونڈھتا ہی ہمارا وہی نہین
تو کیا اُس انجمن مین ترا ذکر بھی نہین
پہلو مین دل جگر نہین تو درد بھی نہین
اُنکی بھی خیر اچھی ہی صورت بری نہین
سمجھائے کون دختر رز ہے پری نہین
بند آنکھ کی ہی فیری اجل نے کھلی نہین
خلوت مین اُنکی مین بھی نہین غیر بھی نہین
دھوپ آکے جب تلک ترے در پر پڑی نہین
چلمن نقاب شرم کا پردا کوئی نہین
قاصد تجھے تو دعوی پیغمبری نہین
گر تو نہین وہان تو کوئی اور بھی نہین
کہنا نہ یہ کہ چوٹ ہماری سہی نہین
اے روح تجھ پہ ایسی مصیبت پڑی نہین

صبر و قرار و ہوش و حواس و دل و جگر
اک بار سُن کے میرے سوال و ملال کو
اُنکو سنبھالے سب مرے لاشہ کے ساتھ ہین
اہل سخن یہ ہین نہ فصاحت جو کی نگاہ
حیران دیکھ دیکھ کے لوگ انجمن کے ہین
صیاد کوستے نہین تجکو قفس مین ہم
باد خزان چلی ہی تو ہم عندلیب زار
غربت مین بیوفائی مردم سے یہ کھُلا
دست جنون کی وجہ سے تربت مین بعد مرگ
ہجران کشیدہ عاشق ناکام بدنصیب
ہدل کے قول دیدۂ مشتاق عاشقان
عشاق نوجوان کو مٹانا بگاڑنا
فصل خزان مین فرج عنا دل کے واسطے
آہین بھی کرتے ہین جو مری یا دمین تو یون
دو چار شخصون کا تو فصاحت ہی ذکر کیا
ہم بھول ہین اگر تو اُنھین کے چمن کے ہین
وہ جانے والے کوچۂ ناوک فگن کے ہین
پر سوز آہ فاختہ سے شب کو باغ مین
پھینکے تھے اُس نے ٹوٹے ہوے جو قبا کے بند
مانی نے کھینچا ہاے مرقع یہ کسطرح
ایماے چشم نرگس شہلا سے ہے باغ مین
بھر کر جو رکھدیے ہین الگ تو نے ساقیا
دانتون سے لب دباے ہو کیون مرگ غیر پر

یون لے رہے ہو جیسے ہمارا کوئی نہین
یہ کیا حضور لب پہ کبھی ہان کبھی نہین
جنت مین حور قاف مین کوئی پری نہین
اس فن مین مجھ سا ہیچمدان تو کوئی نہین
کچھ چپکے چپکے ذکر تمھارے دہن کے ہین
آپسمین ذکر وسعت صحن چمن کے ہین
اوڑنے مین ساتھ طائر رنگ چمن کے ہین
انھون سے اچھے دست بُرے بھی وطن کے ہین
اللہ کتنے پارچے اپنے کفن کے ہین
یہ نام ملک عشق مین مجھ خستہ تن کے ہین
خوش قسمتی سے فرش ہم اُس انجمن کے ہین
مدت سے ہتھکھنڈے یہی چرخ کہن کے ہین
خنجر بنے وہ خشک جو پتے چمن کے ہین
مین جسطرف ہون رُخ ادھر اہل وطن کے ہین
پیرو بہت سے آپ کے طرز سخن کے ہین
اور ہین چراغ بھی تو اُسی انجمن کے ہین
جن لوگون کے لباس مشابہ کفن کے ہین
ہمشکل سرو تھا تو نہین شمع لگن کے ہین
بعد فنا وہ بند ہمارے کفن کے ہین
دونون لب رقیب قریب اُس دہن کے ہین
ہے ان گلونکی قدر جو اندر چمن کے ہین
یہ اتنے جام کیا کسی توبہ شکن کے ہین
انداز یہ بگاڑنے والے دہن کے ہین

کیا باغبان ہے فصل بہار ہی مین ہوشیار
گل اک طرف سگنے ہوے پتے چمن کے ہین

آ ہو نکا یون گھٹا ہے دھوان گور تنگ مین
سب پارچہ سیاہ ہمارے کفن کے ہین

غربت مین اسکے رہتے ہین مشتاق میرے کان
کوئی یہ کہدے ہم بھی تمھارے وطن کے ہین

چارو نطرف گلون کی صفین دیکھ باغبان
پہرے یہ کیا طلسم بہار چمن کے ہین

روکا تھا کھینچکر ترا دامن کسی نے کیا
اسکے گواہ چاک ترے پیرہن کے ہین

منھ موتیون سے منعم مغرور اگر بھرے
اہل زبان یہ سمجھین کہ چھالے دہن کے ہین

غربت سے پھیر کر مجھے تقدیر لے تو جاے
موقوف میرے آنے پہ جلسے وطن کے ہین

داد کلام دی ہے فصاحت جنھون نے خوب
ممنون ہم تو دل سے اون اہل سخن کے ہین

بو نکل کر گل سے یون بعد سحر ملتی نہین
گور ہو کر جسم کو جیسے نظر ملتی نہین

کون کہتا ہے کہ اُسکی رہگذر ملتی نہین
وہ تو ملجاتی ہے پر دل کی خبر ملتی نہین

لے لیا ہو دل زبردستی جو پہلو سے مری
آنکھ بھی اب تیری اے بیداد گر ملتی نہین

سچ ہے خال انور صبح گلوے یار سے
تیری بھی تو آنکھ اے نجم سحر ملتی نہین

تیری بھٹی پر بھی مے ملتی ہی لیکن ای کلال
رند پی سکتے ہین جتنی اُس قدر ملتی نہین

اے جناب عشق دل کی بیقراری کے سبب
کچھ بھی ہمکو لذت درد جگر ملتی نہین

کیا مداوا کر سکے گا میرا تو وقت اخیر
ابتو میری نبض بھی اے چارہ گر ملتی نہین

بحر غم مین جب تلک انسان نہ غواصی کرے
اشک کی اک بوند بھی مثل گہر ملتی نہین

اپنا قبضہ پھیل کر گلشن کی بیلون نے کیا
بیٹھنے کی جا کہین زیر شجر ملتی نہین

دل کی دھڑکن سے مجھے اور وہ بھی غیرونکی یہان
کیا ترے چھپ چھپ کے جانے کی خبر ملتی نہین

کچھ نہ پوچھو انتہا ہوتی ہے جب افلاس کی
اور تو اور آگ بھی مفلس کے گھر ملتی نہین

خار صحرا کا یہ ایا ہے سواے آبلہ
کوئی بھی دستار اپنی زیب سر ملتی نہین

فکر عقبیٰ کی بدلجمعی فصاحت کیا کرین
ہمکو دنیا کے علائق سے مفر ملتی نہین

ملون اُس بت سے جو ہو فضل خدا ساون مین
ساقیا اب مئے گلگون سے چھکا ساون مین
رند بیمار کو ہو جلد شفا ساون مین
گایا جھولے پہ جو وہ مہر لقا ساون مین
دل کو کرتی ہے خنک سرد ہوا ساون مین
ہون جو مین سوختہ تن دفن تو باران سے بھی
کیون برستا نہ رہے باغ پہ ابر رحمت
دُرد ساقی نے پلائی کہ پلایا ہے زلال
کچھ نہ گرمی کی ہے تکلیف نہ سردی سے گزند
نازنینون کے کبھی ہاتھ نہ باندھے جائین
دیدۂ نرگس بیمار پر آیا ہے ورم
وصل معشوق پریوشں ہو کہ مے نوشی ہو

دل ہے حسرت زدہ ارمان بھرا ساون مین
دیکھ اُٹھی وہ سیہ مست گھٹا ساون مین
مے مین بھگوا کے مغان دی جو دوا ساون مین
سال بھر جو نہ سنا تھا وہ سنا ساون مین
لطف دیتی ہی دھوان دہار گھٹا ساون مین
ہو نہ سبزہ مری تربت کا ہرا ساون مین
ہے ہر اک شاخ شجر دست دعا ساون مین
بادہ خوارونکو نہ یہ ہوش رہا ساون مین
معتدل باغ کی ہی آب و ہوا ساون مین
پیسی جائے جو نہ بجرم حنا ساون مین
ہے مضر باغ کی ٹھنڈی جو ہوا ساون مین
کیفیت دونون کی سرما مین ہی یا ساون مین

برق و باران کا ہوا لطف فصاحت سب کو
میرے رونے پہ جو وہ شوخ ہنسا ساون مین

مرتے بدل رہی ہی فضا کوئے یار مین
دیکھین گے باغ حسن شباب نگار مین
دیکھا جو برشگال کی شبہاے تار مین
جیسا سیاہ گھر ہے مرا ہجر یار مین
میخوار سمت میکدہ جائین کہ سوی باغ
کھودین قبور قیصر و دارا و جم اگر
اُٹھکر غبار سرخ چمن کا ہوا کے ساتھ
گرمئ خون آبلۂ پا نے اے جنون
عاشق مزاج ہمکو سمجھکر بس فنا

اکیا جائین کون دفن ہو کسکے مزار مین
گلشن کی سیر چاہئے کرنا بہار مین
ہے شمع برق خیمۂ ابر بہار مین
توبہ نہ ہوگی تیرگی ایسی مزار مین
در دونون واہین آمد فصل بہار مین
شاید کچھ استخوان ہون کسکے مزار مین
دوڑا ابر رنگ خون رگ ابر بہار مین
تیزی بڑھا دی نیشتر نوک خار مین
حورونکا جمگھٹا ہے ہمارے مزار مین

وہ اپنے منہ پہ ملکے ذرا آزمائین تو
غازہ کا ہی خواص ہمارے غبار مین

پائے پُر آبلہ نے مرے جان ڈالدی
اک بوند بھی لہو کی نتھی جسم خار مین

مر کر بھی تو سکون نہین مجھ بیقرار کو
سیماب چاہ مین ہی کہ مردہ مزار مین

یارب پڑے نہ دھوپ نہالان باغ پر
نشو و نما ہو سایۂ ابر بہار مین

ساقی کے خط سبز کا پرتو نہین پڑا
گویا ملا ہے زہر مئے خوشگوار مین

چشمک زنی جو مہر پہ کرتے ہین الفلک
ذرے بہت ہین ایسے ہمارے غبار مین

للہ انہین اوڑا کے الگ کردے ای صبا
ذرے ہین خاک غیر کے میرے غبار مین

شادی وصل بلبل و گل باغ مین ہی کیا
مہندی لگی ہوئی ہے ہر انگشت خار مین

نرگس کی چشم کور ہی دیکھے چمن مین خاک
جو کچھ لکھا ہے لوح طلسم بہار مین

سہواً اگر کوئی خطا بھی فصاحت جو مجھ سے ہو
آئے کبھی نہ فرق مرے اعتبار مین

غزل در ردیف نون صوفیانہ حسب فرمائش

یکتائے جہان تو مین ہون فدا تو اور نہین مین اور نہین
پردے کو دوئی کے جلد اٹھا تو اور نہین مین اور نہین

جو تو نے کہا وہ مین نے کیا تو اور نہین مین اور نہین
کس بات پہ ہے تو مجھ سے خفا تو اور نہین مین اور نہین

تو جان مری جان حکم ترا بر سو نہین یہ مجھ کو حال کھلا
اب اچھی طرح پہچان لیا تو اور نہین مین اور نہین

تو ہی تو ہے میرے دلمین بسا تو مجھ سے نہ مین ہون تجھ سے جدا
پھر کسلئے پردہ مجھ سے کیا تو اور نہین مین اور نہین

جلوہ سے کسیکے طور جلا موسیٰ نے نہ اتنا منھ سے کہا
قربان ترے یہ کیسی ادا تو اور نہین مین اور نہین

جب قیس سے لیلیٰ نے یہ کہا تو کون ہی اپنا نام بتا
وہ بولا زبان سے انا لیلیٰ تو اور نہین مین اور نہین

مین گم جو ہوا تو تجکو ملا ہستی سے عدم تک مین آیا
تو لاکھ چھپا پر ڈھونڈھ لیا تو اور نہین مین اور نہین

ایدوست نہین تو مجھ سے جدا رگ رگ مین ہی میری تو ہی بسا
ہر وقت جپون کیون نام ترا تو اور نہین مین اور نہین

جب عرش برین پر کوئی گیا اے صل علی ای صلی علے
پردے کے ادھر سے آئی صدا تو اور نہین مین اور نہین

نام اسکا جو لیکر مین تڑپا کانون مین مرے یہ آئی صدا
کب ساتھ ہی چھوڑا مین نے ترا تو اور نہین مین اور نہین

ہر قطب کا دل ہی صاف ایسا ابدال کے قلب سے ہے کہتا
اک نور کے دونون ہین شیدا تو اور نہین مین اور نہین

اے عرش کے رہنے والے یہ کیا موسیٰ نے تو دیکھا جلوہ ترا
کیون جسسے مین محروم رہا تو اور نہین مین اور نہین

سودائے محبت ہی جو بڑھا عریانئ تن سے کیون ہو حیا ۔۔۔ مین پہنے ہوئے ہون جامہ ترا تو اور نہین مین اور نہین
بتخانہ ہی کیا کعبہ کیسا کیا چیز ہی کفر اسلام ہی کیا ۔۔۔ بیہوش ہون پر ہی ہوش اتنا تو اور نہین مین اور نہین
ہجر آہ رہا ہستی مین صدا جب آیا عدم مین وصل ہوا ۔۔۔ اب حال مجھے ایدوست کھلا تو اور نہین مین اور نہین
ایدوست اُدھر ہی نور ترا اک عکس ادھر ہے تن ہی مرا ۔۔۔ آئینۂ وحدت دیکھ لیا تو اور نہین مین اور نہین

یہ رنگ فصاحت دیکھ لیا الفت کا تھین بھی ہا لیکا
ہے قول یہی ہر صوفی کا تو اور نہین مین اور نہین

اے صنم ایسی ہی عظمت تری بتخانون مین ۔۔۔ برہمن پڑھتے ہین کلمہ ترا بتخانون مین
قامت یار کے آزاد غلامون مین ہے سرو ۔۔۔ سنبل باغ ہے زلفونکے پریشانون مین
مسجدون مین تو نہین اتنی اذان کی آواز ۔۔۔ جسقدر شور ہے ناقوس کا بتخانون مین
روح عاشق کے تجسس مین تری ہی ایدوست ۔۔۔ دن کو ہے بلبلون مین رات کو پروانون مین
شب مہتاب مین ساقی سے کہا مستون نے ۔۔۔ آج مے دے ہمین بلور کے پیمانون مین
دل مین یاد اُسکی ہی اور گرد ہی ارمانکا ہجوم ۔۔۔ اک پری گھر گئی ہی سیکڑون دیوانون مین
دیکھا دی ہمسے حریصون کو اسی مین ساقی ۔۔۔ اک جو پیمانہ ہے رستا ہوا پیمانون مین
بعد میرے جو حسین زلفین بنانے بیٹھے ۔۔۔ بال سُلجھے نہ اُلجھتے ہی رہے شانون مین

عزت و وقعت و عظمت ہی فصاحت یتری
شاہزادون مین رئیسون مین سخندانون مین

لطف اگر یہ بت بیرحم ذرا کرتے ہین ۔۔۔ سر جھکائے ہوئے ہم شکر خدا کرتے ہین
یون مرے صبر کا اندازہ کیا کرتے ہین ۔۔۔ روز وہ اپنی جفاؤن کو گنا کرتے ہین
پہلو اغیار کی باتون مین شکایت کے ہین ۔۔۔ یون نہ وہ سمجھین جو سمجھین تو گلا کرتے ہین
وہ تو اس بات سے واقف نہین ہم ہین آگاہ ۔۔۔ غیر چھپ چھپ کے اُنھین دیکھ لیا کرتے ہین
داغ سودا دیا مجنونکو تو فرہاد کو زخم ۔۔۔ ہمکو کیا حضرت عشق آپ عطا کرتے ہین
رہگذر مین دل اُفتادہ کے تڑپانے کو ۔۔۔ شوخیان آپکے نقش کف پا کرتے ہین
ہائے کس ناز سے وہ لپٹے ہوئے روتے تھے ۔۔۔ اب مری قبر سے غیر اُن کو جدا کرتے ہین

وہ مری لاش پہ یہ پوچھتے ہین اورون سے — جنکو رونا نہین آتا ہو وہ کیا کرتے ہین
سامنے داور محشر کے مگر ہم سے دور — کچھ اشارون مین حسین عذر جفا کرتے ہین
یہ جمال آپکا دیکھا نہین جن لوگون نے — حسن یُوسف کا وہی ذکر سنا کرتے ہین

اے فصاحت وہ ہین بھولی ہوئی بیتین — ہم تو ہر وقت اُنھین یاد کیا کرتے ہین

ترے رخ سے ہمسر تھے جو گل چمن مین — وہ باندھے گئے اس خطا پر رسن مین
بیان کیا ہو انکے ثبوت دہن مین — ہماری زبان کو ہی لغزش سخن مین
سر شمع جب کٹ گیا انجمن مین — گرے جل کے صدہا پتنگے لگن مین
تری خوب تصویر مانی نے کھینچی — ہے آنکھون مین شوخی تبسم دہن مین
عنادل سے کچھ مُنھ پھلائے ہین غنچے — شگوفہ یہ کیا تمنے چھوڑا چمن مین
برا خواب دیکھا جو غربت مین ہم نے — یہ تعبیر دی خیریت ہو وطن مین
نسیم سحر آکے جانے نہ پائے — اگر لپٹے پھولون کی نکہت چمن مین
بنی چشم یعقوب مین پھر بصارت — بسی تھی جو یوسف کی بو پیرہن مین
لیاقت نہ ہو بات کرنے کی جس کو — وہ خاموش بیٹھا رہے انجمن مین
بہت آج غربت مین ہے دل فسردہ — کوئی میرا شاکی ہے میرے وطن مین
پس مرگ دیکھا عجائب وہ دھلکا — ملی شام مدفن جو صبح کفن مین
پڑے چشم نرگس نہ اُن انکھڑیون پر — گرے آڑ مہندی کی ٹٹی چمن مین
نہائین جو دریا مین ہم سوختہ تن — گہر آبلہ ہو صدف کے دہن مین
پس میر و سودا رہے ناسخ آتش — یہ دو حکمران تھے دیار سخن مین
ہے غربت مین اتنی ہی مُنھ پر اداسی — بحالی تھی جیسے یہ جتنی وطن مین
یہ فانوس مین شمع جلتی ہے گویا — مرا جسم سوزان نہین پیرہن مین
کہین گم شدہ دل نہ میرا ملے گا — اگر تیری زلف شکن در شکن مین
بھلا ہو ترا ساقیا پیکے دیکھی — نئی کیفیت ہے شراب کہن مین
مجھے کس کی صورت نظر آئی یارب — کہ حیرت سے تصویر ہون انجمن مین

ملی ظلمت گور مین وہ بھی آخر
سفر مین مرے ہم تور وسے اجّا

رہی کب سفیدی کفن کی کفن مین
لحد ایک فرضی بنا کر وطن مین

پڑھے عاشقانہ وہ شعراے فصاحت
پسند آ گئے سب کو بزم سخن مین

فرقت ساقی مین کیون لی آتش تر ہاتھ مین
یہ ہتھیلی کا پھپولا ہے کہ ساغر ہاتھ مین

آزمائش کو جو لون مین پارۂ زر ہاتھ مین
کیا عجب برگشتہ بختی سے ہو پتھر ہاتھ مین

قتل صدہا اک اشارہ سے ہوے ہر ہاتھ مین
اُنگلی انگشت شہادت ہی کہ خنجر ہاتھ مین

ہون وہ میکش دیکھتا ہون جب مین چشم مست سے
بادہ خوار و کھنچکے آ جاتا ہے ساغر ہاتھ مین

ہے جو یہ منظور اُنھین شہرت ستمگاری کی ہو
وہ لئے پھرتے ہین مجھ مقتول کا سر ہاتھ مین

قاتلو نمین ہی نزاکت کا جو دعوی آپ کو
تیغ ہلکی بیجیے اے بندہ پرور ہاتھ مین

گو کہ فرقت ہی مگر پھر بھی ہی کچھ لطف وصال
ہے تصور آنکھ مین تصویر دلبر ہاتھ مین

اُس کے دامن تک یہان تو دسترس ممکن نہین
لینگے قاتل کا گریبان روز محشر ہاتھ مین

جوشش سودا مین سو یابھی تو مجنون اسطرح
ایک پتھر سر کے نیچے ایک پتھر ہاتھ مین

اُس شہ خوبان کو نذر اسطرح دینا قاصدا
اپنا سر رکھنا مرے خط کے برابر ہاتھ مین

دل مرا آج اُسنے ہنس ہنس کر جلایا اسطرح
پھول لایا قبر دشمن کے مری گھر ہاتھ مین

دیکھا مہندی تو لگاتے پر نہ یہ دیکھا کبھی
خون عاشق کا حسین ملتے ہین کیونکر ہاتھ مین

وہ نہانے اُترے دریا مین تو پردہ کرنے آئے
مردم آبی لیے پانی کی چادر ہاتھ مین

قتل کر کے بعد ذلت اُسنے عزت دی مجھے
پاؤن سے ٹھکرا کے لاشہ لے لیا سر ہاتھ مین

آج تصویر اپنی کھنچوائی ہی یون اُس ترک نے
چشم غیض آلودہ بل ابرو پہ خنجر ہاتھ مین

گوری گوری تھی ہتھیلی کیون لگایا تمنے داغ
آبنوسی لے کے شانہ اے سمن بر ہاتھ مین

تو کرامت گر دکھا تو شیشہ اے پیر مغان
محتسب سے پھر نہ ٹوٹے ہو یہ پتھر ہاتھ مین

پھیر مین جنت کی کوثر تک تو آنا ہی محال
ہاتھ لینا میرا یا ساقی کوثر ہاتھ مین

اے فصاحت کربلا مین یہ ہوئی افراطِ شوق
ایک دامان شہادت تھا بہتر ہاتھ مین

اسیرون پر بس اتنا رحم یہ صیاد کرتے ہین
زیادہ جو پھڑکتا ہے اُسے آزاد کرتے ہین

اُدھر مشق ستم گر بانیٔ بیداد کرتے ہین
ادھر صبر و تحمل کا سبق ہم یاد کرتے ہین

وہ خواب ناز سے چونکے تو یون ارشاد کرتے ہین
یہ کیون عشاق آدھی رات کو فریاد کرتے ہین

حسینو تم کو خوش کرتا ہے جو تم رنج دیتے ہو
ہمین جو رنج دیتا ہے ہم اُسکو شاد کرتے ہین

وہ جانبازونکو اپنے گھاٹ پر تلوار کی لاکر
روانہ جانب شہر عدم آباد کرتے ہین

جوانی کا زمانہ بھی بہت اچھا زمانہ تھا
غضب ہے قدر پہلے کچھ نہ کی اب یاد کرتے ہین

فلک کو تو عبث بدنام کر رکھا ہی لوگون نے
جہانمین تم ستم کرتے ہو یا جلاد کرتے ہین

کلس مسواک کا ہی گنبد دستار زاہد پر
طبیعت دار جو ہین کچھ نہ کچھ ایجاد کرتے ہین

تعجب کیا جو بعد مرگ نکلے قبر سے عاشق
اگر آ کر کوئی کہدے وہ تجھکو یاد کرتے ہین

پھڑکتے ہین جو بسمل دیر تک تو موت کہتی ہے
یہ کیون برہم مزاج نازک جلاد کرتے ہین

وہ صحرا ڈھونڈھکر پیدا کیا ہی وحشیو ہم نے
جہان کانٹے بھی کار نشتر فصاد کرتے ہین

ستمگر ایک ہو گر مہربان تو دوسرا بگڑے
فلک رنج اُسکو دیتا ہے وہ جسکو شاد کرتے ہین

مرا تیر دعا باب اثر تک پھر پہونچتا ہے
کئی نالے نکلکر منھ سے جب امداد کرتے ہین

بتادے اے اجل تو ہی نہین یہ حال کچھ کھلتا
ہمارے بعد ہمکو دوست کیونکر یاد کرتے ہین

پھڑکتے ہین فصاحت ہم بسان طائر بسمل
بہار بوستان کربلا جب یاد کرتے ہین

مجھے جب ہمصفیران گلستان یاد کرتے ہین
تو رُخ حسرت سے سوے خانۂ صیاد کرتے ہین

قفس مین ہوتے ہین نالان نہ ہم فریاد کرتے ہین
فقط کچھ شکوۂ بیرحمیٔ صیاد کرتے ہین

یہ صیاد جہان بھی کیا ستم ایجاد کرتے ہین
اسیرون کے پرونکو نوچ کر آزاد کرتے ہین

خفا ہوتے ہین وہ عشاق جب فریاد کرتے ہین
کوئی اُن سے یہ پوچھے آپ کیون بیداد کرتے ہین

ہمین اخفاے راز عشق مین ایجاد کرتے ہین
کوئی سنتا نہین اب اس طرح فریاد کرتے ہین

جو سنگ آستان قصر شیرین ہمکو ہاتھ آئے
ابھی تیار لوح تربت فرہاد کرتے ہین

مزاج اُنکا کہین برہم نہ ہو ہم کسطرح پوچھین
وہ یون چپ بیٹھے ہین جیسے کسیکو یاد کرتے ہین

اسیرونکو کچھ ایسا اُنس ہی جو وقتِ آزادی
بحسرت دیر تک نظارۂ صیاد کرتے ہین

کلیسا و کنشت و دیر و کعبہ مین جہان دیکھا
طریقے ہین الگ پر سب تجھی کو یاد کرتے ہین

غنیمت عاشقو سمجھو لڑکپن ہی تو نادان ہین
ابھی واقف نہین وہ کس طرح بیداد کرتے ہین

قیامت ہے اُجاڑی ہین دلون کی بستیان جنے
کچھ ایسے بھی ہین ویرا نونکو جو آباد کرتے ہین

فصاحت کیا کہین اک انقلاب دہر ہی یہ بھی
تلامیذ آبروافزائیِ اُستاد کرتے ہین

چھوٹ اُنکے رخ کی ہے گلزار مین
نور چشم نرگس بیمار مین

اک حسین کی حسرت دیدار مین
دم رُکا ہے دیدۂ بیمار مین

قتل کر اُتنے ہی عاشق اپنے تو
جتنے جوہر ہین تری تلوار مین

دیکھتے ہین مُنھ عروسانِ چمن
آب جو ہے آئینہ گلزار مین

دیکھیئے یوسف پیمبر کو بھی حسن
لے ہی آیا مصر کے بازار مین

مضطرب دل کو جو پھیک آیا ہون مین
زلزلہ ہے کوچۂ دلدار مین

خواب سے اُٹھکر وہ قاتل صبح کو
دیکھتا ہے اپنا مُنھ تلوار مین

اور بازار ونمین جنس دل گران
پر ہے ارزان حُسن کی بازار مین

یون ہی اُسکی زلف کے حلقہ مین دل
جیسے چھالا ہو دہانِ مار مین

چُبھتے ہین تلوونمین میرے مثل خار
نقش پاے غیر کوے یار مین

ہان کہا اُسنے مرے وعدہ پہ یون
پہلوے انکار ہے اقرار مین

تھامتے ہین دل حسینان جہان
کیا اثر ہے داغ کے اشعار مین

ہم ہین غمگین اے فصاحت آجکل
کیا ہو فکر شعر اور افکار مین

دی ہے ساقی نے شراب اتنی سی میخانے مین
میرے چلو کے برابر نہین پیمانے مین لا

دوستو دیر جو ہے اُسکے یہان آنے مین
جلدی کیون کرتے ہو میت مری اُٹھوانے مین

سبزہ رنگ آیا کوئی پینے جو میخانے مین
بادۂ سرخ ہی بلور کے پیمانے مین

بُت یہ سونے کا جڑا لینگے برہمن ہشیار — بھیس بدلے ہوئے شیخ آتے ہین بتخانے مین
عاشقو نہین ہین اچھے ہین کہ مجرم ٹھہرے — نازک اس ہاتھ سے ہے لطف سزا پانے مین
قصۂ مجنون کا سنے کوئی تو نیند آتی ہے — برخلاف اسکے اثر ہے مرے افسانے مین
میکشی کے لیے آیا جو کوئی سیمین تن — نقرئی جام نکالے گئے میخانے مین
دخت رز کو نہین شوخی سے قرار ایک جگہ — خُم سے شیشہ مین گئی شیشہ سے پیمانے مین
پھول سے چہرہ پر اُنکے ہوئی عاشق بُلبل — گل نیا پھولا یہ گلشن کی ہوا کھانے مین
بیلین انگور کی چھائی ہوئی ہین سایہ ہے — دھوپ آتی نہین ساقی ترے میخانے مین
میرے پاس آ کے ابھی کہتے ہو گھر جاتے ہین — واہ اسطرح کا آنا ہے کوئی آنے مین
بلبلین کھنچ کے نشیمن سے چلی آتی ہین — کچھ کشش ایسی ہے صیاد تری دانے مین
شب ہجر آتے ہی ظلمت نے جو گھیرا اُسکو — چاندنی میلی ہوئی میرے سیہ خانے مین
شب کو مسجد سے نکلوا ے گئے ہین رندو — تسبیح کمبخت کو پڑ رہنے دو میخانے مین
گردن شیخ مین تو ڈال گے دُہرے زنار — برہمن کھینچے لیے جاتا ہے بتخانے مین
عمر آخر ہوئی اب جلد فصاحت چلیے — آنکھو دیر ہے کیون سوے نجف جانے مین

ناز بیجا ہے گیا عشق کا آزار کہان — اے مسیحا ہوئے اچھے ترے بیمار کہان
قدردان حسن خداداد کا اے یار کہان — ہین حسین تمسے بہت ہم سے خریدار کہان
کعبہ و دیر مین یا سوے کلیسا اے دوست — شوق مین جاے ترا طالب دیدار کہان
آکے پوچھے گا فرشتون سے وہ بت روز جزا — عرصۂ حشر مین ہین میرے گنہگار کہان
شعرا کیسے ہین نافہم کہ دیتے ہین مثال — کبک کی چال کہان آپکی رفتار کہان
کوچۂ یار بھی ہے مصر کا بازار بھی ہے — حسن کی جنس کو لین جا کے خریدار کہان
رحمت حق سے یہ پوچھین گے ملک حشر کے دن — خلد وہ ہے یہ سقر جائین گنہگار کہان
تربت غیر پہ زینت ہے نہ رونق یارو — دیکھو تو ہین گل نقش قدم یار کہان
کچھ بتا دو کہ مین دل تھامے ہوے آؤن وہان — اُٹھ کے پہلو سے مرے جاتے ہو اے یار کہان
لب تسنیم پہ ہو بخین کہ کنار کوثر — ساقیا حشر کو آئین ترے میخوار کہان

جاؤبھی تیر یہ کس طرح لگایا تم نے
رہ گیا دل مین کلیجہ سے ہوا پار کہان

آئے اُن انکھڑیونمین وصل کی شب گہری نیند
طالع ایسا ہے فصاحت مرا بیدار کہان

مستورے میرے ستانے کو رہا کرتے ہین
جاؤبھی کیا یہی ارباب وفا کرتے ہین

پھر کے کوچون مین خبر سب کی لیا کرتے ہین
بادشاہون سے نہو جو وہ گدا کرتے ہین

دیدبازونکو تو یان قتل کیا کرتے ہین
دیکھین وہ حشر کے انبوہ مین کیا کرتے ہین

رورہے ہین وہ جنازے سے مرے لپٹے ہوے
غیر کمبخت اُنھین ہنس ہنس کے جدا کرتے ہین

سجدہ گہ جان کے ہمکو رکھین عشاق جبین
یہ اشارہ ترے نقش کف پا کرتے ہین

بندے اور مصلحت مالک تقدیر مین دخل
جو مقدر مین نہین اسکی دعا کرتے ہین

کون کہتا ہے اِنھین پردہ نشین عالم مین
یہ حسین تو مری آنکھونمین پھرا کرتے ہین

نیکنامی بھی خدای مین ہے بدنامی بھی
نہ وفا کرتے ہین یہ بُت نہ جفا کرتے ہین

زندگی مین تو حسین دل سے بھلائے ہوے تھے
مرگئے اب تو ہمین یاد کیا کرتے ہین

ہے یہ منظور اُنھین عاشق سہے دم لیکر
ظلم تھم تھم کے تو رہ رہ کے جفا کرتے ہین

پی کے مے گرتے ہین مستی مین خم بادہ پر
اچھی ہم چال دم لغزش پا کرتے ہین

کس کی جرأت یہ کہے اس ستم ایجاد سے کون
قبر و نکو روندتے ہین آپ برا کرتے ہین

دارفانی مین غم انجام جو ہے شادی کا
توجلاجل کف افسوس ملا کرتے ہین

محفل شعر مین جاتے ہین فصاحت جب ہم
دل سے توصیف و ثنائے شعرا کرتے ہین

جاکے ذرہ خاک عاشق کا مکان یار مین
مردمک بنتا ہے چشم روزن دیوار مین

باغبان نے کس کی آمد سنتے ہی گلزار مین
طرۂ سنبل لگایا لالہ کی دستار مین

میکشون کو دھوپ کی ایذا نہین گلزار مین
کرتے ہین آرام دن کو سایہ اشجار مین

دونون ہین معدوم دکھلائی نہین دیتا کوئی
کچھ نہین فرق اس کمر اور میرے جسم زار مین

ہوجو عاشق حسن پر دل سے وہی برباد ہو
ہے بڑا اندھیر اے عشق آپکی سرکار مین

ہین کہان دربان نگہبان پڑے تھکے جلدی کر دین
آرہی ہے کعبہ کی وہ بھیڑ کوے یار مین

دشت مین جاتا جو میرے پاؤنکے چھالے کا خون
مجنون برسون رہی لذت زبان خار مین

میکدے مین آئے گا کون آج رند دیوقار
مے جو ساقی نے بھری ہے جام مینا کار مین

دخت رز کی عقد کو پیر مغان سے خود کہے
ساقیا اتنی جسارت ہے کسی میخوار مین

اے فصاحت یہ دعا حق سے ہی جب ہو وقت نزع
دم مرا نکلے ولائے حیدر کرّار مین

ہم یہ مستورہ رہتا ہے دربان و نگہبان مین
نہ حجّاج آئین کعبہ سے پلٹ کر کوے جانان مین

ہمین افتادہ اک مدت سے ہین کیا کوے جانان مین
پڑا ہے بے ستون پر کوہکن مجنون بیابان مین

خلل آئے نہ وقت صبح خواب ناز جانان مین
نسیم آتی ہے تو آئے بے پاؤن گلستان مین

مجھ ایسے عاشق آئین بہ اضطراب کوے جانان مین
پڑی ہے خاک اُڑ اُڑ کر مری چشم نگہبان مین

خجل ہے ہمسری کر کے تمھارے ناخن پا سے
ہلال آسمان سر اپنا ڈالے ہے گریبان مین

ہوا ہے دفن شاید اسمین کوئی مضطرب عاشق
یہ کیون اک زلزلہ سا ہے زمین کوے جانان مین

بگولے بہر تعظیم اُٹھے لینے کو بڑھے وحشی
وہ دیوانہ ہون جب مین نے قدم رکھا بیابان مین

لگا یا ایک جھٹکا ایسا دست جنون تو نے
نہین ثابت کوئی تار آستین دامن گریبان مین

درخشانی یہ اپنی کیون ہے اے مہر فلک نازان
تجھ ایسے ہین بہت ذرّے زمین کوے جانان مین

جہان چاہے چلے لیلی اُتر کر اپنی محمل سے
کہ نازک پھول سے کانٹے ہین مجنونکے بیابان مین

یہی حسرت فصاحت اور یہی اپنی تمنا ہے
بنے تربت ہماری روضۂ شاہ شہیدان مین

کیا یہ بھی راز ہے کہ نہان ہے عیان نہین
پھر کس کی ہین وہ جان اگر میری جان نہین

قتل اُسنے وان کیا مجھے کوئی جہان نہین
شاہد نہین زمین گواہ آسمان نہین

اشکونکے ساتھ آہ کا میرے دھوان نہین
ہے کاروان یہ گرد رہ کاروان نہین

پھول اسمین مجتمع ہوے ہین رنگ رنگ کے
گلدستہ ہے یہ محفل اہل زبان نہین

بالکل اس آہ شعلہ فشان نے جلا دیا
اب ہے فقط دھوان ہی دھوان آسمان نہین

کوچہ مین اسکی جمع ہین سب عاشقان پیر
کیا خوب ہے بہشت یہ کوئی جوان نہین

ہوش اتنا مجکو بیخودی عشق مین نہین
دل مین جگر مین درد کہان ہی کہان نہین

کیا جانین وہ نرالی جفائین نئے ستم
کیونکر کہون کہ اُنکا شریک آسمان نہین

بُلبُل سے کیا چٹک کے کرے گفتگو بھلا
غنچہ کے تو دہن ہی دہن ہی زبان نہین

کعبہ سے پھر کے آئے ہین کوچہ مین تیرے جو
کہتے ہین جیسی بھیڑ یہان ہی وہان نہین

ساقی ضرور گھور ینگے بنت العنب کو ہم
یا بندہی اجازت پیر مغان نہین

عاشق کے دلمین دیر و حرم مین کنشت مین
اے دوست ہر مقام مین ہے تو کہان نہین

میرے تڑپنے سے تو زمین کو ہے زلزلہ
نالون نے کیا کیا خبر آسمان نہین

لو وقت قتل خون نے مرے تر بتر کیا
ابتو تمھاری تیغ کی سوکھی زبان نہین

ہٹ جا چمن سے بُلبُل و گل مین وصال ہی
اتنا لحاظ بھی تجھے اے باغبان نہین

منصور کو اِسی نے چڑھایا ہے دار پر
کیونکر کہون کہ دوست ہی دشمن زبان نہین

لی ہے جو تیغ میان سے یہ بھی تو دیکھ لو
ہی کون اور کون دم امتحان نہین

یہ طالب وصال وہ دیتے ہین گالیان
قابو مین میرے دل ترے بس مین زبان نہین

لو مفلسی نے رنگ طبیعت بدل دیا
مین ہون جوان تو کہا ہون مرا دل جوان نہین

اٹھکر ہماری وادی دحشت سے گردباد
کیا مثل تاج زیب سر آسمان نہین

پھر کیا یہ کوے یار مین پھیلا ہے رہرو و
ہانا یہ مین نے آہ کا میری دھوان نہین

کعبہ مین بتکدے مین کلیسا مین طور پر
ہر جا ہین تیرے دید کے طالب کہان نہین

اسپر بھی آفت آتی مرے اضطراب سے
اچھا تو ہی زمین کا شریک آسمان نہین

اک قول آپ کا کہ گھڑی بھر مین کچھ کا کچھ
جو بات کہکے پلٹے وہ میری زبان نہین

توڑا ہمارا شیشۂ دل پہلے آپ نے
جوڑا پھر اسطرح کہ کہین پر نشان نہین

مُردے کو ٹھوکرون سے خدا نے بچا لیا
اچھا ہی میری لاش پہ وہ بدگمان نہین

کیا بٹیان بھلا سر فرہاد پر ہند صین
مجنون کے دامنون کی بہم دھجیان نہین

محفوظ یہ تزول بلا سے نہ کیون رہے
میری زمین شعر پہ تو آسمان نہین

اس شاعری مین نام ہوا آبرو بڑھی
محنت فصاحت آگئی تو رائیگان نہین

مضطرب سب ہین فقط بیتاب ہین بیدل نہین
کون ہی وہ کوچۂ قاتل مین جو بسمل نہین

خوبرویان جہان پر ہین ذرہ مائل نہین
آئی پیری وہ طبیعت اب نہین وہ دل نہین

جان نثارون مین کوئی گھائل کوئی بسمل نہین
آج ہنگامہ میان کوچۂ قاتل نہین

اے نگاہ شوق بڑھ پہلے پہل اُس کی طرف
کوئی پردہ یا حجاب و شرم کچھ حائل نہین

غیر کا دل پھیرتے ہین وہ مرے دل کے عوض
اب یہ کون اُنسے کہے لین کیا ہمارا دل نہین

خوف عادل سے کسی گوشہ مین شاید ہے نہان
سب ستمگر حشر مین تو ہین یہ وہ قاتل نہین

گر نظر آتا نہ سایہ تجکو تو ہوتا مقر
اس بت کافر کی یکتائی کا مین قائل نہین

ابر بھی اُٹھا ہوا ہے سر دمیکش بھی ہین جمع
جوئے مے ساقی روان پھر کیون لب ساحل نہین

مُنھ سے گرم آہین نہ کیون نکلین فراق یار مین
ایک انگارا سا ہے پہلو مین میرے دل نہین

آسرا ٹوٹا مرا اُسنے بگڑ کر جب کہا
دل ہین اور ونکے ہمارے پاس تیرا دل نہین

شوق نے بڑھ کر کہا مجھ سے کہ بوسے بھی لو
دل یہ کہتا ہے ابھی وہ نیند مین غافل نہین

نجد مین کہتی تھی یون لیلے مزار قیس پر
اب یہ اس تربت کا گنبد ہے مری محمل نہین

آج بوسہ مانگتے ہین اُنسے پر ملتا نہین
کل وہ خود پوچھین گے دین کسکو کوئی سائل نہین

بائین پہلو مین جو بیٹھا آکے وہ آرام جان
اب جگر بیتاب ہی سینہ مین مضطر دل نہین

قتل ہونے سے ملی تجکو حیات جاودان
سچ کہون مین وہ مسیحا ہے مرا قاتل نہین

جو کہ ہین غم دوست اور ایذا پسند انکا ہی قول
جلد جو آسان ہو وہ مشکل کوئی مشکل نہین

خیر اپنے دست نازک سے نہ مسلا آپنے
کیا مرا دل ہاے پامالی کے بھی قابل نہین

دیکھکر عشاق اسکے چہرۂ شفاف کو
ہین سبھی ششدر فقط آئینۂ محفل نہین

اپنے مُنھ سے جو کرے اور ونمین اظہار کمال
اے فصاحت سچ کہین ناقص ہے وہ کامل نہین

ردیف واو

نہ کر میخانہ مین تو نا امیدوارون کو
پلا تلچھٹ ہی ساقی ہم سے مفلس بادہ خوارونکو

نہ گورستان مین ٹھکرا کر ہلاؤ تم مزارونکو
بڑی تکلیف ہوگی مرمٹون مین دلفگارونکو

غم و ماتم نے اپنے طول کھینچا ہی کچھ اس درجہ
وہ کوسا کرتے ہین اب تو ہمارے سوگوارون کو

لئے جاتا ہی اُس پردہ نشین کے آستانہ تک
ہجوم آرزو گھیرے ہوے اُمیدوارون کو

اجل کے تھامے یہ شاید تھمین ورنہ نہین ممکن
زمانہ بھر اگر تھامے تمھارے بیقرارون کو

صدا یہ مغبچونکو قلقل مینا سے آتی ہے
چھکا دو بادہ خوارونکو چھکا دو بادہ خوارون کو

کوئی ہو قصر مین غرفہ کہ روزن لطف اِسی مین ہی
کہین سے دیکھتے رہئے ذرا اُمیدوارون کو

ہنسی آتی ہی جو ہی دیکھتا گور غریبان مین
یہ کس انداز سے پامال کرتے ہو مزارون کو

فراق یار مین کیا دل مرا بہلاتے رہتے ہین
فصاحت آفرین شاباش میرے غمگسارون کو

گلا نہ کاٹو اگر زہر کھا کے مر جاؤ
کسی طرح سہی اُلفت مین نام کر جاؤ

عدم کے رہرؤ جلدی نہ اسقدر جاؤ
ذرہ ہمین بھی تو آ لینے دو ٹھہر جاؤ

ہے دیر و کعبہ سے کیا عاشقو غرض تمکو
کسیکے در پہ چلو کیون ادھر اُدھر جاؤ

دل و جگر مین اُٹھے عاشقو جو درد کی ہوک
کسی کا نام نہ لو ہاے کہہ کے مر جاؤ

تڑپتے دل مرا تم راہ مین جہان دیکھو
قدم نہ آگے بڑھاؤ وہین ٹھہر جاؤ

فلک پہ دیکھو سر شام بدر نکلا ہے
نقاب اُلٹ کے ذرا تم بھی بام پر جاؤ

سکھاتی ہے دل عشاق لے کے شوخی آنکھین
کہ آنکھین چار کرو اور پھیر نظر جاؤ

نکالکر مجھے اپنے مکان سے بولا وہ بت
شکایتین مری کرنے خدا کے گھر جاؤ

ہے اتنی فکر وہان جانے مین فصاحت کیون
کسی طرح کا نہ دیکھو اگر ضرر جاؤ

وان قتل تم کرو مجھے کوئی جہان نہ ہو
شاہد نہ ہو زمین گواہ آسمان نہ ہو

باتین مجھے سنئی ہین اسنے لگا کے وار
خنجر کے وار مین کہین زخم زبان نہ ہو

اے عندلیب لطف ہی کیا اتحاد کا
جبتک دہان غنچہ مین تیری زبان نہ ہو

شق ہو نہ جائے یہ بھی مرے اضطراب سے
اس حال مین زمین کا شریک آسمان نہ ہو

قبلہ سے روے بیت عاشق کو پھیر دو
وہ بت جو آے دیکھنے کو بدگمان نہ ہو

دو چار پھول مل کے چھپا لین جو باغ مین
معلوم باغبان کو مرا آشیان نہ ہو

سوز وگداز عشق کا اسوقت ہون مقر
جب میرے تن مین نام کو بھی استخوان نہ ہو

ہمکو نظر جو آتا ہے یہ گیسوے سیاہ
صاحب تمھاری کان کی نوکا ڈھولن نہ ہو

روز حساب دیکھئے مجرم نہ ٹھہرین ہم
جیسے نگاہ غیظ یہان ہے وہان نہ ہو

پہلو سے جس کے دل کو چرا کر اُٹھین حضور
اچھی یہ برہمی ہے وہی بدگمان نہ ہو

ہان شاعری کا شوق فصاحت رہی ضرور
محنت تمام عمر کی ہے رائیگان نہ ہو

برہم چمن مین بلبلون سے باغبان نہ ہو
تو ہی بتا کہان ہو نشیمن کہان نہ ہو

یہ چرخ چہارمین یہ یہ کہکر گئے مسیح
ہم کیا رہین جو قدرت آسمان نہ ہو

چلتا ہون بزم غیر مین ساتھ آپکے مگر
یہ کم توجہی جو یہان ہے وہان نہ ہو

خلوت مین آپ روز بلاتے ہین غیر کو
بندہ کوئی ملک نہین جو بدگمان نہ ہو

اے دوست کھل کے اچھی طرح مجھکو آزما
پردے مین دشمنون کے مرا امتحان نہ ہو

بلبل جو باندھے تار رگ گل سے باغ مین
جبتک چھٹے نہ شاخ جدا آشیان نہ ہو

اُلٹے طبق زمین کا مرے اضطراب سے
اُسکو اگر دبائے ہوئے آسمان نہ ہو

دو قبرین اس گلی مین مرے دل جگر کی ہین
روشن چراغ داغ کہان ہو کہان نہ ہو

ادنیٰ عروج سے کبھی اعلیٰ نہ ہو سکے
ہو بھی اگر بلند زمین آسمان نہ ہو

اس در پہ ہم پڑے جو فصاحت تو بولے وہ
سمجھا ہو نہین جیسے یہ وہی ناتوان نہ ہو

چاہیئے ہی دیکھنا مجھ عاشق مجبور کو
تھا مگر دل ناز و انداز بت مغرور کو

فائدہ بخشا نہ لے جراح مجھ محرور کو
زخم سوزان نے جلایا مرہم کافور کو

روشنی گلشن مین اے نرگس اگر منظور ہی
اُنکے قدمون سے مل اپنے دیدۂ بےنور کو

عکس خط سبز ساقی نے بوقت میکشی
کردیا جام زمرد سا غنر بلور کو

دن کو جب رنگ صبح یار سے ہمسر ہوا
شمع بنوا کر جلایا رات بھر کافور کو

آپ کی محفل جو ہے رشک پرستان وبہشت
ساتھ پریون کے ہر آنے کی تمنا حور کو

گھٹ گئی غیرونکی بینائی چشم اچھا ہوا
اور دیکھین غور سے اُس چہرۂ پرنور کو

گر اکٹّھا اک جگہ کرلے تو ہون دو مہر و ماہ
آسمان پھیلے ہوے اُن عارضونکے نور کو

دوستو دل مضطرب ہے کیا کرین کیونکر ملے
دیکھا جھرمٹ مین پریزادونکے آج اک حور کو

اور گیارہ نور پیدا کر دیے اللہ نے
آسمان پر نور سے تزویج کر کے نور کو

آسمان کفنانے مجھ گریان کے لاشے کو جھکا
ابر کے دامن مین رکھکر صبح کے کافور کو

نزع مین آنکھین پھرائین مین نے تو بولا وہ شوخ
غور سے دیکھو مجھے پھر دیکھ لینا حور کو

بام پر انکا تبسم ہم نے دیکھا جس طرح
حضرت موسیٰ نے یون دیکھا نہ برق طور کو

جب در جنت پہ پہونچونگا تو کوثر کے قریب
حورین ہاتھون ہاتھ لے جائینگی مجھ مخمور کو

فرقت ساقی مین سوے باغ جب جاتے ہین مست
دل بھر آتا ہے ٹپکتے دیکھکر انگور کو

دن کو بام یار پر پہونچونگا یہ تعبیر ہے
شب کو مین نے خواب مین دیکھا ہی کوہ طور کو

نکلین گھٹ کر فصاحت دل سے کیونکر حسرتین
بند کر دیتے ہین لخت دل رہ ناسور کو

پس مرگ اے پری رو اور دیوانونمین عزت ہو
سرہانے قبر مجنون کے جو مجھ وحشی کی تربت ہو

سخنور کو بہم بعد فنا خلوت مین خلوت ہو
اگر گور غریبان کے کسی گوشہ مین تربت ہو

عداوت آپ کی وہ اچھی جسمین بوے الفت ہو
بُرا وہ شکر میرا جسمین پہلوے شکایت ہو

محبت مین کوئی اور آرزو دل کی بدولت ہو
وہی میری تمنا کیون ہو جو دشمن کی حسرت ہو

مناسب ہی نہین اُنکا گلا گر پاس اُلفت ہو
جو ہو بھی تو فلک کے پردے مین اُنکی شکایت ہو

اندھیری رات مین اغیار آکر ٹھوکرین کھائین
زمین کوے جانان سے کچھ اونچی میری تربت ہو

کبھی تنہا ملین تو گلے ملکر یہ ہم پوچھین
بہت سے عاشقونکے دل ہین تم کس دل کی حسرت ہو

ہمارے پاس آگر رنگ بدلے عشق جو چاہے
جگر مین داغ ہو دوران سر مین دلمین حسرت ہو

خصوصیت نہین اس امر مین کچھ قبر عاشق کی
انھین تو پائمالی سے غرض ہی جسکی تربت ہو

تمھین لائین نہ کیون اصرار کرکے لوگ محفل مین
اگر تم رونق بزم سخندان اے فصاحت ہو

ہر ایک کے ستم سے لب پر نہ کیون فغان ہو
ظالم بڑے ہین دونون وہ ہون کہ آسمان ہو

اے رشک حور تیری تعریف کیا بیان ہو
کوچہ ہے تیرا جنت پیر آئے نوجوان ہو

سچ ہے بلند میری آہو نکا گرد ھوان ہو
یون پھیل پھیل کر ہو قائم کہ آسمان ہو

کیون اُنکے پائمالون کی خاک رائیگان ہو
ہو کر بلند چکرّ کھائے تو آسمان ہو

غیرون کی چشم و ابرو اُسوقت دیکھنا ہین
ہمکو بھی تم بلانا جب اُنکا امتحان ہو

آغوش چشم سے تو دامن مین آ کے مچلا
یہ طفل اشک آفت ڈہائے اگر جوان ہو

منظور وان ہے ملنا تو کچھ پتا بتاؤ
مین بھی وہین پہ آؤن تم حشر مین جہان ہو

مین روز حشر جنت مین جاؤن کیا سمجھ کر
وان بھی مرے ستانے کو شاید آسمان ہو

سب جان نثار مقتل مین کیون طلب ہوئے ہین
اسکو بلاؤ جسکا منظور امتحان ہو

عشاق پیر سے ہے اللہ یہ تکبر
دنیا مین اک نرالے شاید تمھین جوان ہو

کیا کہنا تم یہ اچھی بات اپنے دلمین سوچے
ظلم و ستم کرین ہم بدنام آسمان ہو

وہ صبر مین تو عاشق کو آزما رہے ہین
بیدردیون مین اے عشق اُنکا بھی امتحان ہو

تلوار اتنی جلدی کیون میان سے نکالو
رہ رہ کے تیغ کھینچو تھم تھم کے امتحان ہو

غارتگر اپنی آنکھون سے وہ یہ کہہ رہے ہین
ویران کردو اُسکو آباد جو مکان ہو

ناطاقتی ہو رعشہ ہو ضعف ہو الٰہی
سب کچھ قبول لیکن پیری مین دل جوان ہو

باہم نباہ مشکل پر ہے مزہ اسی مین
شیرین زبان ہو عاشق معشوق بدزبان ہو

بیت الحزن ہمارا جیسا ہے اے فصاحت
شاید مہیب و تاریک ایسا کوئی مکان ہو

گذری تیری جان پر کیا مدعی سے پوچھ لو
دل لیا جسکا زبردستی اُسی سے پوچھ لو

چپکے چپکے دل دکھانا گر تمھین آتا نہین
نازنینان ستمگر مین کسی سے پوچھ لو

راز دل کا پوچھنا کیون وقت رخصت پر رکھو
جب نہ شاید ہوش مین ہم ہون ابھی سے پوچھ لو

غیر کے لب پر دم فریاد آیا کس کا نام
مجھ سے کیون دریافت کرتے ہو اُسی سے پوچھ لو

یون بتائے کون میری قبر تم تو ہو عدو
آنسو اپنی آنکھ مین بھر کر کسی سے پوچھ لو

بعد مرنے کے کفن بھی مجھ کو دے گا یا نہین
زیور آہن پنھاؤ مجھ سے دیوانے کو پھر
وقت مینوشی نہ پوچھو مجھ سے راز قلب غیر
میکدہ کو دیکھتے کیون نکلے چشم شوق سے
نزع مین آنکھین پھرائے گا کوئی کس کی طرف
پوچھنا حال دل عاشق نہین دشوار کچھ

ہمدمو للہ یہ چرخ دنی سے پوچھ لو
پہلے حدادو تم اس زنک پری سے پوچھ لو
نشہ مین وہ خود ہی کہدیگا اُسی سے پوچھ لو
میکشو وہ جارہے ہین شیخ جی سے پوچھ لو
وقت پر موقوف کیون رکھو ابھی سے پوچھ لو
ہان گلے مین ڈالکر باہین ہنسی سے پوچھ لو

ہان فصاحت کے عقیدہ کو فرشتو قبر مین
جلوہ فرما ہین مرے مولا علی سے پوچھ لو

بے رخی کو ہمدمو اُس نازنین سے پوچھ لو
صبر یہ کرلین تو تم اُنپر بلا نازل کرو
مجھ مین کب طاقت بیان کرنیکی ہی چارہ گرو
عاشقو جور بتان کی کیون کرو فریاد ابھی
قیس کو لیجانا پھر تم وحشیو ناقہ کے پاس
صاف کہدین کس کو اُلفت ہی تمھاری کسقدر
دل سے شیدا اپنا سمجھے ہین وہ کس کو عاشقو

دل پہ کیا گذری یہ مجھ اندوگین سے پوچھ لو
آسمان والو ذرا اہل زمین سے پوچھ لو
حال جو میرا ہی میرے ہمنشین سے پوچھ لو
کچھ ملے گی داد یہ حسن آفرین سے پوچھ لو
پہلے جا کر لیلیٰ محمل نشین سے پوچھ لو
بات یہ غیرون سے کیون پوچھو ہمین سے پوچھ لو
حسن کے اُنکی قسم دیکر اُنھین سے پوچھ لو

حسب فرمائش جناب نواب مرزا محمد جعفر علی خانصاحب اعلی اللہ مقامہ

جو فصاحت پر حسینو ظلم کرتا ہون تمھین
یہ بتائے گا تمھین چرخ برین سے پوچھ لو

حقیقت کچھ نہ سمجھے جو تری اسکا برا کیون ہو
مناسب جو نہو وہ اختلاط اے دلربا کیون ہو
کرین فریاد ادھر ہم کیون اودھر عذر جفا کیون ہو
ہم ایسے صبر کرنیوالے جتنے ہین وہ مر جائین
مرے سر کی قسم جھوٹی اُنھون نے جسمین کھائی ہو
پری پیکر ہو تم مشہور عالم کے حسینو مین

معاذ اللہ اے بت تیرے کہنے مین خدا کیون ہو
ادا ہو نازمین تو خیر شوخی مین حیا کیون ہو
قیامت مین ہمارا اور اُسکا سامنا کیون ہو
تو پھر تم مین فلک مین اسقدر بحث جفا کیون ہو
بھلا وہ اُنکا وعدہ میرے دشمن سے وفا کیون ہو
جو دیوانہ کوئی پلٹے تو بگڑو کیون خفا کیون ہو

ترٹپنے مین مرے ہی سیر مرجانے مین کیا ہوگی
گلا میرا جو تھوڑا سا کٹا ہے کند خنجر سے
بڑھائے گر نہ حسن و عشق ہمت اور جسارت کو
ستم بھی کرتے ہین وہ اور یہ بھی کہتے جاتے ہین
رہین دونون بہم گر ہے خطر کوئے محبت مین
جو تصویر اُسکی اُسکے سامنے دل سے لگالی ہے
کیا کار نمایان کونسا اے حضرت مجنون
ادائین اور معشوقون کی بھی چھریان ہین خنجر ہین
جلین عشاق کیون اے شمع عریان مثل پروانہ
مثال سائل اُسکے در پہ ہم آواز دین لیکن
لگایا تازیانہ رعد نے برق جہندہ کا
میان فصل گل باد صبا کے ساتھ نکہت کو
نکالین عاشق اپنے مُنھ سے کیون اسطرح کے فقرے
دماغ اُسکا نہ پُر ہو گر ہوا ے اوج و نخوت سے
کبھی یہ بھی نہ پوچھا اُسنے بیمارانِ الفت سے
وہ مجھ سے کہہ رہے ہین تو ہے کیون بے صبر اس درجہ

جو ہو تو دلستان ہو جانستان اُنکی ادا کیون ہو
ندامت چاہیئے قاتل کو شرمندۂ قضا کیون ہو
مین پابند وفا کیون ہون وہ سرگرم جفا کیون ہو
ترے لب پر ہو مُہر خامشی میرا گلا کیون ہو
کلیجہ میرے دل سے دل کلیجے سے جدا کیون ہو
وہ اِس بے اختیاری بات پر اتنا خفا کیون ہو
تمھین عشاق مین سر خیلِ اربابِ وفا کیون ہو
زمانہ بھر مین اک بدنام تیری ہی ادا کیون ہو
تری مانند معشوقون مین کوئی بے حیا کیون ہو
دہل جائے وہ کمین جسکو سنکر وہ صدا کیون ہو
کسی بکھرے ہوئے گیسو سے ہمسری گھٹا کیون ہو
جو خوف آوارگی کا ہی تو غنچہ سے جدا کیون ہو
جو اُنکی شان کے لائق نہ ہون اُنکو گلا کیون ہو
ہما کا پر سر دہیم فرق بادشا کیون ہو
مرض مین حال کیسا ہی تمھارا بے دوا کیون ہو
بگڑ جائین جو مین پوچھون تم اتنے بے وفا کیون ہو

فصاحت قدردانی حضرتِ سالم جو فرمائین
ہمین شغل اور کوئی شعر کہنے کے سوا کیون ہو

فقیری مین مجھے یہ بھی میسر اے خدا کیون ہو
گذر کیون شرم کا بے اذن ہو دخلِ حیا کیون ہو
وہ مسجود خلائق بعد مرگ اے دلربا کیون ہو
کسی سے کیون چھپے پردہ نشین وہ مہ لقا کیون ہو
لڑکپن ہی مین تم آمادۂ جور و جفا کیون ہو
یہین جھگڑا چکالو کیون اُٹھا رکھو قیامت پر

فقط جھاڑی زمین پر پڑ رہون مین بوریا کیون ہو
کوئی اور اُنکی خلوت گاہ مین میرے سوا کیون ہو
مرے دشمن کی تربت پر تمھارا نقش پا کیون ہو
اُبھارے حُسن ہی اُسکو تو پابند حیا کیون ہو
اگر ضد ہے یہی تو پھر مجھی سے ابتدا کیون ہو
ہتو میرا تمھارا فیصلہ پیش خدا کیون ہو

نثارے کرتی رہتی ہین وہ آنکھین دیدبازونسے
بھری شوخی ہی شوخی جنمین ہو اُنمین حیا کیون ہو

ستم ایجاد کیجیے کوئی تو کچھ فوق ہو اُس پر
عدو پر آپنے جو کی وہی مجھ پر جفا کیون ہو

نمک بھی میرے زخمونپر چھڑکتا جاے رہ رہ کر
یہی ہین قاتل جو تڑپاے تڑپنے کا مزا کیون ہو

اسی کے گھر کی جانب جبتلک رخ کو نہ مین پھیرون
سکون دل کو بھی مثل طائر قبلہ نما کیون ہو

مرقع مین جو ہین باہین تمھاری میری گردن مین
مصور یہ ہو برہم میری جان مجھسے خفا کیون ہو

دم رخصت یہ مطلب اُنکی باتون سے نکل آیا
لگاؤ آس تم کیون پھر مرا وعدہ وفا کیون ہو

جگر مین تیرے ڈالا جائیگا ناسور اے گوہر
زبان موج یہ کہدے تو دریا سے جدا کیون ہو

لکیرین دام اگر ہون آپکے دست نگارین کی
رہے قیدی بریدہ ہاتھ سے رنگ حنا کیون ہو

جو عاشق مرتبہ دان ہین زمین کوے جانان کے
ادب سے سر کے بل جائین تو کوئی نقش پا کیون ہو

ھَنِیئاً کی سنین آواز میکش اپنے کانون سے
مری مٹی سے جو ساغر بنے وہ بے صدا کیون ہو

خلاف طبع شاید کی کسی عاشق نے گستاخی
یہ کیا تم آج چپ چپ صبح سے اے دلربا کیون ہو

نچھاور سیم و زر کرتے ہین اُنپر غیر بھی ہم بھی
نہو گر بخت بیچارے فقیرون کا بھلا کیون ہو

مٹا ہی دینگے آتے جاتے والے کوے جانان مین
مجھ ایسا زار افتادہ مثال نقش پا کیون ہو

چراغ شام یا گل دونونکا ہنسنا نہین اچھا
کوئی خندان ہماری قبر پر اُنکے سوا کیون ہو

دل افسردہ مجھ ایسا ہو گلستانین جہان مدفون
وہان کی پھول کیون شاداب ہون سبزہ ہرا کیون ہو

وہ آئین یا نہ آئین وقت پر یہ آ ہی جائیگی
سماجت سے مری تبدیل آئین قضا کیون ہو

کرشمہ غمزہ ناز انداز شوخی سب کچھ اُنمین ہو
مگر عشاق کی دل کھینچنے والی ادا کیون ہو

کسی بانکی ادا نے اے فصاحت مجکو مارا ہی
بہانا کوئی اور اسکے سوا پھر قضا کیون ہو

عاشقو اُنکا سمجھ بوجھ کے جلوا دیکھو
غش نہ آجاے کہین صورت موسیٰ دیکھو

سہم جاؤ گے نہ تم زخم جگر کا دیکھو
گر نہین میرا کہا مانتے اچھا دیکھو

ہاے اسطرح مرے دلکو جلایا دیکھو
تمنے کچھ بھی نہ کیا غیر سے بڑا دیکھو

ہر گھڑی صنع سکندر کو نہ اصلا دیکھو
صاف آئنہ ہے اس سے مری دلکا دیکھو

تو سہی حسن پر اپنے ابھی عاشق ہو جاؤ
آئنہ لے کے تو اپنا رخ زیبا دیکھو

کل تلک عشق کا دم بھرتے تھے اغیار بہت
آج کوئی نہ سر معرکہ آیا دیکھو

سیکڑون روز یونہین مرتے ہین تم پر صاحب
لو ادھر آؤ جنازہ نہ کسیکا دیکھو

ایسی اٹکھیلیون کی چال نہ چلنا تھی تمھین
سارے عالم مین قیامت ہوئی برپا دیکھو

مجھ کو محفل سے زبردستی اٹھا دینے کا
پھر کیا تمنے رقیبون سے اشارا دیکھو

مین جو نالان ہون تو وہ غیض سے فرماتے ہین
تم زمانے مین مجھے کرتے ہو رسوا دیکھو

وحشیو ماتم مجنون کی جہان مین ابتک
صف بچھے ہوے ہے جادۂ صحرا دیکھو

مین جو آیا ہون تو غیرونکو بلاتے ہو کیون
کچھ نہ کچھ بزم مین ہو جائے گا جھگڑا دیکھو

جھانکو غرفہ سے نہ تم وہم مجھے آتا ہے
آؤ بھی کیون مرے دشمن کا جنازہ دیکھو

دل پڑا ہے مرا اُس کوچہ مین تو راہرو
شوخیان کرتا ہے وہ نقش کف پا دیکھو

عاشق آیا ہے پئے دفن جو مجھ سا یارو
تو لحد کھولے ہے آغوش تمنا دیکھو

حشر کو مجھسے فصاحت یہ کہے گا رضوان
لائی ہے خلد مین حیدر کی تولا دیکھو

بد کہنے کا لطف واعظا ہو
رندون سے کبھی جو سامنا ہو

جو کوئی صنم عدو ترا ہو
پامال مثال نقش پا ہو

دل اسکو دیا ہے اسکو ہم نے
یا اس مین برا ہو یا بھلا ہو

یا وصل ہو یا کہ موت آئے
جلدی سے کہین یہ فیصلا ہو

معلوم ہو لطف گفتگو کا
موسیٰ کا جو اُس سے سامنا ہو

تربت پہ مری نہ لات مارو
اُس کو نہ دباؤ جو دبا ہو

رہتا ہے خیال اے فصاحت
مضمون وہ بندھے کہ جو نیا ہو

عاصی ہون پر مرا خدا مہربان ہو
لکن جو مثل حضرت موسیٰ زبان ہو

دشمن ہزارون اُسکے ہون آفت مین جان ہو
دو دن جو تم کسی پہ ذرا مہربان ہو

کیا پوچھنا تمھاری جفائین ہین زور پر
پھر پیر ہے یہ چرخ ابھی تم جوان ہو

ہمتین کمند آہ رسا دونو ہین قریب
تیرے مکان کا بام ہو یا آسمان ہو

یوہین لگاؤ تیر نظر شرم کیا ضرور
منھہ پر نقاب ڈال کے کیون امتحان ہو

کیا بات ہی مرے دل بیجان کو بخش دو
شاید تمھارے تیر کے پیکان مین جان ہو

کوچے مین انکے شرط عقیدہ ہے شیخ جی
آؤ جو تم بہشت سمجھہ کر جوان ہو

فرقت مین ہو بلند مری آہ کا دھوان
گر منتشر ہوا نہ کرے آسمان ہو

ارمان کو دلمین دیکھے جگہ غم نے یہ کہا
یان عمر بھر رہونگا مین تم میہمان ہو

حال شب فراق نہ پوچھو شب وصال
مین کیا کہونگا شمع سے شاید بیان ہو

حاضر ہی دود آہ بھی گرد ملال بھی
صاحب کہو زمین ہو کہو آسمان ہو

دونو خراب ہوتے ہین نزدیک قصر شاہ
مدفن کسی فقیر کا ہو یا مکان ہو

کہتی ہی شمع کاٹتے ہین لوگ سر مرا
ظلم اُسپہ یہ جو ایک ہی شب میہمان ہو

قاصد نے سُن کے حال مرا رو کے یہ کہا
تم خط مین لکھدو مجھ سے نہ شاید بیان ہو

غم ہو الم ہو درد ہو ارمان ہو کوئی ہو
اس دلمین آئے شوق سے جو مہربان ہو

گلچین کو تیر آہ لگائے جو عندلیب
پھولون کی شاخ جھک کے جمنین کمان ہو

تم لاکھ قسمین کھاؤ مگر ہو نہ اعتبار
دل جسکا چوری جائے تمھین پر گمان ہو

عود شباب گر نہین ہوتا ہی ایخدا
پیری مین کاش بخت ھمَا جوان ہو

کہتی ہے یہ زمین کہ رفیع اُسکی شان ہو
جو سر جھکائے میری طرف آسمان ہو

یارب رجوع میری طرف اک جہان ہو
سب مجھ پہ مہربان ہون جو تو مہربان ہو

دنیا ہے پیر زال یہ گھیرے ہوے ہین لوگ
کیا ان کی کیفیت ہو اگر یہ جوان ہو

کب سے یہ جان نثار کھڑے ہین حضور کے
رخصت کا حکم دیجیے یا امتحان ہو

ساقی بناو سیع کوئی ایسا میکدہ
جام آفتاب جسمین ہو خم آسمان ہو

اک ساغر شراب جو تم پی لو شیخ جی
ممبر پہ وعظ اچھی طرح پھر بیان ہو

پھر خوب اُس زمانے مین ہو لطف شاعری
مین پیر ہون جانین تو یہ فن جوان ہو

عاشق کو ترے جلنے کی تکلیف ہو نہ کچھ
مانند شمع گر ہمہ تن استخوان ہو

دل ہے یہ گم تو آنکھ مین آ ای خیال یار
تجھ کو تو کام رہنے سے ہے جو مکان ہو

کہتا ہے مجھ سے آکے یہ غیر آئینگے وہ کل
شاید تمھین نہ آج کی شب کا گمان ہو

دیکھے وہ ترک غیظ سے تو سمٹے اسقدر
اک پھول نیلوفر کا ابھی آسمان ہو

پوچھو نہ مجھ سے دوستو حال شب فراق
ہاتھون سے دل کو تھام کے شاید بیان ہو

ہوا سطرح جو دہر کو ہوتا ہے انقلاب
یہ آسمان زمین ہو زمین آسمان ہو

تم اپنے خود عدو ہو سمجھنے کی ہی یہ بات
پامال اُسکو کرتے ہو جس دلمین جان ہو

توبھی خدا کا شکر فصاحت نہ ہو سکے
ہر ایک موے تن بھی جو میرا زبان ہو

اے فلک غیر کے گھر جاکے وہ مہمان کیون ہو
شب وصل اسکی ہماری شب ہجران کیون ہو

دل پر داغ مرا نذر کے قابل تو نتھا
مین خجل دیکھے ہون تم سے کے پشیمان کیون ہو

مین تو ہر بار گلے اس کو لگاؤنگا ضرور
آپ کی تیغ مرے سامنے عریان کیون ہو

در ناسور جو اس خانہ دلمین نہ کھلے
مجمع آرزو و حسرت و ارمان کیون ہو

دام گیسو مین پھنسایا ہی مرا دل خود ہی
ہاے یون ہنسکے نہ پوچھو کہ پریشان کیون ہو

کبک و طاوس نہ دیکھین نظر بد سے تمھین
کچھ ضرورت نہین گلشن مین خرامان کیون ہو

کمرِ یار چھپانے سے نہین چھپنے کی
یہ تو رازِ دل عاشق نہین پنہان کیون ہو

اُس طرف کنگھی وہ کرتے ہین کھلی ہین زلفین
اسطرف مختصر اپنی شب ہجران کیون ہو

اِس سے وہ بت رمضا مین ہی بلاتا سب کو
میرے ہوتے کوئی اللہ کا مہمان کیون ہو

شب کو چمکین نہ مری قبر پہ آکر جگنو کو
اور سامان نہین ہے تو چراغان کیون ہو

کیا کہا غنچون نے کچھ پھول ہنسے خیر تو ہے
تم اداس آج دم سیر گلستان کیون ہو

خاک کردے جو مجھے بعد فنا سوز درون
ایک میت پہ مری چار کا احسان کیون ہو

پہلے ہی شمع کو پروانہ اگر سمجھا دے
غیر کی محفل شادی مین یہ گریان کیون ہو

تم سے بدظن ہو نین اے کاتب اعمال ضرور
سامنے آکے لکھو آنکھ سے پنہان کیون ہو

نعمتین کیسی فراغت سے کھلاتا نہین غم
اے فصاحت کوئی اس چرخ کا مہمان کیون ہو

باز آیا مین نصیب نہ انکا وصال ہو — کیون میری اک خوشی سے جہانکو ملال ہو
مجھ کو عطا جو بدر کی صورت کمال ہو — یارب نہ بعد چار پہر کے زوال ہو
ناقص وہ ہون اگر کرم ذوالجلال ہو — میرا کلام افسر فرق کمال ہو
اپ کو ستے ہو پر جو مرا انتقال ہو — پھر رنج ہو تمھین کو تمھین کو ملال ہو
یون انسے بوسہ مانگون نہ سمجھے رقیب بھی — جب آنکھ سے کرون مین اشارا سوال ہو
لیلی کی بیوفائیونکا ذکر کیا کرون — ڈر ہے مجھے حضور کو شاید ملال ہو
افسوس ہو ہر ایک کو سبزے کے حال پر — میری لحد کی طرح اگر پائمال ہو
ہم سچ کہین جہا مین وہ معشوق ہی نہین — عاشق پہ ظلم کر کے جسے انفعال ہو
جسطرح اُنکے اور رقیبونکے رنج سے ہے — مجھ سے کبھی خدا نہ کرے یون ملال ہو
رو لینا یاد کر کے مرا حال دوستو — تربت کسی غریب کی جب پائمال ہو
اُنکی تلاش مین ہے وہ اس دلکی کیفیت — جیسے کسی غریب مسافر کا حال ہو
عشاق کی زبان پہ ہے ہر بات بات پر — گر جھوٹ بولین ہم نہ میسر وصال ہو
ممبر پہ تو حرام کہاے کو شیخ جی — رندون مین ہنس کے کہتے ہو شاید حلال ہو
آیا وہ غیر کند چھری لائیے حضور — گر مین حلال ہو نہ سکون یہ حلال ہو
جب غیر ہون کیا نہ کرو مجھ سے دل لگی — دیکھو ہنسی ہنسی مین نہ اکدن ملال ہو
مین عالم الست مین عاشق تھا آپکا — پہچان لیجیے مجھے گر کچھ خیال ہو

تخصیص شاعری کی نہین اے فصاحت اب
کچھ قدر آج کل نہین کوئی کمال ہو

پھر تو نہ کاملون سے کبھی انفعال ہو — حد سے جو گذرے نقص ہمارا کمال ہو
وہ حسن دیکھے ایک نظر تو یہ حال ہو — ناصح تجھے بھی آپ مین آنا محال ہو
وہ آئینہ دیکھنے تو عدو کو ملال ہو — خود چاہتا ہون مین کہ مرا غیر حال ہو

لکھنا ابھی نہ فرد میں اے کاتب عمل
شاید گنہ کے بعد مجھے انفعال ہو

زندوں نے تھامے دل تری رفتار پر تو کیا
مردے تڑپ کے ہائے کہیں ایسی چال ہو

واعظ یہ کس کتاب میں لکھا ہے مسئلہ
کیا خوب مے حرام ہو غیبت حلال ہو

اے تیغ یار سیر لہو پینا وقت قتل
غیروں کا خون پیکے اگر منھ نہ لال ہو

وہ روندتے ہیں دل تو نہ مضطر ہو اے جگر
مانع ہے کون تو بھی نکل پائمال ہو

مجھ لاغر و خمیدہ کا تن اے ہولے آہ
اتنا بلند کر کہ فلک پر ہلال ہو

پھیلی ہے دہر میں جو مری تیرگی بخت
سمٹے اگر تو آپکے چہرے کا خال ہو

جب وہ یہاں نہ آئیں تو آئے ضرور موت
گر ہم وہاں نہوں تو ہمارا خیال ہو

ہوں وہ گدا جو قبر پہ کوئی اگے درخت
ہر شاخ پھیل پھیل کے دست سوال ہو

ہمراہ غیر عید کو وہ میرے گھر جو آئیں
مجھ کو عوض خوشی کے فصاحت ملال ہو

اس دل پہ کارگر کبھی تیر نظر نہ ہو
اُس کی نشیلی آنکھوں میں سرمہ اگر نہو

بے جسکا دل غضب ہے اسی کو خبر نہ ہو
شوخی ہو اُس نگاہ میں پر اسقدر نہو

بعد شب وصال ہے روز وصال یار
آتا ہے وہم چاک گریبان سحر نہو

نالے کریں تو در پہ نہ اُنکے ٹھہرنے پائیں
چُپ کے پڑے رہیں تو اُنھیں کچھ خبر نہو

کھوے سے بھی نہ محفل واعظ میں جائیں رند
ممکن ہے یہ کہ وعظ سنیں اور اثر نہو

ہم سے سہی نہ جائیں کبھی آسمان کے ظلم
اُنکی جفائیں سہنے کی عادت اگر نہو

بنت العنب پڑی ہے مرے گھر میں ساقیا
میں چاہتا ہوں پیر مغان کو خبر نہو

گو ہم دعائیں کر کے بڑھائیں شب وصال
رخ سے ہٹے وہ زلف تو کیونکر سحر نہو

کرتے ہیں بحث آئینہ میں اپنے عکس سے
ناز اُنکو حسن پر ہو مگر اسقدر نہو

دشمن کی آہ جاتی ہے میری دعا کے ساتھ
وا آسمان پر ابھی باب اثر نہو

زندان زلف یار سے آئے جو چھوٹ کر
کیوں شاد ہو کے دل پہ تصدق جگر نہو

بیمار ہوں نہیں آتے ہیں معشوق دیکھنے
اے درد کون اُٹھائے بھلا تو اگر نہو

اس در پہ تیغ کھینچیے یہ دربان ہے کہہ رہا
یان پاؤن بے ادب کوئی رکھے تو سر نہو

شبنم جو شب کو روتی ہی تو رو دیے اسقدر
جلتا ہے میری قبر پہ ٹھنڈا اگر نہو

اے چرخ ہوگئی ہی جو آخر شب وصال
عاشق کا دم نکلنے سے پہلے سحر نہو

پر زور نالے چاہیئے کرنا فراق مین
آہین بہت ضعیف ہین شاید اثر نہو

مرنا ہمارا ہوگیا عشق کمر مین راز
لاشے پہ خاک آئے کوئی جب خبر نہو

جاتی تو ہے جلانے یہ آہ شرر فشان
اب سوچتا ہون وہ کہین دشمن کے گھر نہو

غزلون مین فکر کیجیے فصاحت اسقدر
ہو شوق شاعری کا مگر اسقدر نہو

آئینہ سامنے دم تزئین اگر نہو
خود اپنے حسن پر کبھی اونکی نظر نہو

معشوق کو بلائے وہ کیون خود ہی کیون نجائے
اچھا جسے نصیب مقدر سے گھر نہو

یا غیر در سے اُٹھے گا یا جان جائے گی
سر پھوڑتا ہے پھوڑنے دو تم خبر نہو

یہ تو بتاتے جائیے فرقت مین زہر کھاؤن
غم اور غصہ کھا کے بھی شاید بسر نہو

تیغ اُنکی کھینچ چکی ہی یہ سر ہے جھکا ہوا
اے تیرگی بخت سمٹ کر سپر نہو

کہتا ہے آئینہ کہ نہین دوسری کی جا
تنگ اسقدر کسی کا زمانے مین گھر نہو

ہے جس زمین پہ منعم بے فیض کی لحد
گر دان اُگے بھی نخل کوئی بارور نہو

منعم بڑا ثواب ہے پوشیدہ خیر کر
اسطرح دے کہ ہاتھ کو تیرے خبر نہو

پھر دید کی امید ہو کس روز یہ بتاؤ
تم بے نقاب حشر کے دن بھی اگر نہو

دریا مین سیر دیکھین نہ گرداب کی حضور
نازک دماغ آپ ہین دوران سر نہو

یہ تو سبو شراب کے بھتے پی گیا جو غیر
تم اتنا زہر گھول کے دو تو ضرر نہو

گو حسرتین نکل گئین ہین سب شب وصال
پر دل یہ کہہ رہا ہی کہ اب بھی سحر نہو

ہم نزع مین ہین وہ بت کافر ہے کہہ رہا
قبلہ جدھر ہے دیکھیے یہ منھ ادھر نہو

پیمانۂ شراب خم آسمان سے یون
گر میرے دل کے جام مین خون جگر نہو

یوسف کا ذکر عاشقو اور اُنکی بزم مین
للہ چپ رہو کہین اُن کو خبر نہو

بازو پہ باندھون عشق مین کیا خاک نقش حب
تقدیر ہی پھری ہوئی اُلٹا اثر نہو

محشر مین تم کھڑے ہو اُلٹ کر نقاب اُودہر
کمبخت کوئی دیکھنے والا جدہر نہو

فرقت مین کھینچتا ہی ادہر دل اودھر جگر
اک درد ہی شریک کدھر ہو کدھر نہو

تصویر اُنکی پوری مصور نے کھینچ کر
پھر لکھدیا خطا ہوئی شاید کمر نہو

رستہ سے چلے گجر بجے یارب شب فراق
تارے چھپین اذان ہو اور پھر سحر نہو

دل تک مرے پہونچ نہ سکے آپکا خدنگ
رستہ بتانے ساتھ جو تیر نظر نہو

یہ ہی دعا کہ آے فصاحت مری اجل
اُنکا وصال میرے مقدر مین گر نہ ہو

ہر اک غزل بہار یہ مثل چمن نہو
گر میرے باغ فکر مین رنگ سخن نہو

باندھین وہ ڈاب پر نہ نشان کمر ملے
پھرون کرین کلام یہ ثابت دہن نہو

اے قبر اُسکو پہنے اُٹھونگا مین حشر کو
اسطرح دے فشار کہ میلا کفن نہو

گھٹ گھٹ کے بلبلین قفس تنگ مین مرین
دم بھر جو یاد وسعت صحن چمن نہو

کہتے ہین شمع بزم کو وہ دیکھ دیکھ کر
دنیا مین یون سفید کسی کا بدن نہو

گر لاکھ برق خندۂ گل چمکے باغبان
نرگس کی آنکھ بند میان چمن نہو

ہم تیری تیرگی کو شب قبر مان جائین
معلوم جب سفید ہی صبح کفن نہو

مانند شمع چرب زبانی بشر مین ہو
گلگیر کیطرح سے دریدہ دہن نہو

کیا شاد اپنی روح فصاحت ہو بعد مرگ
پھولون مین گر ہمارے وہ رشک چمن نہ ہو

میری خموشی ہی یون روکے عدو کے وار کو
جنگ مین جیسے بچاتی ہے سپر تلوار کو

بے علاج و بے دوا ہی اُسکا رہنا ہے مفید
آسرا صحت کا ہی کافی ترے بیمار کو

ہچکیان آتی نہین ہو جو اسکو بزم مین
شیشہ یاد آیا ہے اے ساقی کسی میخوار کو

سچ ہی کس کس کو سنبھالی آپ کی نازک کمر
ٹپکے کو یا ڈاب کو یا آہنین تلوار کو

پیار سے ہاتھ اُسنے جب ڈالے ہین گردن مین مری
قتل کر ڈالا ہی تیغ رشک نے اغیار کو

لے چلا صیاد بلبل کو جو لا کر دام مین
کس نگاہ یاس سے تکتی رہی گلزار کو

کچھ تو کہئے غیر نے یہ کیا اشارے سے کہا
راستہ مین مل گیا جس روز حسب اتفاق
جو مرا اہتمام ہے کرتا ہے اُسیر بھی ستم
اب بلائے آسمانی کوئی آ سکتی نہین

کر دیا برہم مزاج نازک سرکار کو
فقرے دے دیکر ہم اپنے گھر مین لائے یار کو
کد یہ مجھ سے ہو گئی ہے چرخ کجرفتار کو
جھوم کر کالی گھٹائین گھیرے ہین گلزار کو

اے فصاحت اب یہ حسرت ہی مدینہ جاکے ہم
دیکھین ان آنکھون سے قبر احمد مختار کو

خون اشک سے علحدہ وقت بکا نہ ہو
دنیا کا کارخانہ ہے جیسا یونہین رہے
اُس آنکھ کے اشارون سے اللہ ہی بچائے
حور آئے خلد سے کہ پری آئے قاف سے
اُنکی نقاب اُڑ گئی زلفین بگڑ گئین
ہے آج عید مجھ کو وہ اُٹھکر گلے لگائین
اغیار اُنکے کوچے مین اپنے مکان بنائین
فرقت مین طفل اشک چلے ساتھ چھوڑ کر
ہم اور آپ مل کے پئین آج یون شراب
محتاج اُس گلی مین بھی آئین برہنہ پا
میرا جگر خدنگ مژہ سے نہ چھا سئے
آئینے لے کے سارے زمانے کے توڑ دے
وہ اُٹھ گئے حسین تو چار آئے دیکھنے
ہو کر بلند خاک تمھارے شہید کی
سچ ہی حیا نہین ہی تو ایمان بھی نہین
اللہ اس یقین پہ تو یہ ہے بشر کا حال
انداز ناز شوخی ادا حسن بانکپن

پانی سے رنگ رنگ سے پانی جدا نہو
اُنکی ادا ہی کام کرے گر قضا نہو
شوخی ہو جسمین اور مروت ذرا نہو
تو بھی مجھے پسند کسیکی ادا نہو
لازم ہوا آج آہ مری گر ہوا نہو
گر نازکی نہ روک لے مانع حیا نہو
افسوس میری قبر کے بننے کی جا نہو
پھر کس سے ہو اُمید جب اُنسے وفا نہو
شیشے سے جام جام سے شیشہ جدا نہو
گر نیش زن ہر ایک مرا نقش پا نہو
دل آپ کا نشانۂ تیر دعا نہو
پھر تو کہین حجاب حضور آپ کا نہو
یارب یہ ہین مریض رہو نہین شفا نہو
کیون جسم کے ناخن مہ نو پر حنا نہو
انسان مین لاکھ عیب ہون پر بے حیا نہو
غفلت بڑھے کچھ اور جو ہم قضا نہو
سب ہیچ ان حسینونمین گر اک وفا نہو

رکھ لو دلون مین اپنے وہ آتا ہی محتسب — مستو کہین جو شیشے چھپانے کی جا نہو

دیکھون تو کون جلد پہونچتا ہی قاصدا — دل بھی چلا ہی سینہ سے تو بھی روانہ ہو

جس مین نہ حظ ہو کوئی فصاحت وہ بات کیا

وہ شعر خاک شعر ہے جس مین مزا نہ ہو

پھر پھر سجدہ عذر ہے مجھے دلربا نہو — در پر ترے عدو کا اگر نقش پا نہو

بے سمجھے باغبان چمن مین خفا نہو — بھڑکائے کون آتش گل گر ہوا نہو

چار دن شریک ہین یہ عناصر مین آپکے — کیون شوخی و شرارت و ناز و ادا نہو

بہتر ہے موت جینے سے مفلس مریض کو — وہ زہر کھائے جس کو میسر دوا نہو

اک داستان بنا کے بیان کر رہا ہی غیر — سنیے بغور ذکر کہین آپ کا نہو

دیوان مین لکھون شعر جو شوق وصال کے — یون جست ہر ورق سی ورق ہو جدا نہو

تم جانتا خبر مرے مرنے کی جھوٹ ہے — جبتک پریدہ ہاتھ سے رنگ حنا نہو

کیا جانون کیا کرے مری آہ شررفشان — انکا مکان جدھر ہے اودھر کی ہوا نہو

مرجاؤن مین پہ تم نہ اٹھانا ستم سی ہاتھ — جبتک سیاہ تختۂ مشق جفا نہو

وا ہون نہ باب خلد و جہنم بروز حشر — جبتک کہ میرا اور ترا فیصلا نہو

کیونکر سنبھالون ایک سے قلب و جگر کو مین — کیا قہر ہو جو ہاتھ مرا دوسرا نہو

ہو میل بندوبست جو کوچے مین آپ کے — سجدے کے ہون زمین پہ نشان نقش پا نہو

یہ لاکھ دوستون مین مرا ایک دوست ہی — انکی طرح شباب اگر بے وفا نہو

یہ آسمان پھر ہو زمانے مین لا جواب — میرے دل وسیع مین گر آبلا نہو

دعوت ہماری کی ہی اگر تونے الفلک — غم کھانے مین شریک کوئی دوسرا نہو

دل سی یہ کہہ رہا ہون فصاحت مین عشق مین

للہ مجھ پہ وقت پڑے بھی جدا نہ ہو

عاشقو صبر کرو حد سے گذرتے کیون ہو — انکے دروازے پہ سر پھوڑ کے مرتے کیون ہو

عاشقو خیر ہی نادم انھین کرتے کیون ہو — وہ جلا دینگے اسی امید پہ مرتے کیون ہو

مین نے خود جھانکتے دیکھا ہے جھروکے سے تمھین
ڈالکر آنکھون مین آنکھین مکرتے کیون ہو

میری تربت پہ وہ آتے نہین پوچھے یہ کوئی
سچ کہو کس نے ڈرایا تمھین ڈرتے کیون ہو

حورین جنت کے دریچون سے تمھین دیکھتی ہین
جلدی کاہے کی ہے کوٹھے سے اُترتے کیون ہو

عاشقو زلف وہ بل کھاتی ہے تو کھانے دو
کچھ حقیقت مین تو افعی نہین ڈرتے کیون ہو

ہم نے دل دے کے نہ مانگا ہے نہ مانگینگے کبھی
کس نے سمجھایا ہے تم لیکے مکرتے کیون ہو

میرے گھر چلنے مین مانا کہ نہین کچھ پس و پیش
اُٹھ کے کیون بیٹھ گئے چلکے ٹھہرتے کیون ہو

عاشقو وہ نہ جلائینگے کبھی قسم کھاکر
زہر کھا کھا کے خط سبز پہ مرتے کیون ہو

مرگئے سیکڑون دروازے پہ سر ٹکرا کر
اتنا پوچھا نہ کبھی آپ نے مرتے کیون ہو

ہم نے اکبار کہا جو وہی پھر کہتے ہین
تم کوئی بات بری کہکے مکرتے کیون ہو

منعمو روح ہی قبض کرینگے اک دن
نام سنکر ملک الموت کا ڈرتے کیون ہو

جاکے اُس در پہ جو ہم ٹھٹکے تو دربان نے کہا
راہ لو آگے بڑھو جاؤ ٹھہرتے کیون ہو

مُنھ مین بو آنکھون مین سرخی ہے قدم مین لغزش
شیخ جی ساغر مے پی کے مکرتے کیون ہو

اے فصاحت در جانان پہ لگا دو بستر
خشمگین آنکھون سے دربان کی ڈرتے کیون ہو

فصل گل آئی چلین بلبلین گلزارون کو
تو بھی صیاد رہا کردے گرفتارون کو

ہم وہ دیوانے ہین جب قید ہوے زندان مین
شق کیا نالہ و فریاد سے دیوارون کو

آگئی یاد سر شام جو اُسکی افشان کو
تا سحر ہم نے شب ہجر گنا تارون کو

جبہ سا در پہ سدا رہتے ہین مشتاق جمال
اب تو بلوائیے پاس اپنے گنہگارون کو

تیرے دیوانونکے ہین نالۂ سوزان ایسے
خاک کردیتے ہین اک آہ مین کہسارون کو

اُس گل تر کا لب و لہجہ اگر سن پائین
بلبلین بند کرین باغ مین منقارون کو

سیر صحرا ترے مجنون کو جو ہے ہفتہ مین
سال بھر مین بھی یہ گردش نہین سیارون کو

اُن کی آنکھون سے نہین نرگس گلشن کو مثال
تندرستون سے ہے نسبت کہین بیمارون کو

آئے بازار مین گر غیرت یوسف میرا
حسن کی جنس کرے محو خریدارون کو

حسرت و یاس و ملال و قلق و صدمہ و رنج	دوست رکھتا ہون سدا مین انھین غمخوار و نکو
بعد مردن نہین اخوان جہان کو اُلفت	یاد ہم آئے نہ بھولے سے کبھی یار و نکو

مغفرت ہوگی فصاحت کی ائمہ کے سبب
جب خدا حشر مین بخشیگا گنہگار و نکو

اودھر خندان ہو تم یان مین ہون گریان دیکھتے جاؤ	عجائب لطف ہے یہ برق و باران دیکھتے جاؤ
رقیبونکو بٹھایا تمنے جانان دیکھتے جاؤ	کیے ہین میرے اٹھ جانے کے سامان دیکھتے جاؤ
لگاتے ہو جو دار آہستہ آہستہ نزاکت سے	ہر اک زخم بدن ہوتا ہے خندان دیکھتے جاؤ
کیا ہے قتل گر مجکو تو ٹھہرو اور اک لحظہ	تماشا رقص بسمل کا مری جان دیکھتے جاؤ
تصور مین تمھاری زلف کے ہین داغ دل روشن	اندھیری رات مین لطف چراغان دیکھتے جاؤ
شب وصلت کے آتے ہی وہی شغل ستار آیا	نکالی تمنے پہلے چھیڑ جانان دیکھتے جاؤ
لب رنگین پہ مسی ملتے ہو آئینہ رکھا ہے	بنے نیلم نہ یہ لعل بدخشان دیکھتے جاؤ
مرا کھویا ہوا دل کیا عجب تمکو جو ملجائے	ذرا اے رہروان کوے جانان دیکھتے جاؤ
کرو للہ مجھپر اے کراماً کاتبین احسان	کہ نیک اعمال لکھتے جاؤ عصیان دیکھتے جاؤ
جو راہِ عشق مین بھٹکو نہ تم اے خضر تو جانین	پھرے ہو مدتون یہ بھی بیابان دیکھتے جاؤ
کبھی تو اے سرور و عیش آؤ دلمین عاشق کے	مکان یہ ایک مدت سے ہے ویران دیکھتے جاؤ
دم رفتار ٹھوکر سے ہزارون مردے جیتے ہین	ذرا اعجاز تو اپنے مری جان دیکھتے جاؤ
صدا آتی ہے ہر ٹھوکر مین جم کے کاسۂ سر سے	نہین رہتا کسیکا حال یکسان دیکھتے جاؤ
تلاش یار تھی مجھ کو بھلا دنیا مین کیون رہتا	کہا دل نے عدم جاتے تو ہو یان دیکھتے جاؤ

فصاحت سے کرین پرسش لحد مین رحم دل ہوکر
فرشتون کی طرف یا شاہ مردان دیکھتے جاؤ

آبرو بالونکو دے تو جو بنا کر گیسو	لے بلائین ترے جوبن کی ترا ہر گیسو
جسطرف سے وہ نکلتے ہین بنا کر گیسو	مدتون رکھتے ہین گلیون کو معطر گیسو
رخ محبوب زیادہ سحر عید سے ہے	حسن و خوبی مین شب قدر سے بہتر گیسو

دولت بوسہ ملے عاشق محتاج کو کیا
سانپ کیطرح سے لہراتے ہین رخ پر گیسو

بل کی لیتا ہی بہت سنبل گلشن اے یار
دیکھون تو ہین ترے گیسو کے برابر گیسو

حسن اس گل کو دکھانا ہی اگر گلشن مین
گل سے رخ مانگ لے سنبل سے صنوبر گیسو

عاشق زلف بتان مرکے جو سمجھے تھے مجھے
سانپ بھی آئے مری قبر مین بنکر گیسو

دل کا تھا قصد کہ گھبرا کے نکل جاؤن مین
رہ گئے پائے تصور مین الجھکر گیسو

بے گنہ قتل ہوا کون پریشان خاطر
کس کے غم مین ہے سیہ پوش ترا سر گیسو

رحم کھا کر دل عاشق کو جگہ دیدی تھی
لٹکے رہتے ہین اسی جرم و خطا پر گیسو

سنبل باغ ہی ان بالون سے ہمسر ہوتا
نازیانے نہ لگائین کہین بڑھکر گیسو

دل مرا شیشہ سے نازک ہے نہ بال آجائین
کہے دیتا ہون نہ باندھا کرو کس کر گیسو

اے فصاحت تجھے دیدار ہو کیونکر حاصل
رخ جانان سے سرکتے نہین دم بھر گیسو

مزہ آتا چمن مین ہم سخن ہونیکا بلبل کو
زبان دیتا اگر خالق دہان غنچۂ گل کو

نہ بیدردی سے اپنے ہاتھ کو اے محتسب دوڑا
مرا دل ٹوٹ جائیگا جو پھینکا شیشۂ مل کو

پریشانو نکو دنیا کی کشاکش سے نہین مطلب
کہان ہی حاجت شانہ چمن مین زلف سنبل کو

مرا پردہ نشین سیر چمن کو آج آتا ہے
کوئی بلبل سے کہدے منھ پہ رکھ لے دامن گل کو

یقین یہ ہی کہ باطن مین بھی دل انکا ملا ہوگا
کہ ظاہر مین تو گل رکھتے ہین سر پر پائے بلبل کو

طمع سے کہدو وہ عزلت گزین ہو نمین زمانے مین
کہ ہی ناز اب مری خانہ نشینی پر تو کل کو

اگر وقت سحر اے باغبان شبنم نہ مانع ہو
جلاوے شعلۂ آواز بلبل دامن گل کو

اکیلا رنگ گل کا اے بہار آڑتا تو مشکل ہی
لیے جا ساتھ اسکے طاقت پرواز بلبل کو

حسد سے چرخ نے زینت نہ چاہی میرے مدفن کی
ہوا سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے چادر گل کو

جو اتری چار کے کاندھے پہ چڑھ کے قبر مین میت
زمین بولی کہ اب دیکھا ترقی و تنزل کو

ادھر سودا فصاحت کا زیادہ ہوتا جاتا ہے
بڑھ چلتے جاتے ہین وہ اسطرف زنجیر کاکل کو

جو دل لگے مرا دیوان جان جان دیکھو
ہرا بھرا یہ گلستان بے خزان دیکھو

وہ تیغ کہتی ہے ہم دل جلون کا پیکے لہو
ہزارون پڑ گئے چھالے مری زبان دیکھو

کنشت و دیر و حرم کی نہین ہے کچھ تخصیص
اُسی کا جلوہ نظر آئے گا جہان دیکھو

بہارِ حسن گئی رخ پہ خط نکل آیا ؛؛
اب آئینہ مین تو شکل اپنی جان جان دیکھو

نہ سر اُٹھا کے چلو منعمو تکبر سے ؛؛
کہ اس عروج پہ بھی خم ہے آسمان دیکھو

کہا پکار کے رضوان نے ہم جو حشر مین آئے
اِدھر تو آؤ ذرا گلشن جنان دیکھو

مین ایک بوسہ پہ دل بیچنے کو لایا ہون
نہ مول لو تم اگر جنس یہ گران دیکھو

رقیب وعدہ جو لیتا ہے وصل کا تم سے
نہین کے بدلے نکلتی ہے مُنہ سے ہان دیکھو

ہماری آنکھ مین رہتے نہین تو دل مین آؤ
اگر برا ہے یہ گھر دوسرا مکان دیکھو

وہ ظلم کر کے فصاحت یہ مجھ سے کہتے ہین
نہ آنے پائے گلا میرا تا زبان دیکھو ؛؛

ہائے چھوڑا نہ کسی طرح قضا نے ہمکو
روک رکھا نہ دوا نے نہ دعا نے ہمکو

حشر کو صور سرافیل سے اُٹھے نہین ہم
ہان جگایا تری چھاگل کی صدا نے ہمکو

کیون یہ بت منہ سے نہین بولتے ناحق ہے غرور
انکو بندون نے بنایا ہے خدا نے ہمکو

سُن کے فریاد مری کہتے ہین وہ کون ہے یہ
مضطرب کر دیا نالون کی صدا نے ہمکو

افسری پا کے جنون مین ہمین موت آئی ہے
دفن کر دے کوئی مجنون کے سرہانے ہمکو

مر گئے کوچۂ جانان مین جو ہم زار و نحیف
دی جگہ یار کے نقش کفِ پا نے ہمکو

خود پسندی کے یہ معنی ہین کہ وہ کہتے ہین
بیوفا کر دیا عاشق کی وفا نے ہمکو

ہو گیا موت کے آنے کا بہانہ بیکار
مار ڈالا ہے تری بانکی ادا نے ہمکو

کر کے اعضا کا گلا زلف مین دل کہتا ہے
کیا بُرے وقت مین چھوڑا رفقا نے ہمکو

سچ کہون پھر لے بت مغرور تو جھوٹا نہ ہو
ہے بجا دعوائے یکتائی اگر سایا نہ ہو

حسن کی دولت خدا دے جس کسی معشوق کو
بد زبان بد خو ہو لیکن تم سا بے پروا نہ ہو

دل اگر امڈا ہے تو آنکھون سے بہہ جانے دو اشک
ضبط کرنے سے کہین درد جگر پیدا نہ ہو

ہو فرشتون مین کوئی انسانونمین ایساہی کون
دیکھ لے صورت تمھاری اور پھر شیدا نہو

جو حسین بے پردہ ہو بیباک ہو بے شرم ہو
پھر وہی اے عشق ملک حُسن مین رسوا نہو

یون تو سینہ تک مرے آئے ہین وہ تیر نگاہ
پار ہون دل سے جو اُنکے سامنے پردا نہو

ہو اسیرو ذکر گلزار و نشیمن کا مگر
قید مین بیرحمیٔ صیاد کا شکوا نہو

شوق سے ہمدم پئے درمان طبیبون کو بلائین
میری وحشت دیکھکر اُنکو اگر سودا نہو

فصل سرما مین کہے ہر ایک اُف اُف ہم جلے
میرے دلکے داغ سوزان پر اگر پھایا نہو

مجھ مریض غم کے پاس آئین وہ پھر منھ ڈھانک کر
دیکھ لین آنکھو نپہ غفلت کا اگر پردا نہو

ہم اگر بدنام مجنون کی طرحسے ہین تو ہون
مثل لیلی تو زمانہ مین کہین رسوا نہو

آئے گر وہ قیس کو تری بزم ادب آموز مین
جو زبان رکھتا ہو مثل شمع پر گویا نہو

اے فصاحت پھر شکایت اور کی ہم کیا کرین
جب رہ اُلفت مین دل سا دوست بھی اپنا نہو

یار ہو مطرب ہون ساقی ہو شگفتہ دل تو ہو
فصل باران مین نصیب اسطرح کی محفل تو ہو

عمر کا دن پھر یہ ہے شوق شہادت مین کلام
سر بکف موجود ہون لیکن کوئی قاتل تو ہو

ہاتھ ٹھہرا کر ذرا گردن پہ خنجر پھیر لے
ذبح ہونے کا مزا دم بھر مجھے حاصل تو ہو

سونگھتا ہے ہڈیان میری سگ یار اسلئے
دیکھتا ہے استخوان کوئی مرے قابل تو ہو

عاشقونکو جنبش ابرو سے بسمل کردیا
قتل ظاہر مین نہین کرتے مگر قاتل تو ہو

ٹھہرے دنیا مین عدم کے جانیوالے اسلئے
ہے سفر دور و دراز آخر کوئی منزل تو ہو

سنگ مقناطیس دکھلا کر مجھے بولا وہ شوخ
دل کھنچے کیا خاک ایسا جذبہ کامل تو ہو

ہے یقین بھاگے شب دیجور فرقت دیکھکر
آسمان سے میرے گھر کوئی بلا نازل تو ہو

کوئی تو غمخوار ان دونومین چھوڑے جائے
گر جگر پہلو سے میرے لیا ہے دل تو ہو

جان بچنا ہے محال اپنی محیط عشق سے
پیر رہی بکلین یہ دریا ہم مگر ساحل تو ہو

مرگیا مجنون کفن کے واسطے ہوتی ہی فکر
چادر لیلی نہین گر پردۂ محمل تو ہو

درمیان آئینہ رکھکر ناز سے کہتے ہین وہ
مجھ مین تم مین کچھ نہ کچھ پہلے پہل حائل تو ہو

آج بوسہ مانگتے ہین اُنسے پر ملتا نہین
کل وہ خود پوچھینگے دین کسکو کوئی سائل تو ہو

کم سنی مین کج ادائی اسقدر زیبا نہین
ہم سہینگے تم جفائین کرنے کے قابل تو ہو

حسرتون سے میرے دلمین درد نے اُٹھکر کہا
ٹھہرین کس کے پاس کوئی صاحب محفل تو ہو

پھیرتے ہو دل اگر پامال کرنے سے حصول
تم سے لیکر اور کو دیدو نہین اس قابل تو ہو

دل مرا کہتا ہے آنکھون سے شروع عشق مین
بعد سب مین جھیل لونگا پہلے تم مائل تو ہو

غیر کا دل پھیرتے ہین وہ مرے دل کے عوض
اب یہ کون اُنسے کہے لین کیا ہمارا دل تو ہو

اے فصاحت اور تھوڑی دیر کرلو صبر تم
بوسے لے لینا ذرا وہ نیند مین غافل تو ہو

وصل دلدار نہ پیری مین میسر کیون ہو
مجکو خم دیکھکے سیدھا نہ مقدر کیون ہو

ذبح تو کرتے ہو پھر مجھ سے مکدر کیون ہو
منہ پھرائے ہوئے تم صورت خنجر کیون ہو

ہاے دل ہو کہ جگر کوئی نہ کوئی ہے لیا
آج خوش خوش مرے پہلو سے تم اُٹھکر کیون ہو

جاکے مغرور بخیلون سے یہ کوئی پوچھے
مال اور ونکا ہے تم جامہ سے باہر کیون ہو

محتسب خیر ہے میخوار سُنینگے تیری
جب نہ اللہ کا ہو خوف ترا ڈر کیون ہو

فائدہ آپ کو کیا دل کے دکھا دینے سے
غیر کا ذکر سہی پر مرے منھ پر کیون ہو

بند کرکے اگر آنکھونکو پیا کیجے شراب
آنکھڑیون پر نظر دیدۂ ساغر کیون ہو

نہ کیا اسلئے محفل مین رقیبون سے فساد
مجکو یہ پاس تھا بدنام ترا گھر کیون ہو

ہاے مُردہ بھی جلاتے ہو تو ذلت دیکر
تم کہو منھ سے لگاتے مجھے ٹھوکر کیون ہو

دی سزا آگ پہ سیماب کو رکھکر مین نے
سامنے اس دل بیتاب کے مضطر کیون ہو

رخ ترا دیکھتے کیون گر نہ اُلٹتی یہ نقاب
بے خطا وا رہو اہم سے مکدر کیون ہو

خون بہا کر مرے قاصد کا وہ فرماتے ہین
خط جو لکھے نہ مجھے ذبح کبوتر کیون ہو

اپنی حرمت کا اگر دختر رز کو ہے خیال
سامنے رندون کے پھر جامہ سے باہر کیون ہو

مین گنہ کرتا ہون اتنے کہ نہین لکھ سکتے
کوئی پوچھے یہ فرشتون سے مقرر کیون ہو

اسلیے بڑھکے گلے سے مین لگا لیتا ہون
بے سبب مجھ سے کشیدہ ترا خنجر کیون ہو

تم تو مے پیتے ہو صاحب مجھے رشک آتا ہے
اپنے ہونٹون سے ملاسے لب ساغر کیون ہو

میری تربت پہ جلائے نہ کوئی شمع و چراغ — روشنی قبر کے اندر نہین باہر کیون ہو

خود وہ حیران ہے دنیا مین کہے گا کیا خاک — پوچھتے آئینہ سے حال سکندر کیون ہو

ذبح کر غیر کو مین رشک سے مر جاؤنگا — مفت آکو وہ مرے خون مین خنجر کیون ہو

حسرتین اُس سے فلک نے نہ نکالین دلکی — رحم آیا اُسے ویران یہ بھرا گھر کیون ہو

شمع اک رات بھی رونے کو جو تربت پہ نہین — بے سبب ہمنشین کو پھر بھولونکی جا در کیون ہو

برہمن جاؤنگا مین دیر مین کعبہ ہو کر — تو ہی رستہ جو بتا دے مجھے چکر کیون ہو

دل سے بڑھکر نہین کوئی ہو فصاحت کا رفیق
عشق بازی مین بھلا حاجتِ رہبر کیون ہو

ہمین ملا ہی غم و رنج بھی جو کھانے کو — حریص جمع ہوے ہین نظر لگانے کو

مین رو کون کیا اُنھین صبح وصال جانیکو — ابھی پھر آئینگے مُردہ مرا جلانے کو

فراق یار مین بھولا ہوا تھا مین گریان — سحاب آئے برس کر مجھے رُلانے کو

گئے تھے غیر کے گھر تم مکرتے ہو ناحق — سلیقہ چاہیئے ہے بات بھی بنانے کو

ہمین خدا کے لیے واعظو معاف رکھو — تمھارے وعظ سنے کون سر پھرانے کو

ہوا کا گور غریبان مین کوئی کام نتھا — بگر چلی ہی چراغ لحد بجھانے کو

میان نہر چمن کہہ رہے ہین فوارے — ہمین خدا نے خزانہ دیا لٹانے کو

کبھی تو عشق مین برعکس ہو اثر پیدا — بگڑ کے بیٹھین ہم اور آئین وہ منانے کو

جو سنگِ در ترا مسجود خاص و عام ہوا — برہمنون نے چرایا ہی بت بنانے کو

گلوریان مجھے بھیجی ہین اُسنے غیر کے ہاتھ — چھپا کے زہر عنایت ہوا ہے کھانے کو

ہماری قبر کرینگے ضرور وہ پامال — رقیب ساتھ چلے ہین پتا بتانے کو

نئی نقبضین ہین چشم و لب حسینان مین — وہ مار ڈالنے کو ہے تو یہ جلانے کو

کہو کہ حسرتین نکلین برائے استقبال — ہمارے دلمین ہے اُنکا خیال آنے کو

گڑین گی دلکی کدورت مین حسرتین مردہ — یہ مٹی جمع ہوئی تربتین بنانے کو

مریض ہجر کو تیمار دار خوب ملے — بٹھانے کے لیے ہر ضعف درد اُٹھانے کو

تمھارے دزد حنا سے بچاؤن دل کیونکر — کہ تم نکرنے کو موجود وہ چرانے کو
غرور حسن ہی اے نوجوان اکڑ لے آج — ضعیفی آئے گی کل سر ترا جھکانے کو
تمھاری بزم مین لایا رقیب جان کے غش — یہ چاہتا ہے کہ آپ آئیے اُٹھانے کو
غش آ گیا جو مجھے حسن کے نظارے سے — تمھاری زلف بڑھی لخلخہ سنگھانے کو
وہ رحم دل ہون کہ مجھ کو خدا نے خلق کیا — برائی چوٹ سپر کی طرح بچانے کو
امان ملے گی نہ انسان کو زیست ہو یا موت — فلک ہے پیسنے کو قبر ہے دبانے کو

فصاحت اسمین غزل فکر سے کہی ہوتی
بُری نتھی یہ طرح طبع آزمانے کو

گردش کا تیری ذکر میان جہان نہو — قسمت مری شریک گرائے آسمان نہو
عاشق تونگری سے کبھی شادمان نہو — جبتک نصیب دولت وصل بتان نہو
شب بھر وصال مین یہ دعا مانگتا ہون مین — وقت سحر گجر نہ بجے اور اذان نہو
خلوت مین آپ روز بلاتے ہین غیر کو — بندہ کوئی ملک نہین جو بدگمان نہو
اے شمع بزم دیکھ مرا ضبط عشق ہین — دل امڈے اور آنکھ سے آنسو روان نہو
نخوت سے اور پاؤن نہ رکھین زمین پہ غیر — ان پر کبھی کبھی جو وہ نامہربان نہو
تاثیر اپنے عشق حقیقی اگر دکھائے — ممکن ہے دل مین ورد یہان ہو وہان نہو
کالی گھٹا سمجھتا ہی گلشن مین تو جسے — اے باغبان یہ آتش گل کا دھوان نہو
غیبت کی معصیت نہ لکھا ہی کاتب عمل — مین کیون برا کسیکو کہون گر زبان نہو
ظالم اُسے بھی جانتے ہین لوگ شکر ہے — شاکی سب آپکے ہون اگر آسمان نہو
رند دو دو کان مین نہین مو جہ بند ہے — ہمار آج کل کہین پیر مغان نہو
چلتا ہون بزم غیر مین ساتھ آپکے مگر — یہ کم تو جبّی جو یہان ہی وہان نہو

ہان شاعری کا شوق فصاحت رہے ضرور
محنت تمام عمر کی ہے رائیگان نہ ہو

اے ابر تر چھپا نہین سے آبرو نہو — ہمسر ہمارے دیدۂ گریان سے تو نہو

الفت رکھے جو دوست سے میرے وہ دوست ہی — دشمن وہ ہی ہرا جو عدو کا عدو نہو

قاتل کے ہاتھ پاؤن جو ہین سرخ اسقدر — شامل کہین حنا مین ہمارا لہو نہو

گانے کا شغل کیجیے گلزار مین نہ آپ — بلبل کے چشم زخم سے درد گلو نہو

حیران کیون کھڑا ہی در میکدہ پہ شیخ — کہدو کہ آئے شوق سے گر بے وضو نہو

ہم میکشونکی بزم مین آئین جناب شیخ — گر ناگوار معیت دست سبو نہو

اترا ہی دلمین لشکر رنج و غم و ملال — ہی بھیڑ پائمال کوئی آرزو نہو

کہتی ہے روز باغ مین یہ عندلیب زار
مین پھول مین ضرور سماؤن جو بو نہو ؛؛

میرا حساب پاک جو روز حساب ہو — بندون سے شرم ہو نہ خدا سے حجاب ہو

غیرونمین بعد میرے جو تم بے حجاب ہو — خاک اُڑ کے میری منھ پہ تمہارے نقاب ہو

تیار اکی مغبچو ایسی شراب ہو — زاہد کی ریش پر جو چھڑکدون خضاب ہو

توبھی نہ رنگ و بو مین ہوا اس رخ سے ہمسری — لائے کا رنگ بھی جو شریک گلاب ہو

کہتے ہین سب جہانمین ضعیفی کو کیون برا — دل ہو جوان تو شیب مین لطف شباب ہو

گر چاہتے ہین اپنی برأت سب اہل حشر — پہلے کہین خدا سے ہمارا حساب ہو

ہر دم یہ میری وضع کا ہی قول دہر سے — بدلون نہ مین ہزار تجھے انقلاب ہو

کس سے کہون وصال مین یہ چاہتا ہی دل — بیہوش وہ ہون مین نہون ایسی شراب ہو

وہ چاہتے ہین وصل کی شب ہی مری دعا — یارب حیا ہی جتنی اُن آنکھونمین خواب ہو

دیدار ہی حضور کا موقوف حشر پر — مین کیا کرون وہان بھی جو منھ پر نقاب ہو

مقتل مین عاشقونکا لہو اسقدر بہا — اے ترک آسمان کی شفق کا جواب ہو

سمجھے بھی ہونگے ہائے نہ اسبا تکو رقیب — عاشق وہی ہے آپکو جس سے حجاب ہو

لے دیکھ دل کے زخم کا انگور ساقیا — اسکی اگر شراب کھنچے انتخاب ہو

رندونمین آکے بیعت دست سبو ہی شرط — اے شیخ تم نہ آؤ اگر اجتناب ہو

ڈالو نہ اپنے چہرہ پہ صاحب نقاب زرد — پژمردہ دھوپ سے نہ کہین یہ گلاب ہو

گر دون تمھارے نقش قدم کا ہی خواستگار
گر حکم دو یہ تاج سر آفتاب ہو

قاتل مرا جو غسل کو آئے تو بہر نذر
دریا مین دست موج پہ فرق حباب ہو

تلوار باندھنے کی تمھین احتیاج کیا
شمشیر تم تو خود ہی میان شباب ہو

واعظ نے کی ہی غیبت میخوار الحذر
کچھ اس پہ ہو عتاب کچھ اُس پر عذاب ہو

بے اسکے عاشقی کا جہان مین مزہ نہین
دو چار داغ دل مین ہون کچھ اضطراب ہو

کر لو مرے مزار کے گنبد مین امتحان
تم جو کرو سوال وہی پھر جواب ہو

اے دخت رز اُٹھین بھی نہ عاشق سے نخرے
شیشہ سے تو نکل کے اگر بے حجاب ہو

ساقی جو تشنگی مین کوئی جام آب دے
زاہد کے منھ تک آتے ہی آتے شراب ہو

بچپن مین اُنکی بیخبری سے ہی یہ قول
دینا خبر جب آمد فصل شباب ہو

دریا کو دیکھین آپ اگر چشم غیظ سے
سمٹے یہ اسقدر مری چشم پر آب ہو

بولا جگر سے دل کہ ہی قصد دیار حسن
جسدن مرا سفر ہو ترا یا تراب ہو

کہتے ہین یہ حباب نہین ہم اُلٹ کے جام
یارب کہین رزمانے کو جلد انقلاب ہو

کرتا ہون اپنی حسرت مردہ کو دل مین دفن
ارمانو آؤ تم بھی شریک ثواب ہو

بجلی ٹھہر ٹھہر کے جہان مین ہی بیقرار
مجکو خدا نخواستہ یون اضطراب ہو

شاعر جو لکھنؤ مین فصاحت ہین قدردان
کہتے ہین اپنے رنگ مین تم لاجواب ہو

کیا تقسیم گردش کے لیے ہر اک فلاخن کو
فلک نے ٹکڑے ٹکڑے کر کے میرے سنگ مدفن کو

یہ مانا کانٹے گھیرے رہتے ہین بیکس کے مدفن کو
پر آنے والے آتے ہین بچا کر اپنے دامن کو

اسی مین خیر ہی دروازہ کھولا ہی باغبان جلدی
کہین بیکش نہ شل تو یہ توڑین باب گلشن کو

احبا کر چکے جب دفن مجھ دیوانے کا لاشہ
تو پتھر رکھ کے زنجیرون سے جکڑا میری مدفن کو

اُدھر تیور بدل کے تیغ اُٹھائی اُس ستمگر نے
ادھر شوق شہادت نے جھکایا میری گردن کو

مثال آئینہ ہے صاف میرا ظاہر و باطن
ہمیشہ دیکھتا ہون اک نظر سے دوست دشمن کو

الٰہی آمد آمد آج ہی کس غیرت گل کی
پرون سے اپنے بلبل جھاڑتی ہی صحن گلشن کو

پئے امداد آئے تب کو دنیا بھر کے پروانے
اندھیری نے جو ہین گھیرا ہماری شمع مدفن کو

گھٹایا مرتبہ عیسیٰ کا دنیا کے علائق نے
پہونچتے عرش پر رکھتے نہ پاس اپنے جو سوزن کو

گرا قد ہو نپہ سبزہ کانٹون نے روکا مگر پھر بھی
اُن ایسے روندنے والون نے روندا میرے مدفن کو

کبھی ساغر کی پھوڑی آنکھ ہم نے ہجر ساقی مین
مُرور اغیظ مین آکر کبھی شیشہ کی گردن کو

پئے دفن آیا ہی اس کوچہ مین مجھ زار کا لاشہ
براے قبر خالی کرتے ہین مور اپنے روزن کو

پس مردن نہ بنوایا حظیرہ جبکہ لیلے نے
تو زینت گنبد آہو نے دی مجنون کے مدفن کو

شرر افشان جو آہین کر رہی ہی باغ مین بلبل
بجاتی پھرتی ہے باد صبا ہر گل کے دامن کو

بنا نزدیک بتخانہ تو اچھی شیخ کو سوجھی
در مسجد سے اب ڈھیلے لگاتا ہے برہمن کو

مجھے صحت ہی بیماری سے ہو گا زرد مُنھ اُس کا
عزیزو دیکھ آؤ جا کے رنگ روے دشمن کو

نہ وقت ذبح دونو نکی نگاہین اور جانب ہون
مین دیکھون دست قاتل کو وہ دیکھے میری گردن کو

پھنسا کر دام مین صیاد دے کین اس سے بند آنکھین
نہ دیکھین بلبلین حسرت بھری نظرون سے گلشن کو

بسان موم پگھلے حدت ناسور سینہ سے
اگر مرہم کی بتی مین رکھے جراح سوزن کو

زبان موج سے دریا ادھر سائل ان اشکون کا
اُدھر پھیلاے ہے ابر بہاری اپنے دامن کو

فسان پر چڑھ کے یہ اُتری ہی گر ہمکو اجازت ہو
تمھاری تیغ کی ہم باڑھ دیکھین رکھکے گردن کو

کھڑا ہون قرب دیوار مکان یار مین عاشق
دل پُر داغ کا بھالا سمجھکر عکس روزن کو

بجاے جامہ مجکو چاہیئے پیراہن شعلہ
کیا ہی آتش فرقت نے انگارہ مرے تن کو

چٹک کر غنچے بھی بلبل کے ساتھ آمین کہتے ہین
جو سوسن دس زبانون سے دعا دیتی ہی گلشن کو

برا کوئی کہے رشک و حسد کو مین نہین کہتا
کہ مارا ہی انھین دونون نے ملکر میرے دشمن کو

فصاحت جب وہ رشک مہر میرے گھر نہین آتا
سیہ شب سے زیادہ جانتا ہون روز روشن کو

تنہا ہماری آنکھ سے باہر کبھی نہو
لخت جگر کے ساتھ جو آنسو کوئی نہو

کمبخت اپنی جان سے عاجز کبھی نہو
محتاج کو جو گھیرے ہوے مفلسی نہو

بھاری اگر گناہون سے میت مری نہو
چار ون اٹھانیوالون سے شرمندگی نہو

وہ آئین گر مزار پہ میرے کوئی نہو
حسرت نہ ہو اُداسی نہو بیکسی نہ ہو

دنیا مین پھر مطیع کسی کا کوئی نہ ہو
ہان ضد تو انگری کی اگر مفلسی نہ ہو

ہے شرم اگر یہی رہو آئینہ خانہ مین
بس تم ہی تم ہو اور مری جان کوئی نہ ہو

اُس بت کے پھر عتاب کو سمجھو خدا کا قہر
چین جبین کے ساتھ جو لب پر ہنسی نہ ہو

اے چرخ جس کے جانے کا ہو مدتون ملال
باز آئے ہم جہان مین ایسی خوشی نہ ہو

حاسد پہ طعن چاہیے اشعار مین مگر
احباب پر کنایہ اشارہ کوئی نہ ہو

ہم ایسے سخت جانکے ہین قتل کا جو قصد
خنجر بھی رکھین ہاتھ مین وہ تیغ ہی نہ ہو

چُلو ہی سے شراب پیون آتے ہی بہار
گر جام عین وقت پہ ممکن کوئی نہ ہو

اس روز بے خبر تمھین سمجھون ضرور مین
جسدن مرے ملال سے تم کو خوشی نہ ہو

دینا اُنھین پیام زبانی بھی قاصدا
لیکن بیان مین رنج کا پہلو کوئی نہ ہو

مردہ سمجھ کے وہ مجھے ٹھوکر لگائین کیون
بند آنکھین گر مرض مین نہون بیحسی نہ ہو

شیشون مین مے گلون مین رہے بو میان بزم
بے انکی آئے جامہ سے باہر کوئی نہ ہو

اے عشق روے جاے جو ناسور دل یہی ہین
جتنے جگر کے زخم ہین انمین ہنسی نہ ہو

اے چرخ مجھ غریب کی خاطر وہ رہتے دے
اورونپہ جو مصیبت و آفت پڑی نہ ہو

عاشق عروس مرگ سے پھر ہمکنار ہو
معشوق گر شباب مین ممکن کوئی نہ ہو

آئے کبھی تو پاس مرے بھی تو انگری
مانع جو گرد دائرہ مفلسی نہ ہو

کیا خوب آہین کرکے یہ اب سوچتا ہون مین
منھ سے کہین نقاب کسیکے اُڑی نہ ہو

وہ بعد غیر بھی جو گلے سے مجھے لگائین
غم بھی تو روز عید نہ ہو گر خوشی نہ ہو

اسکا ضرور ساتھ دے یاس اور بیکسی
جسکا شریک وقت مصیبت کوئی نہ ہو

سچ ہی بشر جہان مین خدا جانے کیا کرے
بے اعتبار اتنی اگر زندگی نہ ہو

عادت مصیبتونکی پڑی ہی جو اے فلک
اب خود مین چاہتا ہون کہ راحت کبھی نہ ہو

وہ بوسہ دیکے غیر کو کرتے ہین چار آنکھ
گر مین نہ ہنس پڑون اُنھین شرمندگی نہ ہو

آنے نہ آنے کا نہین کچھ اُنکے اعتبار
دل مین ہمارے درد کبھی ہو کبھی نہ ہو

دُرکیطرح وطن سے نہ نکلے تو کیا کرے
معشوق آتے ہونگے چھڑکنے کو آب اشک

وارث اگر یتیم کے سر پر کوئی نہ ہو
میری لحد زمین کے برابر ابھی نہ ہو

زینت دے اپنی طبع فصاحت جو شعر کو
خاتم ہر ایک لفظ تو معنی نگینہ ہو

اعجاز دکھائین گے وہ ہمکو — اب آگ جلائینگے وہ ہمکو
برسون تڑپائین گے وہ ہمکو — جلوہ نہ دکھائین گے وہ ہمکو
پاس اپنے بلائین گے وہ ہمکو — ٹھٹھون مین اڑائینگے وہ ہمکو
بازو مین زور ہے نہ زر پاس — کیونکر ہاتھ آئین گے وہ ہمکو
غش سے کہو جلد آئے ورنہ — محفل سے اٹھائین گے وہ ہمکو
اُلفت مین اپنے سر چڑھا کر — نظرون سے گرائین گے وہ ہمکو
اُسوقت کرینگے موت کو یاد — جب دل سے بھلائین گے وہ ہمکو
شب کو تو شمع کو جلایا — اب دن کو جلائین گے وہ ہمکو
حورونکو دیکھکر جنان مین — کیا کیا یاد آئین گے وہ ہمکو
دن کو روئین کہ شب کو تڑپین — لیکن نہ بلائین گے وہ ہمکو
مانند سحاب اور شبنم — دن رات رلائین گے وہ ہمکو
حسرت کے ساتھ دینگے ذلّت — خود اُٹھ کے اُٹھائین گے وہ ہمکو
دیکھین گے پڑا ہوا جو در پر — ٹھکراتے جائین گے وہ ہمکو
سوجھے نہ ہون جو سخنورون نے — مضمون ہاتھ آئین گے وہ ہمکو
گستاخ ہون لاکھ غیر کی طرح — پر مُنھ نہ لگائین گے وہ ہمکو
اب ضعف نے کر دیا ہی بیحس — کیونکر تڑپائین گے وہ ہمکو
بیہوش تو عشق مین کیا ہے — کب ہوش مین لائینگے وہ ہمکو
ہے زلف کا تازیانہ کافی — دُرہ نہ لگائین گے وہ ہمکو
اُٹھا ہے غیر کا جنازہ — اب لینے کو آئین گے وہ ہمکو

رہ رہ کے اگر ہے جیسے جلتا
اس طرح جلائینگے وہ ہمکو

فریاد کرین گے تنگ آکر
گر یون ہی ستائینگے وہ ہمکو

جب ہو گی خطا نہ کوئی سرزد
تہمت ہی لگائینگے وہ ہمکو

غیر آئے گا تو کرین گے الٹی
پردے مین بٹھائینگے وہ ہمکو

جب ہو گا جہان مین قحط باران
اُسوقت رلائینگے وہ ہمکو

خط غیر کا آیا ہے فصاحت
پڑھ پڑھ کے سنائینگے وہ ہمکو

غائب جو عندلیب مع آشیانہ ہو
صیاد ہاتھ ملکے چمن سے روانہ ہو

سامان شب کو میری لحد پر شہانہ ہو
دودِ چراغ پھیل کے گر شامیانہ ہو

صبح شب وصال نہ یون جاؤ روٹھ کر
اچھا مجھے گلے سے لگا کر روانہ ہو

تابوت اُٹھے گا مر ہی گیا ہی اگر رقیب
جاؤ نہ اُسکے گھر ابھی شاید بہانہ ہو

تربت پہ میری دھوپ ہی تو کہہ رہی ہین دوست
کچھ اور چاہیے ہو کہ نہ ہو شامیانہ ہو

پھر باغبان نکیون مجھے آنکھو نپر دے جگہ
جب فرقِ گل پہ تاج مرا آشیانہ ہو

یہ طرفہ بات ہی کہ مرض سے مریض کو
شافی شفا دے اور دوا کا بہانہ ہو

لیلیٰ کی چادر اُڑ کے ہوا پر اگر رکے
بالائے قبر قیس حزین شامیانہ ہو

مین طالب وصال ہون اُنکو یہ فکر ہی
دل اسکا مان جائے کچھ ایسا بہانہ ہو

ہین جب سر اُٹھا سکون دب کر تہ زمین
پھر قبر پر کھنچا ہوا کیون شامیانہ ہو

نازک چمن مین شاخ گل تر سے عندلیب
غنچہ سے بھی زیادہ سبک آشیانہ ہو

طولانی اسقدر ہی اگر قصہ خوان کہے
ختم اُسکی عمر بھر نہ ہمارا فسانہ ہو

گر اپنا عکس آئینہ مین دیکھے غیظ سے
خود ہی وہ اپنے تیر نظر سے نشانہ ہو

غصہ ہمارے حال پہ آئے انھین کہ رحم
کوئی نہ کوئی ترک جفا کا بہانہ ہو

پیکان بنے جو غنچۂ گل تیر شاخ پر
گلشن مین عندلیب کا دل پھر نشانہ ہو

پھیلی ہی یوہی زلف صنم باغ مین صبا
کہہ کاروان نکہت گل سے روانہ ہو

بدلا ہوا ہی غیر سے رنگ مزاج یار
ابتو مری طرف متوجہ زمانہ ہو

بے سنورے اُسکی زلف سے ہمسر نہ ہوسکے
گر لاکھ موے سنبل پیچان مین شانہ ہو

کیون چپ کھڑا ہے لے کے خط شوق نامہ بر
بہلائے بیٹھکر مرا دل یا روانہ ہو

دیکھے نہ چشم کم سے فقیرونکو بادشاہ
اِنکا بھی دور چرخ مین شاید زمانہ ہو

وہ مجھ سے اپنے دور مین کہتے ہین کرکے ظلم
تم ہم سے کیا کرو جو تمہارا زمانہ ہو

شبخون کا خوف دیکھنے والونکو کیون نہو
جبدن تمہارے دست حنائی مین شانہ ہو

بیکار وضعدارونکو ہی پاس وضع کا
رفتار ویسی چاہیئے جیسا زمانہ ہو

دل تک تو لینے تیر نظر اُنکا آنے دو
تعریف کا محل ہے جبھی جب نشانہ ہو

معشوق بات بات مین جب برخی کرے
عاشق کے مرنے کا وہی شاید زمانہ ہو

گذری جوانی آگئی پیری جہان سے چل
غافل سحر ہوئی ہے سرا سے روانہ ہو

بلبل چمن سے کھینچ کے نہ کیونکر قفس مین آئے
مانند دام اگر کشش آب ودانہ ہو

ہمیشہ سرکشی مین قضا عدو بھی ہے
گر تم فروتنی مین وحید زمانہ ہو

ہوش پیری مین یہ کہتا ہے مجھے جانے دو
گئی کس سمت جوانی کی خبر لانے دو

ٹھوکرین دل کو محبت مین ذرا کھانے دو
چپکے دیکھا کرو جاتا ہے جدھر جانے دو

ہمسری کرنے کی موجون کو سزا پانے دو
اُترے ہو نہر مین تو زلف کو بل کھانے دو

آج دریا نو نکواتا تو دیا حکم اُس نے
کوئی دم لینے کو ٹھہرے تو ٹھہر جانے دو

رات کو محفلونمین اپنے حسینو مجھ کو
شمع کیطرح جلایا کرو پر آنے دو

اپنے بیمار کو کوسا نہ کرو تم ہر وقت
چار دن اور زمانے کی ہوا کھانے دو

نگہ شوق مری کام کرے گی یارو
شرم کو اُنکی ذرا حد سے گذر جانے دو

حکم اُنکا ہے گدا ہو کہ برہمن کوئی
جو ہو دربانو مرا دست نگر آنے دو

ہم سے یون اُسنے لی صبح شب وصلت رخصت
تمتو جاؤگے لحد مین مجھے گھر جانے دو

ہمدمو اپنے ہی دلمین پھر اُسے ڈھونڈھینگے
کعبہ و دیر کلیسا مین پکار آنے دو

سُن لو تم اور فلک دونون سے ہی میرا خطاب
غم دئے ہین تو فراغت سے مجھے کھانے دو

بھولے سے ہم گئے کعبہ مین تو دیتے ہو سزا
اے بتو رحم کرو بہر خدا جانے دو

تو سہی اُسکی جفائین وہ سمجھ ہی نہ سکے
خیر جھک کر فلک پیر کو سمجھانے دو

باتین کچھ کرون اشارون مین کہ ہی نزع کا وقت
دوستو سر کو ذرا اُنکو قریب آنے دو

طبع کہتی ہی کہ پھر شاہد مضمونکا ہو حسن
زلف کی طرح سے بندش مجھے سلجھانے دو

دیکھی اب بعد کلائی کے یہ زلفونکا جواب
جب لچک لے کمر اے یار تو بل کھانے دو

شوخیون ہی کو جگہ تم نے فقط دی تو کیا
کبھی آنکھونمین مروّت کو بھی تو آنے دو

لاش جاتی ہی کوئی جاکے نہ دیکھو سر بام
آؤ بیٹھو ہنسو بولو تمھین کیا جانے دو

غیر دروازے پہ روتا ہی یہ ہی بدشگنی
یا تو اُٹھوا ہی دو کمبخت کو یا آنے دو

جا و بیجا کہین تصویر مین ہو ہاتھ نہ مس
چپ رہو تم مجھے بہزاد کو سمجھانے دو

کل ہرمس دوستو آئیگا مرے نالہ پر
آج اُنھین غیر کی فریاد پہ رحم آنے دو

وہ تو ہر بات پہ دیتے ہین مجھے دشنام
پاس اُلفت کا کرو چپ ہی رہو جانے دو

اکدن اسیر حلقۂ خاتم کہین نہ ہو
اہل جہان کی قدر کا خواہان نگین نہ ہو

بشاش چہرہ سونے مین اے ہمنشین نہ ہو
رویا مین ہمکنار جو کوئی حسین نہ ہو

سہ سہ کے ظلم کیون یہ دل اندوہگین نہ ہو
جب آپکی زبان پہ صد آفرین نہ ہو

کاہیدہ وہ ہون مین کہ دم عیش کیا عجب
بالیدگی بھی ہونے سے تنگ آستین نہ ہو

کیون اُس گلی مین نقش قدم قاصد نہین
شاید کہ آسمان وہان ہو زمین نہ ہو

گھٹ کر اسیر کنج قفس مین جو مر بھی جائین
صیاد بدگمان ہی کچھ ایسا یقین نہ ہو

کیسے ہو نا سمجھ کہ ہوے ہو عدوے جان
سوچو تو دل مین جان ہماری تمھین نہ ہو

سب کی نظر بھرے بھرے بازو پہ تیرے ہو
اے ترک اگر چھپاے ہوے آستین نہ ہو

نکلین نہ غنچے مٹھیون مین زر لئے ہوے
قارون کا مال مفت جو زیر زمین نہ ہو

زخمی تیغ ابروے جانان ہوا ہون مین
آئے حسین وہ دیکھنے جو مہ جبین نہ ہو

دل میرا مر گیا ہے تو سینہ مین کیون رہے
مردون مین جا ملے جو ٹھکانا کہین نہ ہو

شب بھر ہنسا کرونگا نہ روؤنگا مثل شمع
اچھا جلا کے دیکھ لو تم گر یقین نہ ہو

رکھون گلا مین دوڑ کے قاتل کے ہاتھ پر
تیغ برہنہ سمجھون اگر آستین نہ ہو

جھک جھک کے کوے یار مین کہتا ہی آسمان
لے میری رائے یان کوئی دفن اے زمین نہ ہو

اُسوقت سمجھین وہ مجھے شاید مریض عشق
جب بوند بھر بھی خون مرے تن مین کہین نہ ہو

وہ بد مزاج اپنے گلے سے بھی گر لگائے
عفو قصور کا مجھے پھر بھی یقین نہ ہو

کیون پردہ رکھ کے غیر کو میرا عدو بناؤ
صاحب کھُلے کھُلے مرے دشمن تمھین نہ ہو

رند حریص ایک نہ اک ساقی آئے گا
مینائے مے مین دُرد ابھی تہ نشین نہ ہو

دم بھر مین کیا عجب جو ہزارونکا خون بہائے
اُس ہاتھ سے جو لپٹی ہوئی آستین نہ ہو

وس سیں خم مین آتش تر کے گڑے ہوے
کیون گرم مے فروش کے گھر کی زمین نہ ہو

دے گا جواب عکس تو بگڑو گے اور بھی
آئینہ رکھ کے سامنے چین بر جبین نہ ہو

گر ہم کہین کہ دختر رز آ بلی پڑتی ہے
تو بھی جناب پیر مغان کو یقین نہ ہو

مردم کا شبہہ کرتے ہو کیون یری آنکھ مین
پھر اچھی طرح غور سے دیکھو تمھین نہ ہو

پہلے تو گرم لاف تھا محفل مین اے عدو
اب ہم فنون کو دیکھ کے گوشہ نشین نہ ہو

تیرے مریض زار پہ الحمد پڑھنے کو
بازو کا کیا پتہ ملے گر آستین نہ ہو

آئے سمٹ کے دلمین مرے رنج و غم کی بھیڑ
رہنے کی جا جو سارے جہان مین کہین نہ ہو

اکثر اُڑی ہی جھوٹ مری مرگ کی خبر
اب واقعی مرون تو کسی کو یقین نہ ہو

نکلے گی دل کی طرح تڑپکر ہماری جان
پہلو سے یون بگڑ کے جدا اے حسین نہ ہو

اپنے سے اچھا سمجھو ضرور اُس حسین کو
جو تم سے آنکھیں چار کرے شرمگین نہ ہو

کیا خوب جان بوجھ کے نادان بنتے ہو
مسلے گا اور کون کلیجہ تمھین نہ ہو

مقتل مین گر کے میرا لہو جذب ہو گیا
ایسی کسیکے خون کی پیاسی زمین نہ ہو

در پر ہر اک مکان کے لگاتے ہین اسلئے
زنجیر غل مچائے جو کوئی مکین نہ ہو

کیا سوچتے ہو جب سے ہوا ہی زوال حسن
میرے ہی گھر پہ آؤ جو وعدہ کہین نہ ہو

سینہ سے دلمین آیا تو دل سے جگر مین جائے
پیکان ترا چلے پھرے گوشہ نشین نہ ہو

پہلے سمجھ لو پھر نہ مجھے تیر نظر لگاؤ
اس دلمین اور کون ہے گھائل تمھین نہ ہو

سہنی ہین اس سے بڑھ کے فصاحت مصیبتین
اتنا شروع عشق مین اندوہ گین نہ ہو

مشتہر کرنا ہی جنگ شاہ خیبر گیر کو | چاہیے جبریل کے پر کا قلم تحریر کو

سر پٹک کر یہ خبر دین اس بت بے پیر کو | پھوڑتے ہین اور ہم پھوٹی ہوئی تقدیر کو

چھیڑتے ہین کیون اطفال مجھ دیوانۂ دلگیر کو | سمجھین گر ایمائے چشم حلقۂ زنجیر کو

دیکھو بعد مرگ میری گردش تقدیر کو | لاش اُس در سے نکالی جاتی ہی تشہیر کو

تو نے بھی دیکھی یہ گستاخی یہ جرأت غیر کی | میرے آگے پیار کرتا ہے تری تصویر کو

مضحکہ کیا کیا ہوا ہم وحشیان زلف مین | دیکھکر اے قیس تیرے پائے بے زنجیر کو

واہ اپنے خندۂ دندان نما سے وقت قتل | اور دیدی آب و تاب اس ترک نے شمشیر کو

ہاتھ سے جب تو اُٹھانے کو مجھے مانع ہوا | جذب نے دل کی طرف کھینچا تری تصویر کو

ہے اگر پیوست ظالم اتنی بیدردی نکر | دل کھنچا جاتا ہی کھینچ آہستگی سے تیر کو

اے جنون لیکر ہماری جان عزرائیل نے | گل کیا گویا چراغ خانۂ زنجیر کو

یہ تو اچھی کی زلیخا نے منادی مصر مین | نوجوان کوئی نہ چشم کم سے دیکھے پیر کو

خاک مطلب نکلا الزام ایک کو دیتا ہی ایک | نالہ کو تاثیر اور نالہ مرا تاثیر کو

فرق اصل و نقل مین ہی یا نہین بس اسلیے | دیکھتا ہون مین کبھی اُنکو کبھی تصویر کو

ہاتھ آجائے تو اپنے سر پہ رکھے فخر سے | قیس میرے پاؤنکی اُتری ہوئی زنجیر کو

اس مرقع مین جہانکے جیسے ہو نہین حیرت زدہ | لوگ دیکھین صفحۂ تصویر پر تصویر کو

ایسی محکم ہے یہ تعمیر اے جنون جنبش نہ ہو | زلزلہ بھی گر ہلائے خانۂ زنجیر کو

دو شفق آلودہ ماہ نو کا گردونکو جواب | تم ہمارے خون مین آلودہ کرو شمشیر کو

ہے لگن مین شمع کا دریائے اشک اُمڈا ہوا | لاکھون پروانے ڈبونے آئے ہین گلگیر کو

آپ اپنے ہاتھ سے درّے لگاتے ہین جسے | کوئی اُسکے دل سے پوچھے لذت تعزیر کو

نامور تو ہو گئے تم گو برائی مین سہی | دار پر کھنچوا کے ہم عشاق بے تقصیر کو

ہمت مردانہ سے خوش بختی پرویز پر | فوق ہے فرہاد کی بگڑی ہوئی تقدیر کو

تیغ کی مسجد کے گلدستہ کا ہو رند و جواب
مرتفع اتنا کرو میخانہ کی تعمیر کو

دہشت پامالی دل ہی جو کوے یار مین
ہر قدم پر ٹوکتا رہتا ہون ہر رہگیر کو

اے فصاحت ہی وہان رہنے کی ہمکو بھی ہوس
سمجھی ہے فردوس دینار وضئہ شبیر کو

دیکھکر غصہ مین ابروے بت بے پیر کو
کون اچھا سمجھے بل کھائی ہوئی شمشیر کو

دخل ہر اک کام مین دیتا ہون تدبیر کو
سوء ظن مجھ سے بجا ہے کاتب تقدیر کو

پڑ گیا جب سایا بس بھی لینے نہ دی نخچیر کو
فوق ہے مژگان کے تیر و نیر نگہ کے تیر کو

باغ مین غنچہ سے بلبل کو جو ہی منظور بحث
لے دہن مین اپنے سوسن کی زبان تقریر کو

اے پری دھوپ مین دیوانہ لاغر ترا
دوسری زنجیر سمجھا سایۂ زنجیر کو

یہ کلیجہ تک نہ میرے آسکا اسکی ہے شرم
رہنے دو گوشہ مین دل کے منھ چھپائے تیر کو

حرف چارون لفظ قسمت کے نکیون باطل کرنا
آدمی کی سعی و جہد و کوشش و تدبیر کو

بے نکلے معرکہ مین خود نہ نکلے میان سے
آپ اپنے قبضہ مین رکھئے ذرا شمشیر کو

جب نہ پایا چاک کر کے دل جگر بولا وہ شوخ
صاف کہدو کیا کیا تم نے ہمارے تیر کو

غیر کی خوش قسمتی کو عشق نے مژدہ دیا
منتخب کر کے بُرائی مین مری تقدیر کو

جان نثارو پڑ رہی ہی دھوپ مقتل مین کڑی
مغتنم سمجھو ہو لے دامن شمشیر کو

غیر اگر تجھ کو وہان سینہ سے لپٹائے بجرم
ہاتھ مین ہو میرے یان جنبش تری تصویر کو

شمع کے سر کاٹنے کا بزم مین لینگے قصاص
سیکڑون پروانے ہین گھیرے ہوے گلگیر کو

آج یوسف کے مقابل مصر کی بازار مین
مسکراتے ہم نے دیکھا آپ کی تصویر کو

شوق ہے جائے بہشت کوچۂ دلدار مین
حسرت عود جوانی ہی جو قلب پیر کو

تجھ سے اتنا بھی نہ نکلا کام اے آہ رسا
غیر کے نالون مین کیون جانے دیا تاثیر کو

جذب دل کے کھینچنے سے تو نہ تو مجھ تک کھنچا
پر ہوا اے آہ اُڑا لائی تری تصویر کو

جمکے میرے خون کی بوندا ے ترک ہو صورت نما
چاہیئے پتلی بھی چشم جوہر شمشیر کو

دل کے خون گرم سے پیکان ہوا جاتا ہی موم
دیکھو پچھتاؤ نہ پھر جلدی نکالو تیر کو

کیا صلاح ایدل ہی پڑھ پڑھکر ہمنسون یارو نے — مجھ سے وہ پڑھوا رہا ہی غیر کی تحریر کو
سیکڑون تدبیرین کین برگشتگی بخت مین — پر نہ بن پڑتے ہوے دیکھا کسی تدبیر کو

اے فصاحت شعر گوئی مین عدو کس آنکھ سے
دیکھے میرے اعتبار و عزت و توقیر کو

نہان دلمین مدت سے اےجان تمھین ہو — مری آرزو و میرا ارمان تمھین ہو
نہین اور محبوب کا اس مین جلوہ — مرے خانۂ دل مین مہمان تمھین ہو
فقط دل مین کہنے کو ہے روح لیکن — مری جان تمھین ہو مری جان تمھین ہو
مجھے دیکھکر طعن سے یون وہ بولے — ہمارے طلبگار و خواہان تمھین ہو
مرض لاعلاج اک جو ہی عشق صادق — حقیقت مین اُسکے بھی درمان تمھین ہو
جو کی چارسو غور ہم نے تو دیکھا — تمھین مال و زر دین و ایمان تمھین ہو
یہ کیا چٹکیان لیتے ہو دل مین رہ کر — ہم اب سمجھے غارتگر جان تمھین ہو
جو وہ پوچھین ہی حسن مین کون اچھا — پرستان سے بول اُٹھین پریان تمھین ہو
جو آکر مرے دل کو لے جانیوالے — تو اب صاف کہتا ہون ہان ہان تمھین ہو

عبث شاعری پر ہے نازاے فصاحت
زمانے مین کیا اک سخندان تمھین ہو

بخیلو سائلونکو بے سوال دے ڈالو — خدا کی راہ مین تھوڑا سا مال دے ڈالو
ہے رشک لعل بدخشان یہ لال دے ڈالو — زبان زبان سے لڑا کر اُگال دے ڈالو
فلک بفخر بنائے ہلال عید اُسے — یہ اپنی تیغ عدیم المثال دے ڈالو
ملائے زلف مین اپنی بفخر سنبل باغ — جو کنگھی کرنے مین ٹوٹین وہ بال دے ڈالو
جو ہم سے میکش مفلس ہین منتجو اُنکو — یہ اگلے سال کے خم اگلی سال دے ڈالو
ہم ایسے عاشقون سے ہی یہ قول ہمت عشق — اُنھین دل و جگر و جان و مال دے ڈالو
تمھارے ترشتے ہوے ناخنونکا خواہان ہی — تم آسمان کو یہ سب ہلال دے ڈالو
جو دینا ہو تمھین خیرات حسن اک بوسہ — نرکھورات یہ روز وصال دے ڈالو

تم اپنی خاک قدم صیدگہ مین خوش چشمو
برائے سرمۂ چشم غزال دے ڈالو

جو تم سے مانگتے ہین حاسدان کم مایہ
فصاحت اپنے مضامین کے لال دے ڈالو

نکلے ہین خوفِ شبِ فرقت سے دونون ملکے ساتھ
لختِ دل آنسو کے ساتھ آنسو ہی لختِ دل کے ساتھ

کون دیکھے میری چشم یاس کو ہنگامِ ذبح
اپنا منھ خنجر بھی ہی پھیرے ہوے قاتل کے ساتھ

پاؤن سے تھے روندتے ہین آپ لیکن کیا کہون
آرزوئین مفت مین پامال ہونگی دل کے ساتھ

قابل دید اسکے گھر مین کیفیت تھی رات بھر
شمع بھی وقت سحر روتی اٹھی محفل کے ساتھ

دن کو ہون نالہ کنان ہمراہ بلبل ہجر مین
لوٹتا ہون رات بھر پروانۂ بسمل کے ساتھ

چاہتا ہے دہر مین سیماب گرا پنی نمود
کچھ دنون بیتاب ہو آکر ہماری دل کے ساتھ

چھپ کے مجھسے جائیے گا آپ محشر مین کہان
حشر ہوتا ہی ہر اک مقتول کا قاتل کے ساتھ

ہین مرے تابوت کے ہمراہ احباب اسطرح
قافلہ جاتا ہے جیسے رہبر منزل کے ساتھ

یون تو اے ناوک فگن تجھ کو نہ مانونگا کبھی
جب مین قائل ہون کہ چھد جاے جگر بھی دل کے ساتھ

اسطرح شاید رسائی ہو در دلدار تک
جاؤن تھامے ہاتھ نابینا کسی سائل کے ساتھ

دھوم سے آتی ہی لیلی کی سواری نجد مین
تھوڑے وحشی آگے ناقہ کے ہین کچھ محمل کے ساتھ

خاک اسکو سوجھتی پست و بلند راہِ عشق
ٹھوکرین کھاتا اگر آنکھین نہ ہوتین دل کے ساتھ

اب مین سمجھا تم نے بے مانگے جو دو بوسے دے
ہی یہ مطلب لے مجھ اپنا جگر بھی دل کے ساتھ

گو کھرو کانٹے خس و خاشاک دامن مین نہین
ہین یہ دو دو چار چار احباب ہر منزل کے ساتھ

سامنے غیرون کے رونے کی مناہی تم نے کی
خیر آج آنسو بھی ہم پی لینگے خون دل کے ساتھ

مانین جب ہم طائر قبلہ نما کا اضطراب
گھر سے باہر آکے تڑپے گر ترے بسمل کے ساتھ

حشر کا میدان جتنا تھا انھین سے بھر گیا
پیش حق مقتول آئے اسقدر قاتل کے ساتھ

ہاے لے اعضا اکیلا اسکو کیون جانے دیا
ہو لیا ہوتا کوئی تم مین سے میرے دل کے ساتھ

اے ہوا بے پردگی سے اپنی لیلی ہے خجل
ہوش مجنون بھی اڑا دے پردہ محمل کے ساتھ

کون تھا جو اسکے جانے سے نہ آزردہ ہوا
فرش بھی چین بر جبین شب کو اٹھا محفل کے ساتھ

روبرو ہیبت سے کوئی راہ مین آتا نہین
ہاتھ مین تیغ آگے قاتل پیچھے مین قاتل کے ساتھ

چھوٹنا بھائی کا بھائی سے بہت دشوار ہے
لیجیے تو آپ نکلے گا کلیجہ دل کے ساتھ

ہمکو اُس محمل نشین کا عشق ہے کس سے کہین
ہین ہزارون قیس کے مانند جس محمل کے ساتھ

اے فصاحت ہجر مین رونیکو اب کم کیجیے
زائل آنکھونکی بصارت ہو نہ لخت دل کے ساتھ

اگر عشاق کو اپنے نکلواتے ہو جانا نہ
نہ آئے شمع کے ہمراہ بھی محفل مین پروانہ

جو دیکھو غور سے رندو تو گلشن بھی ہی میخانہ
کہ شیشہ سرو ہے ساغر ہے گل غنچہ ہے پیمانہ

کسی صحبت مین جاکر مین گران خاطر نہین ہوتا
کہ ہشیارو نہین ہون ہشیار دیوانو نہین دیوانہ

علی سے ہمکو مطلب ہی نجف سے کام ہی رندو
جہانمین ہی ہمارا ایک ساقی ایک میخانہ

مجھے نشہ مین بھی رہتا ہی اتنا ہوش میخوارو
جو ساغر ٹوٹ جاتا ہی بنا لیتا ہون پیمانہ

وہ حال دل مرا سنکر تعجب سے یہ کہتے ہین
ہماری نیند اُچٹ جاتی ہی یہ کیسا ہی افسانہ

معاذ اللہ برہمن شیخ سے کہتا ہے ہنس ہنس کر
سینہ ہے آپکا کعبہ یہان روشن ہے بتخانہ

وہ مہکش ہو نہین خوش قسمت مکان اچھی جگہ پایا
برابر جتن رہتے ہین یہ گلشن ہے وہ میخانہ

سبو کیا ہے پلائے تونے اکثر خم کے خم لیکن
بھرا بھر بھی نہ اے ساقی ہمارے دل کا پیمانہ

پئے درمان طبیب آتا ہی میرے پاس وحشت مین
ذرا آنے دو یارو تو بھی ہو وہ بھی دیوانہ

گلے کاٹینگے اپنے ہاتھ سے خود آپ کے عاشق
نہ لیکر ہاتھ مین تلوار چلیے چال مستانہ

لحاظ اسکو نہین کچھ بھی نکالو اپنی محفل سے
تمھارے سامنے پھرتا ہے گرد شمع پروانہ

یہ سچ ہی غافلو دنیائے فانی جائے عبرت ہے
جہان تھی کل تک آبادی وہان ہی آج ویرانہ

تمھاری رائے کیا اے حضرت دل ہی کدھر جائیں
دوراہے پر کھڑا ہو نہین یہ کعبہ ہے یہ بتخانہ

ذرا انصاف کر مجھ رند کی نیت بھرے کیونکر
مرے چلو سے بھی تو کم ہی ساقی تیرا پیمانہ

اگر اے شمع ہو تیری رسائی بزم جانان مین
بیان کر دینا تو اپنی زبان سے میرا افسانہ

یہان صاحب جو اک عالم تہ و بالا ہوا تو کیا
قیامت مین بہت کام آئے گی یہ چال مستانہ

ہمارا لخت دل اشکو نمین ہی اسطرح اے ہمدم
گھرے اطفال کے مجمع مین جیسے کوئی دیوانہ

بلاے آسمانی میکشون تک آ نہین سکتی
گھٹا چارونطرف سے خوب ہی گھیرے ہی میخانہ

وہ ابر اٹھا وہ میکش آئے ساقی بھرلے ان سبکو
صراحی خم سبو شیشہ گلابی جام پیمانہ

ترا کوچہ مرادِ دل اور اب نکلے یہ دو معبد
خلائق جانتی تھی ایک کعبہ ایک بتخانہ

بہت عاشق کے جل جانے کا غم ہی شمع محفل کو
زبان سے چپکے چپکے کہہ رہی ہے ہاے پروانہ

فصاحت شب کو مہمان ہوا گر وہ ماہرو آکر
زمین پر غیرت برج قمر ہو میرا کاشانہ

ہے تازگی اُس رخ مین گل تر سے زیادہ
موزون ہی وہ قد سرو و صنوبر سے زیادہ

ساقی نے کہا مجھ سے نہ یون دونگا تجھے مے
چلو مین ترے آتی ہی ساغر سے زیادہ

ہم سچ کہین شیشہ سے سوا تھا کبھی نازک
اب قلب ترا سخت ہی پتھر سے زیادہ

مجنون سے ترے کہتا ہے ہشیار رہو کمبخت
یہ کلمۂ فصاد ہے نشتر سے زیادہ

مجھ رند کی ہے اک کلہ ریشمی اے شیخ
قیمت مین ترے جُبّہ سے چادر سے زیادہ

لے دیکھ لے ہے صاف مرا جام سفالی
ساقی ترے بلور کے ساغر سے زیادہ

اُس دشت مین پھرتا ہے ترا وحشی مژگان
ہر خار جہان تیز ہے نشتر سے زیادہ

جب ڈھانک لیے پاؤن تو سونے مین کھلا سر
اے فقر یہ قد ہے مرا چادر سے زیادہ

سب ٹوٹین گے دیکھے گا جو تو محتسب اسطرح
شیشون کو نظر ہے تری پتھر سے زیادہ

چکر تجھے دن رات ہی اے چرخ یہ مانا
پھرتا نہین تو پھر بھی مرے سر سے زیادہ

میخانہ مین ٹوٹا جو یکایک خم بادہ
مے ملگئی رندونکو مقدّر سے زیادہ

قطرے مرے خون کے ترے خنجر مین جمے جو
اے ترک وہ گنتی مین ہین جوہر سے زیادہ

ہے موت بھی منعم کی مری زیست سے اچھی
تربت ہی وسیع اُسکی مرے گھر سے زیادہ

عاشق کے دم نزع جو آجاتا ہے وہ شوخ
بالین پہ ٹھہرتا نہین دم بھر سے زیادہ

تو میرے گناہونکو بہت سمجھا ہے واعظ
اے توبہ نہین رحمت داور سے زیادہ

فصاحت عاشور کو مقتول ہوے جتنے
وہ تھے نہ مع شاہ بہتر سے زیادہ

حسب فرمائش نواب مصطفیٰ علیخان صاحب بہادر [illegible] مولوی قمر الدین صاحب دام اقبالہم ۱۲

آئی ہین گردشین کرنا اسی تدبیر کے ساتھ — مدتون چرخ پھرا ہی مری تقدیر کے ساتھ

آپ کچھ آج کرین لطف بھی تعذیر کے ساتھ — کہ مجھے تھوڑی ندامت بھی ہی تقصیر کے ساتھ

خیر اب دل کی نہین ہے کہ بتانے کو بتا — وہ خدنگ نگہ ناز بھی ہی تیر کے ساتھ

چارہ گر کو بھی جنون ہو نیکو ہی اے حداد — بیڑیان اسکی بنا رکھ مری زنجیر کے ساتھ

سچ ہی دنیا مین تواضع ہی تواضع کا جواب — سر جھکا میرا بھی ظالم تری شمشیر کے ساتھ

یونتو میخانہ مین آیا ہی نہ شیخ آئے گا — ہیکشو راہ پہ ہم لائینگے تدبیر کے ساتھ

عشق مین بگڑا ہوا کام سراک بن جاتا — نامرادی جو نہوتی مری تقدیر کے ساتھ

دیکھے مجھ عاشق بے صبر کو اُسنے یہ کہا — کوئی بے ادبی ہو مری تصویر کے ساتھ

کھینچتے ہین اس ادا سے وہ کمانین رکھکر — دل کھنچا جاتا ہی میرا کشش تیر کے ساتھ

ذبح کے وقت پلا شربت دیدار بھی تو — او ستمگر نہین آب دم شمشیر کے ساتھ

تم نے میرے دل نادان کو لیا بھی تو کیا — حیلہ و مکر و دغابازی و تزویر کے ساتھ

مین جہانمین ہون وہ مظلوم کہ نالہ جو کرون — دل قدسی بھی ہین عرش کی زنجیر کے ساتھ

کیا عجب مملکت عشق مین آوارہ رہے — دل یہ ٹوٹا ہوا پھوٹی ہوئی تقدیر کے ساتھ

چار دن زیست کے دنیا مین بسر کرنا دان — رفعت و مرتبت و عزت و توقیر کے ساتھ

خون قاصد کا بہائینگے وہ برہم ہی مزاج — خط مرا ہاتھ مین ہی قبضۂ شمشیر کے ساتھ

بیڑیان وہ ترے وحشی کو پنھائے حداد — جو بنائی گئی تھین قیس کی زنجیر کے ساتھ

جا کے االی وحشت سے ہوا ندا مین کمی — دھجیان پاؤنمین لپٹی ہین جو زنجیر کے ساتھ

باتین سننے کا ملے لطف گنہ گارون کو — کہتے جاؤ کچھ اگر منھ سے بھی تعذیر کے ساتھ

دل تو کہتا ہے کہ نالہ اُٹھین لائیگا زور — آہ تنہا گئی یہ جائیگا تاثیر کے ساتھ

سختیان طول اسیری ہین یہین نے جھیلین — ہڈیان پاؤن کی بھی گھس گئین زنجیر کیساتھ

کام بنتا نہین کچھ تیرا بُرا ہو اے عقل — تو بگڑنے مین تو ہو جاتی ہی تقدیر کے ساتھ

دو ہی لذت دہن زخم نے میرے پائی — دست قاتل کو بھی چوما لب شمشیر کے ساتھ

ظلم کر ہر کس و ناکس یہ سمجھ بوجھ کے تو — کوئی کچھ کو بھی نہ کوسے فلک پیر کے ساتھ

اے فصاحت یہ کہیں بزم سخن میں شعرا
عمر نواب بڑھے عزت و توقیر کے ساتھ

ردیف یائے تحتانی

دم سوزش دعا نکلی دہان زخم بسمل سے
برائے پیشوائی آہ نکلی قیس کے دل سے

شراب سرخ نکلی خون ہو کر شیشہ کے دل سے
یہ حالت ہی ٹھہر سکتی نہیں بیتابی دل سے

صدا یہ آرہی ہی قتل گہ میں حلق بسمل سے
لپٹتا نجد میں پھر دوڑ کر لیلے کی محمل سے

زبان کھولے سمجھ کر محفل ارباب دانش میں
دیا حکم آج اُسنے شمع ہو یا کوئی عاشق ہو

ہوے ہیں تار تار آخر کو دیکھا اے جنون تونے
لبس مردن بھی رحم آتا نہیں مفلس پہ گردونکو

کفن کو پھاڑ کر کیا ہے نکل آنے کا اندیشہ
تڑپتا تھا ادھر یہ وہ ادھر مقتل میں لے قاتل

ہٹیں وہ پاس سے ورنہ گریبان گیر ہونے کو

خنک آئی ہوا جب دامن شمشیر قاتل سے
جو چھوٹا حسن لیلی پردۂ باریک محمل سے

یہ کون آزردہ خاطر اُٹھ گیا ساقی کی محفل سے
مزار قیس پر لیلی گری پڑتی ہے محمل سے

گرہ دل کی کھلی ہے ناخن شمشیر قاتل سے
نکل آتے جو پائے قیس جادو نکے سلاسل سے

بگڑتی ہی جو کوئی بات پھر بنتی ہے مشکل سے
نکالو رونے والونکو مری عشرت کی محفل سے

مرے شامت زدہ دامن اُلجھتے تھے سلاسل سے
کفن بھی اس دنی کے ہاتھ سے ملتا ہی مشکل سے

کہ مجھ وحشی کی تربت جکڑی جاتی ہی سلاسل سے
یہ لڑوانے کو آیا زلزلہ بسمل کو بسمل سے

چلی ہیں خون کی دھاریں ذبح ہو کر حلق بسمل سے

لطافت اے فصاحت جانشین جو تھے امانت کے
یہ فن حاصل ہوا ہمکو انھیں اُستاد کامل سے

غزل اول [illegible] ۱۲

تڑپ کر رات اس کمبخت نے کاٹی ہی مشکل سے
محبت کسقدر ان دونونکو ہی تیر قاتل سے

بہ آسانی مطالب تیرے بر آئے کہ مشکل سے
ضرورت کے موافق دے اسے وسعت خداوندا

زبان سے میں کہوں کیا آپ خود ہی پوچھ لیں دل سے
ہمارا دل جگر سے کھینچ لیتا ہے جگر دل سے

کسی نے بھی نہ یہ پوچھا ارے حسرت بھرے دل سے
گھٹی جاتی ہیں میری آرزوئیں تنگئی دل سے

اے تکلیف پائی تو نے یا راحت ملی تجھ کو
ذرا پوچھو تو اپنے پاؤنکے روندی ہوئے دل سے

تاسف چاہیئے ہر اُسکی تنہائی پہ فرقت مین
کہ چپکا لیٹ کر باتین کیا کرتا ہو جو دل سے

بڑی تھی کش مکش ناسور نے جب راہ دی انکو
تو چھالے پھوٹ ہی نکلے مرے حسرت بھری دل سے

وہ شب کو خواب سے چونکے تو یہ کہتے ہوے اُٹھے
کسینے پھر پکارا ہے مجھے بیتابی دل سے

دلون مین رہ کے غیرونکے فصاحت اب وہ کہتے ہین
نہین ہی کوئی گھر اچھا تمھارے خانۂ دل سے

عہ

تنہا کبھی ملے تو نہ لپٹو نمین یار سے
باہر ہے ایسی بات مرے اختیار سے

مسرور ہونگے روز وصال نگار سے
گر بچ گئے بلاے شب انتظار سے

خنجر نہ دو ہرسے دو دھری مری حلق پر پھراو
ڈالو گلے مین غیر کے باہین نہ پیار سے

لاے نہ ساتھ غیر کو یہ کہدو یار سے
نکلے گی میری لاش تڑپ کر مزار سے

مطلع

جھپکین کبھی نہ دیدۂ تصویر کیطرح
آنکھونکا ہے یہ حال ترے انتظار سے

رونے کے واسطے گئے قبر عدو پہ وہ
ہنستے ہوے اُٹھے جو ہمارے مزار سے

بے صبر اپنے دل کی تسلی کے واسطے
کین باتین پہرون ہجر مین تصویر یار سے

افراط انبساط مین بالیدہ ہو گئے
وحشی نوید آمد فصل بہار سے

دیکھو صبا کی ضد کہ لحد پر رقیب کی
گل لے گئی اُڑا کے ہمارے مزار سے

اے تو سہی وہ شوخیونکو اپنی بھول جاین
گر سابقہ پڑے کبھی مجھ بیقرار سے

دی جان ظلم سہہ کے تو فریاد یونکی پھیر
ظالم کے ہے مکان تک اپنے مزار سے

اے عندلیب آتش گل ایکی باغ مین
بھڑکی ہواے دامن ابر بہار سے

للہ تو اُڑا کے الگ کر دے اے صبا
ذرونکو خاک غیر کے میرے غبار سے

زاہد بجھا کے لے گئے مسجد کے واسطے
جلتے ہوے چراغ ہمارے مزار سے

ہان واعظو بھٹک کے نہ جانا ادھر اُدھر
سیدھی ہی راہ خلد برین کوے یار سے

اس انجمن مین کیون نہ فصاحت پڑھے غزل
ملتی ہے داد سالم عالی وقار سے

عہ حسب فرمائش جناب مرزا محمد جعفر علی خان صاحب بہادر سالم اعلی اللہ مقامہ ۱۲

کیونکر کنشت ودیر و حرم مین خدا ملے
جسکا کہین بھی ہو نہ ٹھکانا وہ کیا ملے

کوشش سے دانۂ رزق کے عسرت مین کیا ملے
سمجھا مین یہ فقیر در مدعا ملے

عشاق کو یہ دورِ فلک مین سزا ملے
معشوق بدمزاج ملے بے وفا ملے

جاتے ہین میکدہ کی طرف رند شوخ طبع
لیجائین کھینچکر جو کوئی پارسا ملے

ہم تو بھٹک کے کعبہ کا رستہ چلے تھے دیر
گویا جناب خضر سے شیخ کیا ملے

درویش تو کوئی نہ ملا کوے یار مین
لیکن گدا کے بھیس مین کچھ بادشا ملے

قدرت سے اُسکی ہو گئے اضداد ہم مین جمع
کیا خوب آب و آتش و خاک و ہوا ملے

رضوان سے شرط کر کے یہ جنت مین جائینگے
حورین ملین نہ ہمکو وہی دلربا ملے

صدمون یہ صدمے سہکے اگر مر گیا ہے دل
سینہ مین میرے کیون رہے مرقد مین جا ملے

حجاج آئین کوے صنم مین بھی بہر طوف
انبوہ عاشقان سے آکر راستا ملے

یہ کیا سمجھ کے آج دیا اُسنے حکم عام
جو بے خطا ہون عاشق اُنھین بھی سزا ملے

سینچا ہو جسکو خون شہیدان سے چرخ نے
وہ پاؤن مین لگائین جو ایسی حنا ملے

تو کیا کرے یہ مجھسے کہا برہمن نے آج
تیرے خدا کے گھر مین جو میرا خدا ملے

روٹھو اگر نہ تم تو کہین صاف صاف ہم
دلکش تمھارا ناز نہین بے ادا ملے

ہے حسرت انکی بھیڑ کچھ ایسی جگہ نہین
درد اُٹھ کھڑا ہو دل مین تو ارمانکو جا ملے

غیرونکو بوسہ دیکے وہ مجھکو بھی دین اگر
کچھ حظ اُنھین کو ہو نہ مجھی کو مزا ملے

یہ قول آپکا ہے فصاحت بہت بجا
شاعر ہو کہنہ مشق تو مضمون نیا ملے

باغ کے باہر رہی اندر بہار آئی نہ تھی
ابرتر کو کھینچکر جب تک ہوا لائی نہ تھی

دود آہ قیس مین اے عشق اچھا تھا اثر
گھونٹ کے لیلی پردۂ محمل مین گھبرائی نہتھی

وہ کیکا خواب سے اُٹھنا وہ میرا اضطراب
سوادا اُونکی ادا تھی ہاے انگڑائی نہتھی

دل گرا جب اُنکی نظرون سے تڑپکر رہ گیا
چوٹ اِس کمبخت نے ایسی کبھی کھائی نہتھی

پھول کیون ہنستے ہوے آئے تھے میری قبر پر
شمع تو بیٹھے ہی سے روتی ہوئی آئی نہتھی

سوکے اُٹھنے کی ادا نے ہائے گھائل کردیا

اک کھنچی تلوار تھی ظالم کی انگڑائی نہتھی

دود آہ قیس کی تصویرین دیکھین نجد مین

شاخ آہو کونسی وہ تھی جو بل کھائی نہتھی

ڈر خدا سے او مکرنے والے او پیمان شکن

غیر سے ملنے کی کیا تونے قسم کھائی نہتھی

کب فصاحت جانتا تھا خلق ارباب دکن

الفت احباب کی جبتک کشش لائی نہتھی

کیا حجاب آیا نہ تھا شرم وحیا آئی نہتھی

مجھ سے چھپ کر وہ الگ بیٹھے یہ تنہائی نہتھی

ہجر مین تھے مضطرب ہم کیون شکیبائی نہتھی

آرزوئین حسرتین گھیرے تھین تنہائی نہتھی

خوب اے دوست اب مین سمجھا ماجرائے طور کو

غش مین لاتا تھا کسیکو جلوہ فرمائی نہتھی

مطلع

جب لڑکپن کا زمانہ تھا تو دانائی نہ تھی

چال چلنا تھی وہ آنکو جسمین رسوائی نہتھی

وحشیو کیا پوچھتے ہو سرگذشت قیس کو

پھیر تھا قسمت کا اُسکی دشت پیمائی نہتھی

انگلیان اُٹھتین اگر تابوت اُٹھاتے ہنسکے وہ

بعد مرنے کے مری قسمت مین رسوائی نہتھی

آئے وقت نزع جب وہ مین نے اپنے دل کا حال

سب شمار دمین کہا گو تاب گویائی نہتھی

اتفاقاً گر مجھے مل بھی گئے وہ راہ مین

بیرخی کی اسطرح جیسے شناسائی نہتھی

تم یہ کیا کہتے ہو کل شب کو اکیلا تو نہ تھا

اور تھا پھر کون پاس اپنے جو تنہائی نہتھی

شوخیون نے جیسے گھر بیٹھے کیا بدنام انھین

کوچہ گردی کرنے مین ایسی تو رسوائی نہتھی

زخم بھی تھے آبلے بھی داغ بھی ناسور بھی

قلب مجنون مین سبھی کچھ تھا شکیبائی نہتھی

زہر کھا کر غیر مرتا تھا نہ کیون مرنے دیا

بندہ پرور آپ کی کچھ اس مین رسوائی نہتھی

خط مین لکھی تھی سراسر مین نے اس بت کی ثنا

جمع سب الفاظ تھے پر لفظ یکتائی نہتھی

کیا تڑپتا نام لیلیٰ لے کے شرماتا تھا قیس

نجد کے وحشی آسے گھیرے تھے تنہائی نہتھی

اے فصاحت انقلاب دہر سے اب ہے یہ رنگ

پہلے تحقیر فن ارثی و آبائی نہ تھی

حالت کچھ اور ہو گئی عرش آہ کی

مظلوم نے دکھے ہوے دل سے جو آہ کی

بے سمجھے بوجھے ہر کس و ناکس سے چاہ کی

تمنے خود اپنے حسن کی دولت تباہ کی

کہتی ہے چشم یار سے گردش نگاہ کی

مالک ہے تو جہان مین سفید و سیاہ کی

اونچی ہوئی ہوا شب فرقت جو آہ کی
قصر فلک مین بجھ گئی قندیل ماہ کی

مسند بدلتی رہتی ہی اورنگ شاہ کی
لیکن حصیر اٹھی نہ مری خانقاہ کی

میدان حشر مین اک اندھیرا سا ہو گیا
پھیلی سیاہی ایسی ہمارے گناہ کی

ہم غیر کے اشارے کو دل مین سمجھ گئے
چار آنکھ کرکے تمنے جو نیچی نگاہ کی

سن لو وہان گور سے آتی ہی یہ صدا
حالت یہان ہی ایک گدا اور شاہ کی

پہلو یہ ہاتھ رکھ کے وہ محفل مین بول اٹھے
دل کو مرے ہلا دیا یہ کس نے آہ کی

مست انکے دیدۂ مخمور سے ہوے
محفل مین دور جام تھی گردش نگاہ کی

آہ اور ہجوم غم ہی رہے دلکے ساتھ ساتھ
عظمت لو او فوج سے ہے بادشاہ کی

دامان ابر کو شب فرقت جلا دیا
لو اسقدر بڑھی تھی مری شمع آہ کی

سردی نہ کھائین رات کو میدان مین ہم فقیر
کملی فلک جو ڈالدے ابر سیاہ کی

آتی ہے جبکہ محمل لیلے میان نجد
اور اپنے پردے ڈالتی ہی گرد راہ کی

تم آئنہ مین دیکھ تو لو پہلے اپنا حسن
تعریف پھر کروگے ہماری نگاہ کی

پھر کربلا کی سمت فصاحت روانہ ہو
راحت ہی اس سفر مین صعوبت بھی راہ کی

حالت ہوئی تغیر مرے قلب و جگر کی
برچھی پڑی اسطرح کسی ترچھی نظر کی

عسرت مین فقط مین ہی نہین صاحب حاجت
میری تو دعائین بھی ہین محتاج اثر کی

تربت پہ مری پھول تو ہنستے رہے شب بھر
اک شمع تھی دلسوز کہ رو رو کے سحر کی

لیجاتے ہین کس شوق سے آ کے مہوس
اکسیر سے بہتر ہے جو مٹی ترے در کی

یہ شعلہ کی جنبش سے ہے ثابت سر محفل
لو مانگتی ہے شمع مرے داغ جگر کی

کیون مر نہ گیا شام شب وصل مؤذن
موت آئی بھی اسکو تو اذان دیکے سحر کی

دنیا کے جو ہین کام انھین چھوڑو فصاحت
جانا ہے عدم فکر کرو زاد سفر کی

شوخی ان آنکھومین شوخی مین حیا ہوتی ہے
ناز و انداز کے پردے مین ادا ہوتی ہے

کیون نہ خاموش مین بیٹھا رہون اُنکے آگے | لب تک آ کر مری ہر بات گلا ہوتی ہے
رخ سے اس بت کے ذرا بھی جو سرکتی ہے نقاب | مجتمع دیکھنے کو خلقِ خدا ہوتی ہے
واقعی ہر سخن اپنا ہے دروغ و بیجا | تیری ہر بات درست اور بجا ہوتی ہے
اُنکے دیدار کی صورت کوئی کیونکر نکلے | آتے ہین وہ نہ قیامت ہی بپا ہوتی ہے
ضعف مین کوچۂ قاتل کیطرف جانے کو | شوق اُٹھاتا ہے اجل راہ نما ہوتی ہے
ظلم ایجاد تو کرتے نہین وہ میرے لیے | جو سکھائی ہے فلک نے وہ جفا ہوتی ہے
کہین دنیا مین ٹھکانا نہین ہوتا جسکا | میرے گھر چرخ سے نازل وہ بلا ہوتی ہے
مسکرا کر جو وہان غیر سے کرتے ہین وہ بات | تو چمک درد کی یان دلمین سوا ہوتی ہے
ظالمو دیکھو شفق کو کہ نہان رہتی نہین | یون عیان سرخیٔ خون شہدا ہوتی ہے

اے فصاحت غزل شاعر نامی بیشک
خوب رونق دہ بزم شعرا ہوتی ہے

ستمگر قتل کرکے دیکھین کیون ترچھی نگاہون سے | شہیدان وفا کا خون نہ اُبلے قتل گاہون سے
نہ شرما دیکھ ظالم چار سو نیچی نگاہون سے | بھرا ہے حشر کا میدان سارا دادخواہون سے
سبھی کو رحمتِ حق زاہدو گھیرے ہے محشر مین | ہم ایسے تو گنہگار اچھے ہین تم بیگناہون سے
رہا کرتا ہے جن رستون مین جھرمٹ ان حسینون کا | مرا تابوت احباب لے کے جائین ایسی راہون سے
یہی تیرونکی صورت دل جگر کے پار ہوتی ہین | خدا محفوظ رکھے آپکی ترچھی نگاہون سے
مری جان اور تو اور آپکی آنکھون نے دیکھا ہے | مرے دل کا تڑپنا ہے ثبوت ان دو گواہون سے
ستمگارونکو دہشت ہے جو پیش داور محشر | اشارون مین لجاجت کر رہے ہین دادخواہون سے
جہان پیرا گذر ہووے سے بھی شب کو نہین ہوتا | عدو کے گھر یہ وہ جاتے ہین چھپکر ایسی راہون سے

فصاحت ذکر کیا اورونکا یہ انداز اب اُنکا ہے
رہا کرتے ہین وہ بدظن خود اپنے خیرخواہون سے

تعظیم عدو کرکے پاس اسکے وہ جا بیٹھے | اٹھے بھی تو کیا اٹھے بیٹھے بھی تو کیا بیٹھے
حسرت ہو ہم آغوشی کی جسکو وہ کیا بیٹھے | نکلا تو کسی پہلو وہ ماہ لقا نہ بیٹھے

اُٹھوانے کا ڈر محفل مین ہی کوئی کیا بیٹھے
جب اذن نہ ہو انکا تو کون بھلا بیٹھے

اصرار سے زاہد کے آئے تو ذرا بیٹھے
مسجد سے جو ہم اُٹھے میخانہ مین جا بیٹھے

بسمل تو کیا ہوتا جسکی مجھے حسرت تھی
بے سمجھے وہ اک اوچھا سا وار لگا بیٹھے

سرکار سے اپنی تو کچھ اور عطا کر دے
جو تو نے دیا مالک ہم تو وہ اُٹھا بیٹھے

شوخی اسے کہتے ہین کیا وقت اُنھین ہاتھ آیا
میت مری جب اُٹھی ملتے وہ حنا بیٹھے

وحشت جو بڑھی اپنی جا کر نہ کہین ٹھہرے
گھر سے جو اُٹھے تربت پر قیس کی جا بیٹھے

افسردگی خاطر کو پوچھ نہ کچھ ہمدم
پہلو سے جو وہ اُٹھے دل کیون نہ مرا بیٹھے

سرد آہین بھر دن بزم عشرت مین جو بے اُنکے
ٹھنڈک سے عجب کیا جو مطرب کا گلا بیٹھے

مٹ مٹ گئے پر کوے جانان سے نہ پھر اُٹھے
ہم زار اگر مثل نقش کف پا بیٹھے

ہے دو پہر اُٹھے کیون گھر جانا ابھی ٹھہرو
رستہ مین جو اُٹھی ہے وہ گرد ذرا بیٹھے

مجمع مین حسینونکے وہ حور یہ کہتا ہے
پریونکی ہے یہ محفل یان میری بلا بیٹھے

شاہی سے نہین رغبت اورنگ سے ہی نفرت
ہم ایسے فقیرون کے سر پر نہ ہما بیٹھے

تو قلب وجگر پیرا ہے جگیون سے مسلے
پہلو مین ترے کوئی کیون میرے سوا بیٹھے

استادہ ادب سے تھے محفل مین فصاحت ہم
اب بیٹھنے کا اُسنے ایما جو کیا بیٹھے

سبھی کا جور و ستم ہی شیوہ جہان مین ہر جا یہ ہو رہا ہے
خصوصیت آپ ہی کی ہے کیا ہر اک حسینون مین بیوفا ہے

دکھائی دیتا ہے حسن تیرا ارے تجھے آج کیا ہوا ہے
یہ بیچ مین نام کو ہے پردہ وگرنہ غیرون کا سامنا ہے

مخالفت ایسی ہی خدایا سمجھ مین آتا نہین یہ کیا ہے
جو مجکو ارمان ہے وفا کا تو یار کو حسرت جفا ہے

برہمنو تم تو دیکھتے ہو میان بتخانہ ان بتون کو
ہمین نہین جو دکھائی دیتا یقین ہے دل مین وہی خدا ہے

یہین کہہ رہا ہون تڑپ تڑپ کے یہ کوئے جانانکی رہروون سے
کہین نہ پامال اُسکو کرنا وہین مرا دل پڑا ہوا ہے

ہمین ڈراتا ہی واعظا کیون بدی و نیکی ہین ہیچ دونون
بس اُسکی رحمت کا ہی سہارا عذاب کیا ہی ثواب کیا ہے

کبھی جو مسجد مین چور آئے تو مال کیا ہی جسے چرائے
وضو کا اک ظرف ہی پرانا چراغ و منبر ہے بوریا ہے

نکل کے خوش ہین مکان سے اپنے ضرور پامال وہ کرینگے
نشان اتنا مری لحد کا رقیب اُنکو بتا رہا ہے

ہوا ہی فارغ جو بن سنور کر نہیں جو تعریف میری باور
اُسی مین پھر دیکھ اپنا چہرہ ترے مقابل تو آئنا ہے

مگر نہ سنتا ہو ظالم کر آنکھیں نیچی ذرا ہو نادم
خبر یہ دیتا ہے مسکرانا تجھی نے پہلو سے دل لیا ہے

ہے اتنی سی زیست پر تکبر یہ سرکشی غافل اور تبختر
سوا خدا کے کوئی رہیگا نکوئی آفاق مین رہا ہے

مجھے یہ حیرت ہوا ہے فصاحت رہی نہ کچھ کاملونکی وقعت
یہ کیسا آیا ہوا اب زمانہ ہر ایک اُستاد بن گیا ہے

دل پہ صدمہ یہ گذرتا ہے کہ مر جاتا ہے
جو کوئی اُنکی نگاہون سے اُتر جاتا ہے

سوے مقتل وہ مجھے لے کے اگر جاتا ہے
غیر جان اپنی بچانے کو ٹھہر جاتا ہے

کُند خنجر ہے تو ہو ذبح سکے جا مجھ کو
چلتے چلتے ترا کیون ہاتھ ٹھہر جاتا ہے

اُنکے کوچے مین نگہبان نہین ٹکنے دیتا
دم جو لینے کوئی رہگیر ٹھہر جاتا ہے

نہ کوئی جرم ہو عاشق کا پر اُنکے نزدیک
ہر طرح موردِ الزام ٹھہر جاتا ہے

کم نہین ہوتا مری بحرِ طبیعت کا جوش
ورنہ دریا بھی ہر اک چڑھ کے اُتر جاتا ہے

جامئہ تو ہمین پھر بھی نہین دیتا یہ فلک
پھٹ کے جب رختِ کہن تن سے اُتر جاتا ہے

کیون مرے آنسوؤنکی سیل ہے جاری ہر وقت
بہتا دریا تو سرِ شام ٹھہر جاتا ہے

رند چھوڑینگے حصیر اور چراغ و منبر
جب کلس گنبدِ مسجد سے اُتر جاتا ہے

دفعتاً آتے ہین جب وہ دمِ گریہ مرے پاس
نوکِ مژگان پہ ہر اک اشک ٹھہر جاتا ہے

بوسۂ زلف مجھے دے کے جو لیتا ہے وہ دل
اُسکا احسان مرے سر سے اُتر جاتا ہے

رندِ بیمار کی کھل جاتی ہین آنکھین غش سے
حلق سے گھونٹ جو اک مے کا اُتر جاتا ہے

میرا اتا بوتِ رواں بھی ہے فصاحت رُکتا
جب وہ دو چار قدم چل کے ٹھہر جاتا ہے

گرچہ وہ بازو مین نہ دیسا وار ہے
گو وہی تم ہو وہی تلوار ہے

تیز کیا تیری مژہ اے یار ہے
پھانس چبھنے مین خلش مین خار ہے

عاشقو وہ دیکھنے جاتے ہین روز
ہم مین وہ اچھا ہے جو بیمار ہے

ہے یہ بسمل کے پھڑکنے مین صدا
واہ کیا قاتل ہے کیا تلوار ہے

کس مسیحا کی ہے آمد باغ مین
واجو چشم نرگس بیمار رہے

آئے کس عاشق کو مٹی دے کے آپ
گرد آلودہ ہر اک رخسار رہے

غیر جھرمٹ مین حسینونکے نہین
ہم سمجھتے ہین گلون مین خار رہے

حال ہے غیر اپنا عشق زلف مین
ابتو دودی نبض کی رفتار رہے

مانگنے والون کو کچھ ملتا نہین
ان حسینون کی عجب سرکار رہے

اے ستمگر آجکل تیرا شباب
واقعی کھنچتی ہوئی تلوار رہے

صف کھڑی غیرون کی ہو اس گھر کے گرد
دوسری چارو نطرف دیوار رہے

پوچھتے ہین یون مجھ آزاری کو وہ
مر گیا یا ابتلک بیمار رہے

ترک الفت اور وہ بھی دفعتًا
سہل ہے تم کو مجھے دشوار رہے

لوٹتا ہون وصل جانان کے مزے
لب پہ لب رخسار پر رخسار رہے

مے مین تمنے کچھ ملایا ہے ضرور
خیر پیتا ہون اگر اصرار رہے

بٹتے رہتے ہین جہان دینار داغ
وہ جناب عشق کی سرکار رہے

انتہا ابتو نزاکت کی ہوئی
سایۂ زلف اس کمر پر بار رہے

پھٹ پڑ گئی یہ زمین پر ایک دن
آسمان کی سقف بے دیوار رہے

مل گئے قاتل شہیدون کو کفن
زخم ہر اک تن پہ دامن دار رہے

اٹھ چلے مردے قیامت آچکی ہے
پر وہی ابتک تری رفتار رہے

ہاتھ اٹھا کر آپ کیون کوسین اسے
جو خود اپنی جان سے بیزار رہے

بن گیا استاد جو شاگرد تھا
اب فصاحت شاعری بیکار رہے

ہر اک افسوس کرتا عاشقون مین نام کرجاتے
برا کیا تھا جو انکے عشق مین کچھ کھا کے مرجاتے

اکیلے تو نہ رہتے گھر سے باہر سیر اگر جاتے
ادھر ہم عاشقونکی بھیڑ جاتی وہ جدھر جاتے

جو ہو کر مضطرب دیوانگان زلف مرجاتے
خدا جانے سنورتے انکے گیسو یا بکھر جاتے

ٹپکتے رہتے گر خون دل مجروح کے قطرے
جگر کے زخم جتنے گہرے گہرے تھے وہ بھر جاتے

اُنھین مُنھ پھیر کر جانا نہ تھا صبح شب وصلت — ہماری لاش کو وہ دفن کر کے اپنے گھر جاتے
جو شب کو بزم مین بے پردہ ہوتا وہ رُخ روشن — تصدق ہونے کو پروانے پھر کیون شمع پر جاتے

فصاحت جاتے پھر ہنستے ہوے گلزارِ جنت مین
جو شاہِ کربلا کے غم مین رہتے روتے مرجاتے

پہلو سے میرے چھین کے یہ قول یار ہے — کیا کہیئے دل ہے خوب مگر بیقرار ہے
ماتم بپا ہے تربت عاشق پہ رات کو — پروانے گرد بیچ مین شمع مزار ہے
لہرین جو لے رہی ہے گلستان مین آبجو — اِسمین شریک موج نسیم بہار ہے
ہوش و قرار و قلب جگر عاشقون سے لو — ایسے مین ہے شباب تمھین اختیار ہے
یہ کیون مرے جگر کو ہوا ہجر مین سکون — مین جانتا ہون رشک سے دل بیقرار ہے
دیکھا تھا جس نگاہ سے پہلے حضور نے — عاشق پھر اُس نگاہ کا اُمیدوار ہے
اس شاعری کے فن مین ہی تحقیق بھی ضرور — میرا یہ قول تاج سر اعتبار ہے
بدنام کر دیا تجھے مُردون نے اے لحد — نام اک گلے لگانے کا تیرے فشار ہے
بوسہ جو مانگتا ہون اشارون مین یار سے — نیچی نگاہین کہتی ہین لو اختیار ہے
کرتا نہین ہے ظلم کسی پر مرے سوا — یہ آسمان پیر بڑا وضعدار ہے
کہتے ہین تم کو اور حسین دیکھ دیکھ کر — یہ حال یہ شباب یہ سن یادگار ہے
محفل مین کس نگاہ سے دیکھا حضور نے — جو ہے وہ دل سنبھالے ہوے بیقرار ہے

دل کو جدا کرونگا فصاحت نہ مین کبھی
اچھا ہے یا بُرا ہے مرا غمگسار ہے

کیا تیز ہاے تیری مژہ اے نگار ہے — چُبھ جاے تو یہ پھانس ہی کھٹکے تو خار ہے
دیدار غیر بعد فنا ناگوار ہے — مُنھ پر ترے نقاب ہمارا غبار ہے
دو چار اشک مین نے سمندر کو جب دیے — بولا یہ چرخ ابر بھی اُمیدوار ہے
گنتی ہماری خاص تری عاشقون مین تھی — اب جو نظر سے گر گئے اُن مین شمار ہے
تو بھی کسی حبیب کا وعدہ ہے اے حیات — اُسکا یقین ہے نہ ترا اعتبار ہے

پڑھ لو خیال کرکے سکندر کا فاتحہ
آئینہ کو نہ آئینہ سمجھو مزار ہے

اُنکے خرام ناز سے گلشن مین ہو خجل
غنچون مین مُنھ چھپائے نسیم بہار ہے

آہون نے آسمان و زمین کو اُڑا دیا
تھوڑا اُدھر دھوان ہو اِدھر کچھ غبار ہے

جان اپنی کیون بچائین نہ آفات دہر سے
پاس اپنے یہ امانت پروردگار ہے

کیا جلد اے شباب گیا مجھ کو چھوڑ کر
یہ بیمروتی بھی تری یادگار ہے

تابوت پہ ہین وہ کفِ افسوس مل رہے
میت یہ میری دفن سے پہلے فشار ہے

جتنی شراب گرتی ہو پی لیتی ہو زمین
کیا دفن میکدے مین کوئی بادہ خوار ہے

ہمراہ شمع کے اگر آئے ہو تم گلو نہ
ہنسنا ذرا سمجھ کے یہ میرا مزار ہے

اُس لشکرِ مژہ سے خدا ہی مجھے بچائے
جسمین نشان سرمۂ دنبالہ دار ہے

دل مین فصاحت آتی ہین بے پوچھے حسرتین
وقفی مکان پر نہین کچھ اختیار ہے

جراح ہوا کچھ نہ تری چارہ گری سے
جل جل گئے پھاہے مرے داغ جگری سے

کیا کہئے عجب طرح کا آیا ہے زمانہ
ہے نفع ہنر سے نہ ضرر بے ہنری سے

ہم چشم تصور سے پرستان کو بھی دیکھ آئے
تلوے ترے شفاف ہین رخسار پری سے

بیدرد ہو تمکو تو ہنسی آتی ہے صاحب
دل تھامتے ہین لوگ مری نوحہ گری سے

جب آخری شب چاند سے چھپنے لگے تارے
رخصت ہوے پروانے چراغ سحری سے

خورشید قیامت نے امان کانپ کے مانگی
اُٹھی جو ہین اک لو مرے داغ جگری سے

حاصل مجھے تا دیر ہو دیدار کی لذت
للہ مجھے ذبح کرو کُند چھُری سے

سب مر گئے تنگ آکے ترے چاہنے والے
اب ہائے تری آنکھ کھلی بیخبری سے

کیون دوستو سردی مین یکایک ہوئی گرمی
پھاہا نہ چھٹا ہو مرے داغ جگری سے

پھر دیکھیے کوئی نرم روی تیرے فرس کی
چلتا ہو یہ جب مِل کے نسیم سحری سے

گلشن مین جو گل بادبہاری نے کئے سُرخ
انگارے یہ کھائے نہ گئے کبک دری سے

دن کو ہی عیادت کے لیے درد دل آیا
شب بھر جو مین تڑپا کیا درد جگری سے

بد ہین سے یہ کہدے کوئی رعیب اپنے بھی ڈہانکے
فرصت ہو کبھی غیر کی جب پردہ دری سے

یہ خلق ہمیر کو بھی اچھا نہین کہتی
کیا تہمتین عیسیٰ پہ ہوئین بے پدری سے

محفل ہین تمہاری جوان آہون سے بجھی ہین
شمعونکو جلا لو مرے داغ جگری سے

تھم تھم کے اسیوجہ سے برسو نین بڑھی ہین
ڈر گیسوؤنکو تھا تری نازک کمری سے

گلشن سے کسیطرح نکلنی نہین دیتی
بو پھولونکی لپٹی ہے نسیم سحری سے

میرے نفس سرد سے مرجھائے چمن مین
جو کھل گئے تھے پھول نسیم سحری سے

اس ترک کو ہنس ہنس کے دیا ہم نے سر اپنا
ہوگا یہ **فصاحت** نہ کسی مرد جری سے

نہین ہین ہجر کی رات تو نہین سونے کے لیے
رو یئے آنکھین خدا نے دی ہین رونے کے لئے

خاک مجھ دیوانے کی کرے عزیزا کے گرد باد
ملگئی ہے تجھ مین یہ برباد ہونے کے لیے

غیر نے مہندی لگائی جب تو مین رونے لگا
اشک نکلے دست پائے یار دھونے کے لیے

شمع کہتی ہو نہ راز افشا کسی پر ہو مرا
پردۂ فانوس مین چھپتی ہون رونے کے لئے

غم کے دریا مین جب آتی ہو مری کشتی تن
سیکڑون طوفان اُٹھتے ہین ڈبونے کے لیے

ہوش و بیہوشی مین یہ پیری جوانی کر بسر
دن ہو غافل جاگنے کو رات سونے کے لیے

ضبط کی رہتی ہے گو تاکید اُنکی بزم مین
ڈھونڈھ لیتا ہون بہانا کوئی رونے کے لیے

جب ہوے بیدار وہ بولے یہ کانون سکے گھر
آب مین ہم چشم خواب آلودہ دھونے کے لیے

خود ہنسے غیرونکو بھی تم نے ہنسایا واہ واہ
خوب تم آئے مری تربت پہ رونے کے لیے

باغ سے سرد ی مین منکش جاتے ہین اے باغبان
آ لگیگے گرمی مین زیر تاک سونے کے لیے

دیکھکر مقتل مین تیری تیغ کیون بھاگین نہ غیر
کم نہین یہ ہاتھ بھر پانی ڈبونے کے لیے

خود سیاہی اپنی زائل کر نہین سکتا ہو زر
ہے زمانے مین برلے عیب دھونے کے لیے

جبکہ جادہ نے بچھائی قیس کے ماتم کی صف
نجد مین وحشی ہزارون آئے رونے کے لیے

خار مژگان کی کھٹک تو ہی مرے دل کو پسند
ہاتھ مین دو چار کانٹے لو چبھونے کے لیے

باغبان جس جا خم مے لنڈھ گئے ہین باغمین
ہے وہ تختہ دانۂ انگور بونے کے لیے

عشق مین عکس ہوتی ہے مری ہر ایک بات
دوستو مین ہجر مین ہنستا ہون رونے کے لیے

ہے لگن مین شمع کا دریائے اشک اُمڈا ہوا
سیکڑون پیاسونکے لاشے ڈبونے کے لیے

تخلیہ پاکر مری تربت پہ یہ کہتی ہے شمع
یہ جگہ اچھی ہے دنیا بھر مین رونے کے لیے

روح میری بے ترے آئے نکلنے کی نہین
موت کو بھیجا ہے کیون شرمندہ ہونے کے لیے

دیکھتی ہے تمکو چشم بد سے بلبل باغ مین
لاؤن کانٹے اسکی آنکھون مین چبھونے کے لیے

اے عروس مرگ مجھ عاشق سے ہو جا ہم بغل
مدتون جاگا ہون تیرے ساتھ سونے کے لیے

پھینک کر وہ شمع محفل کو یہ بولے غیظ سے
بدنصیب آئی ہے میرے گھر مین رونے کے لیے

غسل کو دریا پہ جاتا ہون رقیبو اُنکے ساتھ
آبرو اپنی مجھے دیدو ڈبونے کے لیے

رات کو دیکھا جو مین نے خواب مین انکا وصال
صبح اُٹھکر سیکڑون بوسے بچھونے کے لیے

اے فصاحت ہین ہوا خواہ اور دولت بھی مگر
ہے مقدم اعتبار اُستاد ہونے کے لیے

چشم مین آکے ہین لخت و جگر و دل ٹھہرے
تھک گئے جب یہ مسافر سر منزل ٹھہرے

ہائے کھنکوائے نہ کہدو ابھی قاتل ٹھہرے
خوب جی بھر کے تڑپ لے تو یہ بسمل ٹھہرے

سامنے آپکے ہے بحث ہوئی دونو مین
پہلے سیماب ٹھہر جائے تو یہ دل ٹھہرے

ہائے تسکین جو سنی یار نے آنا چھوڑا
کب دعا مانگی تھی مین نے کہ مرا دل ٹھہرے

ساربان سے یہ کیا کرتی تھی لیلی تاکید
بید مجنون کے نہ سایہ مین بھی محمل ٹھہرے

کہئے ان دونون مین ہے کونسا پہلو تاکا
آپکا تیر جدھر آئے اُدھر دل ٹھہرے

تمھین بتلاؤ یہ اعجاز نہین تو کیا ہے
ہاتھ عاشق کے کلیجہ پہ رکھو دل ٹھہرے

قیس کہتا تھا اُڑے آہ سے پردے تو کیا
تو سہی پشت پہ ناقہ کے نہ محمل ٹھہرے

ہجر مین خوب کیا حلق چھری سے کاٹا
آپ ہی قتل ہوے آپ ہی قاتل ٹھہرے

برق تھم تھم کے چمکتی ہے تو مین کہتا ہون
ہو غنیمت اگر اتنا ہی مرا دل ٹھہرے

درد و غم ہجر کی شب عشوۂ و ناز معشوق
ایک ہو تو کہون اتنے مرے قاتل ٹھہرے

زیر دیوار صنم آتے ہی کاندھا یدلا
دل کہ کس جائے تابوت کے حامل ٹھہرے

قلب احباب تھے مضطر مری بیتابی سے
اک مرے دل کے ٹھہرنے سے بہت دل ٹھہرے

نہ خنجر نہ دم ذبح ہم اِس سے تڑپے
سب کی نظرون مین قوی بازوی قاتل ٹھہرے

اُسنے کوچہ سے نکلوا کے مجھے حکم دیا
خیر ساتھ اسکے جگر جائے مگر دل ٹھہرے

میرے قاتل سے قضا پوچھتی ہے مقتل مین
سیر تم دیکھ چکے ہو تو یہ بسمل ٹھہرے

حسرتین آرزوئین ہائے پریشان نہ ہون
درد گر دل مین مرے صاحب محفل ٹھہرے

وہ سخی ہون کہ مجھے دیکھ کے شرم آتی ہے
میرے دروازے پہ منھ ڈھانک کے سائل ٹھہرے

ذبح کے وقت کبھی لب نہ ہلائے مقتول
لاکھ گر شکر کرے شکوۂ قاتل ٹھہرے

عیش و راحت مین تو ہو جاتے ہین دشمن بھی شریک
دوست وہ ہے جو فصاحت دم مشکل ٹھہرے

پریشان رخ پہ زلف عنبرین معلوم ہوتی ہے
نقاب اُلٹی تو کیا صورت نہین معلوم ہوتی ہے

ہزارون تربتین عشاق کی ہین کوی جانا نہین
نہین بالشت بھر خالی زمین معلوم ہوتی ہے

تمھارے در پہ عاشق نے یہانتک جبہ سائی کی
ہر اک کو صاف تحریر جبین معلوم ہوتی ہے

دل اپنا ڈھونڈھتا ہون اُنکے کوچے مین تو کہتے ہین
کہو کیا شے گری ہے جو نہین معلوم ہوتی ہے

حلاوت سب حریصان جہان پاتے ہین دنیا سے
مگس طماع ہین یہ انگبین معلوم ہوتی ہے

کسی عاشق کے آنسو تم نے پوچھے مہربان ہوکر
کہ دامن تک ہے نم تر آستین معلوم ہوتی ہے

وہ رکھکر پانوئن میری قبر پر کس ناز سے بولے
یہان تو کچھ تزلزل مین زمین معلوم ہوتی ہے

جسے تیر شہاب آسمان خلقت سمجھتی ہے
یہ شب کو میری آہ آتشین معلوم ہوتی ہے

یقین کیونکر نہ ہو شاہد ہے آیہ نحن واقرب کا
کہ شہ رگ سے بھی تیری جا قرین معلوم ہوتی ہے

لگا کر اُنکے افشان آئنہ دکھلا کے کہتا ہون
ذرا دیکھو تو اب کیسی جبین معلوم ہوتی ہے

غضب ہے تاک جھانک اُنکی نہ کیون عشاق بسمل ہون
شگاف در سے چشم سرمگین معلوم ہوتی ہے

قدم رکھتا ہون مین جب راہ ناہموار اُلفت مین
کہین اونچی کہین نیچی زمین معلوم ہوتی ہے

سمجھ جاؤ عزیزو ہاتھ رکھے ہون مین سینہ پر
کہون کیا درد کی شدت یہین معلوم ہوتی ہے

مریض زار ہون بازو پہ کیا سورہ پڑھے کوئی
فقط اک آستین ہی آستین معلوم ہوتی ہے

سیاہی آگئی اسقدر عشاق نے رگڑے
تری دہلیز زاہد کی جبین معلوم ہوتی ہے

لگا لایا ہین فقرے دیکے میخانہمین زاہد کو
عجب کیا راہ پا تو ہمین نہین معلوم ہوتی ہے

لچک کر سیکڑون بل کھاتی ہے تلوار قتل ہین
یہ تم سے بھی زیادہ نازنین معلوم ہوتی ہے

ہوا ہین دفن کوچے کو ترے ہاتھ آگئی رونق
زمین خاتم مری تربت نگین معلوم ہوتی ہے

ہمارے آفتاب داغ دل ہین کیا حرارت ہی
ہوے خشک اسقدر دریا زمین معلوم ہوتی ہے

تڑپنے پر ہنسا کرتے ہو جھوٹا جان کر مجھ کو
جگر کی چوٹ بے دردو کہین معلوم ہوتی ہے

بھلایا ہے مرے دوران سر نے چرخ گردان کو
یہ جب پھرتا ہی گردش ہین زمین معلوم ہوتی ہے

لب بام آپ گرمی مین سرہانا کرکے سوتے ہین یا
سر بازار زلف عنبرین معلوم ہوتی ہے

دوبالا ہو گیا نشہ مے حُبّ علیؑ پی کر
ہم کیفیت دنیا و دین معلوم ہوتی ہے

سمند اُنکا رُکا جب چلتے چلتے ہنسکے فرمایا
مرے مشتاق کی تربت یہین معلوم ہوتی ہے

ہماری جان لیگی درد کی ہوک آج اے ہمدم
جہان سے کل اُٹھی تھی پھر وہین معلوم ہوتی ہے

خوشی سے ہو گیا بعد وصال اس درجہ بالیدہ
مجھے تنگ آپ اپنی آستین معلوم ہوتی ہے

فصاحت کیا سبب جو نزع مین آنکھین پھراتے ہو
یہ کس کی شکل وقت واپسین معلوم ہوتی ہے

وہ گھر مین چھپکے بیٹھے ہین عاشق تبنگ ہے
اے چرخ سیکھ جور و جفا کا یہ ڈھنگ ہے

گلچین وہ لالہ ہے یہ دل خون شدہ مرا
لے تو ہی دیکھ سرخ بہت کسکا رنگ ہے

ایسا کچھ انقلاب زمانہ مین ہو گیا
پھولون مین ویسی بو نہ حنا مین وہ رنگ ہے

اُس خط سبز کا جو پڑا عکس جام مین
سمجھے یہ ہم شراب مین آمیز بھنگ ہے

تم سب کو دیکھو اور نہ دیکھے تمھین کوئی
چلمن مین آکے بیٹھے ہو یہ طرفہ ڈھنگ ہے

چھوڑا شگوفہ بلبل و گل مین بہار نے
جب تو میان عاشق و معشوق جنگ ہے

ہیرے گلابی آپکے دندان ہین عکس سے
کس درجہ شوخ اِن لب لعلین کا رنگ ہے

وصلت کی شب ہی چاہیئے کچھ امتحان ضرور
اسوقت تم ہو شمع ہی مین ہون پتنگ ہے

ایسی وجوہ سختی دل کی بیان کرون
اپنی زبان سے خود وہ مقر ہون کہ سنگ ہے

گردش ہوئی ہزار زمانہ کو روز و شب
بدلا نہ جو وہ میری طبیعت کا رنگ ہے

کیا خاک باغبان کی بسر ہو بہار مین
غنچہ کے پاس زر ہے مگر دل کا تنگ ہے

مل کر مرے لہو کو نہ ہون آپ بد گمان
جو ہاتھ سے چھُٹا ہی وہ مہندی کا رنگ ہے

دونو کو روز و شب ہین جہانین ترقیان
انکا شباب یا مرے دل کی اُمنگ ہے

مشکل گذر ہے جادۂ شمشیر یار سے
جانباز و نکا ہجوم بہت راہ تنگ ہے

اِکدن وہ سوے تھے تہِ رخسار رکھکے ہاتھ
مہندی نہین چھُٹا گل عارض کا رنگ ہے

دیتا ہے لطف عاشق و معشوق کا بگاڑ
کیا پوچھتے ہو صُلح سے بہتر یہ جنگ ہے

اور آئے بھیڑ کرکے فرشتے عذاب کے
مین خود بتنگ ہون کہ بہت گور تنگ ہے

سیماب مرغ قبلہ نما برق موج آب
ان سب مین کچھ کچھ اپنے تڑپنے کا ڈھنگ ہے

وہ مخجل ہین ہر فردمین افلاس مین وحید
منعم کا دل ہے تنگ مرا ہاتھ تنگ ہے

دھبے پڑے ہوے ہین گلابی نقاب مین
بیشک تمھارے رخ کے پسینہ مین رنگ ہے

مہندی جو مل کے دھوئے ہین ساحل پہ تمنے ہاتھ
مملو ہر اک حباب کے شیشہ مین رنگ ہے

کہتے ہین دوست سن کے فصاحت تری غزل
ناسخ کا اسمین ڈھنگ ہی آتش کا رنگ ہے

نہین سینہ پہ داغ فرقت کے
نقش ہین آپ کی محبت کے

شمع کے زار زار رونے پر
کھل کھلاتے ہین پھول تربت کے

ہر دن آئینہ پاس رہتا ہے
خود وہ عاشق ہین اپنی صورت کے

ہو گئے خاک موت آتے ہی
سارے سامان عیش و راحت کے

کر شریک اپنی گردشون مین فلک
لے کے چکر ہماری قسمت کے

واہ اے درد ہجر کیا کہنا
ہم تو قائل ہین تیری شدت کے

مے ملین گے نہ بادہ کش بے ابر
منتظر ہین خدا کی رحمت کے

ہمنے آہین یہ کین پس مردن
بجھ گئے سب چراغ تربت کے

بوجھ مہندی کے رنگ کا نہ اُٹھا
ہاے صدقے تری نزاکت کے

ہو نہ کیونکر کلام کو رونق
ہین بہت قدردان فصاحت کے

درد اُٹھا ہے جو دل سے تو مری سر مین رہے
خیر وہ گھر نہین اچھا ہی تو اس گھر مین رہے

نشئہ مین توڑ کے تو جوڑ رہا ہے لیکن
ساقیا شرط یہ ہی بال نہ ساغر مین رہے

اس طرف آپکی مژگان نے کلیجہ چھانا
ہم ادہر فکرِ علاج دلِ مضطر مین رہے

ایکدن ساتھ جو وہ سوئے تھے خوشبو کیسی
ذرے افشان کے مہینون مری بستر مین رہے

بے ثباتی کو حبابون کی جو دیکھے منعم
کیا تعجب نہ تکبر کی ہوا سر مین رہے

ساقیا ٹھنڈی ہوا آئی وہ ابر آتا ہے
مے بھی پہلے سے چھلکتی ہوئی ساغر مین ہے

زیست مین دور اجل کو نہ سمجھ اے غافل
اک کفن چاہیئے لپٹا ہوا بستر مین رہے

کوئی نادان ہے جو دل آپکے دلمین ڈالے
صاف شیشہ کا ہی نقصان جو پتھر مین رہے

ناز بیجا نہ کرا ے میرے صنم کے قاصد
چاہیئے فرق کچھ اللہ و پیمبر مین رہے

تنگئی دل سے خیال آپکا گھبراتا ہے
کاش یہ درد بنے اور مرے سر مین رہے

واہ رے رنگ جو اک روز بھی پی لیں وہ شراب
مدتون ہونٹونکی سرخی لب ساغر مین رہے

مجمع عام مین دیدار کا کچھ لطف نہین یا
تم بلانا مجھے جب کوئی نہ محشر مین رہے

چرخ نے قد کے برابر بھی تو کپڑا نہ دیا
سر اگر ڈھانک لیا پاؤن نہ چادر مین رہے

وعدہ تھا غیر سے آئے وہ مرے گھر کیا خوب
اچھی گردش ہی یہ گر میرے مقدر مین رہے

جسم انسان مین عناصر مین تعجب ہی نکیون
کسطرح چار عدد دل کے یہ اک گھر مین رہے

اپنے اشکون سے جو دھوتی ہی تو اے شمع مزار
کوئی دھبا نہ مری قبر کی چادر مین رہے

اے فصاحت نہ کبھی حشر کو رویگی وہ آنکھ
اشک افشان جو غم سبط پیمبر مین رہے

ابر تیرہ نہین آتا ہے یہ کہسارون سے
آتش گل کا دھوان اُٹھتا ہی گلزارون سے

آج کی رات ہین کیا نور سے دونون معمور
شعر اسے ماہ گھر چرخ برین تارون سے

بوسہ اُس رخ کا لیا گرد رہا خط بیکار
کچھ نہ گلشن کی حفاظت ہوئی دیوارون سے

حال گو نوع دگر ہی یہ نکلتی نہین دم
کر لیا ساز قضا نے ترے بیمارون سے

بے نقاب آئے تو ہین حسن کی بازار مین آپ
حسن خود فیصلہ کرلے گا خریدارون سے

واعظو تمنے یہان ہمکو ڈرایا کیا کیا
ہوئی پرسش نہ وہان کچھ بھی گنہگارون سے

دم نکلنے کی دعا کرنے لگے نزع کے وقت
میری تکلیف جو دیکھی نہ گئی یارون سے

گل نسرین و سمن آپ نہ سونگھا کیجیے
رنگ اڑا لین نہ یہ دونون کہین رخسارون سے

مین تحمل مین ہون یکتائے زمانہ کہ نہین
پوچھ لے کوئی قسم دیکے ستمگارون سے

سب یہ ہی فوق الگ پائی ہی دوزخ مین جگہ
ہین گنہ میرے بہت اور گنہگارون سے

کیون پھڑکتے ہین اسیران کہین اے صیاد
سن لیا کچھ مگر ان تازہ گرفتارون سے

دن کو بیٹھے جو ہین عشاق ترے قصر کے گرد
ضد ہے سایہ کو اترتا نہین دیوارون سے

کون کہتا ہی کدورت تجھی عشاق سے ہے
دل کی ظاہر ہے صفائی ترے رخسارون سے

خوش بیانی مین فصاحت سے نہ بخشین بلبل
کھینچی جائین نہ زبانین کہین منقارون سے

موسم گل کی خبر کرنے کو میخوارون سے
بس کے بھولوںمین صبا آتی ہی گلزارون سے

لطف کیا عمر بسر کرتے ہو تنہا اے خضر
ہم سے پوچھو تو ہے جینے کا مزہ یارون سے

روز درمان کے بہانے حکما آتے ہین
سیکھنے تندمزاجی ترے بیمارون سے

باغ مین کونسی بلبل نے قضا کی گلچین
ہمصفیرون نے لحد کھودی ہی منقارون سے

بنگئی چہرۂ حوران جنان کا غازہ
گرد جھاڑی جو کبھی آپنے رخسارون سے

کیا ملی راحت اسیران قفس کو صیاد
خود ہی پر اپنے کترنے لگے منقارون سے

آئے تم مصر کی بازار مین نادانی کی
اور پھر منہ کو چھپاتے ہو خریدارون سے

تیرے آنے کی خبر پھیل گئی گلشن مین
گل سے بلبل نے کہا گل نے کہا خارون سے

خوب باندھا انھین جوڑے کے بہانے تونے
زلفین گستاخ ہوئی تھین ترے رخسارون سے

محتسب آیا دبے پاؤن جو میخانہ مین
چشم ساغر نے اشارہ کیا میخوارون سے

کیون جھکتے ہو بڑے رہنے بھی دو گردن مین
ہاتھ عاشق کے تو بہتر ہین کہین ہارون سے

شب کو تم غیر کے مہمان تھے مکرتے کیون ہو ... کھل گیا گیسوؤن سے آنکھون سے رخسارون سے
ضعف نے دشت نوردی مین جھکایا یہ مجھے ... کہ جنون چاک گریبان ہوا خارون سے
صورتین حضرت عیسیٰ سے بھی دیکھی نہ گئین ... حال منھ پھیر کے پوچھا ترے بیمارون سے
اپنے منھ سے نہ کہو تم کہ خطائین بخشین ... کہدیا نیچی نگاہون نے گنہگارون سے

تھے فصاحت غم و حرمان و ملال و ارمان
اُٹھی میت مری غربت مین ان چارون سے

ترے گھر مین جو میرے بعد کوئی اور آتا ہے ... خبر دینے یہان اشک آنکھ مین فی الفور آتا ہے
مٹائے کیسے کیسے خوبصورت اے فلک تو نے ... حسینون تک بھی تیرا دست ظلم و جور آتا ہے
اُسی کے آگے توڑا محتسب نے شیشۂ بادہ ... دل میکش دکھانے کا نرالا طور آتا ہے
سبوے بادہ مین جب ساقیا تلچھٹ ہی باقی ... یہ اپنی بدنصیبی اب ہمارا دور آتا ہے
فلک کہتا ہے اُس بیداد گر کی دیکھکر آنکھین ... یہ گردش مجھ کو آتی ہے نہ ایسا دور آتا ہے
گلابی مین مجھے دے کے ساقی نے کہا ہنسکر ... اُسے پی لیجیے آپ ایک ساغر اور آتا ہے
رقیبون پر خفا ہوتے بھی ہو تو ہنستے جاتے ہو ... ہمین باور کہ تمھین غصہ بہت بے طور آتا ہے
کہا اس شوخ نے محفل مین جب تے مجھے دیکھا ... بلایا تھا کسی کو یہ تو کوئی اور آتا ہے
گلا انکا نہین ظالم فلک کو لوگ کہتے ہین ... اُنھین ظلم و ستم کرنے کا اچھا طور آتا ہے
حمیت آدمیت غیرت الفت کچھ نہین باقی ... مین حیران ہون خداوندا یہ کیسا دور آتا ہے
کوئی یہ غیر سے کہدے وہ آمادہ ہین ملنے پر ... گیا تیرا زمانہ اب ہمارا دور آتا ہے
ترے گل ہمسری کرتے ہین ناحق اُنسے اے بلبل ... سوائے خندۂ بیجا انھین کچھ اور آتا ہے
غضب ہے توڑتے ہین آپ میرے سامنے شیشہ ... دل عاشق دکھانے کا نرالا طور آتا ہے
اشارے انکی بزم غیر مین ہم کسطرح سمجھین ... کہ وہ کہتے ہین کچھ یان ذہن مین کچھ اور آتا ہے
جو سچ پوچھو تو اچھی طرح چرخ کینہ پرور کو ... نہ آیا تھا نہ آئے گا نہ ظلم و جور آتا ہے

سمجھ کر پاؤن رکھنا اے فصاحت کوے اُلفت مین
تمھارا دل حسینون پر بہت بے طور آتا ہے

نہان جو حال عدم کا ہو وہ عیان ہو جائے
دہان گور مین مردہ اگر زبان ہو جائے

مین پوچھتا ہون نئی بات عشقبازون سے
علاج کیا ہی جو معشوق بد زبان ہو جائے

بلند ہونے لگا دود آہ فرقت مین
ہماری جان کو یہ بھی نہ آسمان ہو جائے

نہ چیخ اسقدر اے عندلیب گلشن مین
کہین نہ سوکھ کے کانٹا تری زبان ہو جائے

جو عاشقون پہ چلین آپکے خدنگ نگاہ
ابھی نقاب کے پردے مین امتحان ہو جائے

حسین جہان کے سب اچھے ہین لیکن اے تقدیر
غضب ہی مین جسے چاہون وہ بدزبان ہو جائے

بہت بلند ہی خاک اُنکے پائمالون کی
ہوا نہ اسکو اڑائے تو آسمان ہو جائے

ہم اپنے دل کو بھی بیچین فصاحت انکے ہاتھ
بہت یہ جنس ہے ارزان اگر گران ہو جائے

قدردان تم کبھی افسوس ہمارے نہ ہوئے
ہم تمھارے ہوے پر غیر تمھارے نہ ہوے

شب فرقت ہوئی اکثر تری آہون سے کے بلند
پھر یہ کیا ہو گئے گردون پہ جو تارے نہ ہوے

جیسے دیکھے تھے ترے دور مین پہلے ساقی
دمیسے جلسے کبھی دریا کے کنارے نہ ہوے

دیکھکر شب کو تجھے کہتے ہین حسرت سے نجوم
ہائے ہم کیون تری افشان کے ستارے نہ ہوے

دل جگر میرے کئے تیغ نگہ نے مجروح
کارگر جب ترے ابرو کے اشارے نہ ہوے

پیش حق دی ہی گناہونکی گواہی دم حشر
اور تو اور یہ اعضا بھی ہمارے نہ ہوے

دوستو قبر پہ دو پھول بھی اگر نہ چڑھائے
ہم بس مرگ بھی ممنون تمھارے نہ ہوے

لاکھ کوشش کرین ادنی یہ نہ ہونگے اعلے
ذرے چمکا کئے لیکن کبھی تارے نہ ہوے

سر جھکائے تھے وہ بیٹھے رہے ہم بھی خاموش
باہم الفت نہ بڑھی جبتک اشارے نہ ہوے

باغ سے پھر کے فصاحت سے وہ فرماتے ہین ہائے
آج افسوس کہ تم ساتھ ہمارے نہ ہوے

سر جھکائے ہوے حاضر ترے دربار مین ہے
فرد اعمال فقط دست گنہگار مین ہے

باغبان دھوپ کڑی یہ ترے گلزار مین ہے
کہ ہوا ٹھہری ہوئی سایۂ اشجار مین ہے

جان نثارونکو نظر آئے نہ کیون شکل قضا
مثل آئینہ صفائی تری تلوار مین ہے

سقف جب بنتی ہی گر جاتی ہی اے پیر مغان
خشت مسجد کوئی میخانے کی دیوار مین ہے

تو جو آئے تو عصا آہ کا لے کر آئے
اتنی قوت ابھی باقی ترے بیمار مین ہے

شاخہائے گل تر پر نہ چہکتی بلبل
یہ نہ معلوم تھا صیاد بھی گلزار مین ہے

سر بسن بلبل کو ہوئے قید مین پر اے صیاد
اب تلک پھولونکی بو غنچۂ منقار مین ہے

تیر کا توڑ ہے نشتر کی کھٹک تیغ کی باڑھ
ایک ہو تو کہون سب کچھ نگہ یار مین ہے

اس مسیحا کو بھلا خاک یقین ضعف کا ہو
نالہ کہتا ہی کہ طاقت دل بیمار مین ہے

دل مین خاک اڑتی ہی پر داغ جگر ہے میرا
مختصر دشت بھی اک پہلوے گلزار مین ہے

ہوئے دو حصہ مرے خون کے قاتل دم قتل
کچھ ہے دامن پہ ترے کچھ تری تلوار مین ہے

تو زمانہ مین وہ ذیقدر ہی اے شیشۂ مے
شکل دل تیری جگہ پہلوے میخوار مین ہے

تازگی گل کی صفا آئینہ کی مہ کی ضیا
واہ کیا شے نہین سب کچھ ترے رخسار مین ہے

نکہت گل تو بھلا پھیل سکے کیا طاقت
قید جب عطر کی بو انجمن یار مین ہے

حکم اس غیرت عیسیٰ نے دیا ہے جب سے
مستعد موت پرستاری بیمار مین ہے

پھر نہ منھ رکھتی ہی تو عارض گل پر بلبل
نسمجھے ہم سرخی اسی وجہ سے منقار مین ہے

ہو کے اس رخ سے خجل بھاگ نہین سکتی ہی شمع
گھیرے پروانونکی بھیڑ انجمن یار مین ہے

مول لے یا کہ نہ لے کوئی مگر آئینہ
فقط اک ایک کا منھ تکنے کو بازار مین ہے

یون تو ہے رحمت غفار ہر اک جا لیکن
خاص رہنے کی جگہ قبر گنہگار مین ہے

اپنا دل تھامتے ہین لوگ فصاحت سر بزم
ایسا کچھ درد کا پہلو مرے اشعار مین ہے

کیون پھیرتے ہو یہ مرے قابل ہی نہین ہے
جو مین نے دیا تھا تمھین وہ دل ہی نہین ہے

تلوار بھی ہے سوکھی زبان مجھ کو دکھاتی
کچھ تشنۂ خون خنجر قاتل ہی نہین ہے

لیلی کی ردا بھی ہے غم قیس مین کالی
دیوانو سیہ پوشش محمل ہی نہین ہے

وہ بحر ہے بحر کرم و رحمت غفار
کونین مین جسکا کہین ساحل ہی نہین ہے

مین صاف نہ کہون آپ ہون یا اور کوئی ہو
جو ڈر کے چھری پھیرے وہ قاتل ہی نہین ہے

ہر پہر کے عبث آتے ہین ارمان مرے پاس
دو دن اُنکو کہان رہنے کی جا دل ہی نہین ہے

کھوتے ہین حباب آنکھین تمھین دیکھینگے عُریان
کچھ فرض نہانا لب ساحل ہی نہین ہے

مضطر ہوا ہین عاشق بیدل تو وہ بولے
پھر درد کہان ہوتا ہی گر دل ہی نہین ہے

خود آہ سے اپنی دل مجنون ہی دھڑکتا
لیلی تہ و بالا تری محمل ہی نہین ہے

لائی ہین وفا مین بھی مری کھینچ کے اُنکو
سچ پوچھو تو خالی کشش دل ہی نہین ہے

فیاض کے کیسہ مین بھی درہم نہین کوئی
دینار سے خالی کف سائل ہی نہین ہے

وہ مہندی لے دھو گئے ہین ہاتھ چمن مین
تھالو نہین فقط خون عنادل ہی نہین ہے

جو چیز ہے میخانہ کی نور و زمین ہے سرخ
کچھ رنگ مین ڈوبی ہوئی محفل ہی نہین ہے

کیا سامنے عادل کے کرین خون کا دعوے
سب تو ہین مگر حشر مین قاتل ہی نہین ہے

جو ہین کملا منین تو اضنع ہے فصاحت
جسکو کہ تکبر ہے وہ کامل ہی نہین ہے

پُرسوز میرے نالے جو سوے فلک گئے
قندیل بن کے باب اثر مین لٹک گئے

ماتم جو کرتے وہ لحدِ غیر تک گئے
آخر کو ہاتھ دُکھنے لگے پاؤن تھک گئے

آواز انکی کان مین آئی جو رات کو
انکو پکارتے ہوئے ہم دور تک گئے

جو آنسو آنکھ مین تھے مین لے ضبط پی گیا
مژگان مین جتنے آئے وہ بیشک ٹپک گئے

جو آسمان پہ رات کو چمکے نہ تھے کبھی
میرے شب وصال وہ تارے چمک گئے

بعد فنا زمین نے جو مجکو دیا فشار
روکا نہ بلکہ قبر کے تختے سرک گئے

مین بسمل اپنے خون مین تڑپا کچھ اسطرح
لوٹی قضا بھی دیکھ کے وہ بھی پھڑک گئے

رندون نے چشم مست سے دیکھا جو باغ مین
انگور جتنے تاک مین تھے سب ٹپک گئے

مے دے کے بار بار نہ تو پوچھ ساقیا
رند اپنے منھ سے تو نہ کہینگے کہ چھک گئے

ڈھلنے لگی شباب مین جب گرمی عذار
بل کھا کے اُنکے چہرے سے گیسو سرک گئے

باران کے بعد روئین جو گلشن مین بلبلین
جتنے گلاب کے تھے کٹورے چھلک گئے

پھیلا جو خون عاشق گیسو کے جسم مین
کوچے رگون کے مشک کی بو سے مہک گئے

پہلے کسیطرح نہ ٹلے کا تب عمل
خلوت ہماری اُنکی ہوئی جب سرک گئے

جانے سے اُنکے دفعتہً آیا یہ زلزلہ
جو میکدے مین جام بھرے تھے چھلک گئے

نکلے شرر جو داغ مرے دل کا مٹ گیا
سورج غروب ہوتے ہی تارے چمک گئے

گل ہین فصاحت آپکے اشعار تو مگر
چشم عدو مین خار کی صورت کھٹک گئے

وحشی جو قبر قیس پہ رو رو کے تھک گئے
اُٹھ اُٹھ کے گرد باد بھی سر کو ٹپک گئے

ایسا وسیع ہے مری فکر رسا کا دام
جسمین ہزارون مرغ مضامین بھڑک گئے

قلب و جگر سے آئی صدا ہائے ہائے کی
ہاتھ اُنکے پہلوؤنسے مرے جب سرک گئے

نام اپنے در پہ آپکے لکھینگے اور کون
یہ جرأتین اُنھین کی ہین جو سر پٹک گئے

ساقی نے کیا دعاے قدح پڑھکے دی شراب
دو چار گھونٹ بھی نہ پئے تھے کہ چھک گئے

روشن مثال شمع جو لالے کے پھول تھے
آئی ہوا تو اور چمن مین بھڑک گئے

گھبرا گئے وہ حشر کے دن کچھ نہ بن پڑی
جب لاکھون ہاتھ اُنکے گریبان تک گئے

بے سمجھے بوجھے کہدیا رندونکو دوزخی
ذکر شراب کرتے ہی واعظ بہک گئے

پھولونمین کیا بسلکے لگائی تھی کسنے تیغ
خوشبو سے میرے تنکے جراحت مہک گئے

زردار عاشق آئے تو کوئی تمھارے پاس
ہم خود ہی ہٹ کے بیٹھینگے تم کیون سرک گئے

جب اُنکے رخ کی چھوٹ حبابون پہ پڑ گئی
دریا مین شب کو سیکڑون تارے چمک گئے

ان واعظونکے وعظ سُنے کون میکشو
جو اُنکے مُنھ مین اچھی بُری آئی بک گئے

ساقی نے آبکی کھینچی ہے وہ تیز و تند مے
تپنے لگی زمین جو ساغر چھلک گئے

بُلبُل کی آہ کا جو دھوان باغ مین گھٹا
نرگس کی چشم کور سے آنسو ٹپک گئے

ہم ہین وہ حسن دوست فصاحت جہان مین
ہٹی کی بھی جو دیکھ لین پریان بھڑک گئے

نہ یہ صدمہ تہِ چرخ ستم ایجاد رہے
رہون برباد مین پر نام نہ برباد رہے

شب کو یون گرم فغان بُلبُل ناشاد رہے
باغ مین روشنی شعلۂ فریاد رہے

ہے یہ شکوہ نہ گلا کہنے مین بات آتی ہے
اُسنے برباد کیا ہمکو تو برباد رہے

گنبد کہنۂ گردون کے ہی پھٹ پڑنے کا خوف
پھر کہان مُنھ سے نکلکر مری فریاد رہے

کیا عجب گر مجھے اسوقت تک آے نہ اجل
جب تلک دلمین تری حسرت بیداد رہے

تیرگی شب فرقت سے نہ گھبرائے دل
پاس اگر روشنی شعلۂ فریاد رہے

قیس سے کہتا تھا مکتب مین پڑھا کر اُستاد
اک ذرا صبر و تحمل کا سبق یاد رہے

نہ عنادل کو رہا خوف گرفتاری دام
اسقدر باغ مین محو رخ صیاد رہے

کیا تعجب ہے کہ تیشہ کی زبان بر اے عشق
مدتون لذت خون سر فرہاد رہے

روئے بھی پھر اُسی بیکس کو لہو جسکا بہائے
ایسی تلوار ترے ہاتھ مین جلاد رہے

آپ تصویر جو کھنچوانے کو بیٹھے ہین خموش
دلمین فکر ادب آموزی بہزاد رہے

فاتحہ پڑھنے کو تربت پہ مری آنا تم
یہ بھی گر غیر کے وعدہ کیطرح یاد رہے

میری آہ ہو نکا دھوان پھیل گیا ہی جتنا
گر سمٹ آئے تو مہر لب فریاد رہے

آسمان نے ہمین اتنی ہی برس رنج دئے
اتفاقات سے ہم جتنے دنون شاد رہے

بولے وہ کرکے الگ صبح کو خاکستر شمع
خاک پروانہ کے مانند نہ برباد رہے

کہین بڑھ جائین نہ اُتنی ہی جفائین کرنا
گنتی گر میری وفاؤنکی تمھین یاد رہے

اب رہا کر ہمہ اسیران کہن کو صیاد
گھر ترا تازہ گرفتارون سے آباد رہے

شاید آئے کبھی شیرین تو پتہ دینے کو
منجمد کوہ پہ خون سر فرہاد رہے

برگ گر گر کے درختون سے یہ دیتے ہین صدا
اپنون سے چھوٹ کے سرگشتہ و برباد رہے

پھر بنے خوب ہی تصویر مین اُسکی خم زلف
ہاتھ مین رعشہ ضعیفی سے جو بہزاد رہے

غم مین کچھ حرف و حکایات کا دلکی نہین لطف
پھر سنو باتین جو دو چار گھڑی شاد رہے

نہ پڑین موج نسیم سحری کے دُرے
گر یونہین سیدھی طرح باغمین شمشاد رہے

پوچھے قاصد نہ کسی اور سے اُس در کا نشان
پھر پلٹ آئے ہمین گر نہ پتہ یاد رہے

نہ کیا قتل مجھے خون تمنا تو کیا
آپ تو پھر وہی جلاد کے جلاد رہے

وصل مجھ کو تو میسر نہین اُنکو کیون ہو
درمیان دونون لبون کے مری فریاد رہے

چشم اغیار مین اُڑ اُڑ کے پڑے بعد فنا
کچھ تو ہو یو ہین مری خاک نہ برباد رہے

یون تو ہم شکوے گلے سیکڑون کرنے کو ہین
تو بھی سامنے اُنکے نہ کوئی یاد رہے

بنے شاگرد اگر استاد تو مانا کس نے
ہم فصاحت وہی استاد کے اُستاد رہے

ترا تیر نظر جاتا کہان ہے
ادھر آئے اُدھر جاتا کہان ہے

پکارون مین جو وہ نکلے ادھر سے
خبر لے بےخبر جاتا کہان ہے

رہے گا عشق جب تک دم مین ہمدم
بھلا یہ دردِ سر جاتا کہان ہے

ہماری جان لینے کو ہے آیا
ابھی دردِ جگر جاتا کہان ہے

سمجھ لین گی ہماری آہین اکدن
یہ چرخ فتنہ گر جاتا کہان ہے

کیا تھا مجھ سے وعدہ رات بھر کا
ارے پچھلے پہر جاتا کہان ہے

سن اچھی طرح پیغام زبانی
ابھی اے نامہ بر جاتا کہان ہے

تڑپتا ہون مین دل پر ہاتھ رکھکے
ارے مُنھ پھیر کر جاتا کہان ہے

لگائین ٹکّرین اب اُس کے در پر
دوا سے دردِ سر جاتا کہان ہے

دفا ہرچند اُبھارے اس کو لیکن
کسی کی قبر پر جاتا کہان ہے

ابھی تو جاکے آیا تھا کہین سے
پھر اے بیداد گر جاتا کہان ہے

نہو قید لے فصاحت پھر وطن سے
کوئی اہل ہنر جاتا کہان ہے

نگاہ تیر جب اُنکی پڑی ہے
دلِ آئینہ مین برچھی گڑی ہے

کبھی گر پنکھڑی گل کی جھڑی ہے
ہوا ہے مدتون بُلبُل لڑی ہے

یہ مانا وصل مین لذت بڑی ہے
مگر بدقسمتی سے دو گھڑی ہے

ترے دیوانۂ گیسو کی میت
معہ زنجیر تربت مین گڑی ہے

جھجک کر اُستے مشاطہ سے پوچھا
یہ چوٹی کس لیے پیچھے پڑی ہے

ادھر مین نزع مین ہون اسطرف غیر
اجل بھی کس کشاکش مین پڑی ہے

سنا ہے پارساؤنکی نظر مین — تری اے دختِ رز حرمت بڑی ہے
وہ آتے آج بھی کرتے جو نالے — یہان آواز ہی کل سے پڑی ہے
لحد مین سو رہے ہین پانون پھیلا کے — مکان چھوٹا ہے پر راحت بڑی ہے
وہ کرسی پر ہین بیٹھے جلوہ گہ مین — خلائق داہنے بائین کھڑی ہے
ڈھلا دن ہجر کا پر ہے وہ گرمی — ابھی تک دھوپ دریا مین پڑی ہے
وہ در پر بے حجابانہ چلے آئین — ہماری لاش منھ ڈھانکے پڑی ہے
خبر مجنون کو تربت مین نہین کچھ — کہ لیلی بال بکھرائے کھڑی ہے
سفر مین مجھ پہ ہے دوہری مصیبت — کہ منزل دھوپ کی صورت کڑی ہے
کسی بت کے کلامِ سخت کی چوٹ — مرے دکھتے ہوے دل پر پڑی ہے
اجازت دین تو وہ زلفین بنائے — ادب سے پیچھے مشاطہ کھڑی ہے
نکدر چاندنی کب ہے سرِ قبر — یہ گویا ململی چادر پڑی ہے
جو درد اٹھتا ہے تھم تھم کر جگر مین — مزہ کیا اس کی رہ رہ کر گڑی ہے

جو ہین پر آب اشعار اے فصاحت — غزل یہ میری موتی کی لڑی ہے

اب آنکھ اس مہر پر اپنی پڑی ہے — مہینون پہلے سورج سے لڑی ہے
بتا دیجیے مجھے الجھن پڑی ہے — یہ چوٹی کس لیے پیچھے پڑی ہے
نہ الجھے سوتے ہین موے کمر سے — یہ چوٹی کس لیے پیچھے پڑی ہے
مری جانب سے بڑھ بڑھ کر محبت — تری بے اعتنائی سے لڑی ہے
بظاہر تنگ ہے یہ دل ہمارا — مگر باطن مین گنجائش بڑی ہے
پس مردن وہین منعم گڑے گا — زمین مین جس جگہ دولت گڑی ہے
سزا وہ چپکے بیٹھے سوچتے ہین — گنہگارون کی صف آگے کھڑی ہے
نہ کچھ پیری مین پوچھو حالِ دندان — غضب کی پھوٹ آپس مین پڑی ہے
مرادل ہاتھ مین لیکر وہ بولے — یہ مہنگی چیز میرے سر پڑی ہے

گئی تھی اُس گلی مین غیر کی لاش
خدا جانے پڑی ہے یا گڑی ہے

عنادل آہِ سوزان کر رہے ہین
اسی سے باغ مین گرمی بڑی ہے

نہین میخوار جس بھٹی پہ ہم سے
وہ مسجد کی طرح سونی پڑی ہے

یہ پوچھو جسکے پہلو سے تم اُٹھ آئے
اُسے آرام بھی کوئی گھڑی ہے

کرو تم مجھ سے اُکھڑی اُکھڑی باتین
مین سمجھا کچھ رقیبون نے جڑی ہے

نکل سکتا نہین اب دل سے ارمان
در ناسور پر حسرت کھڑی ہے

الٰہی آنکھ کو میری ہوا کیا
کہ اُن سے بے ادب ہو کر لڑی ہے

اُٹھاتی ہین چمن مین جھک کے شاخین
مگر غش کھا کے بلبل گر پڑی ہے

بتا آنکھ اسکی کیسی ہے مصور
کہ جو تصویر مین اتنی بڑی ہے

تصور انکا آئے بہر تعظیم
ہماری آنکھ مین پتلی کھڑی ہے

جب اُسنے پھیر لی ہے آنکھ مجھ سے
مروت پھرون شوخی سے لڑی ہے

کہو ہنس بول لین گلشن مین غنچے
نسیم صبح مہمان دو گھڑی ہے

وہ مجھ سے کہتے ہین تیری نصیحت
گھڑی کی طرح کانو مین پڑی ہے

مری تربت کو روندو نازنینو
زمین ہے نرم ابھی میت گڑی ہے

فصاحت کیا وہ تصویر اپنی کھینچوالے
کہین شوخی سے مہلت دو گھڑی ہے

ادنی گریز کرتے ہین اعلےٰ کی چاہ سے
پروانو نکو نہ عشق ہوا شمع ماہ سے

اللہ یہ حسین بھی ہین شوخ کس قدر
آنکھون مین پھر کے رہتے ہین غائب نگاہ سے

اٹھی ہو دور شور سے آندھی تو روز ہجر
ہے خیر اسی مین بچ کے چلے میری آہ سے

آنے کو ہے جو ناقۂ لیلی میان نجد
چُنتا ہے قیس آبلہ پا خار راہ سے

نکلے رواق چشم سے باہر نہ طفل اشک
ڈھلے یہ شام ہجر کے روے سیاہ سے

ممکن نہین کہ درد بھی انکو اٹھا سکے
عاشق گرے ہوے ہین جو تیری نگاہ سے

اک جا قرار اثر کو نہین میرے دلکی طرح
نالہ سے آہ مین کبھی نالے مین آہ سے

احباب غسل دیتے ہین کیون مجکو بعد مرگ
خود ہی عرق عرق ہونین شرم گناہ سے

اغیار میرے وصل کی تہمت لگائینگے
نکلو نہ آنکھین نیچی کئے خوابگاہ سے

یون لانہ انکے سامنے رضوان جنانکی پھول
گلدستہ باندھ حور کے تار نگاہ سے

آئے تو شوق اُنھون نے بڑھایا وصال کا
رخصت ہوے تو لے گئے تاثیر آہ سے

جانبازو آؤ گھاٹ پہ تیغ پُر آب کے
ملک عدم قریب ہے دریا کی راہ سے

جاڑے مین شب کو در پہ ترے پڑ رہینگے ہم
کمبل پھٹا سا مانگ کے ابر سیاہ سے

اللہ ری احتیاط پہ آئی نظر تو کیا
حسن اپنا وہ چھپاتے ہین اپنی نگاہ سے

مانا دراز اُس بت کافر کی زلف ہے
لیکن بڑی نہین مری فرد گناہ سے

دل چاہتا ہے انکو پکارین شب فراق
لیکر صلاح نالہ و فریاد و آہ سے

تکلیف کیون اٹھائین ستاکر ضعیف کو
رہگیر خود ہی بچکے چلین خار راہ سے

انڈا جو دل تو اور بھرے اشک آنکھ مین
پانی اُبل کے آیا سمندر مین چاہ سے

گر ہاتھ مین لیا ہے دم زینت آئینہ
دیکھو تم اپنے حسن کو میری نگاہ سے

جتنی ہین دل مین آرزوئین اور حسرتین
پروانہ بنکے لپٹین مری شمع آہ سے

گھبرائینگے ضرور فصاحت وہ روز حشر
گرسامنا پڑے گا کسی دادخواہ سے

آئے ہین انکے ساتھ ہرن صیدگاہ سے
کیا کہدیا اشارۂ چشم سیاہ سے

کیون سرمہ دان ہے فاصلہ ہر ایک میل کے
پاس آکے بچتے آپکی چشم سیاہ سے

خط انکا نامہ بر نہ مجھے دے تو کیا عجب
کیا وہ رسول ہے کہ بری ہے گناہ سے

پھونکونگا بعد نالۂ سوزان سے چرخ کو
پہلے جکڑ تو یون اسے زنجیر آہ سے

تلوار کھینچ جو گھر سے نکلکر ہٹینگے لوگ
تم کیون کہو کسی سے کہ ہٹ جاؤ راہ سے

دن کو چھپا کے چرخ نے کی تشت و شوہیت
دھبا پر آج تک نہ چھٹا روئے ماہ سے

مجھ لاغر و نحیف کا لاشا یقین تو ہے
رو دینگے رحم کھاکے وہ بالے نگاہ سے

اعمٰی بھی آکے جاتے ہین اے دوست شاد شاد
آنکھون مین نور لے کے تری جلوہ گاہ سے

محنت سے خاک ملتی ہے راحت جہان مین رہ
خود چاہ کن تو پیاسے نکلتے ہین چاہ سے

لیلیٰ کا ناقہ آتا ہے اے وحشیان نجد
ہٹکر کھڑے ہو میل کی مانند راہ سے

گر حکم ہو تو اور حسین انکو بانٹ لین
کچھ شوخیان بچی ہین تمھاری نگاہ سے

گذری شب فراق مگر میری ضد سے صبح
ڈھانکے ہے منھ کو دامن ابر سیاہ سے

اُسوقت تک مزہ ہے جوانی کا اے جوان
جبتک نہ اجتناب ہو تجھ کو گناہ سے

سایہ کسیکے پاؤن تلے نیچے نہ اُنکا آئے
تشریف لائین وہ مرے گھر اسی راہ سے

کوچے مین اُنکے چلتی ہے ٹھنڈی ہوا اگر
دامن بچا بچا کے مری گرم آہ سے

جائیگا میرا نالۂ پرزور عرش تک
وہ آہ تھی ضعیف کہ پھر آئی راہ سے

مردے اُٹھے زمین ہوئی شق صور بھی پھنکا
پر ہم نہ نکلے قبر کی آرامگاہ سے

تھا غیر شب کو پاس ترے حال کھل گیا
اُٹھا ہے فرش چین پہ چین خوابگاہ سے

مطلب فصاحت اچھے برے شعر سے نہین
بس کام ہے مشاعرہ مین واہ واہ سے

وہ آج آئے ہین مہمان رات بھر کے لیے
سمیٹ چاندنی اے بدر میرے گھر کے لیے

رد احیات مین اکدی تھی عمر بھر کے لیے
مگر فلک سے کئی پارچے ہین مرکے لئے

یہ آنکھین جانب مشرق کھلی رہین شب ہجر
نظارۂ رخ نورانی سحر کے لیے

کسی کے تیر کا پیکان دلمین در آگر
لہو کی بوند بنا ہے مرے جگر کے لئے

اشارہ غیر فن سے کر نیکو ہے تمھاری آنکھ
ہماری آنکھ ہے حسرت بھری نظر کے لیے

وہ بعد آتے ہین عاشق کے پاس نزع کے وقت
اجل کو پہلے سے ہین بھیجتے خبر کے لیے

مین نزع مین ہون وہ کہتے ہین ہنسکے بالین پر
ہم آئے ہین یہ دن اچھا نہین سفر کے لیے

نگاہ بھر کے تمھین دیکھتے ہین آئینے
ہم ایسے ہائے ترستے ہین اک نظر کے لیے

عزیز و شام کو تو دفن کرکے جاتے ہو
ضرور صبح کو آنا مری خبر کے لیے

بنائی چرخ نے نازک ہلال کی تلوار
کسی حسین کی لچکتی ہوئی کمر کے لیے

رقم تو کرچکے اُس قاتل جہان کو خط
اب ایک لکھنا ہے تعویذ نامہ بر کے لیے

وہ موتی ٹلکتے ہین پاپوش مین حسینونکی
پسند کرتے ہین جو شاہ تاج سر کے لیے

چراغ میکدے کے در پہ جلتے دیکھ کے شیخ
اُٹھا رہا ہے بجھا کر خدا کے گھر کے لیئے

ہے عکسِ روزنِ دیوارِ یار کا پھاہا
مفید میرے تڑپتے ہوے جگر کے لیئے

بھرین مزاج مین سب تیرے شوخیان اے شوخ
رہی نہ ایک بھی باقی تری نظر کے لیئے

وہ گھر مین غیر کے ہین مین رواں ہون سوے عدم
عزیزو آج کا دن خوب ہے سفر کے لیئے

خط اسکو بھیجکے پہرون دعائین مانگتے ہین
خدا سے قوتِ رفتار نامہ بر کے لیئے

ہمارے نالون کی چوٹین ہین اور بھی آفت
سپہر پیر کی ٹوٹی ہوئی کمر کے لیئے

تری گلی مین فقیرون کے پانون پڑ پڑ کر
کلاہ مانگتے ہین شاہ اپنے سر کے لیئے

کہین جگر بھی نہ کھو جاے کوے الفت مین
چلا تو ہے دلِ گم گشتہ کی خبر کے لیئے

جنابِ عشق کو درد اور جب کہین نہ ملا
دلِ رقیب سے لائے مرے جگر کے لیئے

جو غم کو دل سے نکالو نگا پھر نہ آئے گا
خوشی جو آتی ہے تو آئے عمر بھر کے لیئے

وہ عطر ملتے ہین پوشاک مین جو آخر شب
نسیم اُڑاتی ہے بو دامنِ سحر کے لیئے

رجوع قلب سے جب کی دعا تو میری زبان
کلید بنگئی قفلِ درِ اثر کے لیئے

حنا کو پیستے ہین دونو کیا جو ان کیا پیر
وہ اپنے پاؤنکی خاطر یہ اپنے سر کے لیئے

کہین نہ پہونچی ہو باب اثر تک آہ رقیب
گیا ہے نالہ مرا عرش پر خبر کے لیئے

نکلکے بحر سے مرجان نے ساتھ چھوڑ دیا
گہر زمین پہ غلطان ہے ہمسفر کے لیئے

رجوع قلب سے انسان ہاتھ اُٹھائے تو
اثر دعا کے لیے ہے دعا اثر کے لیئے

تمھاری آنکھونمین سرمہ تو خالِ عارض پر
ضرور چاہیئے اچھی بری نظر کے لیئے

وہ گالیونکے سوا سوچتے ہین خط لیکر
کچھ اور چاہیئے انعام نامہ بر کے لیئے

ہے تجھ مین آبلہ و زخم و داغ و درد اے دل
نچھوڑا ایک بھی ان چار مین جگر کے لیئے

کمر کفن سے بندھی ہے کفن مین خاک شفا
یہی ہے رخت یہی زادِ ہے سفر کے لیئے

دکھاکے تیر مژہ بولے وہ فصاحت سے
یہ خاص ہین ترے فولاد سے جگر کے لیے

دیدۂ تر کے پاس چلو ہے
ناؤ ٹھہری ہوئی لب جو ہے

تو نہین جس جگہ وہان ہو ہے
ہے سبھی کچھ وہان جہان تو ہے

میرے سر مین اسی سے خوشبو ہے
تکیۂ سرکسی کا زانو ہے

دونون کا ایک ہی تو ہی صناع
دل مین ہی روح غنچہ مین بو ہے

تجھ سے نکلا کسی کا کام اے بت
مین یہ کیونکر کہون خدا تو ہے

پی کے مے گو کہ ہون پڑا بیہوش
پھر بھی منھ کے قریب چلو ہے

یون تو وہ خوش خرام ہی طاؤس
چوکڑی گر بھرے تو آہو ہے

لخت دل پر لگائی کیون تہمت
جو گرا آنکھ سے وہ آنسو ہے

تیرا کیا کہنا او ستم ایجاد
ہر وفا مین جفا کا پہلو ہے

صید مین پر شکستہ جیسے ہوا
تیر چشم کمان کا آنسو ہے

آسمان کا فقط ہے نام ہی نام
ابتو ظالم جہان مین تو ہے

دل ملا ہی مجھے وہ درد بھرا
ہائے جو ناگوار پہلو ہے

باغبان کا ہوا دماغ خراب
مضر اسکو گلاب کی بو ہے

دیکھتے ہین وہ آفتاب مین چاند
جام مے مین جو عکس ابرو ہے

اُسنے کی ہان سوال وصل پہ یون
ہائے جسمین نہین کا پہلو ہے

ایسی ہی تیغ لو برائے قتل
جیسا نازک تمھارا بازو ہے

کالی آندھی اٹھی ہے کیون دن کو
کیا پریشان اُن کا گیسو ہے

میرے صحرائے ہولناک مین بند
دیدۂ نقش پائے آہو ہے

مین نے سب پی لی میکدے کی شراب
باقی اب اک شراب کی بو ہے

تجھ کو سب پیستے ہین دنیا مین
کتنی بد قسمت اے حنا تو ہے

خون ہے دامن پہ آنکھ سے ٹپکا
گر نہ دھبا پڑے تو آنسو ہے

وہ فصاحت کے غم مین کہتے ہین ؎
دل پریشان مثل گیسو ہے ؎

اپنے حریم دلمین فقط اُسکی یاد ہے / جسکا مکان کعبۂ اہل مُراد ہے
صد ہا مُرادین مانتے ہین اعتقاد ہے / مسجودِ عاشقان لحدِ نامراد ہے
دل کی شگفتگی سے وہ گل نہاد شاد ہے / کیا آج کل بہار پہ باغ مراد ہے
وعدہ جو مین نے یاد دلایا وصال کا / چُپ کے سے سر جھکا کے وہ بولے کہ یاد ہے
بیٹھے ہین غیر مجھ سے اشارونمین کچھ نہ پوچھ / تو جانتا ہے جو مرے دل کی مراد ہے
اب تو مجھے معاف کرین شیخ و برہمن / سختیٔ راہ کعبہ و بتخانہ یاد ہے
فانوس بزم مین خلل انداز ہے تو کیا / پروانہ اور شمع مین اک اتحاد ہے
قاصد ہمارا دیکھ کے رنگ مزاجِ یار / بولا کہ نامہ گر گیا پیغام یاد ہے
گو ایک دوسرے کا عناصر مین ہی عدو / پھر دیکھئے تو چارون مین کیا اتحاد ہے
دل کا مکان تیرہ و تاریک ہے بڑا / خاموش مدتون سے جو شمع مراد ہے
بھولا ہوا وہ شوخ ہی سب عاشقونکے نام / بس کوسے کو ایک مرا نام یاد ہے
یوہین لڑائی شیخ برہمن مین کچھ نہین / دونوین آپ ہی کے سبب سے فساد ہے
محفل مین غیر کی یہ بناوٹ ہی غش نہین / خود اُٹھکے تم اُٹھا دو فقط یہ مراد ہے
جتنے ہین رند ملکے پئین بزم مین شراب / یہ دور جام دائرہ اتحاد ہے
یاد اس پتہ سے کرتے ہین سب مجھ کو بعد مرگ / ناشاد پہلے نام تھا اب نامراد ہے
زاہد نے آج دیکھ لیا عاشقو اُنھین / پوچھو نماز بھول گیا ہی کہ یاد ہے
پھیلی ہے خاک قیس جو اُڑ اُڑ کے نجد مین / اسکے سمیٹنے کے لیے گرد باد ہے

ملتے ہین دشمنون سے فصاحت بلطف ہم
ہم کو نہ بغض ہے نہ کسی سے عناد ہی

کیا مال بڑھ کے صرف سے دشمن کے پاس ہے / پہنے ہوئے لباس کے اوپر لباس ہے
رعشہ ہے تن مین رنگ ہے فق منھ اداس ہے / پھر کر وہان سے آیا ہی جو بدحواس ہے
خنجر کے ساتھ پھیرے ہی قاتل بھی اپنا منھ / ہنگام ذبح وا جو مری چشم یاس ہے
تاثیر ظلمت شب فرقت نہ پوچھین دوست / پہلے سفید تھا جو سیہ یہ لباس ہے

مسجد مین وعظ کہہ نہ تو چلّا کے واعظا — مستون کا خوف چاہیے میخانہ پاس ہے

دُنیا مین کوی یار بھی ہو واقعی بہشت — آیا ہون جیسے بھوک ہی مجکو نہ پیاس ہے

اقلیم حسن مین ہر مسیحا وہی حسین — عاشق کے درد دل کی دوا جسکی پاس ہے

کیا جتنی حسرتین تھین وہ سب مردہ ہوگئین — کچھ دل مثال گورِ غریبان اوداس ہے

یہ بھی نہ ہو تو عاشقِ لاغر ہو کالعدم — ہستی کی وجہ ایک بدن مین لباس ہے

تصویر مین حضور تو کھینچے ہوئے ہین تیغ — ہر ایک دیکھ دیکھ کے کیون بدحواس ہے

مین ناتوان فراق مین سر پھوڑون کسطرح — طاقت نہ اُٹھنے کی ہے نہ دیوار پاس ہے

گرمی مین تجھ سے آتش تر مانگتے ہین رند — بجھتی ہے ساقی آگ سے کیسی پیاس ہے

مجھ نامراد کو ہوئی جس بات کی امید — تقدیر بولی آس کے پردے مین یاس ہے

انکو تم اپنے پاس بٹھاتے ہو بزم مین — میلا تمھارے فرش سے جنکا لباس ہے

سمجھا ہے تو ہم آئے ہین مسجد مین پی کے مے — مذموم تیری شرع مین واعظ قیاس ہے

بولے گلونکو سونگھ کے وہ میری قبر پر — کاغذ کے جیسے پھول نہ بو ہے نہ باس ہے

بستا ہی نہ ہوگا کبھی طفلِ دل مرا — پروردۂ کنارِ غم و رنج و یاس ہے

تکلیف دور جانے کی دیتے نہین تمھین — ہم شکل اپنا دیکھ لو آئینہ پاس ہے

دیوانون مین بٹے گا تبرک کی طرح سے — وحشت مین دھجیان جو ہمارا لباس ہے

گر عیب ہو کلام فصاحت مین تو چھپائین
محفل مین شاعرون سے یہی التماس ہے

شیفتہ وہ اپنی ہی تصویر پہ ہونے کو ہے — اب نگہ اُسکی بھی عاشق کی نظر ہونے کو ہے

میرے رازِ عشق کی سب کو خبر ہونے کو ہے — المدد اے ضبطِ گریہ چشم تر ہونے کو ہے

مین نے جب پوچھا شبِ وصلت بول اُٹھا یہ دل — بعد آئے گی قضا پہلے سحر ہونے کو ہے

بددعا تنگ آ کے مین مظلوم اودہر کرنے کو ہون — اُس طرف گردون پہ وا باب اثر ہونیکو ہے

شمع کا سر تو نے اے گلگیر کاٹا بھی تو کیا — دو گھڑی کے بعد پیدا اور سر ہونیکو ہے

عالمِ پیری مین کیون احباب گھیرے ہین مجھے — جائین پروانے کہ گل شمعِ سحر ہونیکو ہے

سب خریداران یوسف بند آنکھونکو کرین
مصر کے بازار سے انکا گذر ہونے کو ہے

ناخن اپنی انگلیون کے بے سبب بڑھتے نہین
شاید اچھا پھر کوئی زخم جگر ہونے کو ہے

شمع کی الفت مین ٹھنڈے جلکے پڑلمنے ہوئے
یان تو ساری رات جل جل کر سحر ہونیکو ہے

یا خدا میرے دل پُر آرزو کی خیر ہو
آج وہ کہتے ہین برباد ایک گھر ہونیکو ہے

چاک مین شامل ہوئی ہی جا کے میری مشت خاک
کاسۂ درویش بنکر در بدر ہونے کو ہے

آپ اس پہلو مین بیٹھے تو ہین آکر کیا کہون
درد ادھر تو تھم گیا لیکن اُدھر ہونے کو ہے

عالم پیری مین اے طاقت نہ تنہا کوچ کر
میری آنکھونکی بصارت ہمسفر ہونے کو ہے

سُن لیا ہی یہ جو غیرون نے وہ آتے ہین یہان
شام سے چلا رہے ہین سب سحر ہونیکو ہے

میرے پاس آئے خبر دینے غم و رنج و ملال
آج کیا شادی کوئی دشمن کے گھر ہونیکو ہے

پند واعظ کے سنوگے کب تلک بیٹھے ہوئے
میکشو اُٹھو دلو نیر اب اثر ہونے کو ہے

مائل پرواز ہی اب طائر حسن شباب
کچھ خبر بھی ہے تمھین ہر زلف پر ہونیکو ہے

مجمع عشاق مین نکلے تو ہو تم بے نقاب
روے صاف آلودۂ گرد نظر ہونے کو ہے

غیر کے لاشے پہ آئے ہین وہ پھر آیا ہی دل
ہنس پڑین یارب وگرنہ چشم تر ہونے کو ہے

انتہا اب ہوگئی اہی ترک شوق قتل کی
عضو جو عاشق کے تن مین ہے وہ سر ہونیکو ہے

چلتے ہین وہ تیر مژگان بائین جانب آئین تو
پھیلکر دل میرے پہلو مین جگر ہونیکو ہے

تھم کے چل گلزار سے اے کاروان رنگ گل
طاقت پرواز بلبل ہم سفر ہونے کو ہے

دل سنبھالے در پہ بیٹھا ہون شب ہجر اسلیئے
راہرو شاید کوئی کہدے سحر ہونیکو ہے

آبلے مل ملکے سب بنجائے گا اک آبلہ
ملک دل مین سو گھرونکا ایک گھر ہونیکو ہے

اے فصاحت اب بچانا چاہیئے قلب و جگر
رُخ کسی کے تیر مژگان کا ادھر ہونے کو ہے

تیر کیا دل پہ صدا نالہ و فریاد کی ہے
ہم اسیرون پہ چھری تیز جو صیاد کی ہے

نالۂ رعد تو ہم سن چکے وہ کچھ بھی نتھا
کیون فلک تجھ کو اجازت ہمین فریاد کی ہے

جوش کھاتا ہے یہ کیون خون رگون مین میری
کیا بہت خشک زبان خنجر جلاد کی ہے

اُسکے کوچے مین پڑا دیکھا تو رہگیر ہین جمع
دلِ مُردہ مرا میّت کسی ناشاد کی ہے

قید بلبل کو کیا پہلے چھُری پھیری پھر
دھوم بیرحمی و بیدردی صیّاد کی ہے

ملی گھڑیال کی تقدیر مجھے دنیا مین
خلق مشتاق مرے نالہ و فریاد کی ہے

جسکو عشاق مین تمیز ہو وہ سونگھے تو
بو ہر اک سنگ مین خون سر فرہاد کی ہے

حشر مین آئے فرشتو تو ابھی پہچانون
صورت ابتک تو نظر مین مرے جلاد کی ہے

تیری تصویر مین بوسونکے نشان ہین رخ پر
صاف یہ بے ادبی مانی و بہزاد کی ہے

سر کو ٹکرا کے بھی در کر نہین سکتے وحشی
جو ہے زندان مین دیوار وہ فولاد کی ہے

بلبلین کہتی ہین کسطرح نشیمن سے اُڑین
کہ نگہبان نظر باغ مین صیّاد کی ہے

در پہ عشاق دُھنی دیکے جو بیٹھے تو اُنھین
فکر فصّاد کی حدّاد کی جلاد کی ہے

ہوگئے آزاد نہین اُڑتے اسیران قفس
خوشگوار ایسی ہوا خانۂ صیاد کی ہے

نے سے کیا بحث کرین عاشق نالان تیرے
اسکو عادت دہن غیر سے فریاد کی ہے

یون مرا حال کوئی اُنکو سنا دے جاکر
مفت برباد جوانی کسی ناشاد کی ہے

تیری تعریف نہ کی ہے نہ کرونگا اے بت
طرح گر ہے تو ترے حُسن خداداد کی ہے

سیر گلزار سے مطلب نہین اس بُلبل کو
پرورش یافتہ جو دامن صیاد کی ہے

گورکن سے نہ کسیطرح مری قبر کھُدی
کیا زمین کوچۂ سفاک مین فولاد کی ہے

سر مرا کاٹ کے ہے اُسکو نہایت ہی خوشی
شاہد اس امر پہ سرخی رخ جلاد کی ہے

جا و بیجا تری تصویر پہ پھیرے ہین ہاتھ
واہ تقدیر عجب مانی و بہزاد کی ہے

ایک جا جمع کرے گا غم عالم یہ فلک
اب ضرورت اسے میرے دل ناشاد کی ہے

عاشقو دم اب کے حلقہ مین نہین اُنکی کمر
گرد دیوار یہ شہر عدم آباد کی ہے

داد اشعار کی دیتے ہین فصاحت ہم تو
کون ہین لوگ وہ عادت جنھین ایراد کی ہے

بڑی مہم ہے سخن سنج نکتہ دان کے لیے
زمین غزل کی ہے مخصوص امتحان کے لیے

ہزارون ٹوٹ رہے ہین جو تارے آج کی شب
دعاے بد کوئی کرتا ہے آسمان کے لیئے

اسیر و صبر کرو چپ کی داد پاؤ گے
نہ بد دعا کرو صیاد بد زبان کے لیے

جھکا ہوا ہے یہ سر آپ کھینچیے تلوار
نہیں ہے وقت معین کچھ امتحان کے لیے

سنا ہے قبر میں ہوگی غضب کی تاریکی
چراغ داغ جگر چاہیے دہان کے لیے

یہان ہے شادی وصل اُسکا ماتمی ہون میں
کہان سے لاؤن رداے سرخ آسمان کے لیے

چمن میں پھر زر گل عندلیب جمع کرے
جو غنچہ قفل بنے باب آشیان کے لیے

اُنھیں ذرا نہ یہان کا خیال بھی ہوگا
ہمیں تڑپتے رہے رات بھر وہان کے لیے

وہ ترک آئیگا محشر میں کھینچکر تلوار
وسیع ہے وہی میدان امتحان کے لیے

کرے کلام نہ سخت و درشت ہر اک سے
دہن میں دانت ہیں سرکوبی زبان کے لیے

ہمارے دل میں ادھر ہوک درد کی اُٹھی
موذن اُٹھا شب وصل اُدھر اذان کے لیے

مشبک اُسکو بھی کر دینگے یہ خدنگ نگاہ
تم آئینہ تو قریں لاؤ امتحان کے لیے

فنا کے بعد براے فشار یہ کوشش
زمین سمیٹی ہے اک مُشت استخوان کے لیے

مرے نصیب کی گردش اگر بری ہوتی
فرشتے ملتجی کا ہیکو آسمان کے لیے

مریض عشق ہون باندھو نہ ہاتھ میں تعویذ
کہ ہوگا بار گران نبض ناتوان کے لیے

بہار لیگئی سب تازگی و نزہت باغ
درخت سوکھے ہوے رہگئے خزان کے لیے

ملوگے دیر و کنشت و حرم میں یا کہیں اور
یہ نام چھپکے سے تمنے کہان کہان کے لیے

اُڑائی سارے گلستان میں بوے تیز گلاب
صبا نے تند مزاجی باغبان کے لیے

جلا دیا ہے جو آہ شرر فشان نے مری
زمین خاک اُڑاتی ہے آسمان کے لیے

علی کا نام فصاحت کیا ہے ورد زبان
کلید ہوگا یہ قفل در جنان کے لیے

غربت میں وطن کی جو سنی خوش خبری ہے
کیا تنگ مرے جسم میں رخصت سفری ہے

اک سرو درختوں میں ہر آفت سے بری ہے
آفاق میں راحت کا سبب بے ثمری ہے

دریا کی ہوا کب یہ حبابوں میں بھری ہے
گر سمجھو تو ہر شیشہ میں بند ایک پری ہے

کہتی ہیں وہ ہنسکر ترے نالوں میں اثر ہے
مطلب یہ ہے اسکا کہ بڑی بے اثری ہے

گلشن سے دم صبح تمھین جانے نہ دیگی
لپٹی ہوئی قدمون سے نسیم سحری ہے

سب شاخین خزان آتے ہی سوکھی ہین چمن مین
جسپر کہ ہی بلبل کا نشیمن وہ ہری ہے

رخ کس کا ہے بے پردہ جو خجلت سے گھٹا نور
مہتاب سر شام چراغ سحری ہے

ہم چاہتے ہین اچھی طرح سے تجھے دیکھین
پر شرم کے پردے مین تری جلوہ گری ہے

تم ناز کی رفتار سے چلنے کے لیے ہو
اور ٹھوکرین کھانے کے لیے کبک دری ہے

ہین عالم پیری مین مرے گرد احبا
یا بیچ مین پروانون کے شمع سحری ہے

کیون برق تبسم سے ترے ڈرتے ہین عاشق
بجلی یہ کسی پر نہ گرے گی نہ گری ہے

کچھ ہم سے بھی کہہ بزم مین کون آئیگا ساقی
بوتل تری نیت کی طرح آج بھری ہے

یون تو سبھی معشوق زمانے مین پری ہین
پر دیکھ سکے جسکو نہ کوئی وہ پری ہے

اُس گل نے دم صبح جو ہین توڑ کے پھینکے
لپٹی ہوئی ہارون سے نسیم سحری ہے

اے چرخ تجھے گردشین سکھلانے کو پہلے
برسون مری تقدیر ترے ساتھ پھری ہے

جو چاہتا ہے اُنکو اُٹھین اُسکی طرف سے
بے الفتی و بے رخی و بے خبری ہے

مین حشر کے دن جاتے ہی پھینکونگا اُسی مین
کچھ آگ جہنم کی مرے دلمین بھری ہے

رہنے کے لیے کوئی فصاحت نہین آیا
جو آیا ہے دنیا کی سرا مین سفری ہے

دلمین آیا اُنکا ناوک جانفشانی چاہیے
گھر مین دشمن بھی جو آئے میہمانی چاہیے

داغ میرے دلمین رہتا اے جوانی چاہیے
وقت رخصت کچھ نہ کچھ تیری نشانی چاہیے

تجھ کو خوب اے دہر پیری میزبانی چاہیے
میہمان ناخوش ہو یون میہمانی چاہیے

وصف اُس ابرو کا لکھنے کو ہون اے طبع رواں
آج تو خامہ مین خنجر کی روانی چاہیے

غمزہ و ناز و ادا و عشوہ گو طفلی مین ہین
پر اُسے معشوق بننے کو جوانی چاہیے

جنگ کوئی مانگتا ہی ساقی گلفام سے
کوئی کہتا ہے شراب ارغوانی چاہیے

نہر کا فوارہ دیتا ہے بخیلون کو صدا
گر خزانہ ہاتھ آئے زر فشانی چاہیے

کوئی گر مجھ پیر سے پوچھے کہ کیا درکار ہے
بول اُٹھون بیتاب ہو کر مین جوانی چاہیے

رنج ہجر و انتظار وصل جانان کے لیے
صبر ایوب اور خضر کی زندگانی چاہیے

خون کا دریا بہا ہی کوچۂ قاتل مین آج
تیغ کو مانند کشتی کے روانی چاہیے

اُنکی محفل مین یہ ہی مجھ دل جلے سے قول شمع
عرض مطلب آپکا میری زبانی چاہیے

غیر کا مرنا سنا اُنکی زبانی مین نے آج
رنج کچھ اُنکو نہو یون شادمانی چاہیے

ہجر کی شب گھیر کر لائے مرے گھر شمع کو
خوب پروانون کی مجھ کو میہمانی چاہیے

دیر تک وہ ایک ایک فقرہ یکو ہنس ہنس کر سنین
بھیجنا پیغام الکن کی زبانی چاہیے

چٹکیان لیجے مرے دلمین پسند آیا ہی گر
سو دلونمین مل نجائے کچھ نشانی چاہیے

جب زلیخا پوچھتی تھی عشق مین کیا چاہیے
عورتین ہنس ہنس کی کہتی تھین جوانی چاہیے

حسب فرمائش جناب نواب محمد علیخان بہادر مرحوم

اے فصاحت کیا فقط طبع روان درکار ہے
بلکہ شاعر کے لیے معجز بیانی چاہیے

بازار مین وہ آئے ہین خنجر لیے ہوئے
اب جائینگے کوئی نہ کوئی سر لیے ہوے

میخوار بزم وعظ مین جاتے بھی ہین تو یون
خم سر پہ رکھے ہاتھ مین ساغر لیے ہوے

لو دل ہمارا پھینکو دل سخت غیر کا
کیون دست نازنین مین ہو پتھر لیے ہوے

کوچے مین اُنکے پاؤن رکھے کوئی کیا مجال
ہین پاسبان ہاتھونمین خنجر لیے ہوے

بلبل پکڑنے جاتا ہے صیاد باغ مین
پھندے کے بدلے پھولونکی چادر لیے ہوے

ساقی شراب بانٹے تو کشکول پھینک کر
آئین گدا بھی ہاتھ مین ساغر لیے ہوے

مس کر کے اُسکے در سے مری قبر پر عزیز
آئے ہین نصب کرنے کو پتھر لیے ہوے

کس سخت جان کے ذبح کا ہی قصد آج اُنھین
نکلے ہین دونو ہاتھون مین خنجر لیے ہوے

اثبات قتل حشر مین ہو اس سے بڑھ کے کیا
وہ اپنے ہاتھ مین ہین مرا سر لیے ہوے

دھڑکا یہ تھا کہ مین نہ لپٹ جاؤن دوڑ کر
وہ خواب مین بھی آئے تو خنجر لیے ہوے

جاتے ہین لوگ آپکے وحشی کی قبر پر
پھولونکے بدلے ہاتھون مین پتھر لیے ہوے

خوف اُنکا حشر مین ہی کوئی دیکھتا نہین
پھرتا ہون اپنے قتل کا محضر لیے ہوے

تم کو بھی چین لینے نہ دے گا یہ ایکدم
جاتے ہو کیون مرا دل مضطر لیے ہوے

بانٹے کبھی تو شربت دیدار اُنکا حسن
پہونچینگے ہم بھی آنکھونکا ساغر لیے ہوے

تڑپا رہا ہو ایک جگہ مجھکو اضطراب
پھرتی ہو شوخی آپکو گھر گھر لیے ہوے

واعظ کو آج ذبح کرینگے شراب خوار
مسجد کے در پہ بیٹھے ہین خنجر لیے ہوے

محشر مین قاتل آیا بھی پرسش بھی ہو چکی
ہم منتظر کھڑے ہی رہے سر لیے ہوے

بے پردہ غسل کرتا ہو ساحل پہ کون آج
دریا بڑھا ہو موج کی چادر لیے ہوے

حجاج تیرے در پہ لگانے کے واسطے
اُبکی پھرینگے کعبہ کا پتھر لیے ہوے

عشاق پر جفا ہی وہ کرتا نہین فقط
پہلو وفا کا بھی ہے ستمگر لیے ہوے

مہدی سے داد لیسے فصاحت خوشی خوشی
آئے ہین غزلین اپنی سخنور لیئے ہوے

بابا دہن تمناے رخ یار کے لیے
آنکھین ملی ہین حسرت دیدار کے لیے

سب خونِ تن ضیافت غم مین ہوا ہو صرف
تھوڑا سا بچ رہا تری تلوار کے لیے

دردا ورہین جہان کے مریضون کے واسطے
ہے خاص دردِ دل ترے بیمار کے لیے

داباب قہر رہتے ہین اقلیم حسن مین
توبہ کا در ہے بند گنہگار کے لیے

بہتر تمہارے نقش قدم سے کوئی نہین
چادر مزار کشتۂ رفتار کے لیے

اُسکے کراہنے سے اُڑسی نیند آپ کی
کیجے دعا مرے دل بیمار کے لیے

مانا حسین سب چھپے ہین بازار حسن مین
پر شرط ہے نگاہ خریدار کے لیے

وحشی چھپا کے پاؤنین لاتے ہین دشت سے
کانٹے تمہاری باغ کی دیوار کے لیے

تجویز کر رہا ہے کئی ماہ سے کوئی
صدہا سزائین ایک گنہگار کے لیے

مل جائین گوش حور کے موتی تو پیس کر
غازہ بناؤن چہرۂ دلدار کے لیے

پایا تھا پھوڑنے کے لیے کوہکن نے سر
مجنون کے پاؤن تھی خلش خار کے لیے

نافع ہواے آہ عنادل گلون کو ہو
لیکن مُضر ہے نرگس بیمار کے لیے

تار نگاہ شوق اگر جمع ہو سکین
ٹیکا بنائین ہم کمر یار کے لیے

پتھر اُکھاڑ کر در مسجد سے لائے ہین
میکش شراب خانہ کی دیوار کے لیے

کوچے سے اپنے مجھکو اُٹھاکر وہ بولے آج
جاؤ نہین بہشت گنہگار کے لیے

سوسن کو دس زبانین جو خالق نے کین عطا
ہردم دعائین کرتی ہی گلزار کے لیے

موسے کی طرح غش اگر آیا تو فائدہ
ہے شرط ہوش بھی ترے دیدار کے لیے

غم کھائے جو مریض محبت نہ کچے وہ خاک
پرہیز بھی تو شرط ہے بیمار کے لیے

تم پہلے بھیجو خاک قدم اپنی مصر مین
سرمہ بنے یہ چشم خریدار کے لیے

سر پھوڑنے کے واسطے سودائیون نے آج
پتھر اُکھیڑ کر تری دیوار کے لیے

بیٹھا بھی عاشقو نہین تو یہ مشغلہ رہا
دل دو کے اُسنے پھیر دئے چار کے لیے

سرو چمن کا ہی یہ اشارہ بہار مین
استادہ ہون حفاظت گلزار کے لیے

بے خواہش اُسکو دیکھ لے کوئی تو غش نہ آئے
تخصیص یہ ہی طالب دیدار کے لیے

لیجاکے اُنکو مصر مین دی حسن نے صدا
یہ جنس ہی جوان خریدار کے لیے

تقدیر اپنی اپنی ہے آب و ہوا ہی ایک
جو گل کے واسطے ہی وہی خار کے لیے

جلوہ علیؑ کا دیکھین فصاحت جو موت آئے
دن رات ہم ترستے ہین دیدار کے لیے

رندو ابھی جو اسطرح سے برسات رہے
یا دہ خواری کا بھی چرچا یونہین دن رات رہے

ٹھنڈی ٹھنڈی ہی ہوا باغ ہے معشوق ہی پاس
جاڑے گرمی کے عوض خلق مین برسات رہے

صحبت وعظ ہی واعظ سے یہ کہدے کوئی
دھیان رندو نکا بھی اے قبلۂ حاجات رہے

میرے گھر آئے ہین وہ جا نہ سکین اپنے گھر
یا خدا چار مہینے یونہین برسات رہے

سختیان لاکھ ہون چھوڑونگا نہ الفت اُنکی
جان جاتی ہی اگر جائے مگر بات رہے

گر بڑھانا نہین منظور گھٹاؤ بھی نہ تم
غیر کا اور مرا رتبہ مساوات رہے

یا تو آتے ہی نہین وہ شب وعدہ مری گھر
اگر آتے ہین تو جاتے ہین پہر رات رہے

اپنے حسن اور جوانی کی قسم ہے تمکو
دل مرا لیتے ہین باقی نہ کوئی گھات رہے

ترک غمزون سے کرو رسم کہ ہوگے رسوا
پر فصاحت سے مریجان ملاقات رہے

کب غیر کیطرح سے بھلا ہم لپٹ گئے
جی بھر کے اُنکو دیکھ لیا اور ہٹ گئے

دلمین ہمارے آرزوُ نکا جو تھا ہجوم
تیر نگاہ آکے کسی کے پلٹ گئے

اللہ رے التہاب دل داغدار کا
پہلو مین میرے بیٹھ کے احباب ہٹ گئے

پیری مین کیون نہ آنکھون سے ہم دیکھین شکل تو
غفلت کے پردے جتنے پڑے تھے اُلٹ گئے

ہارونمین بندہ کے آنے پہ گستاخی اسقدر
ہنس ہنس کے پھول اُنکے گلے سے لپٹ گئے

گلشن مین اب حضور اکڑتے ہوے چلین
جو سرو اپنی حد سے بڑھے تھے وہ کٹ گئے

مین اُس جگہ پہ خاک اُڑاتا ہون راہ مین
وہ آتے آتے ہائے جہان سے پلٹ گئے

صیاد مجھ کو باغ مین لایا جو بہر ذبح
سب میرے ہمصفیر چھُری سے لپٹ گئے

اُلفت کسی کے تیرونکے پیکان کی دیکھنا
دل سے الگ ہوئے تو جگر سے لپٹ گئے

تڑپے جو ہم فلک کے ستائے مزار مین
ہلے ہلے زمین کے طبق پھر اُلٹ گئے

بیٹھے جو آج دیکھنے وہ عاشقونکی فرد
دو چار نام بڑھ گئے دس بیس کٹ گئے

کیا ساتھ میری لاش کے چلتے وہ دو قدم
بڑھ بڑھ گئے گیسو اُنکی کمر سے لپٹ گئے

دریا نہ میکدے سے بہے کیون شراب کا
ساقی نے بھر کے رکھے تھے جو خُم وہ پھٹ گئے

ارمان جہان بھر کے جو اس دلکی سمت آئے
لاکھون سمائے پھر بھی ہزارون پلٹ گئے

افسوس چار دن مری عمر قلیل کے
رنج و ملال حسرت و ارمان مین کٹ گئے

ہم کس دن اُنکے پاس سے اغیار کیطرح
ٹالے سے ٹل گئے کہ ہٹائے سے ہٹ گئے

کیا کرتے ہمسری ترے دندان صاف سے
گوہر تو اپنی گرد یتیمی مین اَٹ گئے

مرنا سُنا جو تھا مرا تو روتے آئے تھے
زندہ جو پایا ہنستے ہوے وہ پلٹ گئے

پھیری جو تمنے آنکھ تو عاشق ہین بدحواس
ایسا کچھ انقلاب ہوا دل اُلٹ گئے

مدت کے بعد وا جو ہوا باب میکدہ
میخوار دوڑ دوڑ کے خُم سے لپٹ گئے

اُٹھکر بگولے نجد مین مجنون کی خاک کے
لیلی کے گرد پہلے پھرے پھر لپٹ گئے

یہ بھی تو ہین حسین جو ہین بام پر کھڑے
کیا اِنسے بھی وہ اچھے تھے اے دل جو ہٹ گئے

وہ دن ہماری عمر مین محسوب کیون ہوئے
جو دن شب وصال کی حسرت مین کٹ گئے

وہ بے نقاب رات کو آئے جو بام پر — کیا خوب کبک چاند سمجھ کر لپٹ گئے
پروانے پہلے شمع کو گھیرے تھے بزم مین — گلگیر سر جو کاٹنے آیا تو ہٹ گئے
ایسے بھی کوئے یار مین آتے ہین سیکڑون — آئے زمین کا بوسہ لیا اور پلٹ گئے

روز حساب آئے فصاحت جو ہین علیؑ
دامن سے دوڑ دوڑ کے شیعہ لپٹ گئے

دیکھنے والونکا مجمع جو نظر آتا ہے — آئینہ خانہ مین کیا جائے وہ شرماتا ہے
ہمدمو کیا کہون جب اُنکا خیال آتا ہے — کسقدر میرے دل تنگ مین گھبراتا ہے
دل لگا کر کہین اُلفت مین مزا آتا ہے — اُسکو سمجھائے کوئی جو مجھے سمجھاتا ہے
جب یہ دل کوے بتان مین مجھے لیجاتا ہے — گھر تلک پھیر کے پھر مجھ کو خدا لاتا ہے
آگیا نزع کا ہنگام تو یہ سمجھے ہم ؎ — جان جاتی ہے حسینون پہ جو دل آتا ہے
ناتوانی سے نہ دو گام بھی مین چل سکتا — شوق اُس کوچے مین دوڑائے لئے جاتا ہے
یاد کرتے نہین یون تو پس مُردن مجھے دوست — کوئی مرتا ہے تو ہان میرا خیال آتا ہے
کہین کمبخت ہمارا دل نالان تو نہین — ہائے کہکر کوئی اس کوچہ مین چلاتا ہے
ایک بوسہ بھی کسیکو نہین دیتے یہ حسین — بخل سے اور بھی جوبن پہ زوال آتا ہے
قافلہ مین جرس آواز یہ دیتا ہے مجھے — آگے سب بڑھ گئے تو پیچھے رہا جاتا ہے
مین نہین ہوتا وہان ذکر مرا ہوتا ہے — وہ نہین آتے یہان اُنکا خیال آتا ہے
بلبلو پھول یہ کیسے ہین تمہارے معشوق — اور بھی کچھ انھین ہنسنے کے سوا آتا ہے
دل عشاق چُرائے ہین جو تم نے سر بزم — نیچی آنکھین نہ کرو حال کھلا جاتا ہے

ہے تعب شدت گرما سے فصاحت ہم کو
شعر اچھا کہین ان روزون کہا جاتا ہے

غنچہ و گل پھر میان بوستان دیکھا کیے — پہلے ہم رنگِ مزاج باغبان دیکھا کیے
بے خطا کاٹی زبان شمع کیون گلگیر نے — کچھ نہ بولے بزم مین اہل زبان دیکھا کیے
توڑ کر جوڑا جو اُسنے شیشۂ دل کو مرے — غیر بدظن عیب رکھنے کو نشان دیکھا کیے

پھر انھون نے بھی نکالے طور اپنے ظلم کے / پہلے وہ طرز جفاے آسمان دیکھا کیے
خلد مین رضوان نکیون یاد آئے ہمکو کوی یار / یان نہ دیکھی کیفیت وہ جو وہان دیکھا کیے
فصل گل مین جب ہوا کالی گھٹا کا اشتیاق / خانہ خمار کا میکش دھوان دیکھا کیے
آج دان کچھ بھی سواے ہو نظر آتا نہین / کل تلک جھرمٹ حسینون کے جہان دیکھا کیے
پھر اُنھون نے تیر اپنے جان نثارونکو لگائے / پہلے چلہ کھینچکر زور کمان دیکھا کیے
مغبچون نے ہنس کے ڈالی درختِ زیر جبکہ آنکھ / ہم مزاج حضرت پیر مغان دیکھا کیے
کچھ نہ پوچھو جھکر دیوار جب اُٹھی کوئی / ہاے کس حسرت سے اُنکے ناتوان دیکھا کیے
رات بھر فرقت مین تھا ایسا ہمارا غیر حال / دم اطبا مثل نبض ناتوان دیکھا کیے
غیر کے کوچہ سے گذرے تو نگاہ یاس سے / ہم زمین پر پاے جانان کے نشان دیکھا کیے
آگئی جب مثل بہار اُنکی سواری باغ مین / پہرون حیرت کی نگہ سے باغبان دیکھا کیے
تھک کے ہم پیچھے رہے تو رنگ نے آواز دی / شوق مین مڑ مڑ کے اہل کاروان دیکھا کیے
جب نکلتے دیکھے قبرون سے تو کچھ پایا نہ فرق / شاہ کے ہین یا گدا کے استخوان دیکھا کیے
شب کو ایسا روشن اُس مہرو کے آنے سے ہوا / لوگ اپنے بام سے میرا مکان دیکھا کیے
آکے وہ مہمان رہے جس شب یہ دھڑکا تھا ہمین / باربار اُٹھ اُٹھ کے رنگ آسمان دیکھا کیے

اے فصاحت سن چکے بزم سخن مین جب غزل
سیکڑے دیوان میرا پہرون قدردان دیکھا کیے

انسان ہر ایک زیست مین انجام بین رہے / جتنی لحد ہو گھر مین بس اُتنی زمین رہے
مجھ سے بگڑ کے شب کو جہان وہ حسین رہے / ظلمت سمٹ کے دہر کی یارب وہین رہے
کوچے مین اُنکے جاکے نہ حاصل ہوئی خوشی / اچھی بہشت ہو کہ ہم اندوہگین رہے
مدت کے بعد انکو گلے سے لگائے ہون / یارب یہ عہد اور یہ زمانہ یونہین رہے
تم اپنے گھر مین فرش بچھاؤ نہ ہر جگہ / ان آنکھون کے بچھانیکی بھی جا کہین رہے
نقش قدم تمھارے بہت سے جہان پہ ہون / چشمک زن آسمان پہ وہانکی زمین رہے
اے شیخ کیون بتونکو سمجھتا ہے اب ذلیل / پہلے خدا کے گھر مین یہ برسون مکین رہے

بیمار ہجر اُٹھ کے چلے بھی تو ضعف مین
سارے جہان کو قتل کرے اکدم مین وہ
اے آہ اُڑا دے سارے جہان کی زمین کو
نکلین جو قلب غیر سے اس دلمین آئی ہین
بنواتے ہو مکان تو ہو ایسا رفیع بام
اک حور اُٹھی جو پاس سے تو آئی دوسری
فرمانروا ے ملک سخن ہون جہان مین
کہدو رکھے نہ پاؤن درِ یار پر رقیب
کل بھی بلائیگا مجھے اپنی بزم مین
احباب اُسکے کوچہ سے ہمکو اُٹھا کے لائے
ہر اک شجر کو خوف جہا نمین خزا نکا ہے
پھیلا کرے زمانے مین یون شب کو چاندنی
قبر اتنی گہری چاہیے مجھ بیقرار کی
تصویر اپنی شیشہ سے لپٹی جو دیکھ لی
شاید کہ مجھ سے درد بھی فرقت مین ضد کرے
پھیلا یا جسنے ہاتھ ملا اُسکو جام مے

مانند اشک گر پڑے جس جا وہین رہے
گر ہاتھ سے نہ لپٹی ہوئی آستین رہے
بس میرے اور اُنکے مکان کی زمین رہے
کیا حسر تون کو چین نہین بے کہین رہے
دیکھو زمین سے دور فلک سے قرین رہے
مرنے پہ بھی نہ قبر مین ہم بے حسین رہے
قبضہ مین میرے کیون نہ غزل کی زمین رہے
وان شاید اُسکے بعد کسیکی جبین رہے
گر آپ کا مزاج مبارک یہین رہے
ہوش و حواس ساتھ نہ آئے وہین رہے
ہر اک اُسے نہین جو میان نگین رہے
وہ آئین جب یہان تو سمٹکر یہین رہے
جتنی ہو نیچی اُتنی ہی اوپر زمین رہے
وہ سر جھکائے دیر تلک شرمگین رہے
مین دو دن کہین یہ رہنے کو جا دہ کہین رہے
ساقی کا منھ جو دیکھتے تھے وہ یہین رہے

کم کردو اور شوق جو افکار ہین بہت
پر شاعری کا شوق فصاحت یو ہین رہے

مے اُلفت کو پیکر جب کوئی سرشار ہوتا ہے
دم تزئین کسی کی آنکھ مین سرمہ کا دنبالہ
وہان مین جھانکنے کو اے جناب عشق جاتا ہون
غضب ہے بلبلونکے قتل کرنے کو گلستانمین
کردن تیر مژہ کا عشق کیا اس دل مین پوشیدہ

فداے غمزہ و ناز و ادا ے یار ہوتا ہے
اعانت کو عصاے مردم بیمار ہوتا ہے
جہان ایماے چشم روزن دیوار ہوتا ہے
خزان مین سوکھ کر پتہ ہر اک تلوار ہوتا ہے
بھلا اے گل کہین غنچہ مین پنہان خار ہوتا ہے

اُٹھاتا ہے کبھی گر درد مجھ بیمار فرقت کو
یہ شدت ضعف کی ہے بیٹھنا دشوار ہوتا ہے

رقیب اور ہم برابر جب پئے وصل اُنسے کہتے ہین
اُدھر اقرار ہوتا ہے اِدھر انکار ہوتا ہے

وہ جب عنّاب لب کا بوسہ دینا ترک کرتے ہین
مریض ہجر اچھا ہو کے پھر بیمار ہوتا ہے

ترے تیر نگہ کا توڑ کوئی اور کیا جانے
اُسی سے پوچھ یہ جسکے جگر سے پار ہوتا ہے

کبھی گر دل مین کرتا ہون ارادہ بوسہ لینے کا
جو ہے حد کی نزاکت سرخ وہ رخسار ہوتا ہے

خلل پڑ جائے گا راز و نیاز بلبل و گل مین
چمن مین سبزۂ خوابیدہ کیون بیدار ہوتا ہے

قیامت آئے یا سارا زمانہ ہو تہ و بالا
ترا دیوانۂ بیہوش کب ہشیار ہوتا ہے

ہٹا کر عاشقون کو اپنے در سے وہ یہ کہتے ہین
ہٹو پامال میرا سایۂ دیوار ہوتا ہے

نزاکت نے تمھاری رفتہ رفتہ یہ ترقی کی
مجھے اب آنکھ اُٹھا کر دیکھنا دشوار ہوتا ہے

خدا کے گھر مین پڑ رہتے ہین جا کر رند ہم ایسے
کبھی گر بند باب خانۂ خمار ہوتا ہے

پھرے گردون پہ میرے بخت کی گردش نہ پائیگا
زمانہ کب تلون سے مزاج یار ہوتا ہے

اسیران کہن اب یون قفس مین نالے کرتے ہین
نظر صیاد پر مُنھ جانب گلزار ہوتا ہے

فرشتے مہر کا آئینہ لائین سامنے جلدی
سحر کا وقت ہے وہ خواب سے بیدار ہوتا ہے

شراب ناب یون تو ہم بھی اے زاہد نہین پیتے
مگر ہان جب کسی معشوق کا اصرار ہوتا ہے

فراق یار مین یہ آنکھین جب رونے پہ آتی ہین
خجل اُن سے فصاحت ابر دریا بار ہوتا ہے

ظاہر شفق کے رنگ سے یہ صاف صاف ہے
یہ آسمان بھی کوئی زمین مصاف ہے

آ کر ہمارے خانۂ دل مین رہو بتو
یہ بھی خدا کے گھر کیطرح پاک صاف ہے

واعظ شراب ایک طرف ہو کوئی گناہ
بیخود ہو نہین شباب مین سب کچھ معاف ہے

مُنھ دیکھتے ہین نہر مین اپنا عروس باغ
پانی جو مثل آئینہ شفاف و صاف ہے

رندو نگاہ مین ڈالو نہ بنت العنب پہ یون
دیکھو مزاج پیر مغان کے خلاف ہے

خاموش بے سبب نہین غیر امتحان کے وقت
قاتل کا رُعب مانع لاف و گزاف ہے

شاعر ہین متفق کہ ہے معدوم وہ کمر
لیکن دہن کے باب مین کچھ اختلاف ہے

اسطرح آپ وار لگاتے ہین تیغ سے
بسمل پھڑک کے کہتے ہین کیا ہاتھ صاف ہے

صحرا کے گرد یاد طریقہ مجھے بتائین
منظور قبر قیس حزین کا طواف ہے

میرے ضعیف نالونکی آواز اُن تلک
پہونچی گی آج خاک ہوا برخلاف ہے

رندو شراب پی کے کرو اور بھی گناہ
پیر مغان سے پوچھ لو کیا کیا معاف ہے

بیدرد ہین زمانے مین اہل سواد بھی
کام اُس قلم سے لیتے ہین جسمین شگاف ہے

پردہ اُٹھا کے سامنے آؤ گئے رقیب
یہ بات جب خلاف نتھی اب خلاف ہے

دل لینے کے طریقے ہمین نے بتائے تھے
مشتاق ہوگئے ہو تو اب انحراف ہے

کیا جاؤن اُنکے کوچے مین ہین نقش پائے غیر
کانٹے بچھے ہوئے ہین کہان راہ صاف ہے

دروازہ بند کرکے وہ کیا جھانکین غیر کو
مانع ہماری خاک میانِ شگاف ہے

کہتے ہین گبر کچھ تو سلمان اُسکو کچھ
ہے ذات ایک نام مین پر اختلاف ہے

مین بعد مرگ لیٹا ہون وہ پاس ہین کھڑے
جب یہ خطا معاف نہ تھی اب معاف ہے

واعظ جو مے پرستونکو کہتا ہے دوزخی
لا تقنطو کے آیہ سے کیا انحراف ہے

ذکر خدا بھی چاہئے مسجد مین زاہدا
کیا چھپکے بیٹھے رہنے کا نام اعتکاف ہے

مطلب مین خط کو پڑھ کے فصاحت سمجھ گیا
تقریر اُنکی اُلجھی ہے تحریر صاف ہے

تجسس مین ہین وہ ایسی وفا کے
اگر جسمین ہون کئی پہلو جفا کے

کرو باتین قریب اُنکو بٹھا کے
مگر پہلو شکایت کا بچا کے

صدا بتخانہ مین دیتا ہے ناقوس
یہان سجدے کرین بندے خدا کے

ہوا دعوی نزاکت کا جو باطل
بہت پچھتائے وہ قرآن اُٹھا کے

مرے دُکھتے ہوئے دل کو دکھایا
اجی بیدرد ہو تم انتہا کے

دکھاتین غیر کی آہین بھی تاثیر
اثر مانع رہے میری دعا کے

ضرور آپ آنکھین نرگس سے لڑائین
مگر یہ شرط ہے سرمہ لگا کے

کلیجہ تھامے اپنا آتے ہین وہ
کسی دُکھتے ہوئے دلکو دُکھا کے

جوان کیا پیر اس کوچے مین آئے
زمین پر ہین نشان پاے عصا کے

اِسی رستے مین یہ کہکر بکارا
جفا کے دوست اور دشمن وفا کے

ترے قد کا ہی ہر باغ مین عکس
شجر سب دیکھتے ہین سر جھکا کے

نہ آئے کوے اُلفت مین مرے ساتھ
خضر اُلٹے پھرے رستہ بتا کے

حنائی ہاتھ مین پہنو علی بند
ہند ھین پر طائر رنگ حنا کے

الف ہین کھینچے ناسخے پہ آزاد
مگر قائل ہین توحید خدا کے

چلین سنگ حوادث گر فلک سے
ذرا اس شیشۂ دل کو بچا کے

مین ایسا ناتوان ہون دردی بھی
زمین پر مجکو دے پٹکا اُٹھا کے

زمین کا بھی جگر سو جاسے شق ہے
ملا کیا قبر مین مجھکو دبا کے

اشارہ کر کے ابرو کا بلا یا
دیا بوسہ مگر خنجر لگا کے

عیادت کو مری آنا تھا پہلے
دم آخر وہ ساتھ آئے قضا کے

ہماری ہڈیون کے ہونگے حصے
سگ جانان کے تربت کے ہما کے

فصاحت یہ شرف پایا ہے کس نے
علی پیدا ہوے گھر مین خدا کے

مرے جب ہم وہ بوسے مسکرا کے
طریقے ہین یہی اہل وفا کے

ہٹایا دھوپ کو سایہ نے آکے
ملا کیا مجھکو اُس در سے اُٹھا کے

ارادہ ہے جگر کو دل مین رکھون
تری ترچھی نگاہون سے بچا کے

گرا مین پیر ناطاقت تو روکا
عصا سے پہلے سایہ نے عصا کے

فلک کانپا زمین لرزی تم آئے
اثر کیا کیا ہوے میری دعا کے

بڑھا حسن اُنکے خط کا عکس رخ سے
یہ سبزہ لہلہایا دھوپ کھا کے

گلی سے اُنکی جو نکلے یہ کہدو
چل آنکھین بند کر کے سر جھکا کے

چمن مین زخم لالے کے بھر آئین
اگر بھاہے لگین برگ حنا کے

اشارہ اُنکی آنکھون کا ہی مجھ سے
جو دل مانگین تو دیدینا چھپا کے

پھٹے حالوں جو گل شبنم نے دیکھی
اُڑھا دی اپنی چادر رحم کھا کے
شکایت کرنے بیٹھے اُن سے جب ہم
کہا دل نے مرا پہلو بچا کے
جوانی میں چلے ہم سب کے آگے
پر اب پیری میں ہیں پیچھے عصا کے

وہ اپنے دل میں کیا سمجھے فصاحت
جو عاشق ہیں اُن ایسے بے وفا کے

میان باغ ہیں اسطرح بادہ خوار آئے
کہ جیسے جھوم کے ابر آئے یا بہار آئے
جو آئے پاس وہ عاشق کے یوں تو لطف نہیں
مزہ جبھی ہے اگر بعد انتظار آئے
صبا سے کہدو وہ کوچہ ہے رشکِ گلشنِ خلد
جو باغ میں بھی نہ آئی ہو وہ بہار آئے
ہوا یہ رعب لگا کہنے کچھ کا کچھ واعظ
میان وعظ جو دو چار بادہ خوار آئے
مثال دیتے ہیں کیوں آئینہ سے لوگ اُسے
خدانخواستہ دل میں مرے غبار آئے
بلا کے بزم میں اُسنے ہمیں ذلیل کیا
گئے ہنسی خوشی آئے تو اشکبار آئے
جمال آپ کا جی بھر کے ہم نہ دیکھ سکے
حضور آئے بھی تو وقت احتضار آئے
ملے نہ آپ وہاں بھی کنشت و دیر تو کیا
خطا معاف ہو کعبہ میں بھی پکار آئے
کچھ آرزوئیں ہیں باقی نکال لوں میں انھیں
خدا کرے کہ جوانی پھر ایک بار آئے
خبر غلط مرے مرنیکی جانتے ہیں وہ
لحد میں دفن ہوں تو شاید اعتبار آئے
تم اور غیر کے گھر پر نہیں گئے ہو گے
قسم بھی کھاؤ تو مجکو نہ اعتبار آئے
اشارہ دیدۂ ساغر کا ہے یہ ساقی سے
نہ کھولنا در میخانہ بے بہار آئے
اسی سے قلب و جگر پر رکھے ہوں ناخون جو
نہ بیقرار کے نزدیک بیقرار آئے
حرم سے پھر کے یہ اب سوچتے ہیں راہ میں ہم
پکارنا تھا کسیکو اور کسے پکار آئے

کسی مشاعرے میں جب گئے فصاحت ہم
کہا یہ سب نے امانت کے یادگار آئے

خم بھرے ہیں ساقیا کن کے لیے
ابر اُٹھا رند آئے لا اِنکے لیئے
دے نہ طول اتنا شب فرقت کو چرخ
رہنے دے کچھ ہجر کے دن کے لیے

کوستے ہین وہ ہمین کو رات دن
ہم دعائین کرتے ہین جن کے لیئے

در پہ حاضر ہین گنہگاران عشق
کچھ سزا تجویز کر ان کے لیئے

موت آتی ہے اُنھین کو واہ واہ
مانتے ہین منتین جن کے لیئے

بولے بہر امتحان وہ ہم جو آئے
زہر لا نا گھول کر ان کے لیئے

نوجوان عاشق کو زیبا اضطراب
شوخیان معشوق کمسن کے لیئے

آج وہ سب زہر کھا کر مر گئے
بد دعا کرتے تھے تم جن کے لیئے

شیشۂ مے یون نہ دیکھ اے محتسب
قہر ہے تیری نظر ان کے لیئے

غیر نے گستاخیان کین تم سے آج
ہاے سمجھاتے تھے اس دن کے لیئے

آہ وہ صبح شب وصلت کر ون
تیر ہو حلق مؤذن کے لیئے

کیا نہین رازق سے نادان مطمئن
رزق شب رکھا ہے کیون دن کے لیئے

کیا چھٹے رنج و ملال و غم کا ساتھ
یہ مری خاطر ہین مین ان کے لیئے

آخر شب دم نہ نکلا غیر کا
دوپہر کمبخت نے دن کے لیئے

دل جگر ہنس ہنس کے رو دے آپنے
روئینگے ہم عمر بھر ان کے لیئے

اے فصاحت کچھ نہین پروا اُنھین
ہاے مین رسوا ہوا جن کے لیے

روئے گا کون یہ دل اور جگر کس کا ہے
آج اُس کوچے مین ہم جائینگے ڈر کس کا ہے

نالہ گھر پر مرے لایا اُنھین یا لائی آہ
نہین معلوم کہ دونو مین اثر کس کا ہے

امتحان کے لیے تلوار اگر کھینچی ہے
دیکھو خم مجمع عشاق مین سر کس کا ہے

مہر بے وجہ ادھر سے تو نہین منھ پھیرے
آپکے چہرے سے اچھا رخ اُدھر کس کا ہے

آج ہم عشق مین تڑپے تو ہر اک نے پوچھا
دل مین پیوست ہے اے تیر نظر کس کا ہے

آج دل لے کے تو کہتے ہو کہ ہے مال مرا
کل اسے بھی تمھین لوگے یہ جگر کس کا ہے

نشۂ حسن سے سرشار ہو تم تو سر بزم
کیا کہین ذکر ادھر اور اُدھر کس کا ہے

بیٹھے رہتے ہو جو خاموش جھکائے ہوئے سر
اے فصاحت تمھین دھیان آٹھ پہر کس کا ہے

یہ رعد کہہ رہا ہے ہوا سے پکار کے
باغوں مین خیمے کھینچ دے ابر بہار کے

لیکر زمین اتنی سی لے چرخ کیا کرون
لائق مکان کے ہے نہ قابل مزار کے

گھبرایا شیخ ہم جو کبھی میکدے مین لائے
تسبیح رکھدی طاق پہ شیشہ اتار کے

ہم رند پیر کہتی ہین جا جا کے زیر تاک
ملجائے یہ زمین تو ہو قابل مزار کے

گردون پہ منہ پھرا کے لگا مہر کانپنے
دیکھے ہین داغ کس کے دل بیقرار کے

کیا کھل کھلا کے ہنستے ہین اپنے نصیب پر
کانٹوں مین گھر کے پھول ہمارے مزار کے

قمری نے عشق سرو کا چھوڑا نہ باغ مین
ڈرتے بھی کھا کے موج نسیم بہار کے

یہ کہہ کے درد دل کو بلاتا ہون ہجر مین
اے ساتھ دینے والے شب انتظار کے

عشاق جا کے خلد مین کوثر پہ کیا کرین
پیاسے اُٹھے ہین شربت دیدار یار کے

آتا ہے فاتحہ کے لیے شب کو چھپ کے کون
بجھتے ہین کیون چراغ ہمارے مزار کے

گردون نے اسکو عقد ثریا بنا لیا
ہم میکشون کے باغ سے خوشہ اُتار کے

اے آفتاب یک زمین پر ہو آفتاب
ذرے جو مجتمع ہون ہمارے غبار کے

بخشش پہ مجرمونکی کہینگے یہ پارسا
ہم بھی گناہ گار ہین پروردگار کے

مدفون ہے دل مین حسرت مردہ زمین مین ہم
اک اور بھی مزار ہے اندر مزار کے

وہ پھینکتے ہین خاک پہ اچھا یونہی سہی
کچھ تو بھرینگے زخم دل بیقرار کے

ہے وعظ ختم ہونے کو رندو نہ چوکنا
واعظ دعا کرے جو عمامہ اُتار کے

کہدو ہوا سے سبزۂ خوابیدہ کو اُٹھائے
بیٹھینگے آنے والے ہمارے مزار کے

داغِ غمِ حسینؑ جو دل پہ ہین
سمجھو چراغ اِنھین شب تار مزار کے

چھنتے ہین عکس روزن دیوار یار کے
پھاہے ہین میرے داغ دل بیقرار کے

لائے چڑھانے توڑ کے وہ پھول ہار کے
برسوں مین دن پھرے ہین ہمارے مزار کے

بلبل کی بھی ہین زیست کی گنتی ہی ساعتین
بس جسقدر شمار مین ہین دن بہار کے

مین سوچتا ہون کچھ تجھے تکلیف تو نہین
اے رہنے والے میرے دل بیقرار کے

سر غیر کا اُتارا ہی دھوڈالین آپ ہاتھ لوگ اپنے مُنھ کو دھوتے ہین صدقہ اُتار کے

میخوار دوڑے جاتے ہین میخانہ کیطرف لگّے برسنے آتے ہین ابر بہار کے

کیا باتین شب کو عاشق و معشوق ہین ہین سُن سُن کے کھکھلانے لگے پھول ہار کے

ہر روز کوے یار مین آتی ہے جب صبا جاتی ہی گرد پھر کے ہمارے مزار کے

آئے بھی وہ تو فاتحہ مُنھ پھیر کر پڑھا کچھ دلمین سوچے، دیکھکے روزن مزار کے

آیا ہے دیکھو کوچۂ قاتل مین اسطرح شاید اجل سوار ہے سر پہ سوار کے

ہمراہ اُنکے باغ مین دیکھے تو بہ توڑ کہتے ہین چارون حرف یہ مجھسے بہار کے

آئے بھی وہ تو دور سے عاشق کی قبر پہ پھینکا ہے باسی ہار ونکو صدقہ اُتار کے

زہاد مسجدونمین جلانے کے واسطے لیجاتے ہین چراغ ہمارے مزار کے

آندھی جو آہ قیس کی اُٹھی میان نجد چھوٹے ہوا کے ہاتھ سے دامن غبار کے

آئینہ ہماری جان کا بچنا محال ہے پھیلے جو دو پہر مین شب انتظار کے

نرگس کی آنکھ لگ گئی گلشن مین وقت صبح جھونکے کچھ ایسے آئے نسیم بہار کے

جاکر صبا چڑھاتی ہی مجنون کی قبر پہ ہر روز پھول اُڑ لکے ہمارے مزار کے

دیوارین باغ کی وہ بلند اور اُنپہ خار دامن بچینگے کاہے کو ابر بہار کے

بوسے وہ لب کھلے مرے مرنے کے دیکھکر یہ مرگیا کسی نہ کسی کو پکار کے

ناسور بھر گئے ہین فصاحت جگر کے آج
پھوٹے کچھ آبلے جو دل بیقرار کے

چمن مین کوئی گل ٹوٹا ہوا بلبل جو پاتی ہے کبھی آنکھو نپہ رکھتی ہی کبھی دل سے لگاتی ہے

تمھاری انجمن مین رات کو جب شمع آتی ہے یہ جرأت دیکھو پروانو نکو بھی ہمراہ لاتی ہے

زمین کوے قاتل سے صدا ہر دم یہ آتی ہے کہ جو زندہ یہان آتا ہی اسکی لاش جاتی ہے

بسبر کی طرح انسان ہی شریک حال اور ونکا برائی چوٹ کیسی سامنے آکر بچاتی ہے

نہین بیکار جاتی آہ گرم قیس اے لیلی اُڑا سکتی نہین تو پردہ محمل جلاتی ہے

پے تعظیم درد اُٹھا ہی کیون پہلے سے اے ہمدم نہین معلوم میرے دلمین کس کی یاد آتی ہے

مرے نالے وہ سنکر رات کو جھنجلا کے کہتے ہین
نہ یہ کمبخت مرتا ہی نہ اسکو نیند آتی ہے

انھون نے گر نہین یہ دل چرایا پھر لیا کس نے
یہ مانا مفت دزدیدہ نگہ تہمت لگاتی ہے

گلستان مین جو بلبل کرتی ہی آہ شرر افشان
ہوا صحن چمن مین دامن گل کو بچاتی ہے

نہین کچھ اعتنا کرتے کوئی گر لاکھ سمجھائے
وہی کرتے ہین وہ جو بات انکے دلمین آتی ہے

یہ مانا زاہدا مین نے بہت بد چیز ہے دولت
مگر اتنا کہونگا عیب انسان کے چھپاتی ہے

تاسف چاہیئے ہے سبزۂ گور غریبان پر
جو پامالی سے بچتا ہے تو دھوپ آکر جلاتی ہے

شب وعدہ یہ مانا سہو ہو جاتا ہے گر انکو
قضا بھی کیا ہمارے گھر کا رستہ بھول جاتی ہے

وہ بولے حشر مین اورون سے عاشق ہی یہی میرا
وہ دیکھو حسرتونکی بھیڑ جسکے ساتھ آتی ہے

تمنائے حسن یوسف کرتے ہین منھ پھیرے کیون عاشق
ادھر دیکھین ذرا تصویر انکی مسکراتی ہے

معطر ہوکے اُس کوچے سے آئی ہے جو گلشن مین
نسیم صبح سے پھولونکی نکہت لپٹی جاتی ہے

بوقت نزع جب وہ دیکھنے آتے ہین عاشق کو
تو سارے جسم کی کھنچ کھنچکی جان آنکھون مین آتی ہے

در و دیوار سے ٹکراؤگے تا صبح سر اپنا
ڈھلا دن ہجر کا اب اے فصاحت رات آتی ہے

پیچ گیسو مین ہر خم زلف گرہ گیر مین ہے
بل کمر مین ہے لچک آپکی شمشیر مین ہے

اپنی قسمت سے بدی پہ ہو راضی کیا غیر
اور گردش کے سوا کیا مری تقدیر مین ہے

جا سکے گا نہ نکلکر تر ادیوانہ ز ار
گو دکھائی نہین دیتا ہے پہ زنجیر مین ہے

جان بلب مجھ کو جو دیکھا تو وہ بولے ہنسکر
ابھی برسون یونہین جینا تری تقدیر مین ہے

خط اُسے لکھ چکے جب ہم تو یہ قاصد نے کہا
درد آمیز بھی فقرہ کوئی تحریر مین ہے

بزم شادی ہو کہ ہو مجلس ماتم اے شمع
ہر جگہ دیکھ لے جلنا تری تقدیر مین ہے

چھد کے دل میرا نکل آیا تو کہنے لگے وہ
دیکھو پیکان یہ پیکان یہ مرے تیر مین ہے

ہم نے مانا کہ نہین حوصلہ باقی کوئی
ہوس عود جوانی تو دل پیر مین ہے

اُنکا وحشی نہ چھٹا قید سے مرنے پر بھی
قبر تک دیکھ لو جکڑی ہوئی زنجیر مین ہے

نسر طائر کو کیا جا کے فلک پر بسمل
اسقدر طاقت پرواز ترے تیر مین ہے

جس کی قسمت کی بُرائی کبھی سُن لی مین نے
تو کہا سوچ کے یہ بھی مری تقدیر مین ہے

ضعف نے وحشیِ لاغر کو جھکایا اتنا
طوق کے بدلے گلا پاؤنکی زنجیر مین ہے

سخت جانِ غیر وہ نازک یہ ہوا قتل کے بعد
باقی اب دم نہ اُسی مین ہو نہ شمشیر مین ہے

سر جھکا کر یہ کہا ہم نے فصاحت اُس سے
دیکھین تو کیسی روانی تری شمشیر مین ہے

شراب خوار بھی ہے شیخ پارسا بھی ہے
ملا ہوا بھی ہو رندو مین یہ جدا بھی ہے

نہین شراب فقط تندرست کو نافع
اگر مریض پیے کوئی تو دوا بھی ہے

اشارہ کرکے چمن مین وہ سرو پر بولے
اکڑ رہا ہے یہ کیون کوئی دیکھتا بھی ہے

ہمارا دل کیا پامال ملکے دونون نے
فقط حضور کی شوخی نہین ادا بھی ہے

مین جانتا ہون عزیزو نہ مجکو سمجھاؤ
مریضِ عشق و محبت کوئی جیا بھی ہے

شبِ وصال وہ آنکھین ہین اپنی بند کئے
گر ملی ہوئی کچھ نیند مین حیا بھی ہے

ضرور عاشقو اک روز جان جائیگی
یہی ادا رہی اُنکی تو پھر قضا بھی ہے

تری کمر کا بھلا حال کس سے پوچھو مین
عدم مین جاکے کوئی آج تک پھرا بھی ہے

نگاہ آپ ہی کی تیر بے پناہ نہین
حضور بیکس و مظلوم کی دعا بھی ہے

فصاحت اُنکا گلا کیون کرون نہ تنگ آکر
کہان تلک مین سہون ظلم انتہا بھی ہے

چھپے گا نہ اب راز مشکل یہی ہے
صفائی اگر تجھ مین اے دل یہی ہے

وہ آتا ہے جو ہدمو تیغ کھینچے
کبھی دوست تھا اب تو قاتل یہی ہے

کبھی بوسہ مانگا تو ہنسکر وہ بولے
ہے کچھ اور یا خواہشِ دل یہی ہے

رہے دور ساغر ہی رندو مین ساقی
ارے رونق افزائے محفل یہی ہے

نہ دے تو نہ کر بدزبانی بھی منعم
جواب خموشی سائل یہی ہے

مجھے خوف ہے چشمِ زخم عدو سے
اگر زور بازوے قاتل یہی ہے

کہا دردِ مے دے کے ساقی نے مجھ سے
کہ مفلس ہو جو اُسکے قابل یہی ہے

یہ سچ ہے نہین رشک سے کوئی بدتر	اگر میرے دشمن کا قاتل یہی ہے

نہ دون اور دون کسکو دل اے فصاحت
حسین ہین بہت مجھکو مشکل یہی ہے

سنتے ہین شان و تجمل سے بہار آتی ہے	دیکھین ہم بادہ کشونکے لیے کیا لاتی ہے
وان یہ اُلفت مجھے دوڑائے لیے جاتی ہے	جس جگہ روز دیے پانون ہوا آتی ہے
جانب میکدہ آئیگی جو اُٹھی ہے گھٹا	دیکھین ہم پہلے پہونچتے ہین کہ یہ آتی ہے
اُسکو کیا راز و نیاز گل و بلبل سے غرض	گریہ ناحق شبنم پہ ہنسی آتی ہے
ہین وہ گریان ہون بناتا ہے جو نقشہ مانی	بنتے بنتے مری تصویر بگڑ جاتی ہے
دل شکستہ ہوا کیونکر کہ نہ آئی آواز	ٹوٹتا ہے کوئی شیشہ تو صدا آتی ہے
ہم فن شعر مین افسوس نہ کامل ہونگے	مشق بڑھتی ہے مگر عمر گھٹی جاتی ہے
فوق ہے اور گھر و نیر سے گھر کو شب ہجر	نہین جاتی ہے کہین جو وہ بلا آتی ہے
اُسنے قاصد کو مرے قتل کیا ہے شاید	تجھ سے اے باد صبا خون کی بو آتی ہے
ہائے کیسی مری تربت پہ یہ چلتی ہے ہوا	پھول مرجھا گئے اب شمع بجھی جاتی ہے
پہلو و مین نہین اب قلب و جگر درد کجا	پھر وہ ہے کونسی شے جو مجھے تڑپاتی ہے
عشق بازی مین پڑی ہے نئی عادت تجکو	سر ہو معشوق کے زانو پہ تو نیند آتی ہے
پیش حق آتا ہے مظلوم کوئی فریادی	بھیڑ اک حشر مین سمجھاتی ہوئی آتی ہے
لاکھ اُنھین منع کیا کرتی ہے بے پروائی	گھیر کر مرقد عاشق پہ وفا لاتی ہے
حسن خط پر ہے تمھین ناز جوانی مین عبث	سبز ہو جاتے ہین کانٹے جو بہار آتی ہے

سونگھ لو قلب فصاحت کو فر شتو پس مرگ
اُلفت پنجتن پاک کی بو آتی ہے

شمع اس بزم مین خیر آئے اگر آتی ہے	ساتھ کیون لے کے پتنگونکو لگا لاتی ہے
اُنکی شمشیر نگہ کونسی چال آتی ہے	دلمین در آکے کلیجہ سے نکلجاتی ہے
آتش عشق سے خود پھکتے ہین اغیار مگر	میری آہونکی ہوا اور بھی بھڑکاتی ہے

نہین بہزاد سے بنتی کمر نازک یار
ایک بل ہو تو کھنچے سیکڑون بل کھاتی ہے

قید ہی خانۂ صیاد مین خود کیونکر آئے
باغ مین بلبل نالان کی صدا آتی ہے

کیا مجال آئے کوئی سامنے اُنکے بے حکم
آنکھ اشارے سے بلاتی ہو تو شرم آتی ہے

دوستو نکا ہوا احسان جو لائے تا قبر
خود ندامت سے مری لاش گڑی جاتی ہے

باغبان باغ مین خوش قد کوئی آیا ہی ضرور
آج تو سرو مین جو شاخ ہی بل کھاتی ہے

مثل مردے کے شب ہجر پڑا ہون ایسے
ہمدمو فرق بس اتنا ہی کہ سانس آتی ہے

میرے گھر شام سے فرقت مین بلا آئی کیون
اب اندھیرے نے جو گھیرا ہے تو گھبراتی ہے

آج کی رات ارادہ ہی وہان جانے کا
کہ جہان نیند کے پردے مین حیا آتی ہے

ہاے کیا کہہ کے مری قبر پہ روتے ہین حسین
اور بھی بھولو نکو سُن سُن کے ہنسی آتی ہے

آئنہ خانے مین وہ آکے یہ فرماتے ہین
اتنے ہین دیکھنے والے مجھے شرم آتی ہے

تن یہ پھُنکتا ہی تپ غم سے فصاحت میرا
گرم ہو جاتی ہے جب سرد ہوا آتی ہے

کیا کہین ہاے عجب طرح سے عالم مین رہے
ہم کہین جا نہ سکے دائرہ غم مین رہے

جس مکان مین ہو تو آباد وہ عالم مین رہے
جس نگین پر ہو ترا نام وہ خاتم مین رہے

گر نہ انسان کو میسر ہو خوشی غم مین رہے
کچھ نہ کچھ چاہیے بیکار نہ عالم مین رہے

باغ مین اُسنے نقاب اُلٹی جو رخ سے شب کو
منھ لپیٹے ہوے گل چادر شبنم مین رہے

گر مٹاتے ہو نشان گور غریبان کا تم
یون مٹاؤ کہ بھلا نام تو عالم مین رہے

بہت اچھا ہے ارے پیچ مری قسمت کا
گر اجازت ہو ترے گیسوے پُر خم مین رہے

حکم دیتا ہے یہ اللہ رے منعم کا بخل
کہ سیاہی بھی جو درہم کی ہو درہم مین رہے

ہے غضب غیر کے مرنیکی خوشی بھول گئے
واہ سرگرم وہ ایسے مرے ماتم مین رہے

ساتھ آہونکی ہواؤن نے نچھوڑا ان بھی
آگ بھڑکائی جو ہم جا کے جہنم مین رہے

وحشی چشم کو یہ دیکھ کے کہتے ہین غزال
اپنی آنکھونپہ جگہ دین یہ اگر ہم مین رہے

کچھ تعجب نہین جو منعم طماع کی روح
تن سے نکلے بھی اگر کیسۂ درہم مین رہے

بل جوانی کا نہ جائے کہین ہشیار اہی عمر
آئی پیری تو ہمارے قدِ پُرخم مین رہے

سر سرگین چشم صنم کا ہی اشارہ ہر پل
تو سہی کوئی گھر آباد نہ عالم مین رہے

شب فرقت نے جلایا ہی مرا دل کیا کینا
میرے مالک یہ دھوان ہنکے جہنّم مین رہے

ڈھانک کر چہرہ نکیون شب کو وہ سوئین سرِ بام
یہ وہ ہی پھول کہ مرجھائے جو شبنم مین رہے

زخم اوچھے تھے تو شرم اور ونسے آئی قاتل
مدتون مُنھ کو چھپائے ہوے مرہم مین رہے

مُہر کھدواتے ہین شاید یہ سمجھکر انسان
کہ اگر ہم نہ رہین نام ہی عالم مین رہے

قول گندم ہی کہ آسان نہین یہ ماتم
سینہ یون چاک کرے جو غم آدم مین رہے

اے صدف سیل جوان اشکونکے دریا دیکھے
گھٹ کے خجلت سے ترے دیدۂ پرنم مین رہے

اے پری جوش جنون مین ہون اگر مین لاغر
تو گلا طوق کے بدلے تری خاتم مین رہے

الاماں آتش فرقت سے جلا اے مالک
یہ جہنّم ہی کی ہی آگ جہنّم مین رہے

چہچہے کرنے لگی باغ مین بلبل دم صبح
کھل گئے غنچۂ منقار جو شبنم مین رہے

عاشقونکو تو مٹایا پر ابنکو ہے یہ فکر
کوئی معشوق سوا میرے نہ عالم مین یا رہے

دل سے اس حسرت مردہ کو جو پھینکا مین نے
بولے مردے کہ اجازت ہو اگر ہم مین رہے

اے فصاحت ہوے سب عیش و مسرت مین شریک
ہائے پوچھا نہ کسی نے ہمین جب غم مین رہے

گئی ہی تن سے طاقت ساتھ چھوڑا ہی جوانی نے
یکایک آئی پیری زور ڈالا ناتوانی نے

ہوئی تیز آتش رنگ حنا ہاتھ اُسنے جب دھوئے
یہ اُلٹی بات دیکھو آگ بھڑکائی ہی پانی نے

اکڑتا تھا بھلا کب اسطرحسے تو لڑکپن مین
ارے ہم خوب سمجھے یہ سکھایا ہے جوانی نے

جو اُترا حلق سے اس تیر کا پیکان تو جان آئی
بجھائی ہے ہماری پیاس کیا اک بوند پانی نے

اگر مر جائے بھی عاشق یقین آتا نہین اُنکو
یہ انکے دلمین اچھی بات ڈالی بدگمانی نے

گنہ اس عہد کے اے کاتب اعمال کیون لکھے
نتھا کچھ ہوش دیوانہ بنایا تھا جوانی نے

مریض ہجر جاتا ہین ملے تیمار دار اچھے
اُٹھایا درد نے ہمکو بٹھایا ناتوانی نے

جو دیکھین مست تو جام شراب ارغوان سمجھین
کیا ہی سُرخ اُن آنکھونکو یہ جوشش جوانی نے

ہوا ہین پسِ پردہ ملبین ہے ابتک ولولہ باقی
کبھی دیدار کے طالب نہ ہوتے حضرت موسیٰ
بنا تیر حوادث کا نشانہ اے فلک مجھ کو
تعجب کیون ہنوا اہل بزم اُٹھا اثر دیکھا
وہ اس عالم سے اُس عالم مین جاسکتے نہین دیکھو
ادا غمزہ کرشمہ ناز شوخی سب تھے پہلے ہی

گئی تو پر نشانی چھوڑدی اپنی جوانی نے
اُنھین جرأت دلائی بڑھ کے تیری مہربانی نے
فراق یار مین سمجھین کیا ہے ناتوانی نے
جلایا ہے نہال شمع کو اشکون کے پانی نے
کیا ہی خضر کو قیدی حیات جاودانی نے
مگر اب تو مزاج اُنکا بگاڑا ہے جوانی نے

فصاحت ہم تو شاگرد و برادر ہین لطافت کے
کیے دم بلبلونکے بند جسکی خوش بیانی نے

قید بلبل ہی کو صیاد نے کیا رکھا ہے — طائر رنگ حنا کو بھی پھنسا رکھا ہے
حسن نے دید سے محروم سدا رکھا ہے — آپ کو شرم کے پردے مین چھپا رکھا ہے
نزع کے وقت کوئی پوچھ لے یہ منعم سے — ساتھ کیا اپنے لیے جاتا ہے کیا رکھا ہے
شادی وصل صنم غیر کے گھر ہے کیا آج — کہ جلاجل کی طرح شور مچا رکھا ہے
دیکھئے آج وہ محفل مین کسے دیتے ہین — ایک تو پی چکے اک جام بھرا رکھا ہے
راے لیتے ہین الفت مین ہم اپنے دلسے — گو یہ دشمن ہے مگر دوست بنا رکھا ہے
داغ سودا دیا مجنون کو تو فرہاد کو زخم — حضرت عشق مرے واسطے کیا رکھا ہے
غیر کو ہم سے عداوت ہی تو ہمکو بھی ہی بغض — کچھ اُٹھا رکھینگے صاحب نہ اُٹھا رکھا ہے
غیر سے رسم نہین گر تو پھر آتا ہے کیون — تمنے جھگڑا تو مرےجان لگا رکھا ہے
دیر تک بیٹھے رہین ہم تو اُٹھا دے ہمکو — اس لیے غیر کو پاس آپ نے بٹھا رکھا ہے
دوستو تمکو ترے بیمار کے بچنے سے ہی یاس — قبر کھودی ہے کفن پہلے سے لا رکھا ہے
واہ اک تند مزاجی نے مرض مین اے عشق — اُنکے عاشق کو بھی معشوق بنا رکھا ہے
تیغ اُس مست نے جب کھینچی ہے میخانے مین — پہلے ہی جھک کے صراحی نے گلا رکھا ہے
ہم نے اوپردہ نشین تیرے تصور کو بھی — سات پردون مین ان آنکھونکی چھپا رکھا ہے
رند و یہ مانا کہان شیخ کہان شیشہ مے — پھر بھلا طاق پہ مسجد کے یہ کیا رکھا ہے

ہمدمو یہ کیہ معلوم جگر ہے یا دل
درد اُدھر کو ہی جدھر ہاتھ مرا رکھا ہے

بے طلب جام نہ دے بزم مین شاید ساقی
ہاتھ اسیواسطے پہلے سے بڑھا رکھا ہے

اے مرے دیدۂ گریان یہ خبر ہی کہ نہین
پھر سمندر نے بہت شور مچا رکھا ہے

اُستخوان قیس نے دکھلاکے تنِ لاغر سے
زندگی مین سگ لیلی کو لگا رکھا ہے

بزم ساقی مین مرے ہاتھ یہ اک خالی جام
دیر سے صورت کشکول گدا رکھا ہے

آبلہ ہو کے بہا دل مرے پہلو مین نہین
دیکھ لو پھر نہ یہ کہنا کہ چھپا رکھا ہے

بولے ہم جب شب ہجر آئین بلائین گھر مین
تم بھی خیر آؤ قضا کو بھی بلا رکھا ہے

غمزہ انداز و ادا عشوہ کرشمہ شوخی
سب نے ملکر انھین معشوق بنا رکھا ہے

میرے ماتم مین انھین دیکھ کے ہنس پڑتے ہین لوگ
ہاے رونیکا بھی انداز نیا رکھا ہے

آئینہ سامنے اور دعوئے یکتائی واہ
ایسے نادان ہین سمجھتے نہین کیا رکھا ہے

دل نہ دینے پہ عبث مجھسے خفا ہو صاحب
منھ اُدھر پھیر کے دیکھو تو یہ کیا رکھا ہے

تم کھولا کھ کہ دل تیرا مرے پاس نہین
نیچی نظرون سے ہی ظاہر کہ چھپا رکھا ہے

نئے مضمون کا ملنا ہے فصاحت مشکل
ہم کہین کیا شعرا نے کچھ اُٹھا رکھا ہے

سب کے سب عشق کا ہین نام ڈبونے والے
جتنے بیٹھے ہین ترے کوچے مین رونیوالے

شب کو نالے نہ سنے میرے نہ بیتاب ہوے
جاگنے والون سے اچھے رہے سونیوالے

رہرو کوے صنم دیکے مجھے کہتے ہین
دل ترا ہے کہ نہین دیکھ لے کھونیوالے

بدلے پانی کے مری قبر ہے تر اشکون سے
دفن کر کے مجھے کیا روئے ہین رونیوالے

میرے ماتم مین تجھے خوف و خطر کسکا ہی
اے ادھر اور اُدھر دیکھ کے رونیوالے

مشعلِ داغ جگر لے کے ترے کوچہ مین
اپنے دل ڈھونڈھتے ہین رات کو کھونیوالے

نیند آنے کی نہ حسرت ہو مجھے کیون شب ہجر
کہ اُنھین دیکھتے ہین خواب مین سونیوالے

کوئی اتنا مری تربت پہ کہے پھولون سے
کھل کھلا کر نہ ہنسو آئے ہین رونیوالے

اثر گریہ سے نم وان کی زمین رہتی ہی
تیرے عشاق جہان دفن ہین رونیوالے

حشر کو اُٹھے گا ہر ایک فصاحت گریان
ہونگی خندان غم شبیر مین رونیوالے

کیا غضب ہے آپ جس کوچے سے اے دلبر چلے
چاہنے والونمین تلوارین چلین خنجر چلے

دفعتاً پہلو سے میرے اُٹھ کے کیون دلبر چلے
دل ملا مسلا جگر سچ سچ کہو کیا کر چلے

ہون وہ بلبل باغ مین جب آگئی فصل بہار
خانۂ صیاد سے اُڑ اُڑ کے میرے پر چلے

ذبح ہونیکی مجھے حاصل ہو لذت دیر تک
حکم دو رُک رُک کے میرے حلق پر خنجر چلے

حسن رخ کہتا ہے اُنکا ہان لڑائی ہو شروع
فوج خط بڑھ آئی اب مژگان کا بھی لشکر چلے

دیر سے گھبرا کے مین نکلا تو بولا برہمن
شکوہ کرنے کو بتو نکا کیا خدا کے گھر چلے

آئے تو غیرونکے ساتھ اُٹھے بھی تو غیرون کے ساتھ
خوب مجھ بیمار الفت کو وہ اچھا کر چلے

گھر سے مین دیوانہ جب نکلا تو لینے کے لئے
دشت سے اُٹھے بگولے کوہ سے پتھر چلے

جب تلک بیٹھے رہے میرا جگر مسلا کیے
دل کیا پامال جب وہ چال اُٹھلا کر چلے

ساقیا کافی نہین ہم میکشون کو ایک دور
چاہیے شغل گزک کے بعد پھر ساغر چلے

غیر بھی ہشیار ہین وہ بھی کوئی نادان نہین
لاؤن اپنے گھر مین کیا فقرہ کوئی کیونکر چلے

ہائے مجھ کو گور تیرہ مین اکیلا چھوڑ کر
فاتحہ پڑھ پڑھ کے احباب اپنے اپنے گھر چلے

آج اُنھون نے اُٹھ کے پہلو سے یہ اچھی چال کی
مجھ کو کچھ تسکین نہ دی پر دل کو سمجھا کر چلے

میرے آگے بن سنور کے عطر ملکے جلد جلد
سچ کہو وعدہ ہے کس سے آج کسکے گھر چلے

واہ اس آنے سے تو صاحب نہ آئے ہوتے آپ
پاس بیٹھے ہائے تھوڑی دیر تڑپا کر چلے

حضرت پیر مغان اپنی کرامت کر دکھائین
بے اعانت خود بخود میخانہ مین ساغر چلے

تیز چلنا بھی برا آہستہ چلنا بھی برا
آپکے کوچے مین صاحب پھر ہوا کیونکر چلے

اے فصاحت قتل گہ مین چلتی ہے یون اُنکی تیغ
جسطرح سے نازنین کوئی پری پیکر چلے

پہلو و بستر وہ رقیبونکے نظر کیا کرتے
لیلے پتھر کے دل آہن کے جگر کیا کرتے

یون بسر ہجر مین اے رشک قمر کیا کرتے
شام سے ہائے سحر ہائے سحر کیا کرتے

دیکھتے ہی رہے اُس ہاتھ کی افشان تا صبح
ہم شب وصل ستارونپہ نظر کیا کرتے

بائین پہلو مین وہ بیٹھے تھے مرے پاس آکر
دل کی خواہش تھی اُنھین لیکے جگر کیا کرتے

عاشقو اسلیے باندھا ہی اُنھون نے جوڑا
بار گیسو سے جو بل کھاتی کمر کیا کرتے

وصل ممکن نہ ہوا تجھ کو نہ ہم کو ہوتا
کوہکن تیری طرح پھوڑ کے سر کیا کرتے

اسلیے دہر مین تا زیست رہے خانہ بدوش
ہمکو رہنا ہی نہ منظور تھا گھر کیا کرتے

تربت قیس سے دیوانون نے سر ٹکرلے
تھی نہ دیوار نتھا نجد مین در کیا کرتے

شب ہجر آہین وہ نالے وہ تڑپنا وہ کرب
حال تھا سب اُنھین معلوم خبر کیا کرتے

نزع مین کوئی نتھا پاس بجز تنہائی
نگہِ یاس ادھر اور اُدھر کیا کرتے

آستین اُلٹی انھون نے نہ اُٹھائی اُٹھی تیغ
پہلے سے باندھ کے ہم اپنی کمر کیا کرتے

خواب غفلت سے اُٹھے تمام جوانی مین ہم
سر پہ آ ہی گئی پیری کی سحر کیا کرتے

کیون فصاحت دلِ گم گشتہ کی ہم لیتے خبر
تھی جوانی مین نہ اپنی ہی خبر کیا کرتے

ضعف مجھ پیر کو جب حد سے سوا ہوتا ہے
دوسرے ہاتھ مین بھی میرے عصا ہوتا ہے

کس کی جرأت یہ کہے کون بُرا ہوتا ہے
قبرین وہ روندتے ہین دیکھئے کیا ہوتا ہے

مجھ سا وارد جو کوئی آبلہ پا ہوتا ہے
دشت پُرخار مین انگشت نما ہوتا ہے

آہ آہو نہین وہی ہی جو اثر کرتی ہے
وہی نالو نہین ہے نالہ جو رسا ہوتا ہے

بڑھ کے آہو سے بھی ہی ناقۂ لیلی وحشی
دور سے دیکھ کے مجنون کو ہوا ہوتا ہے

سخت جانی بھی ادھر اور نزاکت بھی اُدھر
قتل کرنے کو ہین وہ دیکھئے کیا ہوتا ہے

کیا کرے لاکے کوئی شمع مری تربت پر
شب کو روشن ترا نقش کفِ پا ہوتا ہے

ابھی آئے ہو ابھی کہتے ہو گھر جاتے ہین
یوہین کیا غیر سے بھی وعدہ وفا ہوتا ہے

بد کہا مین نے رقیبونکو تو کچھ بھی نہ ہوا
وہ بُرا کہتے ہین مجکو تو بھلا ہوتا ہے

قید خانہ ہی یہ دنیا نہین ہیدا اُئش و موت
قید ہوتا ہے کوئی کوئی رہا ہوتا ہے

تو اعانت نکرے پیر تو چل ہی نہ سکے
خود ترے ہاتھ کا محتاج عصا ہوتا ہے

آستین اُلٹی ہی ابرو پہ ہی بل ہاتھ مین تیغ
گھر سے یون نکلے ہین وہ دیکھیے کیا ہوتا ہے

ہے نئی بات جو رکھتے ہین وہ سینہ پر ہاتھ
درد کم ہو کے مرے دلمین سوا ہوتا ہے

جب دھوان خانۂ خمار سے ہوتا ہو بلند
بادہ خوار وہ ہی گھنگھور گھٹا ہوتا ہے

ہے یہ تاثیر زمانے ہین کوئی طائر ہو
ہڈیان جو مری کھاتا ہے ہما ہوتا ہے

زہر کا جام مجھے دے کے یہ کہتا ہو وہ شوخ
اسکو پی لو تو ابھی وعدہ وفا ہوتا ہے

مہربانی جو ہے مجھ پر شعرا کہتے ہین
رنگ اشعارِ فصاحت کا جدا ہوتا ہے

اُنکی غیرت کا اشارہ جو ذرا ہوتا ہے
بزم مین شمع سے پروانہ جدا ہوتا ہے

سامنے سب کے سرِ شمع جدا ہوتا ہے
اہل محفل کو خبر بھی نہیں کیا ہوتا ہے

مُنھ کو صیاد کے تکتے ہین اسیران کہن
جب کوئی تازہ اسیر قفس رہا ہوتا ہے

موسم گل مین در چاک گریبان کی طرح
بابِ گلزار و درِ میکدہ وا ہوتا ہے

مر گیا ہجر مین دل تھام کے عاشق ہیر
مُنھ سے اتنا تو کہا درد سوا ہوتا ہے

ہم تو چھوٹے ہین قفس سے یہ اسیر سن لو
نالے کرتا ہو بہت جو وہ رہا ہوتا ہے

گل تو سہتے تھے ستم اُنکی خوشی سے عشاق
آج سمجھاتے ہین اُنکو کہ بُرا ہوتا ہے

سن کے دل تھامتے ہین دوست تو کیا دشمن بھی
میرے نالونین عجب سحر بھرا ہوتا ہے

دل تھا مجروح ستے اب جو ترے سخت کلام
زخم پر چوٹ لگی درد سوا ہوتا ہے

نیچی نظرین کیے کیون محو ہو آرائش مین
دیکھو آئینہ مین بھی کون ہے کیا ہوتا ہے

اسنے محفل سے اُٹھایا تھا فصاحت ہمین کل
آج پھر جاتے ہین ہم دیکھیے کیا ہوتا ہی

حاصل ہوا نہ کچھ تمھین صاحب حجاب سے
آخر کو حسن پھوٹ ہی نکلا نقاب سے

زاہد یہ نفع ہے مجھے جام شراب سے
ہے پاک سارے گھر کی زمین آفتاب سے

ہو انقلاب لاکھ یہ زائل نہ ہو کبھی
اک رنگ میری طبع سے اک بو شراب سے

بلبل کہان یہ پھول ترے اور کجا وہ گل
نام اسکا لے زبان کو دھو کر گلاب سے

بیہودہ گر سوال کرے کوئی کر سکوت
ہے لطف خامشی مین زیادہ جواب سے

پیری کے آتے ہی یہ دل افسردہ ہو گیا
مانگے نہ کیون امنگ تمھاری شباب سے

یارو زمین کوچۂ جانان وہ ہے زمین
ذرے بہت بڑے ہین جہان آفتاب سے

وہ سن کے بھی نہ آئے مری بات بھی گئی
فرقت مین فائدہ نہ ہوا اضطراب سے

ہو تجھ مین مجھ مین ساز تو کیا دور ہے وصال
کہتا ہے میرا شوق یہ انکے حجاب سے

ہم میکشونکو دیکھ برا کہہ نہ واعظا
غیبت ہے شرع مین کہین بدتر شراب سے

اس گل کے پاس یونتو پہونچنا محال ہے
بو مانگتا ہے لا کہ چمن مین گلاب سے

ساحل پہ لطمہ بڑ جو گیا موج آب کا
جاتا رہا غرور دماغ حباب سے

اے عشق ہم اٹھائے نہ جاتے کسیطرح
بہتر تھا انکے سامنے غش اضطراب سے

مشرق مین آفتاب سحر کو ہے منتظر
آئینہ مین دکھاؤن وہ چہرہ کہین جو خواب سے

اس رخ کا عشق دلکو ہمارے نکیون پکائے
ہوتی ہے پختگی ثمر آفتاب سے

ساقی نے میکدے مین تکلف بڑھادیا
پانی کے بھی ظروف کھنگائے شراب سے

کچھ تو چمن مین تمنے اشارہ کیا ضرور
نرگس کی آنکھ جھپ رہی ہے گلاب سے

ہین وہ سوال وصل پہ خاموش اسلیے
اثبات ہو نہ جائے دہن کا جواب سے

فصاحت

گر ہے غم حسین تو روز و شب
آنسو بہائے جائیے چشم پر آب سے

گرداب بحر کہتا ہے ہر موج آب سے
دوران سر مجھے ہے ترے اضطراب سے

ٹپکا جو انکے رخ کا پسینہ نقاب سے
تھا شور لو برستے ہین موتی سحاب سے

شرمندہ ہو کے چھپنے لگی شب کو چاندنی
اُس رخ کا نور چھن کے جو نکلا نقاب سے

ذکر وصال کرتے ہین ہم وصل اگر نہین
مسرور دل کو کرتے ہین تعبیر خواب سے

چٹکین جو باغ مین تری نازک کلائیان
ہر شاخِ گل نے سر کو جھکایا حجاب سے

مین بحث نالہ کرتا ہون بلبل سے باغ مین
تم بڑھ کے اپنے منھ کو ملاؤ گلاب سے

قائل ہون تیری شعبدہ بازی کے الفلک
نکلے کوئی پری جو طلسم حباب سے

اُڑ جاے ساقیانہ بطِ مے بہار مین
پر باندہ اسکے کھولکے ڈورا کباب سے

اُس نازنین کو جام یہ دین ہم پے شراب
اے دہر اُلٹ حباب اگر انقلاب سے

ہم سوختہ تنونکو جو مالک نے دی نجات
چھوٹا بروز حشر جہنم عذاب سے

تم لن ترانی وارنی کے گنو حروف
کم ہی مرا سوال تمھارے جواب سے

دست سبو سے شرط ہی بیعت بہار مین
آتی ہے یہ صدا لبِ جام شراب سے

افلاک کے ستارے دل عاشقان کے داغ
باہر ہین دونون حد شمار و حساب سے

پھاہا ابھی مین داغ جگر پر لگاؤن کیون
منھ پھیرے تو ملاؤن ذرا آفتاب سے

دریا مین غسل کرکے یہ بولا وہ نازنین
ہے دردسر صداے شکست حباب سے

انکار وصل غیر فصاحت کرین وہ لاکھ
مین تو سمجھ گیا شکن فرش خواب سے

طلب ہے رزق کی کیون شور آسیانہ کرے
کسیکو دہر مین بیدست و پا خدا نکرے

اگر زبان مین اثر کچھ نہ ہو دعا نہ کرے
جو درد حد سے گذر جاے تو دوا نکرے

ضعیف مجھکو فلک صورتِ عصا نہ کرے
ٹھہر ٹھہر کے اُٹھاؤن قدم خدا نکرے

صدا یہ تربتِ مجنون سے ابتک آتی ہے
جہان مین کوئی معشوق سے وفا نکرے

کریم وہ ہے جو سائل کو دیکے شرمائے
غیور وہ ہی کسی سے جو التجا نکرے

تمھین نے چاہنے والو اُسے بگاڑا ہی
جو اسطرح نہ سہو تم تو وہ جفا نکرے

مجھے وہ بھیجکے تصویر اپنی کہتے ہین
ہمیشہ دل سے لگائے رہے جدا نکرے

زمانے بھر کے کسی پھول مین نہو نکہت
جو اُنکی زلف کی بو منتشر ہوا نکرے

تم آج غیر کے لاشہ پہ ہنستے آئے ہو
کل آؤ میرے جنازے پہ یون خدا نکرے

ہمارے مرنے کا شاید وہی زمانہ ہو
یہ ہاتھ پاؤن ترے سرخ جب حنا نکرے

فلک سے بڑھ کے اگر چاہتے ہو دہر مین نام
کرو تم اُسپہ ستم جسپہ وہ جفا نکرے

وہ اب یہ چاہتے ہین مجھسے اپنی محفل مین
مین جو کہون یہ سنے اور کچھ کہا نکرے

جہان مین ہم ہین وہ ہر دل عزیز اگر مر جائین
حضور کوئی خوشی آپکے سوا نکرے

مین تنگ آ کے کہون جبکہ موت آئے مجھے
وہ مسکرا کے کہین ناز سے خدا نکرے

کوئی تو دہر مین مہمان نواز ہو ایسا
چھپے جو پاؤن مین کانٹا بھی تو جدا نکرے

تو تکو دیکھ لیا برہمن نہ کر تعریف
بہی ہون ایسے تو کوئی خدا خدا نکرے

کیا ہی چرخ نے ناطاقت اسلیے ہم کو
کہ ہاتھ اُٹھا کے یہ اللہ سے دعا نکرے

جو ناز اُٹھانے کی طاقت نہو تو دل نہ لگائے
جو ظلم سہنے کی عادت ہو تو گلا نکرے

گرا جو دانۂ تسبیح وہ خراب ہوا
خدا جہان مین احباب سے جدا نکرے

حسب فرمائش جناب شہزادہ مرزا سلیمان قدر بہادر مرحوم اعلی اللہ مقامہ

بری نہین غلطی سے فصاحت اپنا کلام
بشر نہین وہ فرشتہ ہے جو خطا نکرے

دیکھکر بیمار غم کو پیرہن پہنے ہوے
لوگ کہتے ہین کہ مردہ ہی کفن پہنے ہوے

باغبان ہین شاد گلچین خوش عنادل مست ہین
ہے لباس سبز نوروزی چمن پہنے ہوے

اک بت کافر کی الفت مین یہ وارفتہ ہوا
شیخ ہے زنار مثل برہمن پہنے ہوے

تیغ زیر خم آپ کی ہی خون مین لال اسطرح
سرخ جوڑا جیسے کوئی ہو دلھن پہنے ہوے

حضرت واعظ بھی ہین بیہوش آتی ہی بہار
گھر سے نکلے ہین عبا بر پیرہن پہنے ہوے

خون کی چادر لپیٹے ہون گے کشتے آپکے
حشر کو جب لوگ اُٹھینگے کفن پہنے ہوے

کیا عروسان گلستان مین نہین تیرا شمار
تو ہے کیون جامہ سفیدا ہے یاسمن پہنے ہوے

گل کی نادار ہی پہ کیون روے نہ شبنم باغ مین
مدتون سے ہے پھٹا اک پیرہن پہنے ہوے

جب اُتارا مجھ کو تربت مین تو بولے ہنسکے وہ
کیا بھلے معلوم ہوتے ہو کفن پہنے ہوے

سرو گلشن مین حفاظت کو کھڑے ہین جا بجا
ہین دُر شبنم عروسان چمن پہنے ہوے

اسقدر شوق شہادت انکے جانبازونکو ہے
سر بکف مقتل مین جاتے ہین کفن پہنے ہوے

اے فصاحت خلعت شاہی ہے ایسی بزم مین
خلعت تعریف ہین اہل سخن پہنے ہوے

ذہن ہی یہ عرش سے مضمون لانے کے لیے
ہے مری طبع روان دریا بہانے کے لیے

انکے دریچہ آج غش کھا کر گرا ہون اسطرح
شاید اُٹھون گر وہ خود آئین اُٹھانے کے لیے

پھول میری قبر پر اے شمع کوئی خوش نہین
ہنس رہے ہین یہ فقط تیرے رولانیکے لیے

سن کے تقریر آپکی گلشن مین بلبل ہی خجل
گل سے دامن مانگتی ہے منھ چھپانے کے لیے

فصل گل آئی بھلا اے بلبل گئی بھی باغ سے
تنکے ہی چنتی رہی تو آشیانے کے لیے

دو پڑے ناسور میرے قلب مین اے آرزو
اک نکلنے کے لیے تیرے اک آنے کے لیے

دل مرا پایا ہی روکا اے پاسبان کوی یار
ایک رہرو وہ جھکا ہی کچھ اُٹھانے کے لیے

خوب کام آئے شب فرقت مین اطفالِ شرر
آگ لگتی ہی یہ سب دوڑے ہی بجھانے کے لیے

خود مین کیا ہون اے فصاحت اور میرے شعر کیا
کرتے ہین تعریف سب تیرے بڑھانیکے لیے

آرزو مین آتی ہین صد ہا منانے کے لئے
درد میرے دل مین جب اُٹھتا ہے جانے کے لیے

خوف کیا رندو جو آیا میکدے مین محتسب
دل مرا موجود ہے شیشہ چھپانے کے لیے

جب ہوا لائی اُڑا کر اُس گلی مین خاک غیر
میری چشم تر سے مینھ برسا بہانے کے لیے

باغ سے بلبل کا جانا ہی صبا کو ناگوار
لائی ہی تنکے اُڑا کر آشیانے کے لیے

دیکھو سمجھاتا ہون فرد عاشقان ہوگی خراب
نام اک میرا الگ لکھو مٹانے کے لیے

کی اگر نے ہمسری اُس زلف سے پائی سزا
اک زمانہ مول لیتا ہی جلانے کے لیے

وہ مری قلب جگر مین آگ بھڑکی عشق کی
اشک کا دریا بہا الٹا بجھانے کے لیے

کس سے مانگون ڈھونڈھکر لاؤن کہان سے کیا کرون
ہاے پتھر کا کلیجہ دل لگانے کے لیے

او کمان ابرو لگا اب شوق سے تیر نگاہ
ضعف نے بیجس کیا مجھکو نشانے کے لئے

قبر جب مجھ عاشق حسرت زدہ کی بن چکی
یاس دنیا بھر کی سمٹی شامیانے کے لیے

آپ کا وحشی گیا جب نجد مین مجنونکے بعد
واہ رہی خاطر غبار اُٹھا بٹھانے کے لیے

دل مین آئیگا خدنگ اُنکا جگر کو توڑکر
ساتھ ہین تیر نظر رستہ بتانے کے لیے

بلبل نالان چمن مین جسکہ غش کھاکر گری
سیکڑون شاخین جھکین ملکر اُٹھانے کے لیے

کوئی روزن بھی نہین افسوس میری قبر مین
راہ حسرت ڈھونڈھتی پھرتی ہے آنے کے لیے

جاکے بزم غیر مین اُنسے یہ مین کہکر اٹھا
بات اگر بگڑے بلا لینا بنانے کے لیے

اے فصاحت ہو نہ نازان آسمان گر دے عروج
چاند کو ہر شب بڑھاتا ہی گھٹانے کے لیے

فراق گل سے قفس مین بلبل تڑپ رہی ہی پھڑک رہی ہی
غلط یہ صیاد کا گمان ہی لبونپہ دم ہی سسک رہی ہی

وہ اپنی محفل مین بیچ کے غیر و نکو باہم مصروف بادہ نوشی
ادھر مرا دل امنڈ رہا ہی جو اسطرف مے چھلک رہی ہی

میان باغ آج آکے ساقی یہ کس نظر سے ہی تو نے دیکھا
عجب تماشا ہی جائے انگور تاک سے مے ٹپک رہی ہی

ہجوم پروانہ شمع پر ہے ہزارون بلبل فدائے گل ہین
یہ آتش عشق بھی غضب ہی جہانپہ دیکھو بھڑک رہی ہی

مجھے بلائیگا یا خود آئیگا مہربان ہو کے وہ ستمگر
خوشی ضرور آج کوئی ہوگی کہ آنکھ داہنی پھڑک رہی ہی

تڑپ رہا ہون اے ستمگر تری مژہ پھانس ہی کہ سوزن
غضب ہے دل سے مرے اتر کر جگر مین جا کر کھٹک رہی ہی

بہت ہو مجمع جو عاشقونکا ضرر ہے معشوق کا سراسر
جلے ہین پروانے اتنے گر گر کہ شمع محفل بھڑک رہی ہی

خدا ہی مقتل مین بات رکھے خجل ہو نہین ناتوان مع نادم
ادھر مرے پانؤن کانپتے ہین ادھر کلائی لچک رہی ہی

مین انکے کوچہ مین رو رہا ہون وہ اپنے کوٹھے پہ ہنس رہے ہین
زمین پہ مینھ برس رہا ہی فلک پہ بجلی چمک رہی ہی

چمن مین جب اسنے پھول توڑے کہا یہ گلچین نے مسکرا کر
مبالغہ ہی یہ شاعرونکا کب آتش گل بھڑک رہی ہی

یہ شمع کو آج کیا ہوا ہے شب جدائی مین اے فصاحت
جو سر کو ٹکرائین ہم بجا ہے یہ کیون سر اپنا پٹک رہی ہی

جگر مین زخم اگر ہجر جان جان سے پڑے
تو دل مین آبلے سوز غم نہان سے پڑے

اٹھا دیا ہمین دربان نے اس جگہ سے بھی
زمین پہ دور اگر ہم ترے مکان سے پڑے

اکیلے رہ کے بہت اے خضر تنگ ہون ہم
جو سابقہ ہمین اس عمر جاودان سے پڑے

وصال یار میسر ہے ہمکو ساری رات
رقیب بستر غم پر ہین نیمجان سے پڑے

وہ کہتے ہین مرے گلشن کی آبجو مین کبھی
نہ عکس رات کو تارونکا آسمان سے پڑے

جدا نہ ہم سے وہ ہوتے نہ مے کو چھوڑتے ہم
غضب کے تفرقے ناصح تری زبان سے پڑے

عجب نہین ہی جو ہو بند چشم آئینہ
جو چھوٹ چہرۂ شفاف جان جان سے پڑے

کہا یہ شمع نے گلگیر سے تعجب ہے
ترے دہن مین نہ چھالے مری زبان سے پڑے

نہ نیند قصہ خوان سے اے فصاحت
خلل نہ نیند مین مجنون کی داستان سے پڑے

جہان ہلاک فصاحت ہو ظلم سے اُس کے
کہین خدا نہ کرے بحث آسمان سے پڑے

دلکو پامال کیا آپنے یہ کیسا سمجھے — نہ تو اپنا اسے جانا نہ ہمارا سمجھے
ہم تو اعمیٰ تجھے اے نرگس شہلا سمجھے — جس نے دیکھا ہو اُن آنکھونکو تجھی کیا سمجھے
کہتے ہو تم نہ مجھے کوئی مسیحا سمجھے — جسکو ٹھوکر سے جلاؤ وہ تمھین کیا سمجھے
لیئے جاتے تو ہو پر چین نہ لے گا پہرون — دل مضطر کو بھی تم میرا تڑپنا سمجھے
ہین بلا دونون تری زلف ہماری شب ہجر — کس کو کم سمجھے کوئی کس کو زیادا سمجھے
دم گلگشت چمن پانوٗن سے روندا ناحق — گل کو بھی آپ دل عاشق شیدا سمجھے
قیس کو میری دبستان نہ پڑھنا آیا — ذہن ہی کند ہو جبکا وہ سبق کیا سمجھے
عقد پروین کو جو مستون نے فلک پر دیکھا — تاک اُس کو اُسی انگور کا خوشا سمجھے
ہم جو آئے تو گلے خوب لگایا تو نے — اے لحد ہم تجھے آغوش تمنا سمجھے
اُسنے پھیرا جو میرا دل تو یہ غیرون سے کہا — کہدو پاس اپنے رکھے مال ہمارا سمجھے
اہل حاجت سے کبھی ہاتھ نہ روکے منعم — اپنی دولت کو جو بہتا ہوا دریا سمجھے
ہاے مرنے کی خبر سن کے جو وہ لاش پہ آئے — بدگمانی کا برا ہو مجھے زندہ سمجھے
جس سے تم وصل کا اقرار کرو صبح تلک — شام کو آؤ نہ وعدے یہ تو وہ کیا سمجھے

یا علی مدح فصاحت سے بیان ہو کیونکر
فقط اللہ و نبی آپ کا رتبا سمجھے

بلبل نے میرے نالونکی انداز اُڑا لیئے — لالے نے داغ قلب و جگر کے چرا لیے
الفت مین مہرخ کی دلپہ بہت داغ کھالیے — اک شمع سے چراغ ہزارون جلا لیے
بعد فنا ملی ترے وحشی کی خاک جب — مجنون ہزارون کوزہ گرون نے بنا لیے
ہر ماہ آسمان ہی بناتا اُنھین ہلال — ترشے جو ناخن آپ کے اسنے اُٹھا لیئے
دن بھر تمھارے کوچے مین عاشق پھرا کیے — سورج ہوا غروب تو بستر لگا لیے
مجھ سا جہان مین متحمل نہین کوئی — گردونکے ظلم ناز تمھارے اٹھا لیے

حسرت صدا یہ دیتی ہی منعم کی لاش پر
کیا لے کے وانسے آئے تھے جاتے ہو کیا لیئے

ضایع نہ ہم نے ہونے دیا میکدے کا ظرف
ٹوٹا جو اک سبو کئی ساغر بنا لیئے

کہتی ہی موج آب حبابونکو توڑ کر
دم بھر کی زندگی پہ بہت سر اُٹھا لیئے

کیا خاک پہلوؤنمین رہین عاشقونکی دل
تمسے بچے تو دزدِ حنا نے چرا لیئے

فرقتمین دل بھر آیا تو گوشہ مین بیٹھکر
دو چار آہین کھینچین کچھ آنسو بہا لیئے

اور استخوان مرے نہ سگ یار نے چھوئے
جنبمین کہ آئی بوے محبت وہ کھا لیئے

اچھی نقیض ہی ترے عشاق سیکڑون
آنکھون نے مار ڈالے لبون نے جلا لیئے

دیکھونگا حشرمین جو علی کو کھونگا مین
دوزخ مین جل رہا ہے فصاحت نکالیے

بوسے پہ اپنے منہہ سے نہ گالی نکالیے
ہم دل کو تھامے آپ زبانکو سنبھالیئے

بندے کا زور کچھ نہین جو مرضی آپکی
جنت مین بھیجیے کہ جہنم مین ڈالیئے

کہتی ہین وہ یہین رخ سے اُلٹنے کو ہون نقاب
آپ اپنے دونون ہاتھون سے دلکو سنبھالیئے

نور و زجب سے آیا ہی مستونمین دھوم ہی
ابکی شراب رنگ کے بدلے اُچھالیئے

دست سبو کا قول ہی بدمست ہین بہت
کس کس کو بڑھ کے روکیئے کسکو سنبھالیئے

گر اپنے عاشقونکو اُٹھایا تو لطف کیا
پروانونکو تو بزم سے باہر نکالیئے

بدصاحب کمال کو کہنا نہ چاہیئے
پڑتی ہے منہہ پہ چاند پہ گر خاک ڈالیے

دعوے عبث ہی مُردے جلانے کا آپکو
عاشق کو تو نظر سے گرا کر سنبھالیئے

ہر بادہ کش کے دلمین فصاحت یہ قصد ہی
راضی اگر ہو دختر رز گھر مین ڈالیے

اِس لیے گردش مین وقت نزع چشم یاس ہے
آپئے تشریف لانے کی ابھی تک آس ہے

بخشے جانے سے گنہگارونکو بالکل یاس ہے
ہان اگر ہے بھی تو اک رحمت سے تیری آس ہے

ہوش آجائے ملے گر شربتِ دیدارِ یار
جو نہین پانی سے بجھنے کی مجھے وہ پیاس ہے

آن لب و دندان سے لایا ہی ملانے جوہری
ایک مٹھی مین ہے یاقوت ایک مین الماس ہے

ہجر کی شب آسمان بے نور ایسا ہو گیا / جو ستارہ ہے وہ گویا میری چشم پاس ہے
تیر مژگان سے مراد دل چھان قلب غیر چھوڑ / وہ نشانہ دور ہی اور یہ نشانہ پاس ہے
روبرو دندان جانان کے ہیں دونون کی اصل / کہتے ہیں قطرہ کو دُر پتھر کا نام الماس ہے
ہاتھ ملنے کو کف افسوس سمجھے واہ واہ / آپ کو مہندی لگانے میں بنا وسواس سے

راست ہی یہ لے فصاحت قول اہل وضع کا
مال و دولت سے زیادہ آبرو کا پاس ہے

خط بھی لازم ہی رخ رنگین جانان کے لیے / چار دیواری مناسب ہے گلستان کے لیے
دونون ہاتھ اپنے نہین بیکار ا ید ست جنون / ایک ہے دامن کی خاطر اک گریبان کے لیے
بے بصیرت نے اگر لے باغبان دیکھا تو کیا / چشم بلبل چاہیئے سیر گلستان کے لیے
عشقبازی مین بہت کام آئی ہین آنکھیں مری / فرش ہین افتادگان کوے جانان کے لیے
دو گھٹائین موسم گل مین اٹھین ہین جھوم کر / ایک میخانے کی خاطر اک گلستان کے لیے
چرخ نے افسوس بدلی مین چھپایا چاند کو / شمع کافی تھی یہی گور غریبان کے لیے
قیس نے جامہ جو سلوایا تبرک جانکر / میرے دامن کا لیا ٹکڑا گریبان کے لیے
واہ رے شوق آئی بلبل جب قفس سے چھوٹکر / پہلے بو سے خار دیوار گلستان کے لیے
تیرگی اپنی نہ دکھلا اے شب ہجر اسقدر / کچھ تو باقی رکھ مری شام غریبان کے لیے
نجد مین جب قیس مسکین کا بپا ماتم ہوا / وحشیون نے فرش کو جا دی بیابان کے لیے
باغ مین کہتا ہی ہر غنچہ گل صد برگ کا / سو زبانین ہین دہن مین شکر یزدان کے لیے
طمع بھی ہم عاشقونکی لطف سے خالی نہین / ہاتھ پھیلے تو ہم آغوشی جانان کے لیے
میکدے سے نکلے ہین میخوار پی پی کر شراب / لڑکھڑاتے جھومتے سیر گلستان کے لیے
شوق سے دلمین ہمارے آرزوئین ہوں مقیم / چھوڑ دین تھوڑی جگہ داغ عزیزان کے لیے
ہم تو کیا پیغمبر دن کی ہی نظر انجام پر / نوح نے کشتی بنا رکھی تھی طوفان کے لیے

خلعت و جاگیر و منصب کا فصاحت ذکر کیا
مخمل اب تعریف مین بھی ہی سخندان کے لیے

بل کھاکے اُنکی زلف سیہ رُخ سے ہٹ نجائے
ہے خوف مجھکو ڈس کے یہ ناگن پلٹ نجائے

جاتا ہون سوے دیر مرے ساتھ شیخ ہے
آتا تو ہے مگر جو دورا ہے پہ کٹ نجائے

وہ بولے آندھیان جو مری آہ کی اٹھین
مُنھ پر مرے نقاب پڑی ہے اُلٹ نجائے

کھینچی ہی تیغ اگر تو ہٹا دو رقیب کو
تم مجھ کو قتل کرتے ہو یہ دلمین کٹ نجائے

تم بد زبانیان نہ کرو رو بروے غیر
دل میرا چھپ چکا ہی کلیجہ تو پھٹ نجائے

گھر میرے آتے آتے وہ افسوس پھر گیا
تقدیر یون جہانین کسیکی پلٹ نجائے

سنتا ہون دن سے غیر ہے حالت رقیب کی
یارب کہین یہ چار پہر رات کٹ نجائے

آتا تو ہے وہ میرے مکان کی طرف مگر
غیرونکے کہنے سننے سے گھر کو پلٹ نجائے

وصلت کے اشتیاق اُنھین لکھے ہین نامہ بر
ڈر ہے مجھی کہ خط سے لفافہ لپٹ نجائے

اس بت کے دل پہ آہ کا کیونکر اثر ہوا
پتھر پہ جاکے تیر پڑے سا اور اُچٹ نجائے

للہ گال رکھ کے نہ ہارون پہ سوئیے
اس پھول کا گلون سے کہین رنگ کٹ نجائے

شب کو زبان حال سے یہ کہہ رہا ہے چاند
میری طرح جہانین کوئی بڑھ کے گھٹ نجائے

گل شمع کا وہ لے کے یہ کہتے ہین بزم مین
اسکی زبان اور بڑھے سر جو کٹ نجائے

نالے مین کر رہا ہون فصاحت شب فراق
گر جائین آسمان زمین آج پھٹ نجائے

کسطرح سے تری بزم مین نہان نرہے
تنکن مین دب کے بھی ہم زار و ناتوان نرہے

جدا وہ کر گئے سر شمع بزم مین بولے
زبان دراز کے قابو مین کیون زبان نرہے

اجل کی تفرقہ اندازیان کہین کس سے
وہ آشنا نہین باقی وہ مہربان نرہے

خوشی سے مر گئے دنیا مین چار دن جی کر
ترے اسیر تو اے عمر جاودان نرہے

ہمارے سر سے ہوا ہے مقابلہ ابتو
پھرے نہ یہ بھی جو گردش مین آسمان نرہے

بظاہر آنکھ سے پوشیدہ وہ ہوے تو کیا
ہماری چشم تصور سے تو نہان نرہے

ہماری آہونکی کہتی ہین آندھیان اُٹھکر
چراغ ماہ لب بام آسمان نرہے

ذقن کے قرب ہے اس کاروان خط کا یہ قول
ہزارون ڈوبین اگر خشک یہ کنوان ہے

خدا کرے جو نہ تنہا کی دشمنوں نہین مدد
تو بیچ مین کبھی دانتوں کے ہر زبان نہ رہے

وہ بدنصیب ہون کشتی پہ جب سوار ہوا
ہوا اُٹھی یہ مخالف کہ بادبان نہ رہے

ستونِ آہ مری کب تلک سنبھالینگے
فقط اُنھین کے سہارے پہ آسمان نہ رہے

نہ چھوڑا دار پہ منصور نے انا الحق کو
مزہ یہی ہے کہ سولی پہ بھی زبان نہ رہے

نبیؐ کے دوش پہ چڑھکر علیؑ نے بت توڑے
میانِ کعبہ یہ محتاج نردبان نہ رہے

شکستہ شیشۂ دلکو تو آپ کرتے ہین
جڑے یہ ٹوٹ کے ہان اسطرح نشان نہ رہے

اسی سے آنکھوں نہین رکھتا ہون طفل اشک کو مین
کہین یہ چھوٹ کے مجھ سے روان دوان نہ رہے

گلا ہو ضعف کا فرقت مین اے فصاحت کیا
یہ بارِ غم جو اُٹھایا تو ناتوان نہ رہے

ناخن کرین خلش جو دوبارہ مزا تو ہے
پھر میرے دل کا زخم ہرا ہوا تو ہے

آسان نہ سمجھو ضبط مرا ہجر یار مین
خالق بچائے جان یہ صدمہ سہا تو ہے

کیا جانوں مین کہ شیخ نے پی یا نہ پی شراب
پر میکدہ مین سامنے میرے گیا تو ہے

پوشاک غیر کے نہین ممنونِ ہم فقیر
پیوند ہی سہی مگر اپنی ردا تو ہے

زاہد تجھے تو اپنی عبادت پہ ہے گھمنڈ
ہم ہین گناہگار پہ خوفِ خدا تو ہے

چلمن مین چھپ کے یار ہے بیٹھا یہی سہی
مین اُسکو دیکھتا نہین وہ دیکھتا تو ہے

یوسف بہت حسین تھے پہ مطلق نہ تھا غرور
دیکھا نہین ہے آنکھ سے تمنے سنا تو ہے

کیا واعظو دوبارہ قیامت پھر آئیگی
اُنکے خرام ناز سے محشر بپا تو ہے

جھنجھلا کے آئنہ کو ہٹا کر وہ کہتے ہین
مانا کہ ہے یہ عکس سہی دوسرا تو ہے

مُنھ پھیرتے ہو مریض محبت سے کسلیے
آنکھو نہ دیکھو پردۂ غفلت پڑا تو ہے

عاشق کے صبر کرنے کی دنیا مین حد نہین
معشوق کے ستم کی بھلا انتہا تو ہے

شہرت ہمارے رونے کی ہے سارے شہر مین
گر شک ہو دیکھ آئیے دریا بڑھا تو ہے

دنیائے پیرزال پہ کیون شیفتہ ہین لوگ
گر یہ زن حسین بھی سہی بیوفا تو ہے

غافل گناہ کرتا ہے چھپ چھپ کے تو بہت
بندے نہ دیکھین تیرا خدا دیکھتا تو ہے

بے بار رش آج شہر مین بجلی گری ہی کیون
لینا خبر کہین نہ کہین وہ ہنسا تو ہے

اے شیخ اسی کو بیچ کے پی نے شراب آج
گر رہن ہو گیا ہے عمامہ ردا تو ہے

بت پر ترے ہنسی نہ مجھے آتی ہی برہمن
جا ہے کسیکا کام نہ نکلے خدا تو ہے

اہل جہان سے قول مسیحا ہے چرخ پیر
گر ہم نہین زمین پہ خاک شفا تو ہے

لیتا ہی خون ناحق عشاق یون عوض
منہدی کے حیلے ہاتھ تمھارا بندھا تو ہے

پروانہ کیون نہ تڑپے کہ فانوس مین ہی شمع
گو دیکھتا ہی دوست کو لیکن جدا تو ہے

بیکار آپ اکڑتے ہین سرو چمن کے پاس
اب اور کیا خجل ہو زمین مین گڑا تو ہے

بولا وہ بت نہ ٹھہرین نگاہین جو حسن پر
بندے جسے نہ دیکھ سکین وہ خدا تو ہے

مفلس کے پاس جائے کس امید پر گدا
منعم سے جا ہے کچھ نہ ملے آسرا تو ہے

اے رہروان کوے صنم دیکھکر چلو
اچھا ہمارا دل نہ سہی کچھ پڑا تو ہے

ہنستے اُٹھے وہ آج فصاحت کے پاس سے
دل ہو جگر ہو کوئی نہ کوئی لیا تو ہے

حسد سکا نہ بڑھتا جائے کیون ہماری خدائی سے
جفائین سیکھتا ہی چرخ اُنکی بیوفائی سے

نہ کیون تڑپین اسیران کہن میری جدائی سے
قفس کا بھی ہی سینہ چاک اندوہ رہائی سے

درازی حشر کے دن کی بیان کرتا ہی کیون واعظ
بھلا وہ کیا بڑا ہو گا مرے روز جدائی سے

لگائین ہاتھ مین معشوق اسے تو رنگ دونا ہو
جو رونین آب منہدی کی روش پائی حنائی سے

بحمد اللہ اُس محبوب یکتا کا مین عاشق ہون
کہ جو افضل خدا کے بعد ہی ساری خدائی سے

بڑا اندھیر ہی میری سیہ بختی نے مل ملکر
شب فرقت کو دونا کر دیا روز جدائی سے

تاسف خندۂ گل گریۂ بلبل پہ کیون کیجے
غرض کیا آپ کو معشوق و عاشق کی لڑائی سے

جو کہتا ہون قصیدہ مین کسیکا کہتی ہی غیرت
بچانا چاہیئے اشعار کو بوے گدائی سے

درازی کا نہایت شوق ہی گر حشر کے دن کو
تو لے ساعتین تھوڑی ہی روز جدائی سے

بوقت ذبح اپنی سخت جانی سے ہون مین عاری
وہ عاجز ہین نہایت اینٹھی جاتی ہی کلائی سے

بھلا بندونکا تو کیا ذکر ہے اللہ بھی راضی
وزارت سے علیؑ کی مصطفےٰ کی بادشاہی سے

بڑا نادان ہی جو زندہ انھین صیاد سمجھا ہی
ہم ایسے عاشقونکو وہ بھلا کاہے کو دیکھینگے
چمن مین یاسمن کے پھول کو کیون آپ چھوتے ہین
مقرر گیسوون نے اِسکو بل کھانا بتایا ہے

اسیران قفس جیتے ہین اُمید رہائی سے
اُنھین فرصت نہوگی حشر کے دن خونبہائی سے
اُڑا لے گا یہ رنگت آپکے دست حنائی سے
لچک جانا کمر نے تیری سیکھا ہی کلائی سے

سر مو بھی نہ ہوگا لے فصاحت وصف گیسو کا
عبث کرتے ہو مُنھ کالا قلم کا روشنائی سے

گلا نہین ہی فلک لاکھ مکر و فند کرے
برائے نذر ہون جان و دل و جگر لایا
کلام اہل تکبر سے ہے یہ گردون کا
ہزار نغمہ سرا باغ مین ہے انکے حضور
ہنسا نہ کیجیے عاشق کے حال پر ڈر یے
یہ اعتماد ریائی نماز پر اے شیخ
ادب کی صحبت پیر مغان مین ہی تاکید
ہزار جان سے مُحمّد یہ کیون نہ عاشق ہون
ہزار ظلم نہ مظلوم پر کرا و ظالم
وہ جھانکتے ہین جھروکون سے خود یہ حکم یہ ہی
عجیب حکم ہے اقلیم حسن مین جاری
جو مین نے سرو سے تشبیہ دی تو اُسنے کہا
طرح طرح کے جوان میکدے مین آئے ہین
ثبات زیست کا کیا غافلو کرو توبہ
وہ آج کپڑے بدلنے کو ہین سر محفل
یہ برخلاف ہے ایسا کہ جرم بھی جو کرون
چمن مین پھول سب اچھے ہین کیا کرے بلبل

مگر نہ زلف حسینان کا پاے بند کرے
وہ خوب ہے جسے انمین سے تو پسند کرے
جہان مین جھک تو خدا مرتبہ بلند کرے
جو خیر چاہتی ہی تو زبان بند کرے
خدا کسیکو جہان مین نہ دردمند کرے
عمل وہ نیک ہے جسکو خدا پسند کرے
سواے شیشہ نہ کوئی صدا بلند کرے
وہی حبیب ہے جسکو خدا پسند کرے
بتنگ آکے نہ دست دعا بلند کرے
ادھر سے ہوکے چلے جو وہ آنکھ بند کرے
نہ دردمند کا افسوس دردمند کرے
ہمارے قد کو نہ اتنا خدا بلند کرے
زہے نصیب جسے دخت رز پسند کرے
اجل نہ آتے ہی فوراً زبان بند کرے
سواے آئنہ ہر ایک آنکھ بند کرے
زمانہ مجھ کو نہ سولی پہ بھی بلند کرے
کسے پسند کرے کس کو ناپسند کرے

قبول کرنا نہ کرنا مشیت اُسکی ہے
بشر برائے دعا ہاتھ تو بلند کرے

مکان رفیع تو اکثر بنائے منعم نے
کہو کہ ہمّت کوتاہ کو بلند کرے

جو دل لگے تو فصاحتؔ غزل کہا کیجے
وہ شعر ہون کہ طبیعت جسے پسند کرے

رجوع ادہر نہین میری فقط اُدھر بھی ہے
یہ بتکدہ ہے وہ آگے خدا کا گھر بھی ہے

اُدھر تو بھر کے دیے جام سب کو اے ساقی
رہے خیال کوئی ملتجی ادھر بھی ہے

جہانین عمل نیک و بد کا ہے مختار
بشر کے سامنے جنت بھی ہے سقر بھی ہے

قفس سے ہو کے رہا بلبلو ٹھہر کے چلو
کہ ساتھ کوئی تمھارے شکستہ پر بھی ہے

بنائے جنگ یہ کی شیخ سے برہمن نے
تمھارا کعبہ ہمارے خدا کا گھر بھی ہے

دیا ہے صبحِ شبِ وصل ساتھ اُسنے بھی
جو مین ہون چاک گریبان تو یہ سحر بھی ہے

کھڑا ہون در پہ وہ مجھ کو بلائین یا نہ بلائین
مرا بھی پاس ہی غیر و نکا اُنکو ڈر بھی ہے

کہان رقیب کے آنسو کہان ہمارے اشک
یہ موتی سچے وہ جھوٹے تمھین نظر بھی ہے

سرور دیکھ کے انبوہِ غم یہ کہتا ہے
مین آؤن دلمین ترے کسطرح گذر بھی ہے

نمو ہے سبزہ کا رخ پر غرور کم کیجے
زوال حسن یہ آتا ہے کچھ خبر بھی ہے

جبھی حقیقت بلبل نہین سمجھتا ہے
چمن مین حسن بھی ہو گل کے پاس زر بھی ہے

دوا فقط نہین بیمار کو سنبھالے ہوئے
دعا یہ کرتی ہو دعوی مرا اثر بھی ہے

ادب کی جا ہے نہ تلوؤن سے روندیے صاحب
فقط یہ دل نہین میرا خدا کا گھر بھی ہے

گلا زمانے کا بیجا ہے کیا کرے کوئی قدر
سوائے عیب فصاحتؔ مین کچھ ہنر بھی ہے

مشاعرے مین بھلا کیا کرے کوئی تعریف
فصاحتؔ آپ کے اشعار مین اثر بھی ہے

پیالے گل کے اے شبنم گلستانمین چھلک جاتے
جو تیرے ساتھ بلبل کے بھی دو آنسو ٹپک جاتے

نہ یون برسات مین بجلی چمکنے سے جھجک جاتے
مگر دیکھا نہین عاشق کا دل تمنے دھڑک جاتے

ہماری قبر پر کیا دوستو چھڑکاؤ ہو جاتا
جو دو دو چار چار آنسو بھی آنکھون سے ٹپک جاتے

ہمین کچھ عشق کے کوچہ مین سرگردان نہین واعظ
جناب خضر ہین اس راہ مین آکر بھٹک جاتے

وہ دن بھر غیر کے ہمراہ کوچہ گرد رہتے ہین
جو میرا ساتھ ہوتا دو قدم چلنے مین تھک جاتے

دم تزئین جو عکس اُس روے آتشناک کا پڑتا
تو مانندِ سپند آئینہ کے جوہر چٹک جاتے

جو ہوتی حاجتِ شنجرف مجکو نامہ لکھنے مین
مری آنکھون سے خط پر خون کے آنسو ٹپک جاتے

اکیلے وہ تھے مین تھا آج ہوتین راز کی باتین
جو دم بھر کاتب اعمال پہلو سے سرک جاتے

گلہ احباب سے بیجا ہے تعریفین نہ کرنے کا
جو ہوتے عاشقانہ شعر دشمن بھی پھڑک جاتے

جو سوے تاک چشم مست سے ساقی نظر کرتا
تعجب کیا اگر انگور کے خوشے ٹپک جاتے

بوقت نزع ہوگی صحبت راز و نیاز اُن سے
مناسب تھا اگر احباب بالین سے سرک جاتے

ہمین پیمانہ دیکر ساقیا منھ دیکھتا ہے کیون
کہین کیا ایک ساغر بھر کے ملجاتا تو جھک جاتے

الٰہی خیر ہو کچھ قاصد و پیر آفت آئی ہے
مرے گھر پر تو پھر آتے اگر رستہ بھٹک جاتے

وہ محفل مین برابر بیٹھکر تھے مجھ سے آزردہ
بہت روکے رہا یہ جذب دل ورنہ سرک جاتے

شراب اُنکو پلاتا کیا مین رعب حسن چھایا تھا
پیا ننگ ہاتھ دونون کانپتے ساغر چھلک جاتے

وہ مقتولون پہ اپنے پٹیان بندھوا کے کہتے ہین
بہت تھی دید کی حسرت دم آنکھون مین اٹک جاتے

بہر صورت مرے مرنے کا غم اُنکو رلا دیتا
اگر ہمسر نہ لگاتے آنکھ مین آنسو ٹپک جاتے

علاوہ خط کے پیغام زبانی اتنے کہنے تھے
نہ ہمکو پھیرتا قاصد تو اُنکے گھر تلک جاتے

گلابی مین مجھے دیکے ساقی کو یہ شرم آئی
زمین پر اتنی گرجاتی اگر ساغر چھلک جاتے

مری عمر روان کہتی ہے اتنا بھی نہین وقفہ
تری آنکھونکو جتنی دیر لگتی ہی جھپک جاتے

اگر خنجر پھراتے وہ رگڑتے ایڑیان ہم بھی
جو اُنکا ہاتھ تھک جاتا ہمارے پاؤن تھک جاتے

نہ بیتابی نہ اُلجھن اے فصاحت ہجر مین ہوتی
ٹھہر جاتا دلِ مضطر جو دو آنسو ٹپک جاتے

شیخ و واعظ کے عمامے ہین اُچھلنے والے
فصل گل آئی ہے میکش ہین نکلنے والے

نہین کچھ عشق حقیقی سبھی پروانونکو
جنکو بچنا تھا بچے جل گئے جلنے والے

آئے ظلمات سے گھبرا کے سکندر لیکن
حضرت دل نہین گیسو سے نکلنے والے

وہ سخی ہون کہ پس مرگ بھی ہے فیض مرا
میری مٹی سے درخت اُگتے ہین پھلنے والے

دیدباز اُنکے نچے غش ہوے موسیٰ سر طور
دیکھو اسطرح سنبھلتے ہین سنبھلنے والے

کونسے ہے شہ خوبان کی چمن مین آمد
گل تر ہین جو پھٹے کپڑے بدلنے والے

جسکے پروانے تھے سب شمع لگن روتی تھی
کچھ مرے ڈوب کے کچھ رہ گئے جلنے والے

ٹھوکرین آپکی رفتار سے کھاتے ہین کبک
چال کیا جانین یہ انگارے نگلنے والے

کوئے جانان مین نہ پامال ہون عشاق کے دل
اک ذرا دیکھ کے رکھ پاؤنکو چلنے والے

پیچ سنبل کے خزان مین بھی نہین جانے کے
رسی جل جائے مگر بل نہین جلنے والے

سرو کہتے ہین خوشی فصل بہاری کی نہین
نہ تو ہم پھولنے والے ہین نہ پھلنے والے

غیر تھامے گا اگر نشہ مین تھم جائین گے
وہ نہین میرے سنبھالے سے سنبھلنے والے

اُنکے عشاق شب و روز ہین پھنکتے اے شمع
تیرے پروانے فقط شب کے ہین جلنے والے

تیر مردہ ہین مرے تابوت کے حامل ایسے
ہاے تھک تھک کے رہے جاتے ہین چلنے والے

وہ چلا میری گلی سے تو پکار اُمین نے
آج دیکھا تجھے او چھپ کے نکلنے والے

پڑ گئی خاک مری دفن مین دامن پہ تو کیا
آپ پوشاک بھی تھی آج بدلنے والے

شب کو یون مجکو پکارا سر محفل اُسنے
ضبط پروانونکا دیکھ اے مرے جلنے والے

سر کے بل روضۂ حیدر مین فصاحت جانا
کرتے ہین ترک ادب پاؤن سے چلنے والے

پہلے بہر درس عشق اُستاد کامل چاہیئے
پھر کسی معشوق کو اے حضرت دل چاہیے

کم سنی سے وہ جھجکتے ہین کرینگے کیا حلال
قتل کرنے کو مجھے بیدرد قاتل چاہیے

ابر ہے دریا ہے مے ہے غنچے ہین سبزہ ہے
ساقیا کشتی بھی کوئی قرب ساحل چاہیئے

عیش و راحت مین تو ہو جاتے ہین دشمن بھی شریک
دوستونکو ساتھ دینا وقت مشکل چاہیئے

یارب اک دل مین مرے انبوہ ارمانونکا ہے
حسرتونکے واسطے اب دوسرا دل چاہیے

عشق گل مین ہو گیا ہے اب تو بلبل کو جنون
طوق قمری کو ملا اُسکو سلاسل چاہیئے

کچھ کہو تو عاشق ناداز سے روٹھے ہو کیون
سر سے مطلب ہے جگر درکار ہے دل چاہیئے

مرگیا ہے نجد مین مجنون اُٹھے کسطرح لاش
اس سر و گردن کے عقدے کا ہو وا ہونا محال
آپ کے ظلم و ستم کو کیا اُٹھائیگا رقیب
برق کہتی ہی تڑپکر انکے عاشق سے یہی

پھر تابوت لے جنون لیلی کی محمل چاہیئے
کھولنے کو ناخن شمشیر قاتل چاہیئے
صبر کرنے کو کلیجا چاہیے دل چاہیئے
مجکو بھوڑ لیسی تری بیتابی دل چاہیئے

حسب فرمائش جناب صاحب عالم

حفظ ہو علم عروض و قافیہ تو لطف ہے
اے فصاحت شاعری کا شوق کامل چاہیئے

مرزا سلیمان قدر بہادر مرحوم

ہم وہ لاغر ہین ترے بام پہ گر آئینگے
ہنسکے فرماتے ہین وہ یون ترے گھر آئینگے
دھوم ہے عاشق گیسو کا اُٹھے گا تابوت
روح گھبرا کے یہ کہتی ہی تن خاکی مین
حضرت عشق سرافراز کرینگے ہم کو
غسل دریا مین کرونگا جو مین دیوانہ زار
جنمین نخوت کی ہوا آج بھری رہتی ہی
شوق سے تیرے جلائے ہوئے مردونکو مسیح
غیر کے گھر وہ چلے ہین مددائے جذبۂ دل
دل مین کھنچو نگا جو حیدر کی خیالی تصویر
دے کے خط اُنکو مرا حال یہ قاصد نے کہا
چہ کلیسا و چہ دیر و چہ کنشت و چہ حرم
آنکے بام پہ ہم چڑھ گئے ہین دھوپ کے ساتھ
شب معراج گئے عرش پہ محبوب خدا
میرے لاشے پہ ہنسائینگے تمھین غیر یار

نشہ مے نہین جو چڑھ کے اُتر آئینگے
صبح کو جائینگے ہم پچھلے پہر آئینگے
سب حسین لاش پہ کھولے ہوے سر آئینگے
اب جو نکلینگے نہ پھر بار دگر آئینگے
ابتدا قیس سے کی بعد ادھر آئینگے
طوق گردن مین پنھانے کو بھنور آئینگے
ٹھوکر و نمین وہی کل کاسۂ سر آئینگے
دیکھنے چرخ چہارم سے اُتر آئینگے
تو کشش اپنی کرے گا تو ادھر آئینگے
موقلم کے لئے جبریل کے پر آئینگے
کل ہمین مرنے کی بھی لے کے خبر آئینگے
جسطرف جاؤ نگا مین آپ نظر آئینگے
زار ہمین سایہ کے ہمراہ اُتر آئینگے
کیا تعجب ہے اگر وہ مرے گھر آئینگے
تم نہ ہنسنا بہت اشک آنکھونمین بھر آئینگے

گر رہا صاحب عالم کو فصاحت یہ شوق
لینے کو داد سخن اہل ہنر آئینگے

دل ہو کسی حسین کو فصاحت دئے ہوے
اشعار بھی ہین درد کا پہلو لئے ہوئے

پہنا کفن چلے گئے ارمان سئے ہوے
صندوق مین دھرے رہے کپڑے سئے ہوئے

گرداب کو حباب کو سمجھو نہ بے ثبات
پھرتے ہین گھاٹ گھاٹ کا پانی پئے ہوئے

یون بہر نذر جاتے ہین دربار یار مین
اک ہاتھ مین سر ایک مین ہین دل لئے ہوئے

بیخود کیا گلونکو یہ بلبل کی آہ نے
نکلے چمن سے چاک گریبان کئے ہوئے

احسان بھی نہ جنکا اُٹھایا تھا کل تلک
وہ دوست آج ہین مری میت لئے ہوئے

کیونکر ہوائے آہ سے مجنون اُڑا ئیگا
ہین پردہ ہائے محمل لیلی سئے ہوئے

وہ رند واعظون کے نہ چھینٹون مین آئینگے
پیر مغان کا ہین جو پیالہ پئے ہوئے

صل علی نکلتے تھے احمد جو دھوپ مین
رہتا تھا ابر فرق پہ سایہ کئے ہوئے

شیشے بچاؤ بادہ کشو محتسب سے آج
آتا ہے دونون ہاتھون مین پتھر لئے ہوئے

دو دن کی زندگی پہ یہ پختہ عمارتین
آباد جو محل تھے وہ گر کر ڈھئے ہوئے

پہچان لو کہ آئی خزان ادہر گئی بہار
دیکھو جو وحشیون کے گریبان سئے ہوئے

محمل کے پردے اُڑنے سے اے قیس خوش نہو
لیلی ہو رخ پہ زلف پریشان کئے ہوئے

دنیا سے یوہین جائینگے یہ منعم بخیل
قارون کی طرح سر پہ خزانے لئے ہوئے

ساقی خفا ہے مجھ سے تو بیٹھا ہون بزم مین
تھامے ہوئے کلیجہ کو آنسو پئے ہوئے

حسب فرمائش صاحب عالم

گر ہو نہ واہ آہ فصاحت غزل مین ہو
کیا فائدہ جو نظم فقط قافئے ہوئے

مرزا اسلیمان قدر بہادر مرحوم

دل سے تھا قصد کہ ہم فکر سخن کم کرتے
شوق اسکا نہ اگر صاحب عالم کرتے

فصل گل باغ سے جانے کا یہ ہین غم کرتے
خاک اُڑاتی ہے صبا برگ ہین ماتم کرتے

قصر مین کیون نہ توکل سے بسر ہم کرتے
کون سا خرچ زیادہ تھا جسے کم کرتے

ہم یوہین گم شدہ اشعار کا ہین غم کرتے
جیسے اولاد کے مرنے کا ہین ماتم کرتے

کبھی افراط مین تفریط اگر ہم کرتے
تو قناعت کو بڑھا دیتے ہوس کم کرتے

کھاکے بل کہتے ہین مژگان سے یہ تیر گیسو
ہم بگڑتے تو صفین درہم و برہم کرتے

سفر ملک عدم اور فقط پاس کفن
وقفہ ہوتا تو کچھ اسباب فراہم کرتے

اتنی فرصت نہ ملی بادیہ پیمائی مین
بیٹھکر پاؤن سے کانٹونکو جدا ہم کرتے

غمزدونکو ترے اتنی بھی فراغت نہ ملی
دو گھڑی حسرت مردہ کا تو ماتم کرتے

عمر جاوید بسر کرتے ہو تنہا اے خضر
جیتے اسطرح تو مرنے کی دعا ہم کرتے

گئے وہ غیر کے لاشے پہ تو حیلہ یہ کیا
سنتے ہین آنکھ سے دیکھا نہین ماتم کرتے

فرد شمشاد کا مطلع جو بناتے شاعر
آپکے مصرعۂ قامت کو مقدم کرتے

ہاے دریا مین حباب آپکو عریان دیکھین
پھوٹ جاتین ابھی آنکھین جو نظر ہم کرتے

بوجھ اُتارا مری میت کا تو بولے احباب
درد ہوتا جو نہ شانون مین تو ماتم کرتے

ہاتھ خالی نہ فصاحت غم شہ مین رکھتے
ایک سے پیٹتے سر ایک سے ماتم کرتے

رکھا خالق نے محروم استخوان سے
کلام نرم نازک ہین زبان سے

جہان کی زیب ہے اہل جہان سے
ہے آبادی سرا مین کاروان سے

مین نعمت روز و شب لاؤن کہان سے
زبان مجھسے ہی عاجز مین زبان سے

عدم دلچسپ ہے شاید جہان سے
کوئی جا کر نہین آتا وہان سے

ہمارے دل کی وسعت کم سے بھی کم
زیادہ ہے زمین و آسمان سے

تجھے چشم حقیقت سے مین دیکھون
اُٹھین جب ساتھ پردے درمیان سے

خدا ہی عشق مین رکھ لے مری بات
پڑا ہے سابقہ اک بد زبان سے

نہین ڈرتا کسی سے چرخ ظالم
مگر مظلوم کی آہ و فغان سے

مریض ہجر کو ہے قبر مین چین
شفا ہو جاتی ہے نقل مکان سے

شب معراج اللہ و نبی مین
رہا تھا فاصلہ کم دو کمان سے

تمہارے اک مسی مالیدہ لب کی
ثنا کرتی ہے سوسن دس زبان سے

بڑھا کر ہاتھ اگر عشاق چاہین
فلک چھو لین ترے بام مکان سے

اکٹھا کر کے مین گرد کدورت
بڑھاؤن گا زمین کو آسمان سے

فصاحت غیظ سے ابرو پہ ہین بل ہے
خدا جانے وہ آتے ہین کہان سے

چشم تر لب خشک ہین عاشق کے چہرہ زرد ہے
گاہ دلمین درد ہی گاہ ہے جگر مین درد ہے

اب کسی سے گرمیان کرتے نہین معشوق دہر
میرے مرجانے سے بازار محبت سرد ہے

پھر کے سیر باغ سے کہتا ہی وہ نازک دماغ
شور بلبل خندہائے گل سے سر مین درد ہے

تین تحفے عشق کی سرکار سے ہمکو ملے
چشم مین آنسو جگر مین داغ دلمین درد ہے

زال دنیا شیفتہ کرتی ہی بن بن کر عروس
دام مین آسکے نہ جو آئے وہی تو مرد ہے

ذبح ہونے کی خوشی مجھ سخت جان کو ہی مگر
غم یہ ہے نازک کلائی مین تمھاری درد ہے

توڑتا ہی بلبلونکے سامنے ہر روز پھول
ہائے گلچین بھی جہان مین کسقدر بیدرد ہے

دیکھکر میرا دل صدچاک ایسا ہی خجل
آج تک گلزار مین گیندے کی رنگت زرد ہے

آتے ہی پیری ہوے بیکار سب عضو بدن
سر مین رعشہ پاؤن مین لغزش کمر مین درد ہے

عشق کی بھی چوٹ ہی کیا چوٹ دل ہی بیقرار
زخم ظاہر مین نہ باطن مین کسی جا درد ہے

ہین روان اشک آنکھ سے دلسے ہی نکلا دود آہ
قافلہ ہے آگے آگے پیچھے پیچھے گرد ہے

اُٹھتے ہی پہلو سے انکے موت کیا جلد آگئی
ہم نہ کہنے پائے اتنا بھی کہ دلمین درد ہے

اے فصاحت ہر سخندان نے سنی تیری غزل
لطف اُسے ہوگا زیادہ جو کہ اہل درد ہے

بحمداللہ یہ جوبن یہ حسن یار جانی ہے
جوانی کو بھی جسپر ناز ہی ایسی جوانی ہے

مجازی سے رسائی ہوگئی بام حقیقت تک
وہ بت نامہربان ہی تو خدا کی مہربانی ہے

بہت اچھا ہوا کوچے سے اُنکے اُٹھ نہین سکتا
دبا ہون سایۂ دیوار سے یہ ناتوانی ہے

دکھلا ہمے یہ حیلہ تشنگی کا کرکے واعظ نے
پیے ساغر نہ سمجھا ہی شراب ہمین کہ پانی ہے

تمھارے درد فرقت کو رکھا ہی اس سے پہلو مین
کہ تم تو ہوگئے رخصت تمھاری یہ نشانی ہے

فدا اُس محبوب کا طوبیٰ ہے رخ گلزار جنت ہے
دہن کوثر ہے دانتونکی چمک کوثر کا پانی ہے

زمین سے آسمان کے پسنے کا جب کیا شکوہ
وہ بولی یان فشار گور کی ایذا اُٹھانی ہے

بہاجاتا ہی سارا جسم روتے روتے فرقت مین
مری تلی مین شاید ہدموبانی ہی پانی ہے

ملین کیا ہی ہمارے اُنکے فرق مشرق و مغرب
یہان ہی صبح پیری کی وہان شام جوانی ہے

وہ فریاد و فغان عاشق کی سنکر طعن سے بولے
کہ ہے آواز مین طاقت یہ کیسی ناتوانی ہے

فصاحت کی غزل تعریف کے قابل نہین یکسن
سخن فہمونکی یہ ذرہ نوازی مہربانی ہے

دو چار آنکھین ہوئین تو تھے یہ آج اک یار جانی سے
خدا محفوظ رکھے ہر بلائے آسمانی سے

چھکا دے ابتواے ساقی شراب ارغوانی سے
زبان مین میری کانٹے پڑگئے تشنہ دہانی سے

تری آنکھونکی کیفیت ہی جوش جوانی سے
کوئی ساغر بھرے جیسے شراب ارغوانی سے

سنایا مین نے حال زار جب اپنا تو وہ بولے
بس اب موقوف رکھئے دل بھر آیا ہی کہانی سے

جیے تو کیا جیے ہو کر اسیر قید تنہائی
خضر باز آئے ہم ایسی حیات جاودانی سے

یقین ہی گردش چشم حسینان سے نہ چھوٹے گا
اگر بچ بھی گیا کوئی بلائے آسمانی سے

مرے رونے سے بھڑکی اور بھی آتش فرقت
غلط مشہور ہے یہ آگ بجھ جاتی ہی پانی سے

جفائین یار نے چھوڑین فلک نے پیسنا چھوڑا
غرض دونون یہ عاجز آئے میری سخت جانی سے

نہین غنچے چٹکتے ہین چمن مین صبحدم یارب
یہ تیری حمد کرتے ہین زبان بیزبانی سے

وہ دردآمیز باتین ہین جو چلتے وقت کہدی تھین
بھر آیا اُنکا دل قاصد کے پیغام زبانی سے

فصاحت جب ہوا گرم سخن مین باغ مین جاکر
ہوے دم بلبلونکے بند میری خوش بیانی سے

وہ شب کو میری قبر پہ کیا چال چل گئے
صدہا چراغ نقش کف پا کے جل گئے

دل ہو گیا تباہ نہ اعضا نے کی مدد
کیا ساتھ دین پرائے جب اپنے نکل گئے

گرم آہ قیس محمل لیلی پہ جب پڑی
دو چار پردے اڑگئے دو چار جل گئے

بیمار اُنکے ہاے سسکتے تھے سیکڑون
وہ آئے سینے دیکھ لیا دم نکل گئے

گر ہی یہ کہنگی تو فلک پھٹ پڑینگے کل
خیر آج میری آہ نے رو کا سنبھل گئے

عاشق جو کوئے یار کے آئے میان حشر
منھ پھیر کر جنان کیطرف سے نکل گئے

کہتی ہی شمع بزم مین طرفہ ہے یہ حسد — اپنا فروغ دیکھ کے ہم آپ جل گئے
ساحل سے یہ حباب کا جھرمٹ نہین رواں — آئے تھے دیکھتے ہوے تم کو نکل گئے
رفتہ ہے چارہ گر کو نہ سینے تھے دل کے زخم — ڈھڑا یہ مل گیا تو سب ارمان نکل گئے
نالہ مہیب تھا یہ ہمارا شب فراق — معشوق اک تمھارے سوا سب دہل گئے
کل پھینک دے گا ابلق ایام دیکھنا — تھا ہوش آج گرنے نہ پائے سنبھل گئے
کھائے سگ وہانے جو عاشق کے استخوان — اُف اُف بھی دونون کہنے نہ پائے کہ جل گئے
انکے گلے لگانے کی حسرت تھی وقت دفن — بیتاب ہو کے ہاتھ کفن سے نکل گئے
طرفہ ہے قبر عاشق گیسو پہ روشنی — آکے شب کو سانپ من اپنے اگل گئے

کس محکمہ مین جاکے فصاحت کرین رجوع — دیوان کے خزانے سے مضمون نکل گئے

تیر نگاہ یار عجب طرح چل گئے — دل مین مرے در آئے جگر سے نکل گئے
تاثیر کی گلون پہ یہ بلبل کی آہ نے — گلیون مین چاک کرکے گریبان نکل گئے
زاہد نے ہم نے کعبہ مین دیکھا جمال دوست — سجدے مین منھ کے بل وہ گرا ہم سنبھل گئے
عریان جو دیکھا شمع کو پروانے رشک سے — تھوڑے لگن مین گر کے مرے تھوڑے جل گئے
مژگان سے ابرون سے نگاہون سے کیا جون — نیزے بڑھے کمانین کھنچین تیر چل گئے
پوشاک سرخ اُسنے اُتار ہی جو باغ مین — کپڑے پھٹے ہوے تھے گلونکے بدل گئے
دہ زار تھے کسی نے جنون مین کیا جو قید — زنجیر سے صدا کی طرح ہم نکل گئے
آئے تو بیٹھتے ہی مرے دل کو کل دیا — جانے لگے جو وہ تو جگر کو مسل گئے
شاید مری لحد پہ طلسمی چراغ ہین — پہلے جلے تو بجھ گئے پھر بجھ کے جل گئے
وہ کھل کھلاکے تربت عاشق پہ ہنس پڑے — مرجھا گئی تھی پھولونکی جا بدل گئے
تنہا مین ایک سمت فلک ایک سمت وہ — اُسکی بچائی چوٹ تو وار اسکے چل گئے
کہتی ہی شمع ہم وہ گنہگار خلق ہین — کو جون مین دن کو لٹکے رہے شب کو جل گئے
جب جانین اپنی بزم سے اغیار کو اُٹھاؤ — ہم سے تھے غریب تمنے نکالا نکل گئے

گرنے ہی کو تھے شیشۂ مے طاق سے مگر
مستون نے کیا نگاہون سے روکا سنبھل گئے

دو گھونٹ بھی شراب نہ دی تو نے ساقیا
اے دیکھ میرا صبر ترا خم اُبل گئے

پروانونکا بھی طرز ہے عشاق مین نیا
دیکھا فدائے شمع ہوئے اور جل گئے

کسطرح لے گئے وہ کہ پہلو صحیح ہین
میرے دل و جگر یہ کدھر سے نکل گئے

بجس پڑا ہوا تھا جو فرقت مین خاک پر
آ گئے زلزلے مری کروٹ بدل گئے

دونون فصاحت آپکے قلب و جگر لئے
چوسر وہ کھیلنے مین نئی چال چل گئے

حجاب ہے رخ روشن دکھا نہین سکتے
وہ درمیان سے یہ پردہ اُٹھا نہین سکتے

یہ بوجھ حسرت و ارمان و آرزو کا ہے
کہ دوست میرا جنازہ اُٹھا نہین سکتے

جو ہنس پڑینگے تو حل ہوگا یہ معما بھی
کمر چھپا ہے دہن وہ چھپا نہین سکتے

پتہ مکان صنم کا نہ پوچھ اے قاصد
ہمین تو رشک ہے مانع بتا نہین سکتے

غش آگیا ہے مجھے انکے سامنے عمداً
رقیب بزم سے اتنا اُٹھا نہین سکتے

وہ میری قبر کو ٹھکراتے ہین کوئی کہدے
خطا معاف حضور اب جلا نہین سکتے

مسافران عدم کی خبر ملے کیونکر
مین یان سے جا نہین سکتا وہ آ نہین سکتے

رجوع یار کو اپنی طرف کرین کیا خاک
ہم اپنے دل ہی کو قابو مین لا نہین سکتے

نقاب چہرۂ جانان اُلٹ سکین کیونکر
خود اپنی آنکھ کے پردے اُٹھا نہین سکتے

جہان مین ہوگی کسیکو امید نعمت کی
یہان تو غم بھی فراغت سے کھا نہین سکتے

نزاکت انکی اب اس سے زیادہ کیا ہوگی
رکھا ہے حلق پہ خنجر پھرا نہین سکتے

علیؑ کا رعب نکیرین کو یہ قبر مین ہے
کھڑے ہین دور سے پاس آ نہین سکتے

کلام سن کے فصاحت کا کہتی ہین بلبل
کہ ہم یہ طرز یہ تقریر اُڑا نہین سکتے

کسی سے کیا کہین پیری مین جو کہ حالت ہے
نہ ہم وہ ہین نہ وہ دل ہے نہ وہ طبیعت ہے

غضب ہے عاشق و معشوق دونون ہین مجبور
ہمین وفا کی تو اُنکو جفا کی عادت ہے

مجال کیا ہی جو محفل مین آنکی بیٹھ سکون
نقاب اُلٹ کے اُدھر غیر کو دکھایا مُنھہ
جو روز حشر تم اٹھکھیلیون کی چال سے آؤ
سوال بوسہ پہ گالی کا جب سبب پوچھا
ہمارے شعر وہ پر درد ہین کہ کہتے ہین لوگ
گیا ہے جب سے اُدھر بھول کر نہین آتا
سہین تو آنکی جفائین سہی نہین جاتین

مثال شمع کھڑے رہنے کی اجازت ہے
حضور ہم بھی تو دیکھین کہ کیسی صورت ہے
پکارین اہل قیامت کہ یہ قیامت ہے
تو مسکرا کے کہا یہ تو میری عادت ہے
تجھے کسی نہ کسی سے ضرور اُلفت ہے
شباب بھی کوئی معشوق بیمروت ہے
گلا کرین تو برا ماننے کی عادت ہے

ہر اک نے ساتھ فصاحت کا فقر مین چھوڑا
شریک حال اگر ہے تو اک قناعت ہے

لہو یہ بے سبب آتا نہین اشکو نمین مل مل کے
کفن پھر کیا دیا جائے گا بعد مرگ اے مجنون
کسی عاشق نے شاید آنکھ اُٹھا کر اُنکو دیکھا ہے
چمن مین چہرۂ رنگین سے کس کے ہین یہ شرمندہ
بہت خوش ہو کے سیر باغ کو شداد آتا تھا
کسی گلشن مین پھول اس رنگ کا دیکھا نہین گلچین
اگر بھو کے بھی ہین تو زخم کاری کے ہین ہم بھوکے
اسی کو اتحاد عاشق و معشوق کہتے ہین
جب اُسکا ہاتھ مس ہوتا ہی اُنکے دست نازک سے
مشبک کر دیے تیر نگاہ قیس نے ایسے
گھر اُسکا پوچھ لینا اس پتہ سے جا کے اے قاصد
ہین اہل فیض اپنے فیض سے محروم دنیا مین
سمجھکر سی مرے زخمونکو اے جراح رشتہ سے
کسی کا وصل گردون سے کبھی دیکھا نہین جاتا

کہانتک ضبط آخر آبلے پھوٹے مرے دل کے
یہ کیون آہون سے پرزے دھجیان کرتا ہی محمل کے
گنہگارو نمین لکھے جاتے ہین نام اہل محفل کے
طلب کرتے ہین گل اُڑنے کی خاطر پر عنادل کے
جو آپہونچی قضا ارمان دلمین رہگئے دل کے
لیے ہین ہاتھ مین ٹکڑے ہین اپنے خون شدہ دل کے
جو پیاسے بھی ہین تو آب دم شمشیر قاتل کے
گرے گل برگ جتنے اُتنے پر ٹوٹے عنادل کے
چھپا کر اُنسے مین لیتا ہون بوسے دست سائل کے
کہ پردے صاف چلمن بن گئے لیلی کی محمل کے
لٹا کرتے ہین کس جا دن دہاڑے قافلے دل کے
کہ دریا مین ہی پانی اور ہین لب خشک ساحل کے
نہ نکلین پاس کے یہ ڈھر اکہین ارمان سب دل کے
حسد ہے بات بھی پیدا ہوئی گر لب سے لب ملکے

بپا ہے طرفہ ماتم نجد مین مجنوں نکلے لاشے پر
کہ میت بیچ مین ہو گرد ہین حلقے سلاسل کے

گنا ہونگے جو پرستش حشر کو ہو گی تو کہد ینگے
ہماری کچھ نہتھی تقصیر ہم قابو مین تھے دل کے

فصاحت ہے تمنا کربلا مین دفن ہونے کی
کہ خاک اپنا بدن ہو جائے خاک پاک مین مل کے

بزم عشاق ہی کیا جانین کدھر دیکھین گے
دل تو دیتا ہے گواہی وہ ادھر دیکھین گے

ہاتھ پہلو پہ رکھا اس سے کہ وہ کمسن ہین
سہم جائینگے اگر زخم جگر دیکھین گے

حشر پر وعدۂ دیدار ہے یہ تو کہیے
ہم کھڑے ہونگے جدھر آپ اُدھر دیکھین گے

وصل کی رات ہی سوئین نہ سر بام حضور
چشم انجم سے فلک تا بہ سحر دیکھین گے

یہ تو کھلجائے گا کس کس پہ نگہ لطف کی ہی
ہم بھی دیکھین گے اُدھر آپ جدھر دیکھین گے

ہین دورا ہے مین ادھر دیر اُدھر کعبہ ہے
یہ دل گم شدہ جاتا ہے کدھر دیکھین گے

کمسنی ہے تو نرالی ہین ضدین بھی اُنکی
مجھ سے فرماتے ہین ہم درد جگر دیکھین گے

ایک دل ایک جگر لایا تھا دونون چھینے
اب مرے پاس رہا کیا جو ادھر دیکھین گے

مجھ مین اور شمع مین ہوتی ہین یہ باتین شب ہجر
آج کی رات بچین گے تو سحر دیکھین گے

منھ جو موڑا ہے خفا ہو کے تو فرماتے ہین
اب زمانہ بھی پھرے تو نہ اُدھر دیکھین گے

بزم مین انکی اس اُمید پہ ہم بیٹھے ہین
کہ ادھر دیکھ چکین گے تو اُدھر دیکھین گے

کیا ہے پروانے کے جلنے پہ جو گریان ہوئی شمع
آپ بھی عشق حقیقی کا اثر دیکھین گے

یا علیؑ سنتے ہین آپ آئیے گا نزع کے وقت
ہاے دیکھین گے بھی تو ایک نظر دیکھین گے

دل جگر تھام لین ہاتھون سے یہ کہدے کوئی
کیا یہ ہین وہ مرے نالونکا اثر دیکھین گے

اپنے چہرے سے نقاب اُٹھے تو وہ غیرت مہر
گو نہین دیکھنے کی تاب مگر دیکھین گے

ہم بھی ہین غیر بھی ہی سامنے اس شوخ کے آج
پڑتی ہے کس پہ لگاوٹ کی نظر دیکھین گے

دوست سمجھاتے ہین بیکار فصاحت ہم کو
ترک کر دینگے جو اُلفت مین ضرر دیکھین گے

اے باغبان یہ چمن کی نہین آرزو مجھے
یان داغ دل سنگھاتی ہی پھولونکی بو مجھے

بس اک تیرے دید کی ہی آرزو ہے مجھے | سب بھول جاؤں نہین نظر آئے جو تو مجھے
نشہ مین مست ہوکے اگر لڑکھڑاؤں نہین | بڑھکر سنبھال لے ابھی دست سبو نے مجھے
بعد فنا جو مین نہین ملتا تو قبر پر | آآکے ڈھونڈھتی ہی مری آرزو نے مجھے
بلبل وہ ہون کہ لطف چمن ہی قفس مین بھی | لا لا کر صبا سونگھاتی ہی پھولو نکی بو نے مجھے
ظاہر مین بھی جمال دکھا اپنا اسطرح | جسطرح خواب مین نظر آیا تھا تو نے مجھے
گر ہے یہ انقلاب زمانہ تو کیا عجب | مین جسکو دوست سمجھون وہ سمجھے عدو نے مجھے
سنکر سوال دید وہ کہتے ہین طعن سے | موسیٰ تو لائے تاب نہ دیکھے گا تو نے مجھے
دامن جو اُڑکے دست رفو گر مین آگیا | ایما ہے کر دے قبل گریبان رفو نے مجھے
گر ذبح منھ کو پھیر کے قاتل نہ رحم آئے | لازم ہی اب نہین تجھے دیکھون نہ تو نے مجھے
نکلا گہر جو چشم صدف سے تو یہ کہا | جب آنکھ سے گرا تو ملی آبرو نے مجھے
جس انجمن سے ہائے نکالا گیا تھا مین | اے بیخودی وہین لیے جاتی ہی تو نے مجھے
قاتل نے اپنے کعبۂ ابرو کو چھوڑ کر | افسوس آج ذبح کیا قبلہ رو نے مجھے
آنکھین دم اخیر پھر آتا نہین ہو نہین | ہنگام نزع بھی ہے تری جستجو نے مجھے
پیکان تیر یار جو سینے مین رہ گیا | سمجھا کہ مل گیا دل بے آرزو نے مجھے
کہتا ہے آئینہ سے رخ صاف یار کا | مین تجھکو دیکھون آٹھ پہر اور تو نے مجھے

ہر دم یہی خدا سے فصاحت کی ہے دعا
پہونچا دے کربلائے معلی مین تو نے مجھے

لگا کے عطر جو گلشن مین یار تو نکلے | چمن سے ہوکے پریشان گلو نکی بو نکلے
وہ پائمال کرین دل تو آرزو نکلے | شگفتہ ہو جو یہ غنچہ ابھی تو بو نکلے
وہ ذبح کرتے ہین حائل ہو دامن شمشیر | غضب ہی دید کی کسطرح آرزو نکلے
رخ اُنکے کعبۂ ابرو کی سمت ہو دم نزع | جو دم بھی جسم سے نکلے تو قبلہ رو نکلے
یہ اتحاد ہی بلبل جو ہو قفس مین اسیر | خبر بہار کی دینے گلو نکی بو نکلے
غم فراق نے خونناب کر دیا ایسا | جو سینہ چاک ہو دل کی جگہ لہو نکلے

چمن مین یون تو ہین اے باغبان ہزارون گل — وہ پھول دے مجھے جسمین وفا کی بو نکلے
خود آرزو کا نکلنا تو کیا فلک کو ہو رشک — اگر زبان سے مری لفظ آرزو نکلے
کرامت اپنی جو فصل بہار دکھلائے — عجب نہین ہے جو کانٹون سے گل کی بو نکلے
مری لحد پہ نکلتا ہے اسلیے سبزہ — کہ سیر کے لیے شاید اُدھر سے تو نکلے
جو انجمن مین وہ نازک دماغ آجائے — مجال کیا جو گل شمع سے بھی بو نکلے
جو لڑکھڑاؤن بھی نشہ مین تو گردن خم ہے — جو ہچکون بھی تو زبان سے سبو سبو نکلے
ہمین تو آگئی باتون نے اور مارا ہے — خطا معاف ذرا پھر زبان سے تو نکلے
بہاؤن اشک کا دریا مین اپنی آنکھون سے — جو حکم دو تو حبابون سے آب جو نکلے
ہزار مجھ سے حسینان دہر چھپتے تھے — کیا خیال تو آنکھون کے روبرو نکلے
بڑھا ہے دست جنون سب گئے ہین گریبان چاک — مزا تو ہے اگر آج اے ہلال تو نکلے
درازی شب وصلت ہوا اسقدر یارب — نکل سکین جو سب ارمان تو آرزو نکلے

قصیدہ بھی جو فصاحت کسیکی مدح مین کہے
نہون وہ شعر گدائی کی جن سے بو نکلے

دل و جگر ہین محبت مین صدمہ پائے ہوئے — یہ دو تم بھی ملے ہین تو چوٹ کھائے ہوئے
بچا ہی عشق سے ہم ہین جو خوف کھائے ہوئے — یہ ایک شعلہ ہے لاکھون کے دل جلائے ہوئے
چلے ہین گور غریبان کو روندنے گر آپ — ادھر بھی نازسے ٹھوکر کوئی لگائے ہوئے
جری وہ ہم ہین کہ لڑتے ہین دیو فرقت سے — قوی بھی وہ کہ ترے ناز ہین اُٹھائے ہوئے
اِدھر بھی حسن کی خیرات ایک بوسہ دو — کہ یہ فقیر بھی ہے آسرا لگائے ہوئے
یہی سمجھ کے ہلالون کو دیکھتے ہین لوگ — کہ طوق ہین تری منت کی یہ پڑھائے ہوئے
کوئی یہ کوچۂ جانان کی رہروون سے کہے — پڑا ہوا ہے مرا دل ذرا بچائے ہوئے
وہ بیقرار تھا دم بھر نہ مین ٹھہر سکتا — لحد نہ رکھتی جو آغوش مین دبائے ہوئے
برابر اور دونکو اپنے سے جان اے مغرور — کہ یہ سب ایک ہی صانع کی ہین بنائے ہوئے
غرور توڑ دیا دم مین بے ثباتی نے — حباب بھولتے پھرتے تھے سر اُٹھائے ہوئے

ملال و حسرت و ارمان و غم کو دے کے جگہ
مین دیکھیون آنکھین وہ مجھکو دیکھ لین ابی بت
بتونکو کرتے ہو سجدہ برہمنو ناحق
جواب سایہ نے میری فروتنی کا دیا

ہم اپنے دل کی ہین بستی الگ بسائے ہوئے
ابھی ٹھہر کہ عیادت کو ہین وہ آئے ہوئے
یہ وہ خدا ہین جو بندون کے ہین بنائے ہوئے
مین خم ہوا ہون تو یہ بھی ہے سر جھکائے ہوئے

جو دیکھ پائے ہین داغ جگر فصاحت کے
حیا سے مہر درخشان ہین منھ پھرائے ہوئے

مرا اللہ اُٹھے کیا جسم ایسا زار و لاغر ہے
ہوے بر حال اعلیٰ کا تو ادنیٰ سے بھی بد تر ہے
عبادت کو جو آیا ہے تو پیتا جا صبوحی بھی
خدا سے ڈر کفن کی حرص مین میت نہ عریان کر
ہوے برسون کہ نیند آئی نہین شبہائے فرقت مین
چھپاتا ہون مین اپنے مردم دیدہ سے بھی اُنکو
ہمارے اور اُسکے دلکی صورت ایک ہے لیکن

نظر آتی نہین میت فقط بستر ہی بستر ہے
گدا کی ٹھوکرون مین بادشہ کا کاسہ سر ہے
ہمارا میکدہ اے شیخ مسجد کے برابر ہے
وہی لیجا ارے نباش جو تربت پہ چادر ہے
جو آئی بھی ہو تو ضد سے مری آنکھون کے باہر ہے
اِدھر یہ ہین اُدھر وہ بیچ مین اشکونکی چادر ہے
جو فرق باطنی پوچھو یہ شیشہ ہے وہ پتھر ہے

کرین ہم فخر جتنا اے فصاحت ہمکو زیبا ہے
وہ ہے افسر ہمارا سب حسینونکا جو افسر ہے

ویسی ہی کیون برش تری تیغ نظر مین ہے
آٹھون پہر جو موت ہماری نظر مین ہے
سوزش کے بدلے ہوگئے زخم جگر خنک
ہے فال بد جو روتے ہین احباب بعد مرگ
چھوڑا نہ مجھکو گردش قسمت نے عمر بھر
کہتی ہین بلبلین کہ قفس تنگ ہے تو کیا
جراح میرے دل مین بھی ناسور پڑ گئے
کس کس کو یاد کیجیے یاران رفتہ مین

کیا اور کوئی زخم بھر آیا جگر مین ہے
ہر دم کفن بندھا ہوا اپنی کمر مین ہے
قاتل ہوا اے سرد جو تیرونکے مین ہے
کیا جانتے نہین کہ مسافر سفر مین ہے
اب پاؤن تھک گئے ہین تو ویرانہ سر مین ہے
وسعت ہر ایک صحن چمن کی نظر مین ہے
تو فکر چارہ سازیِ زخم جگر مین ہے
کیا کہیے کون کون ہماری نظر مین ہے

عاشق اگر تو نکاہی تو مال صرف کر
پتھر کو موم کرنے کی تاثیر زر مین ہے

خانہ نشین ہو طائر قبلہ نما کی طرح
ہے دار رہ کھنچا اگر اپنے ہی گھر مین ہے

سیر طلسم دہر ہے کیا چشم جام کو
دیکھو کہ ساری گردش دنیا نظر مین ہے

کل یون نہ دیکھتے تھے مجھے تم خطا معاف
کیا جانین آج کون تمھاری نظر مین ہے

آیا وہ مہ نکیون ہو فصاحت مقام فخر
اک چاند آسمان پہ ہے اک میرے گھر مین ہے

غم نے یہ اس پری کے کیا ناتوان مجھے
سایہ پر ہما کا ہے بار گران مجھے

دیکھا ہے ہجر مین کبھی نالہ کنان مجھے
اے رعد کیا سناتا ہے اپنی فغان مجھے

جن لوگون نے بنائے تھے قصر اپنی زیست مین
ملتا نہین انھین کی لحد کا نشان مجھے

دکھین وہ کون دن ہو کہ مجھ بادہ خوار سے
واعظ کہے کہ مے کی بتا دو دکان مجھے

رکھدون گلے کو تیغ پہ ہے شوق اسقدر
اپنی زبان سے کہدے وہ قاتل جو ہان مجھے

جھپکا کے پلکین آپ نہ ابرو چڑھائیے
دکھلائیے نہ غیظ مین تیر و کمان مجھے

شاید عدم مین یاد کیا دوستون نے آج
آتی ہین وقت نزع کے جو ہچکیان مجھے

آہین جو مین نے کین قد و گیسو کی یاد مین
گلشن مین سرو بھی نظر آیا دھوان مجھے

دانا ہو مین زمین پہ مشہور ڈر یہ ہے
پیسین نہ آسیا کی طرح آسمان مجھے

زلف سیہ نہین رخ رنگین یار پر
دکھلا رہی ہے آتش گل بھی دھوان مجھے

کہتا ہے فخر کرکے یہ ہر روز بام یار
احمد نے کیا ہے دہم آسمان مجھے

پھر لطف عندلیب سے کچھ گفتگو کا ہو
غنچے کی ہے صدا جو خدا دے زبان مجھے

محشر مین جمع ہونگے جو احباب مر گئے
منزل پہ مل ہی جائیگا یہ کاروان مجھے

کیجیے ظہور جلد فصاحت کی ہے دعا
دیدار آپکا ہو امام زمان مجھے

چشم بد ڈالی تھی اُن آنکھونپہ اک دن نور سے
اس سبب سے دیدۂ نرگس ہے خالی نور سے

مست کردے ساقی اپنی نرگس مخمور سے
کام کیا میری زبان کو بادۂ انگور سے

رخ کو خط کو چشم کو قد کو ترے کیا دین مثال
ہجر سے وحشت کدے مین یون ہی میرے پاس شمع
ہر گہر غلطان زمین پر ہو کے دیتا ہے صدا
روے روشن کو ترے کیا مہر سے ہم دین مثال
ہجر کے غم کا نہ کہہ بار گران عاشق پہ یار

پھول سے ریحان سے نرگس سے نہال طور سے
دیدۂ غول بیابان جیسے چمکے دور سے
عشق دندان جسکو ہے خالی نہین ناسور سے
اسکی خلقت نار سے ہے اسکی خلقت نور سے
بوجھا اتنا دے کہ جتنا اٹھ سکے مزدور سے

اے فصاحت بام پر جس شب وہ الٹینگے نقاب
داغ کھائے گا قمر اُن عارضون کے نور سے

دن جوانی کے جو گذرے رنگ محفل اور ہے
مجھ سے سچ سچ کہدے تجھکو اپنے ہی سر کی قسم
دیکھے یہ فقرہ انکھین پہلو مین پھر بہلا لیا
دل کبھی ایسا نہین مجھ عاشق جانباز کا
اے خیال یار کیون ہر وقت تو رہتا نہین
گو کہ ملتا ہے جگر کے بھی مرے پینے مین مزہ
جو دوا کرتی ہی مجھکو نفع اسکو ہے مضر
تجھکو اے فصاد وہ نشتر تو ممکن ہی نہین
جسکے اک گوشہ مین تو آجائے نسبت اس سے کیا

آنکھین میری اور ہین مین اور ہون دل اور ہے
تیرے گیسو مین مرے دل سا کوئی دل اور ہے
تم ہو جیسا ہے چکے دیسا ہی اک دل اور ہے
تیری پامالی سے جو بچتا ہے وہ دل اور ہے
کیا کوئی زینت دہ کاشانۂ دل اور ہے
پر تری لذت کچھ اے بیتابیِ دل اور ہے
میرا آزار اور ہے بیماریِ دل اور ہے
کیا بتاؤن نیشتر سے ہر رگِ دل اور ہے
اے فضاے دہر میری وسعتِ دل اور ہے

لے کے سینہ سے فصاحت کے منھ اپنا دیکھیے
آئینہ ہے اور یہ آئینۂ دل اور ہے

دیکھکر وہ خط یہ بیخود ہو گئے
اب کی سال اتنے شرابی ہو گئے
مین وہ عاشق تھا کہ میری قبر پر
دل لگا کر حال دل اسنے سنا
جا کے خود پینے لگے واعظ شراب

باغبان کانٹے چمن مین بو گئے
میکدہ مین آئے دس تو دو گئے
وامق و فرہاد و مجنون رو گئے
آج سارے قصے فیصل ہو گئے
بند کرنے خوب رند و نکو گئے

صدمۂ و اندوہ و غم مرنے کے بعد
دوست تھے آکر لحد پر رو گئے

مجھ کو ٹھوکر سے جلایا بعد مرگ
میرے حق مین تم مسیحا ہو گئے

منفعل ہو کر جو روے حشر کو
جتنے عصیان تھے ہمارے دھو گئے

عشق کے کوچہ مین بربادی ہے کیا
آئے جو اس راہ مین کچھ کھو گئے

وصل مین جاگے جو ہم چونکے نہ وہ
جب ہوے بیدار وہ ہم سو گئے

ہمنے تو جان و دل و ایمان دیا
ایک بوسے پر خفا تم ہو گئے

ڈھونڈھ کر کہتے ہین کوے یار مین
دل کو ہم آکر یہین پر کھو گئے

ہے عجب دلچسپ جا شہر عدم
وان سے اک آیا یہان سے دو گئے

عمر آخر تھی کہ غفلت چھا گئی
رات تھوڑی جب رہی تو سو گئے

اے فصاحت یہ لطافت کا ہے فیض
شاعرون مین ہم بھی شامل ہو گئے

پاؤن دھو کر جو مرا حور شمائل اُٹھے
شور تعریف و ثنا کا لب ساحل اُٹھے

اسطرح کی مے دلخواہ پلا دے مجھ کو
میکدے سے کبھی ساقی نہ مرا دل اُٹھے

روز غیرونکے تو گھر دوڑ کے جلتے ہین آپ
آج آنے کو یہان پاؤن بمشکل اُٹھے

دھوپ مین چند قدم گھر سے اگر تو نکلے
ابر سایہ کے لیے اے مہ کامل اُٹھے

لے ملائک پس مردن بھی وہین قبر بنے
کوچۂ یار سے پہلے جو مرے گل اُٹھے

حسرت دید مین مدت سے یہان بیٹھا ہے
تیری درگاہ سے محروم نہ سائل اُٹھے

کیا مرے قتل پہ کھائی ہے قسم قرآن کی
آپ شمشیر کو کیون کر کے حمائل اُٹھے

تیزیان ہین ترے ابرو کی غضب اے قاتل
دیکھ لے خواب مین بھی کوئی تو گھائل اُٹھے

جل کے دل بزم رقیبان مین ہی کرتا یون آہ
کہ دھوان شمع سے جیسے سر محفل اُٹھے

ناتوانی مین عجب پائی نشست و برخاست
ضعف سے بیٹھ گئے ہم تو بمشکل اُٹھے

چشم جادو سے صنم ہو جو فصاحت مشہور
ہفت اقلیم سے نام چہ بابل اُٹھے

تیغ قاتل کاٹتی ہے کب مرا سر دیکھیے	ای خدا ہوتی ہے کس دن یہ مہم سر دیکھیے
باغ مین تسلیم کرتا ہے صنوبر دیکھیے	بندۂ آزاد بھی حاضر ہے بھر کر دیکھیے
بیکسی کہتی ہے قبر عاشق کی آکر دیکھیے	شامیانہ چرخ کا شبنم کی چادر دیکھیے
جبہہ سائی آپکی در پر یہانتک مین نے کی	ہو گیا صاف آئینہ چوکھٹ کا پتھر دیکھیے
ہم ہین دریا نوش اے پیر مغان شک ہو اگر	امتحان کیواسطے دو چار خم بھر کر دیکھیے
کس خوشی سے قتل گہہ مین آپ کو سر دیدیا	گو کہ مفلس ہین مگر دل ہے تونگر دیکھیے
جھانکنے کا آپکے دلمین بھی دھیان آیا نہین	آنکھین دکھلانے لگا ہے روزن در دیکھیے
آپکا غصہ ہے بیجا کیا کرون تعریف حسن	جب نگہ ٹھہرے نہ اس رخ پر تو کیونکر دیکھیے
قبر مین عاشق سے کہتے ہین مبشر اور بشیر	کھولیے آنکھین بہت دلچسپ ہے گھر دیکھیے
منعمونکا مال ہے اور ونکی خاطر بعد مرگ	جبر سے ملتی ہے اک دو گز کی چادر دیکھیے
ہون وہ بلبل کرتے ہین صیاد بربادی فکر	ذبح کرکے بھی اڑاتی ہین مری پر دیکھیے
عشق جب آیا مرے دلمین نکالے سب ہوش	ہو چکے ہشیار اب جاتے ہین ہم گھر دیکھیے

ہجر ہمکو غیر کو ہو وصل دلبر کا نصیب
اے فصاحت جو دکھائے یہ مقدر دیکھیے

وہ اپنے دل سے کدورت جدا نہین کرتے	خط غبار مین کب خط لکھا نہین کرتے
گئے تھے غیر کے گھر شب کو کیا بتاؤ تو	حیا سے پردے مین ہو سامنا نہین کرتے
بہار آئی ہے دست جنون بہت ہے دراز	اسی سے چاک گریبان سیا نہین کرتے
فقط ہمین پہ یہ ظلم و ستم رہے اے یار	ہمارے بعد کسی پر جفا نہین کرتے
تواضع انسے ہے جنکو ہین منکسر پاتے	غرور جنکو ہے انسے جھکا نہین کرتے
اٹھاکے بار غم ہجر دل یہ کہتا ہے	طبیعت آئی کسی پر تو کیا نہین کرتے
گلونپہ دیکھ کے شبنم وہ صبح کو بولے	جو رو دیے ہون ہم انسے ہنسا نہین کرتے
ضعیفی آئی کرو مغفرت کی اس سے امید	سحر کا وقت ہے اب بھی دعا نہین کرتے
وہ صید ہون کہ لپٹے کباب پر ڈورے	مرے پہ بھی وہ جلا کر رہا نہین کرتے

فصاحت آکے مرے گھر تلک جو پھر گئے وہ
قصور بخت ہے اُنسے گلا نہین کرتے

بلند اے دل اگر ایسی آہ آتشبار ہو جائے
مثال تیر غیرون کے جگر سے پار ہو جائے

خجل ہون مین بس مردن گنہ کا بار ہی مجھپر
نکیون دوش احبا پر جنازہ بار ہو جائے

اگر تم گھر سے نکلو یہ خریدارونکی کثرت ہو
ابھی ہر ایک کوچہ مصر کا بازار ہو جائے

اگر لکھنے مین اُنکے افعی گیسو کا دھیان آئے
زبان کلک ڈسنے کو زبان مار ہو جائے

مکر جائے نشانہ گر بنا کر مجھکو وہ قاتل
گواہی کو ابھی گویا لب سوفار ہو جائے

اگر ہون زیست سے مین زار عاجز عشق ابرو مین
گریبان ذبح کرنیکے لیے تلوار ہو جائے

نظارہ چشم جانان کا بلائے جان ہی انسان کو
اگر اچھا بھلا بھی ہو تو وہ بیمار ہو جائے

فلک سے جیتے جی میری تمنا ہی تو اک یہ ہی
کہ مرکر خاک میری خاک کوے یار ہو جائے

چلا ہی کوچۂ گیسو مین دل شانہ یہ کہتا ہے
بہت ہی پر خطر رستہ کہو ہشیار ہو جائے

مین دریاے شہادت پیر نکلون آج مقتلمین
خدا چاہے تو دم بھر مین یہ بیڑا پار ہو جائے

عوارض کے الم اب اُٹھ نہین سکتے فصاحت سے
مدد اُسکی جناب عائد بیمار ہو جائے

اگر آہ پر اثر اسطرح کی منھ سے نکل جائے
کہ وہ یار آج میرے گھر سے جانیکو ہی کل جائے

بوقت نزع بھی ہی انتظار اُس رشک عیسی کا
تعجب کیا جو میری روح آنکھونسے نکل جائے

بہت بھڑکی ہوئی ہی آتش گل باغمین ابکی
کہین بلبل چمن مین آشیان تیرا نہ جل جائے

سدا رہتے ہین بے برگ و ثمر وحشی زمانہ مین
نہ دیکھا شاخ آہو کو ہری ہو جائے پھل جائے

خدایا وہ بھی دن آئے کہ ہم بسمل ہون مقتلمین
ہماری آرزو بر آئے اُنکا دل بہل جائے

وہ شاہ حسن تخت سلطنت پر آج بیٹھے گا
چنور تار شعاعی کا کہو خورشید جھل جائے

ہجوم عام ہی اُس کوچۂ گیسو مین ڈرتا ہون
نہ میرا دل کہین اغیار کے دل سے بدلجائے

فصاحت اسطرح کے شعر کہنا چاہیئے تم کو
کہ ہر منصف کے منھ سے واہ کا نعرہ نکل جائے

قضا آتی ہی صبح وصل جب تکبیر ہوتی ہے
موذن کی صدا حق مین ہمارے تیر ہوتی ہے

جنون مین زار ہون کیون قید کی تدبیر ہوتی ہی
مجھے تو چین فرش خواب اک زنجیر ہوتی ہے

مرے اشعار سنکر کیون دل حاسد نہ کٹ جائین
ہر اک بیت غزل گویا کھنچی شمشیر ہوتی ہے

ہزارون دور ساغر ہو گئے ساقی نگہ مین نے
نہ پایا جام ایسی گردش تقدیر ہوتی ہے

مرے قاتل کا ایسا رعب چھا جاتا ہی مقتل مین
اجل پوشیدہ زیر دامن شمشیر ہوتی ہے

وہ عاصی ہون کہ میری چشم گریان ابر رحمت ہے
مین دھو دیتا ہون جب فرد گنہ تحریر ہوتی ہے

جلے محفل مین پروانے تو رو لی شمع بھی شب بھر
اگر عشق حقیقی ہو تو یہ تاثیر ہوتی ہے

جہان مین بی ثباتو نیز بھی اک ظالم مسلط ہے
حبابونکے سرون پر موج کی شمشیر ہوتی ہے

زمانہ جسکو دھوکے سے شب دیجور سمجھا ہے
سیہ بختی ترے عاشق کی عالمگیر ہوتی ہے

مرقع مین جہان کے یون ہوئین حیرت زدہ ساکت
کہ جیسے صفحہ تصویر پر تصویر ہوتی ہے

طمع کہتی ہے چل فکر معیشت کر نہ بیٹھا رہ
بڑھاؤن پاؤن کیونکر شرم دامنگیر ہوتی ہے

بگولا میری مٹی کا پس مردن بنا یا نہین
پھرا کرتا ہی جبتک گردش تقدیر ہوتی ہے

قصاحب غیبت صاحب مین بھی ہی نفع تشیعو نکو
نہان گو ابر مین ہو مہر پر تنویر ہوتی ہے

اللہ اللہ یہ فضا کیا کوچۂ جانانہ ہے
گلشن شداد جسمین سبزۂ بیگانہ ہے

لے کے زاد راہ چل گر عاقل و فرزانہ ہی
کوئی رہنے کا نہین دنیا مسافر خانہ ہے

بزم مین جو شب کو نور عارض جانانہ ہے
شرم سے منھ شمع کا ڈھلکے ہوے پروانہ ہے

عشق صادق جسکے دلمین ہو اُسکو قدر ہے
قیس کو مجنون جو کہتا ہے خود دیوانہ ہے

فصل گل مین اک جگہ کی کچھ خصوصیت نہین
چار بیکش جمع جس جا ہون وہی میخانہ ہے

آکے بھٹکے ہین دو راہے مین آہی کیا کرین
کس طرف جائین ادھر کعبہ اُدھر بتخانہ ہے

ساقیا مجھ مست کے ہر ظرف مین بھر دے شراب
خم ہے شیشہ ہی سبو ہی جام ہے پیمانہ ہے

قبر عاشق پر نہ آئے فاتحہ پڑھنے کبھی
کوئی اون سا بھی جہانمین بیوفا بیگانہ ہے

گوش دل سے حال مجھ عاشق کا سن تو تو ذرا
جس سے نیند آجائیگی تمکو یہ وہ افسانہ ہے

اہل دنیا کو نہین فکر مآل کار کچھ
سب کے سب مست ہین جسمین یہ وہ میخانہ ہے

حشر کو آکر کہیگی روح میرے جسم مین
مدتون جسمین رہی تھی مین یہ وہ کاشانہ ہے

کفر پر مائل ہے جو اسلام کے پردے مین شیخ
کعبہ کو جاتا ہے لیکن منھ سوے بتخانہ ہے

ساکن ملک عدم دنیا مین آئے اسلیے
دیکھلین اسکو بھی آبادی ہے یا ویرانہ ہے

عشق سے بھی نام رہتا ہے فصاحت دہر مین
قیس کا ابتک زبان خلق پر افسانہ ہے

حُسن مین یکتاے عالم وہ بت گلفام ہے
جس سے بڑھکر اے دل شیدا خدا کا نام ہے

آج آزردہ جو مجھ سے ساقی گلفام ہے
میکشو اب زندگی کا بھی لبالب جام ہے

یار بھی اِسوقت آجاے تو کیسی ہو بہار
ابر ہے گلشن ہے مے ہے ساقی گلفام ہے

مدحت ابرو مین ہمنے شعر جب اُسکو سناے
کہدیا سر پر لگا کر تیغ یہ انعام ہے

گلشن جنت ہے تیرے گھر کا صحن اے رشک حور
عرش اعلی جسکو کہتے ہین وہ تیرا بام ہے

مائل دیدار حسن آنکھین ہین دلکی کیا خطا
کوئی آفت مین پھنسا ہے کوئی بدنام ہے

عشق کہتے ہین جسے وہ ہے مرض کی ابتدا
ہجر کہتے ہین جسے اک موت کا پیغام ہے

اُنکے رخ کو سورۂ والشمس کہنا چاہئے
چاند سے تشبیہ ناقص ہے تو اس سے تام ہے

عاصیونکے پاس کیا جز انفعال و التجا
بخش دینا اے مرے غفار تیرا کام ہے

خاک مین مجھ کو ملا کر موت دیتی ہے صدا
دیکھ جو آغاز تھا تیرا وہی انجام ہے

اے ہوس خواہش اکسیر کچھ باقی نہین
جب سے پہلو مین فصاحت کے وہ سیم اندام ہے

شب وصال ہے کیا حسن یار دیکھینگے
نگہ ٹھہر نہ سکے گی ہزار دیکھین گے

ضرور نزع مین آئے گا یار دیکھینگے
جو زندگی ہے تو فصل بہار دیکھین گے

بٹھا کے غیر کو پہلو مین اُسنے مجھ سے کہا
ہم آج دل کا تری اضطرار دیکھین گے

زمانہ ماہ رجب مین ہے دیکھتا قرآن
ہم ایک مصحف رخسار یار دیکھین گے

پسند آئیگی لڑکونکو میری بربادی
اُڑا اُڑا کے یہ مشت غبار دیکھین گے

ہان بدن مین ہو قاتل کے سبز جوڑا آج — ہرے ہین زخم یہان بھی بہار دیکھین گے
گیا شباب کا عالم ضعیفی آ پہونچی — وہ نشہ دیکھ چکے یہ خمار دیکھین گے

قطعہ اس سے ہین اشتیاق مرگ کا ہے
کہ پنجتن کو دم احتضار دیکھین گے

خون کا دریا روان جو کہ چہ قاتل مین ہے — لطف ہی سیر اک کا عالم ہر اک بسمل مین ہے
ذبح کی لذت کہون کسطرح دلکی دل مین ہے — منہ بھر لینے کی عادت خنجر قاتل مین ہے
واعظا صحبت سے تری ہی ہمین نفرت کمال — آئین کیا ہم غیبت پیر مغان محفل مین ہے
چھپ کے عاشق سے کہان جائیگی ای لیلی بھلا — چشم مجنون کا ہر اک پردہ تری محمل مین ہے
جام مے سنکر پڑی ہی لب دلدار تک — مرکے بھی تاثیر یہ مجھ بادہ کش کی گل مین ہے
ابر مژہ پر زخم کا جو نیر تو پڑا ہے وقت ذبح — ایک خنجر اور ظاہر خنجر قاتل مین ہے
زاہد و آتے تو ہو چھپ چھپ کے میخانہ مین تم — اسکو تو اللہ جانے جو تمھارے دل مین ہے
طائر رنگ حنا مضطر ہے اڑ سکتا نہین — دام کیا پھیلا لکیرونکا کف قاتل مین ہے
دیکھنا لیلی کو ہی مجنون تو آنکھون مین لگا — رتبۂ کحل البصر گرد پس محمل مین ہے
اے شکار افگن کرے تو ذبح تو کیونکر اڑے — باڑھ کا ڈورا گلوے طائر بسمل مین ہے
مہر جو کا ظلم سے اسواسطے کرتا ہی عذر — رات بھر گلگیر پاے شمع سر محفل مین ہے
شیخ کعبہ مین بلاتا ہی برہمن دیر مین — دل بھٹک کر کسطرف جائے بڑی مشکل مین ہے
چل بسے احباب تنہا سے مین نالان رہگیا — قافلہ تو بڑھ گیا لیکن جرس منزل مین ہے
بعد مردن بھی فلک نے در بدر رکھا مجھے — میری مشت خاک کا کاسہ کف سائل مین ہے
غیر سے ملنا تو چھوٹا شکر کرنے کی ہی جا — رشک یہ بھی ہی کہ تیری یاد اسکے دل مین ہے
خوف دام و صرصر و صیاد و گلچین و خزان — ایک جان بلبل شیدا عجب مشکل مین ہے
کاتب اعمال کے مضمون دل سے کیون نہو لکھ — صاف لکھ لیتا ہی جو نیکی ہماری دل مین ہے

قطعہ اسے آسمان بر بادہ نو کو دیکھکر
ہو گیا ثابت مجھے خنجر کف قاتل مین ہے

سُرخ ہو جاتا ہی مُنھ جبکہ عتاب آتا ہے
غصہ چہرہ پہ ترے بنکے نقاب آتا ہے

ساقیا جھوم کے اسطرح سحاب آتا ہے
جسطرح مست کوئی پی کے شراب آتا ہے

کوئی آتی ہی بلا یا کہ عذاب آتا ہے
جب حسینون پہ دل خانہ خراب آتا ہے

ہاے کیا تنگ ہون دونون کے تغافل سے مین
موت آتی ہی شب ہجر نہ خواب آتا ہے

لاکھ احباب کو چلاتے ہین جا کر سر قبر
نہ خبر ہوتی ہی مطلق نہ جواب آتا ہے

واعظو آپ نہین جا کے یہ پیتے ہین شراب
شوق مستونکا بڑھانے کو سحاب آتا ہے

جوش الفت دل پُر داغ پہ ہر ہے بہتے ہین اشک
تازہ پھولون سے یہ کھنچ کھنچ کے گلاب آتا ہے

وصل اُس پردہ نشین کا ہو میسر کیونکر
اپنے سایہ سے بھی خود جسکو حجاب آتا ہے

گو لڑکپن ہی پہ فتنے وہ بپا کرتے ہین
خیر ہو خیر ہو یارب کہ شباب آتا ہے

سادہ کاغذ جو لفافہ مین وہ رکھدیتے ہین
ہے یہ ایما کہ مجھے صاف جواب آتا ہے

بے ثبات آئے ہین اسطرح زمانے مین ہم
دم کے دم جیسے کہ دریا مین حباب آتا ہے

نوجوانو نہ کرو ناز نہ تن تن کے چلو
عہد پیری بھی لیے ساتھ شباب آتا ہے

آئینہ دیکھتے ہین اُٹھ کے جو صبح شب وصل
اپنی صورت سے اُنھین آپ حجاب آتا ہے

نرم بستر شب وصلت کا نہ بھولے گا کبھی
جب مین کرتا ہون تصور مجھے خواب آتا ہے

در میخانہ پہ ہم بیٹھے ہین پیاسے دیکھین
جام آب آتا ہی یا جام شراب آتا ہے

بے طلب رزق عطا کرتا ہے مجھے اے رب کریم
ہاتھ پھیلانے سے بندے کو حجاب آتا ہے

قول بیتابیٔ دل ہی کہ چلا چل تو ہی
ضبط کہتا ہے ٹھہر خط کا جواب آتا ہے

مست نکلے در میخانہ کھلا آئی بہار
دیکھین یہ جاتے ہین پہلے کہ سحاب آتا ہے

بزم رندان بھی کوئی جاے ادب ہی شاید
سر جھکائے ہوئے مینا سے شراب آتا ہے

تا قیامت نہ کھلی آنکھ لحد مین جا کر
سچ ہے ملتا ہے جب آرام تو خواب آتا ہے

اے جسارت ترے اعمال ہین کس گنتی مین
خوف کیا آئے اگر روز حساب آتا ہے

زیادہ دل تو ہمارا اسی پہ جلتا ہے
خبر اُسیکو نہین جسپہ دم نکلتا ہے

مرے مزار پہ جس شب چراغ جلتا ہے
بجھانے کے پیے جھونکا ہوا کا چلتا ہے

تپ درون سے پس مرگ جسم جلتا ہے
سبب یہ ہی جو لحد سے دھوان نکلتا ہے

غضب ہے قہر ہے آہ شرر فشان میری
بلند ہو تو ابھی آسمان جلتا ہے

گرے پسینے کے قطرے جب انکے گیسو سے
ہوا یقین مجھے سانپ زہر اُگلتا ہے

مزاج یار دکھا تو بھی اپنی نیرنگی
بہت نئے نئے رنگ آسمان بدلتا ہے

مین دل جلا دم گریہ نہ کیون کرون آہین
بجھے جو آگ زیادہ دھوان نکلتا ہے

ہے انکی زلف مین یون داغ دل مرا روشن
اندھیری رات مین جیسے چراغ جلتا ہے

خراش زخم جگر مین عجیب لذت ہے
نہ باز آئینگے جبتک کہ ہاتھ چلتا ہے

کمال شوق ہی دیدار روے قاتل کا
کہ بعد ذبح بھی آنکھون سے دم نکلتا ہے

گیا مین سوختہ تن جب کہا یہ دوزخ نے
مین کیا جلاؤن اُسے یہ تو آپ جلتا ہے

بدن سے روح نکلتی ہی جب شب فرقت
تو جانتا ہون کہ ارمان مرا نکلتا ہے

تمھارے آنیکا ہے انتظار نزع مین بھی
یہی سبب ہی جو رُک رُک کے دم نکلتا ہے

حسب فرمائش جناب سبل	ڈرو نمین تیرگی گور سے فصاحت کیا ہر ایک داغ جگر مثل شمع جلتا ہے	محمد جعفر صاحب متخلص بہ اُمید

دشمن ہون گرد قسمت اہل سخن مین ہے
بتیس دانت ایک زبان ہر دہن مین ہے

آئی خزان تو نوحۂ بلبل چمن مین ہے
شبنم مین گل ہی یا کوئی مردہ کفن مین ہے

کس درجہ جزرسی دل چرخ کہن مین ہے
تارے ہین یا چھپا ہوا جامہ بدن مین ہے

کیا موسم بہار کی مستی کا وصف ہو
جسکے بیان کرنے سے لغزش سخن مین ہے

کیا لکھ سکون کہ زلف کے مضمون ہین پیچ
پاے قلم بندھا ہوا گویا رسن مین ہے

یہ جل رہا ہون سوز محبت سے ہجر مین
گویا حریر شعلہ کا جامہ بدن مین ہے

تاریکی لحد سے تو گھبرا گیا تھا دم
کچھ دل ٹھہر گیا جو سفیدی کفن مین ہے

دریاے اشک شمع جو امڈا ہی بزم مین
پروانہ مثل ماہی مضطر لگن مین ہے

وہ خاکسار ہون کہ تعلی ہی بعد مرگ
میرا غبار دامن چرخ کہن مین ہے

مرنے پہ بھی نہ سوزش داغ جگر گئی
پھاہا جواب نامہ کے بدلے کفن مین ہے

نے کہہ رہی ہی یار کے قلیان کی دمبدم
اُس گل کے مُنھ لگی ہون تو خوشبو دہن مین ہے

لاغر ہوا ہون غم مین یہ اُس بحر حسن کے
مثل حباب جامہ ہی جامہ بدن مین ہے

بعد فنا ہی گردش لیل و نہار سے
تربت مین تیرگی تو سفیدی کفن مین ہے

اے قبر پوچھتے ہین مجھ اہل سخن کو دوست
ابتو جواب دے کہ زبان بھی دہن مین ہے

ایسے لگائے وار فصاحت کو تیغ سے
قاتل کا شکر کرتا ہی جو زخم تن مین ہے

یون تو مشہور جہان تیغ صفاہانی ہے
پر وہ شمشیر نگہ قتل مین لاثانی ہے

ایک تم ہو کہ تمھین لے کے دل آتی نہین شرم
ایک ہم ہین کہ ہمین دے کے پشیمانی ہے

زائل آنکھونکی بصارت ہوئی روتے روتے
یہ بھی ثابت نہین اب خون ہی یا پانی ہے

پیرہن عاریتی بعد ولادت نہ پہناؤ
جسم پر ٹھیک فقط جامۂ عریانی ہے

ہاے دل جلنے کا کیا تجھ سے کہون حال اے شمع
رات تھوڑی سی ہی قصہ مرا طولانی ہے

جو کہ سنگ درِ محبوب سے مس ہوتی ہی
لائق بوسۂ حجاج وہ پیشانی ہے

دلمین ہی طوفِ حرم کو بھی ذرا دیکھ آئین
کوچۂ یار کی تو خاک بہت چھانی ہے

دیکھکر حسن رخ یار ہین دونون بیخود
مجھ کو سکتہ ہے تو آئینہ کو حیرانی ہے

دل سے کیونکر نہ اُٹھے آہ کہ جاری ہین اشک
ہر شجر کا سبب نشو و نما پانی ہے

خیرگی کرتی ہی عاشق کی نگہ دیکھیے کیا
پردہ پوش آپ ترا چہرۂ نورانی ہے

چہرۂ یار کی تصویر کھنچے کیا مانی
نہ وہ آنکھین نہ وہ ابرو نہ وہ پیشانی ہے

کیا مین اِن دونونکو دون اُن لب و دندانسے مثال
لعل ہے اصل مین پتھر تو گہر پانی ہے

یار نے قتل کیا غیر کے دھوکے سے مجھے
کیا تجاہل نئی شوخی نئی نادانی ہے

آنکے خود کھولتے ہین بند کفن دفن کے وقت
انکو منظور جو صورت نہ مجھے دکھلانی ہے

کر چکے چاک گریبان تو ہین ہوش آیا
وقت جب ہاتھ سے گذرا تو پشیمانی ہے

شمع کہتی ہی مرا فیض ہی اوروں کے لیے
خود سیہ رو ہون مگر بزم تو نورانی ہے

جبھہ سا در پہ ہون کس کس کے بھلا مین عاشق
آستان سیکڑون ہون اور اکسری پیشانی ہے

حسن رخسار خط و ابرو و چشم ایک طرف
لاکھ جوبن تری زلفون کی پریشانی ہے

کرکے بیجان مجھے کیون جاتے ہو صبح شب وصل
ابھی ٹھہرو تمھین میت مری اُٹھوانی ہے

حسب فرمائش جناب سید حسین مرزا صاحب مرحوم اعشق

اپنے اشعار کی لین داد فصاحت کس سے
اب جہان مین نہین کچھ قدر سخندانی ہے

چڑھائی فوج خط پر دیکھنا مژگان دلبر کی
یہ لشکر ہی تو آنکھون کا ہی سر گرد لشکر کی

ذرا باقی رہی سوزش نہ زخم قلب مضطر کی
ہوا ہے مرہم یہ قاتل یہ تیرے تیر کے پر کی

وہان آسیا کا لقمہ میرے منھ تلک پہونچا
اُسیکو ملتی ہی جو چیز ہو جسکے مقدر کی

ہمارے خون ناحق کو قبولے کون محشر مین
قیامت ہی وہ منکر ہین زبان ہی لال خنجر کی

ہوا ہی غیر سے وعدہ نہ جائین دل بہل جائے
کہانی آنکے آگے اسلیے چھیڑی ہی شب بھر کی

پڑے رہتے ہین عاشق رات بھر اب کوئے جانان مین
یہ کثرت ہی کہ نوبت آگئی بستر بہ بستر کی

کبھی جانا مرا ہوتا ہی گر دیر برہمن مین
بتون سے پوچھ آتا ہون خبر اللہ کے گھر کی

ترے دو ابرو ہی کا عشق کیونکر ہے مرے دلمین
جگہ ہوتی ہی قاتل اک میان مین ایک خنجر کی

یہ حدت خون مین ہی فصاد میری فصد گر کھولے
پھپھولے ہاتھ مین ہون اور زبان جل جائے نشتر کی

بہت تھا زندگی مین سیر ظلمات کی نازان
لحد کی تیرگی سے کھل گئین آنکھین سکندر کی

کمر کے عشق نے معدوم سمجھا تھا مجھے سب نے
اگر سایہ نے رکھ لی بات میرے جسم لاغر کی

قرار و صبر و ہوش و عقل و دین وہ لیکے کہتے ہین
تمھارے سامنے سب لٹ گیا کچھ ہے خبر گھر کی

ہوا تلوار سے جب قتل مین تو یہ کھلا عقدہ
کہ ہستی و عدم مین ہی مسافت ہاتھ ہی بھر کی

گناہون سے عبث ایسے ہراسان اے فصاحت ہو
شفاعت تمکو کافی ہے شفیع روز محشر کی

زیب پا خلخال جب ہی فتنہ گر ہو جائیگی
رفتہ رفتہ یہ زمین زیر و زبر ہو جائیگی

وصل کی کا ہیکو نوبت آئیگی تا صبح یار
گر یونہین آئینہ دیکھوگے سحر ہو جائیگی

اے گل تر تو نزاکت مین جو پہنے گا کبھی
بدھیون کے بوجھ سے دُھری کمر ہو جائیگی

پہلے ہی سے جان دیتے زہر کھا کر ہجر مین
کیا خبر تھی موت ایسی بیخبر ہو جائیگی

سرمہ بھولے سے لگا کر باغ مین جانا نہ تم
انکھڑیون پر چشم نرگس کی نظر ہو جائیگی

زلف مین جانا ہو مشعل داغ کی ہمراہ لے
ہے اندھیری رات اے دل راہبر ہو جائیگی

حشر کو تیغ عذاب آئیگی مجھ عاصی پہ جب
رحمت حق سامنے آکر سپر ہو جائیگی

بیہم آہین کرتے کرتے آئیگی پیری مین موت
گل ہوا ئے تیز سے شمع سحر ہو جائیگی

چھپ کے مجھ سے جائیے گا غیر کے گھر پر جو آپ
درد دل جسدن سوا ہو گا خبر ہو جائیگی

وہ حسین ہیں آپ بھی ہم سے تو کیون خوش ہین آپ
آج اُدھر سیدھی نظر ہے کل اِدھر ہو جائیگی

روز خلقت روز وصلت روز فرقت روز مرگ
چار دن کی زندگی یوہین بسر ہو جائیگی

حب حیدر ساتھ لیجا اے فصاحتؔ قبر مین
کام آئیگی یہی زاد سفر ہو جائیگی

تیغ قاتل کی مرے خون سے بھری رہتی ہے
سرخ کپڑے نئے پہنے یہ پری ہنستی ہے

دیکھکر حسن ترے گیسوؤنکا میری آنکھ
دل پھنسا دیتی ہے اور آپ بری بنتی ہے

ہم تو ہشیار ہین پیکر مئے حب حیدر
کون بیہوش ہین جنھین بیخبری رہتی ہے

صبح وصل اکدن اُٹھی تھین مری آہین
خنک اسوجہ سے باد سحری رہتی ہے

ناز کون کے لیے ہے قید بھی نازک ہوتی
بند ہم سنتے ہین شیشہ مین پری رہتی ہے

غیر و نکا یہ پوچھتا ہے حال فصاحتؔ وہ روز
میری جانب سے فقط بیخبری رہتی ہے

پہلوئے غیر مین وہ دلبر ہے
ایسی جینے سے موت بہتر ہے

میرے اور اُسکے دلمین ہے یہ فرق
ایک شیشہ ہے ایک پتھر ہے

شب فرقت ہے کم نہ زلف صنم
طول ان دونون کا برابر ہے

چین سے سو رہے ہین ہم پس مرگ
قبر گویا کنار مادر ہے

فائدہ کیا جو نکلے دو آنسو
ایسے رونے سے ضبط بہتر ہے

دختر رز کو شوق ہے گھورو
رند و ایمائے چشم ساغر ہے

ڈر سے آتی نہین بلا شب ہجر
تنگ و تار اسقدر مرا گھر ہے

اے خصاحت جو خندہ زن ہین گل
شمع گریان مری لحد پر ہے

سہے ہم نے ظلم بتان کیسے کیسے
اُٹھائے ہین بار گران کیسے کیسے

اکڑتے تھے کل جو یہان کیسے کیسے
جھکے آج مثل کمان کیسے کیسے

یہ دنیا ہے وہ پیر زن جسکے آگے
جھکائے ہین سر نوجوان کیسے کیسے

کیا منع گلگشت کو فصل گل مین
دیئے خار اے باغبان کیسے کیسے

مہ و مہر بنکر چڑھے سر فلک کے
بنے اُس قدم کے نشان کیسے کیسے

فلک تیری محفل نہ کیون جھک کے دیکھے
یہان جمع ہین نوجوان کیسے کیسے

برا ہو مرے دل کی بیتابیون کا
کیئے فاش راز نہان کیسے کیسے

گیا موسم گل تو اُجڑے پڑے ہین
خرابات پیر مغان کیسے کیسے

نہین قبر کی کچھہ خبر منعمون کو
بنائے ہین پختہ مکان کیسے کیسے

تجھے دیکھین چشم حقیقت سے کیونکر
کہ پردے ہین یان درمیان کیسے کیسے

نہین حاجت شمع تیری لحد کو
جلاتے ہین دل مہربان کیسے کیسے

کبھی ذکر جورِ جانان کا جو آیا
ہوئے مجھ سے وہ بدگمان کیسے کیسے

خدا ہی مری بات اُلفت مین رکھ لے
ملے ہین حسین بد زبان کیسے کیسے

انا الحق سے منصور نے پائی سولی
بُرے بول بولی زبان کیسے کیسے

بُرا کہتے ہین نیک کو بد کو اچھا
نہ پوچھو ہین اہل جہان کیسے کیسے

قفس مین کرون کیون نہ صیاد نالے
چھٹے ہین مرے ہمزبان کیسے کیسے

قیامت کے بے دید اور بے مروّت
رکھے آپنے پاسبان کیسے کیسے

دنی سفلہ پرور جفا جو ستمگر
رکھے تیرے نام آسمان کیسے کیسے

تحمل خدا ساز ہے تجھ مین اے دل
اُٹھائے ہین نازبتان کیسے کیسے

ترے آستانے تلک گرتے پڑتے
چلے آتے ہین ناتوان کیسے کیسے

کہین کیا شب وعدہ جب تم نہ آئے
خیال آئے دل مین یہان کیسے کیسے

کدورت سے اور دود دل سے ہین پیدا
زمینین نئی آسمان کیسے کیسے

حقیقت مین فردوس ہے کوے جانان
نظر آرہے ہین جوان کیسے کیسے

فصاحت مرا دل لگے کیا غزل مین
جہان سے اُٹھے قدردان کیسے کیسے

ساغر گئی وہ بھر کے پئین تو شراب کے
بڑھ بڑھ کے نشہ اُٹھے گا بڑسی حجاب کے

اے عندلیب سامنے اُس آفتاب کے
مرجھا گئے ہین پھول چمن مین گلاب کے

گذرا لڑکپن آ گئے ہین دن شباب کے
مشاطہ سے وہ سیکھین طریقے حجاب کے

تڑپا ہے ہاے کہہ کے رقیب اُنکے سامنے
پہلو بچا بچا کے مرے اضطراب کے

تار نگاہ عاشقونکی پل کے پڑنے دو
تم جانتا نقاب ہے اوپر نقاب کے

ایچرخ جتنی وصل کی راتین گھٹائی ہین
اُتنے ہی دن بڑھادے ہمارے شباب کے

جبتک کہ بزم عیش رہے گرم ساقیا
چکھتے رہین مزے تری جھوٹی شراب کے

وہ چار دن کے واسطے یہ دو گھڑی کو ہین
کیفیتین شباب کی سامان خواب کے

پہونچادیا قریب ترے ہمکو بزم مین
ممنون ہین زیادتی اضطراب کے

اُس رخ کے پاس پہونچی جو اپنی نگاہ گرم
تر ہوگئی پسینہ سے گوشے نقاب کے

دل بھی اگر جوان رہا بخت کی طرح
پیری مین ہم نکالینگے ارمان شباب کے

گلچین گلونکو توڑ کے نکلے چمن سے کیا
دامن سے لپٹے جاتے ہین کانٹے گلاب کے

مستون نے آتے دیکھ لیا محتسب کو جب
کیا جلد جلد گھونٹ پئے ہین شراب کے

دہ اُنکا آنا اور وہ بزم نشاط و عیش
آنکھون مین میری پھرتے ہین ساماں خواب کے

تسکین ہو دو گھڑی مجھے صبح شب فراق
کٹ جائین گر یہ چار پہر اضطراب کے

کیون بلبل اپنی آنکھ کے پردے نہ ڈالدے
محتاج روے شاہد گل ہین نقاب کے

اُس گل کے روبرو یہ اُڑا ہے چمن کا رنگ
گلچین سفید پھول ہوے ہین گلاب کے

ہین انکو رے کے تر کرون حلق اپنا ساقیا
ٹپکین جو رستے جام سے قطرے شراب کے

اسطرح پڑ گئی نظر سخت محتسب
شیشے تو شیشے ٹوٹ گئے خم شراب کے

کیا چین آئیگا تجھے پہلوے غیر مین
اے رہنے والے اس دل پر اضطراب کے

لیپٹے گا تو جو تکیۂ پہلو سے نیند مین
کیا کیا ہنسینگے پھول ترے فرش خواب کے

ستری مین دھوپ کھانے کو آئے وہ بام پر
اے چرخ دیکھ دن پھرے اب آفتاب کے

یہ کس کی بزم مے ہوئی برہم کنار جو
اُلٹے پڑے ہوے ہین پیالے حباب کے

بستر کے ساتھ سمٹا ہوا فرش خاک کا
کافی ہین دو گواہ مرے اضطراب کے

ٹوٹے چمن مین جب تو رگ گل ہین مل گئے
باریک بند اُنکے گلابی نقاب کے

ہم تم نکالین آج ہی سب دل کی حسرتین
کیا جانئے رہین نہ رہین دن شباب کے

گلچین و باغبان کے بگڑ جاتے ہین دماغ
گلشن مین جب مہکتے ہین تختے گلاب کے

پھر بھی کیا نہ اُسکی حرارت کا کچھ علاج
گو حضرت مسیح ہین پاس آفتاب کے

اُنکے مزاج کے سے تلوّن کبھی نہین
اے دہر رنگ دیکھے ترے انقلاب کے

تیر مژہ لگائے ہین عشاق کو ضرور
شاہد ہین یہ شبکے تمھاری نقاب کے

کیا عشق ہی گلاب پہ مُنھ رکھ کے بلبلین
دل مین چبھوئے لیتی ہین کانٹے گلاب کے

آشوب دہر فتنۂ محشر عدوے جان
ہم نے یہ رکھے نام تمھارے شباب کے

کیا میکدے مین آیا ہی شدت سے زلزلہ
لڑ لڑ کے ٹوٹے جاتے ہین شیشے شراب کے

بوسے دیے بھی ہم کو تو مُنھ پھیر پھیر کر
بیبا کیون ہین اُنکی ہین پہلو حجاب کے

پہونچا بلند ہوکے مری آہ کا شرر
گرمی کی بحث کرنے کو پاس آفتاب کے

عشاق کے لیے تو لڑکپن ہی قہر تھا
اب دیکھنے ہین رنگ تمھارے شباب کے

آمادہ بحر حسن نہانے جو راست کو
دریا مین سمٹے ہوے روغن حباب کے

تڑپا کے وہ اُٹھے ہین تو اتنا بتاتے جائین
پھر مجھ پہ کیا گذرنی ہے بعد اضطراب کے

کافی تخلص اپنا موافق ہے بہر نام
ہم بادشاہ سے نہین طالب خطاب کے

آج دیکھی تو ہی زاہد نے یہ صورت تیری
کل مین پوچھونگا کیسی ہے طبیعت تیری

تو بھی الفت مین عجب چیز ہو ای بادۂ ناب ۔ کیون نہو عاشق و معشوق کو حاجت تیری
مین نے تصویر پہ یوسف کی یہ مصرع لکھا ۔ میرے محبوب سے اچھی نہین صورت تیری
بزم مین شمع کے ساتھ آئے ہین کیون پروانے ۔ نہ تو مرضی تھی ہماری نہ اجازت تیری
جو کہ واقف ہین سمجھتے ہین وہ یکسان ای دوست ۔ ہاے سو آفتین اور ایک محبت تیری
بوسے کیون دل کے نہ لون تونے خوشی ہی پھیرا ۔ پہلے یہ کچھ بھی نہ تھا اب ہے عنایت تیری
مجھ مین اور غیر مین ہوگا نہ سر بزم فساد ۔ اُسکو ہی خوف ترا مجھ کو مروّت تیری
لب ساغر سے ھنیئاً کی صدا آتی ہے ۔ دیکھی اے پیر مغان ہمنے کرامت تیری
خوش ہو فانوس کے آنے سے ارے پروانے ۔ کہ مکان شمع کا جو ہے وہی تربت تیری
ضد ہے مجھ سے نہ نکالے گا اسے بھی گردون ۔ جو ہے ارمان مرا لے غیر وہ حسرت تیری
یون تو آیا کہ ملی گور غریبان کی زمین ۔ گر رہے ہین وہین گو رشکایت تیری
دعوے صبر و تحمل جو مرے دل نے کیا ۔ آزمانے کے لیے آئی محبت تیری
نہ خبر تھی کہ وہ غیرو نمین ہین اے درد جگر ۔ آج معلوم ہوا جب ہوئی شدت تیری
قول واعظ کا ہے دنیا مین کوئی حور نہین ۔ ہاے اب تجکو دکھانا پڑی صورت تیری
ہاے آخر وہ شب وصل گجر کا بجنا ۔ وہ تڑپنا مرا اے یار وہ رخصت تیری
بعد مرنے کے کفن مجھ کو ملا گور ملی ۔ مہربانی تری اے چرخ عنایت تیری
دل سے جب پوچھا کہ کیسی شب مدفن ہوگی ۔ بول اُٹھا کانپ کے جیسی شب فرقت تیری
حشر مین اُسکی زبان کھینچی گئی ہے منھ سے ۔ جس نے دنیا مین کبھی کی ہے شکایت تیری
لاکھ چاہا یہ نہ لیجا سکے دوزخ مین ملک ۔ ہم گنہگارونکو گھیرے تھی جو رحمت تیری
پہلے اے غیر وہ دل دیتے تھے تو نے نہ لیا ۔ ہاتھ پھیلائے ہو اب کیا ہوئی غیرت تیری
بل ہے ابرو پہ جبین پر ہے شکن لب پہ ہنسی ۔ تیری تصویر سے ظاہر ہے شرارت تیری
کل تلک یاد تھے جو تو نے کئے مجھ پہ ستم ۔ آج سب بھول گیا دیکھ کے صورت تیری
نہین معلوم کچھ لے حسرت مردہ مجھ کو ۔ کس طرف دلکے ہے ویرانمین تربت تیری
سچ کہہ اے غیر یہ مشہور جہان ہین کہ نہین ۔ اُنکی بیداد و تحمل مرا قسمت تیری

اسطرح اور حسینونمین ہو تو بھی ممتاز
جسطرح دل کے سب ارمانونمین حسرت تیری

غیر سے پوچھ رہا ہو وہ تباہی کا سبب
مجھ سے پوچھے تو مین کشتۂ محبت تیری

ہے گلا ضعف کا بیکار فصاحت تجھ کو
سن جو بڑھتا ہی گھٹتی جاتی ہی طاقت تیری

کہتے ہین وہ کہ جلاؤن بھی جو مرجائے کوئی
عاشقو نمین نہ کہے مجھ کو مسیحا کوئی

ہے یہ ایما جو پس مرگ ہے سینہ پر ہاتھ
ہائے نکلی نہ مرے دل کی تمنا کوئی

عاشقو جھوٹے ہو اک بات بنا رکھی ہے
دل مسلتا ہے نہ ملتا ہے کلیجا کوئی

غش ہوئے برق تجلی سے فقط اے موسیٰ
کہو کیا ہوتا جو تم کو نظر آتا کوئی

دام صیاد مین پھر ایک بھی بلبل نہ پھنسے
سمجھے نرگس کا جو چمن مین اشارا کوئی

ضبط کی مملکت عشق مین تاکید یہ ہے
لاکھ ہو درد یہ تھامے نہ کلیجا کوئی

وہ نہانے کو گئے آج تو یہ حکم دیا
جز ہوا آنے نہ پائے لب دریا کوئی

بولے وہ ایک نظر دیکھ چکے جب عشاق
مجھ کو دل تھام کے دیکھے نہ دوبارا کوئی

آسیا تیری طرح اُسکی بھی نیت نہ بھرے
غیر کے ہاتھ سے کھائے جو نوالا کوئی

صاف صاف آج بیان کیجیے نہ مانونگا مین
کل سوا آپ کے پردے کے اُدھر تھا کوئی

وصل کا کیجیے اسطرح سے اقرار اے یار
بزم مین سمجھے نہ اپنا نہ پرایا کوئی

فیصلہ ہوگا جفا اور وفا کا دم حشر
اے بتو یان تو نہین پوچھنے والا کوئی

اے فصاحت ہمین پڑھتے ہوئے شرم آتی ہی
کیا کہین شعر غزل مین نہین اچھا کوئی

غافلو غش کا کیا ذکر ہے راحت کیسی
ہے جہان دار غم و رنج مسرت کیسی

شوق کہتا ہی یہ مجھ سے اُنھین تنہا پا کر
لیجیے ہان بوسہ ارے بڑھکے اجازت کیسی

سن کے نالے مرے وہ غیر سے فرماتے ہین
اسکی آواز مین طاقت ہی نقاہت کیسی

ہجر کے دن ہی اندھیرا ہے بلا کا یارب
نہین معلوم کہ ہوگی شب فرقت کیسی

جنس دل اگلے زمانے مین گران تھی یارو
اب ہے ارزان سر بازار محبت کیسی

بولے وہ بند جو دیکھین ہی آنکھین بس مر گ
واہ ارے تھی مرے دیدار کی حسرت کیسی

نظر غیظ بھی کرتے نہین وہ میری طرف
نگہ الفت والطاف و عنایت کیسی

ان حسینونمین ہی جو بات وہ پریونمین نہین
ناز و انداز غضب ڈھاتے ہین صورت کیسی

دوستو عشق ہین کیا حال مرا پوچھتے ہو
دم تو کمبخت نکلتا نہین حسرت کیسی

ہم سبب اُنکے نہ آنے کا فصاحت سمجھے
غیر اُٹھنے نہین دیتاہے نزاکت کیسی

طالب بوسہ ہین صاحب اہل محفل اور بھی
ہین سوا میرے اُٹھا دینے کے قابل اور بھی

عاشقو دیکھو خط و گیسو و ابرو کے سوا
حسن اُس رخ کا بڑھاتا ہی سیہ تل اور بھی

مُنھہ پہ مُنھہ رکھا لیے بوسے بھی اُنکے وصل مین
کوئی حسرت آرزو باقی ہی اے دل اور بھی

فائدہ اتنا ہوا مجھ سخت جان کے قتل سے
بڑھ گئی کچھ قوت بازوے قاتل اور بھی

جب سے تم نے بزم مین اپنی اُلٹ دی ہی نقاب
پانی پانی شرم سے ہی شمع محفل اور بھی

باغ مین جاتا ہون جب تفریح کو مین دردمند
دل دُکھا دیتی ہے فریاد عنادل اور بھی

بولے میرے سامنے وہ غیر کا دل روند کر
ایک دل پامال کرنیکے ہی قابل اور بھی

ان حسینون سے محبت پہلے ہی دشوار تھی
ابتو ناصح ترک کر دینا ہے مشکل اور بھی

غیر کا دل ہی جو دینے کو نکالا زلف سے
ڈھونڈھیے صاحب اسی مین ہوگا اکدل اور بھی

شب کو انجم دیکھتا ہون جب فلک پر گرد ماہ
ہاے یاد آتی ہی مجھ کو اُنکی محفل اور بھی

آج آیا ہون بدل کر بھیس اُسکے در پہ مین
کل تعجب کیا جو ہوجین بنکے سائل اور بھی

چشم جوہر سے جو میرے بعد روتی ہی لہو
دیکھکر تلوار شرمندہ ہی قاتل اور بھی

جب گھٹا گلشن پہ آئی سبزہ لہرانے لگا
بڑھگئی کچھ نغمہ سنجی عنادل اور بھی

غیر ہی کے کیون کلیجہ پر رکھا ہی تمنے ہاتھ
بزم مین بیٹھا ہوا ہے کوئی بیدل اور بھی

پاس وہ بیٹھے ہین اب دم تن سے نکلے کسطرح
بڑھ گئی کچھ نزع کی مشکل مین مشکل اور بھی

جون جون کھنچتی آتی ہے تلوار تیری میان سے
دیکھ مجھ کو سر جھکا جاتا ہے قاتل اور بھی

عاشقو کیا خاک بعد مرگ راحت پاینگے
سخت ہے اُلفت کی منزل سے وہ منزل اور بھی

جب فسانہ سُن چکا وہ قیس کا بولے یہ ہم
ایک قصہ ہی ترے سُننے کے قابل اور بھی

بن سنور کے شام سے بیٹھا ہے کوئی بام پر
آج نکلا ہے نکھر کر ماہ کامل اور بھی

آج دونون شیشیان ہین بند صاحب بزم مین
سچ کہو کوئی نکوئی تو لیا دل اور بھی

کہتے ہین مجھ سے اشارون مین میان بزم وہ
تجھ کو بوسہ دون تو پھر مجھ سے ہو سائل اور بھی

ناز ہے بیکار اپنی بزم پر صاحب تمہین
آئینہ مین دیکھو ہے ایسی ہی محفل اور بھی

دوست میرے بعد کس پر خون کا دعوی کرین
وائے حسرت ایک ہے ہمنام قاتل اور بھی

اے فصاحت بولے وہ دریا بہا کر خون کا
ہے سوا میرے کوئی دنیا مین قاتل اور بھی

جہا نین پائیگا صابر نہ مجھ سا تو کوئی
ستم اُٹھا نہ رکھ اے چرخ کینہ جو کوئی

شراب جیسی لنڈھائی ہی محتسب تو نے
یونہین زمین پہ بہائے ترا لہو کوئی

خدا سے مانگ رہا ہون مین چاک کرکے یہ دل
وہ دل کہ جسمین نہو داغ و آرزو کوئی

بتاؤن جام کئی میکشی زیادہ ہو
میان میکدہ ٹوٹے اگر سبو کوئی

گہر کی طرح سے ناسور دلمین ہوگا ضرور
گرہ مین باندھ کے رکھے نہ آبرو کوئی

ہماری قبر کو گھیرے ہین اسلیے کانٹے
نہ آئے روندنے کیو اسطے عدو کوئی

بشر کو چاہیے خلق و فروتنی سب سے
کرے غرور کسی سے نہو عدو کوئی

لہو ٹپکتا ہے آنکھون سے ای فصاحت کیون
ضرور کشتہ ہوئی دل مین آرزو کوئی

بحث جب ہوگئی خاموش ذرا ہم نہ رہے
معرکہ مین کسی دشمن سے کبھی کم نہ رہے

ہوکے گستاخ نہ معلوم کہین کیا کیا کچھ
عاشقون سے جو طبیعت تری برہم نہ رہے

نہ رہا رنگ نہ وہ لطف نہ رونق وہ رہی
کیا رہا محفل احباب مین جب ہم نہ رہے

تم سے ہم ہم سے ملے تم تو رہے یون دل صاف
اب گلا شکوہ کوئی آج سے باہم نہ رہے

شاہ کا قصر کہ مسکن ہو فقیرونکا ترے
وہی جنت ہے کسیکو بھی جہان غم نہ رہے

آج تو ناز و تکبر ہے تجھے کل کیا ہو
گر تری اُٹھتی جوانی کا یہ عالم نہ رہے

دل عاشق کو یہ کہکے مسلتے ہین وہ
میری حسرت مرا ارمان رہے دم نہ رہے

داغ عصیان کی حرارت سے پھنکے تن میرے
کفن اپنا عرق شرم سے گر نم نہ رہے

آپ پھر مرگ فصاحت کی خوشی کیجیے گا
جب کوئی اُسکا بپا کرنے کو ماتم نہ رہے

بار غم کا ہوا حامل یہ ہے جراٴت دل کی
عاشقو غور کرو کیا ہے حقیقت دل کی

ہائے یہ بیخودی عشق مین کیا سوجھی ہے
دلربائون سے مین کرتا ہون شکایت دل کی

خون ہوکر مری آنکھون سے جگر بہ نکلا
آج مردہ ہوئی گھٹ گھٹ کے جو حسرت دل کی

پھر نہ ہو بام حقیقت پہ پہونچنا مشکل
ساتھ اس ذہن رسا کے ہو جو ہمت دل کی

جستجو اُنکو حسینون کی ہے میری خاطر
مہربانی ہے جو آنکھونکی عنایت دل کی

بعد مردن بھی مجھے چین نہ لینے دیگا
میرے مدفن سے الگ چاہیئے تربت دل کی

اے پریزاد ترے رہنے کے قابل ہے یہی
دیکھ ملک تن انسان مین عمارت دل کی

ذبح منھ پھیر کے لِلّٰہ نہ کرا د ظالم
دم آخر تو نکل جانے دے حسرت دل کی

آبلے پھوٹ کے بہنے لگے ناسور کی راہ
اب تو دھو جائیگی سب گرد کدورت دل کی

اے فصاحت شب وصل آئی ہے بعد مدت
آج رہجائے نہ دلمین کوئی حسرت دل کی

جتنی جا ہے ہماری تربت کی
ملک ہے بیکسی و حسرت کی

پائے نازک سے روند تو پس دفن
نرم ابھی ہے زمین تربت کی

تھا وہ دنیا مین کونسا کم بخت
ابتدا جس نے کی محبت کی

کون تلوار کھینچکر آیا تھا
چھٹ گئی بھیڑ سب قیامت کی

ہم تو کیا ہین خدا نے قرآن مین
کی ہے تعریف اچھی صورت کی

کیون طبیعت ہے تیری برگشتہ
کیا یہ پیرو ہے میری قسمت کی

ہجر کی ہے ہزار دن سے سوا
عاشقو ایک رات فرقت کی

دیکھین لوگ اُنکو میرے قتل کے بعد
دیدنی ہے ادا ندامت کی

حشر کو مین جو خلد مین نہ گیا | آکے حورون نے میری منت کی

ہین تجاہل سے پوچھتے ورنہ
ہے خبر اُنکو میری حالت کی

کی غیر نے کیا خوب ہے توقیر تمھاری | ہے آئینہ کی پشت پہ تصویر تمھاری
جب شوق شہادت مین جھکا تا ہون مین گردن | کاٹھی سے اُگل پڑتی ہے شمشیر تمھاری
وہ آئے تو نالون نے مری آہون سے پوچھا | تاثیر ہماری ہی کہ تاثیر تمھاری
فرقت مین علاج دل بیتاب کی خاطر | سینہ پہ دھری رہتی ہی تصویر تمھاری
کیا اس سرو گردن کا ابھی پاک ہو جھگڑا | منصف ہو اگر بیچ مین شمشیر تمھاری
ہر بزم مین اب تک ہی زبان شمع کی خاموش | اک رات سنی تھی کبھی تقریر تمھاری
مجنون یہ کہا کرتا ہے مجھ سے کہ مخجل ہون | اُٹھی نہ مرے پانٔون سے زنجیر تمھاری
سرخی شفق اور سفیدا اسے سحر سے | کھینچون ورق دل پہ مین تصویر تمھاری
جب دور مین اک ساغر مے ہم نے بنایا | ساقی نے کہا گردش تقدیر تمھاری
قابو مین پریزاد کو لانا ہے بہت سہل | دشوار ہے انسان کو تسخیر تمھاری
صاحب نگہ شوق سے جب دیکھتے ہین ہم | کیا چین جبین ہوتی ہی تصویر تمھاری
ظالم تو یہ دونون ہین مگر فرق ہی اتنا | جھکتے ہی کمان کھنچتی ہی شمشیر تمھاری

دل کون سے معشوق پہ آیا ہے فصاحت
دو روز مین حالت ہوئی تغیر تمھاری

وصلت مین اُنکو آخر شب یہ خبر نتھی | پھیلی تھی میرے رخ کی سفیدی سحر نتھی
ہم میکدے مین سوے تو راحت مگر نتھی | خشت خم شراب کوئی زیر سر نتھی
شداد کو بہشت مین جانے کا ہوش تھا | سر پر اجل ہے آنے کو اسکی خبر نتھی
وہ ہنسکے بولے آئی جو مجھ ناتوان کو موت | پرزور نالے کیون کئے طاقت اگر نتھی
پردہ تھا جب وہ سوئے تھے شب کو ہمارے ساتھ | تھی ایک شمع وہ بھی ادھر تھی اُدھر نتھی
تلوو مین خار سر پہ نشیمن طیور کے | مجنون کو عشق مین سر و پا کی خبر نتھی

دیکھون تو کس کا نامہ ہی تیرے ہاتھ مین
تحریر میرے خط مین اِدھر تھی اُدھر نہ تھی

جتنی تپ فراق تھی اس دلمین بھر گئی
آتشکدہ مین جین کے آگ اسقدر نہ تھی

اب لے چلے ہو دل کو تو پچھتا رہے ہو کیون
کیون کی صلاح دینے کی نیت اگر نہ تھی

یوسف کا ذکر کرتے تھے لوگ اُنکی بزم مین
یہ کیئے خیر ہو گئی انکو خبر نہ تھی

اب ہو گی نخوت آیا ہی آئینہ سامنے
پہلے خود اپنے حسن پہ انکی نظر نہ تھی

تم تھے ادھر نہ پردہ یہ بھی بین سے کی نگاہ
مشاطہ جھوٹ بولتی ہی وہ اُدھر نہ تھی

تھا آئینہ مین گو کہ تری بزم کا جواب
سچ کہدین جیسی رونق ادھر تھی اُدھر نہ تھی

ہم اُنکی انجمن مین اُدھر جاکے پڑ رہے
اورونکو بیٹھنے کی اجازت جدھر نہ تھی

پہلو مین بیقرار تھا جسوقت دل مرا
کیونکر کہون کہ آپ کے دلکو خبر نہ تھی

دھڑکا شب وصال ہوا پہلے صبح کا
اُٹھکر جب کسید کا ڈھانپ کے دیکھا سحر نہ تھی

کوے بتان مین کیا نہ تھا کعبہ مین کیا ہے شیخ
ہان خاک اڑتی ہے جو اِدھر وہ اُدھر نہ تھی

تم آئینہ مین دیکھ رہے تھے اُدھر جسے
کیونکر کہون نگاہ بد اُسکی اِدھر نہ تھی

ہنگام قتل چرخ پہ قاتل پہ تیغ پر
حسرت بھری نگاہ ہماری کدھر نہ تھی

دربانو اُنکے پاس یہ چلمن تلک گئی
مین بس مین تھا تمھارے پہ میری نظر نہ تھی

اُس گل کے باسی ہارونکی کس نے اُڑائی بو
کیا اور کوئی تھا جو نسیم سحر نہ تھی

اے غیر جب وہ گھر مین فصاحت کے آئے تھے
تو کیا ترے فرشتونکو مطلق خبر نہ تھی

جمع یہ گرد کدورت ہو گئی
دفن میرے دل مین حسرت ہو گئی

مر گیا محتاج راحت ہو گئی
تنگدستی سے فراغت ہو گئی

پھٹ پڑے پروانے اتنے رات کو
گل ہماری شمع تربت ہو گئی

رہتے رہتے مدتون دل مین مرے
تیری یاد آخر کو حسرت ہو گئی

جاکے کیون میری جوانی پھر نہ آئی
ہائے کیسی بے مروت ہو گئی

خاک مجھ عاشق پہ جب اُڑ کر پڑی
اُنکی آنکھونمین مروت ہو گئی

غیر سے آنکھ اُسکی پھرتی ہی نہین
مجھکو یہ تیری سفیدی اے کفن
نزع کا بھی وقت اچھا وقت تھا
بھول میری قبر پہ اتنا ہنسے
اے قضا مارا اُن آنکھون نے مجھے
بند ہوتی ہی نہین نرگس کی آنکھ

ہاے مجھ عاشق کی قسمت ہو گئی
گور تیرہ مین غنیمت ہو گئی
خوب مولا کی زیارت ہو گئی
رو کے نادم شمع تربت ہو گئی
خیر کچھ تیری بھی شرکت ہو گئی
یہ بھی میری چشم حسرت ہو گئی

اے فصاحت روتے روتے ہجر مین
زائل آنکھونکی بصارت ہو گئی

نہین اُڑتا ہے کیون ہاتھون سے اے رنگ حنا تو بھی
میان نجد دورا دور ہے یہ چشم لیلے کا
مقابل بدر ہوتا ہے جو تیرے روے روشن کے
بڑی شہرت تھی کیا برسا ہی اے ابر بہاری تو
کیے تھے نالہ آتش فشان یہ قیس نے شب کو
عزیزو ہاے رکھتے تھے کبھی قلب و جگر ہم بھی
یہ ہیبتناک یار و کل شب تاریک ہجران تھی
نقاب آج اُنکے چہرے سے اُٹھنے کو ہو نہین عاشق
لڑائین آئینہ مین اُسنے جب آنکھین تو مین بولا
ہنسینگے آپ میرے بعد تو بھر آئینگے آنسو
عبارت جا بجا مٹ گئی ہے میرے نامہ کی
نہین تلوار ہی تنہا گردا اُس تیغ نگہ کی ہے
رُلا اے شمع یون رو کر نہ ہمکو وہ خفا ہونگے
چھُری تلوار خنجر دستہ گو خونریز عالم مین
بعینہ کھینچا تصویر تیری چشم کی مانی

پریشان ہین مرے ماتم مین انکے رخ پہ گیسو بھی
پچھے ہین دامن کہسار مین شرما کے آہو بھی
کرے پیدا یہ خط بھی چشم بھی گیسو بھی ابرو بھی
کہ اتنی تو زمین تر کرتے مجھ گریان کے آنسو بھی
درخت نجد کیسے جل اُٹھی تھی شاخ آہو بھی
کہین کیا اب تو خالی ہی یہ پہلو بھی وہ پہلو بھی
نہ نکلے ہاے دہشت کے سبب آنکھون سے آنسو بھی
شریک آ کر مری آہو نہین ہو جاے ہوا تو بھی
بہت اچھے ہین اے صاحب یہ آہو بھی نہ آہو بھی
یہ جوڑا خود بخود ڈھلکر پریشان ہونگے گیسو بھی
وہ سمجھینگے دم تحریر کیسے ٹپکے ہین آنسو بھی
روانی رفتہ رفتہ کھینچتے جاتے ہین ابرو بھی
ہمارے ساتھ محفل سے نکالی جائیگی تو بھی
مگر ان سب مین ہی مشہور اس قاتل کا ابرو بھی
اگر تھوڑا سا ملجاتا سواد چشم آہو بھی

شب فرقت سحر تک کروٹین بدلا کیا عاشق
نہ آیا چین زخمی تھا یہ پہلو بھی وہ پہلو بھی

کہین کیا جسطرح تکیہ پہ تم سر رکھ کے لیٹے ہو
اسی حسرت مین ہے افسوس مدت سے یہ زانو بھی

شب یلدا کا تو کیا ذکر میرے بخت تیرہ سے
سیاہی مانگتے ہین بڑھ کے معشوقونکے گیسو بھی

فصاحت ہو جہان بیشک تمھارے واسطے واجب
غم شہ مین اگر آنکھون سے نکلے ایک آنسو بھی

دونو جانب اُلفت کامل اگر ہو جائیگی
میرے دل کو آپکے دل کی خبر ہو جائیگی

خود اُنھین عاشق کے مرنے کی خبر ہو جائیگی
دل بھر آئیگا یکایک چشم تر ہو جائیگی

گرم کمل مین گدا ہونگے تو منعم شال مین
ہر طرح سردی مین دونونکی بسر ہو جائیگی

آئیگی کعبہ سے ہو کر کوچۂ جانان مین خلق
چھیڑ جب ہوگی اُدھر تو بھیڑ ادھر ہو جائیگی

کیا کھلے گا پھر دعاے غیر سے باب قبول
جاکے میری آہ جب زنجیر در ہو جائیگی

کہتے ہین دربان جو ٹکراتا ہون اس در پہ مین
دم نکلجائیگا جب تیرا جبر ہو جائیگی

دیکھتے رہیے منھ غور سے وصلت کی شب
ہوگی فق چہرے کی رنگت جب سحر ہو جائیگی

پہلے ہی سے جان دیتے زہر کھا کر ہجر مین
کیا خبر تھی موت اتنی بے خبر ہو جائیگی

اس سبب سے بند کر لین ہم نے آنکھیں وقت ذبح
قوت بازوے قاتل پر نظر ہو جائیگی

دفن کے بعد آب پاشی کی نہین کچھ احتیاج
میری قبر احباب کے اشکون سے تر ہو جائیگی

بائین جانب تم جو بیٹھو گے تھمے گا درد دل
داہنی جانب شدت درد جگر ہو جائیگی

کارگر کیا ہوگی آہ غیر دل میرا ہے عرش
آسمان تک جاتے جاتے بے اثر ہو جائیگی

چاندنی سارے جہان مین نور پھیلایا کرے
آکے تیرہ ہجر کی شب میرے گھر ہو جائیگی

اے فصاحت زیست ہے تو صاحب عالم کے ساتھ
پھر زیارت شاہ کی بار دگر ہو جائیگی

بنائین کوزہ گر مجنونکی گر تصویر مٹی کی
پنھائین اُسکو بیڑی ہتکڑی زنجیر مٹی کی

بنا ہے عطر جب سے ہو گئی توقیر مٹی کی
ملا یون خاک مین اُسنے نہ تھی تقدیر مٹی کی

ہوا سے اُڑ کے دامن تک ترے پہونچا غبار اپنا
خطا اسمین ہماری ہے نہ کچھ تقصیر مٹی کی

تکبر سے نہ آدم کو کیا ابلیس نے سجدہ
کہ مین تو آگ کا پتلا ہون یہ تصویر مٹی کی

کیا جوش جنون مین ٹکڑے ٹکڑے ایک جھٹکے سے
نہین معلوم تھی لوہے کی یا زنجیر مٹی کی

ہوا ہی خاک ہوکر دستہ مین سیر احسینون تک
ملی جاکر حنا مین دیکھنا تقدیر مٹی کی

وہ گریان ہون کہ منت کوزہ گر کی خاک ہوتی ہے
بگڑ جاتی ہے بن بنکر مری تصویر مٹی کی

زوال آیا نہ کچھ قصر تن خاکی پہ رونے سے
مگر سیلاب سے ڈھے جاتی ہے تعمیر مٹی کی

نکلکر دوسری وادی مین جا سکتا نہین مجنون
ہر اک جادہ بیابان نجد ہے زنجیر مٹی کی

بشر کو مثل جن عامل نہین قابو مین لا سکتا
بہ نسبت آگ کے دشوار ہے تسخیر مٹی کی

عجب کیا مثل تیغ آہنین گر کام دے وہ بھی
جو خاک کوئے قاتل سے بنے شمشیر مٹی کی

فرشتے خاکسار و بو ترابی قبر مین سمجھین
شہادت نامہ یہ ہے اسکے تحریر مٹی کی

زبان قاصد کی کھینچی اسنے پیغام زبانی پر
مرا خط پھاڑ ڈالا اسکی بھی تقریر مٹی کی

یہ ظرفہ ہے جنون لکھا ہوا سر نام لیلی کا
بنا کر اک خیالی قیس نے تصویر مٹی کی

فصاحت کربلا مین جب ہوا مدفون ملک بولے
ملی اس خاک مین آکر زہے تقدیر مٹی کی

ہوا ہے گرد کیا اٹھے زمین کو سے قاتل کی
کہ دن کو کرتی ہین چھڑکاؤ دہارین خون بسمل کی

اتر کے نجد مین ناقہ سے سب لیلی نے منزل کی
گریبان پھاڑ کر مجنون نے جھاڑی گرد محمل کی

ہمارے داغ دل کے گرد ہین سب حسرتین دل کی
یہ محفل غمزدون کی ہے تو وہ ہے شمع محفل کی

خبر دینے لگین مجنون کو یہ بیتابیان دل کی
دھڑکتا ہے تری لیلی کا دل جنبش سے محمل کی

میان مقتل آئی کیسی گہری نیند بسمل کو
ہوا کھائی کچھ ایسی دامن شمشیر قاتل کی

خجالت گر نہین ہے شعلۂ رخسار جانان سے
تو پھر کیون بے ہوا شمعین بجھی جاتی ہین محفل کی

ہوئی زندان مین مدت اسقدر بیتے اسیرون کو
گھسی ہین ہتھیان پاؤن کی اور کڑیان سلاسل کی

رہا دل زلف مین انکی جو آیا رخ کی جانب سے
چلا شہر حلب سے یہ غلط مین آکے منزل کی

وہ مجھ سے روٹھے ہین اس امر پر نازک مزاجی سے
مری تصویر کیون تصویر یوسف سے مقابل کی

غضب ہے دامن خنجر نے وقت ذبح منہ ڈھانکا
مری آنکھون کو حسرت رہ گئی دیدار قاتل کی

اے گل چین جو تو نے پھول توڑے ہین یہ رنجیدہ
نسیم صبح ہی یا ٹھنڈی سانسین ہین عنادل کی

مصوّر مانگتا ہی وہ رخ و گیسو بنانے کو
سفیدا صبح جنت کا سیاہی حور کے تل کی

نہ کیون ہین سخت جان مقتل مین جلدی ذبح ہو جاؤن
چھری ہی دوسری گویا نگاہ غیظ قاتل کی

فلک پر برق ہے دریا مین موجین چاہ مین پارہ
بدلتی رہتی ہی کیا بھیس بیتابی مرے دل کی

یہ سچ ہی عشق صادق جب ترا اپنا دکھاتا ہی
دل عاشق کو ہوتی ہی خبر معشوق کے دل کی

وہ مجنون ہون نہانے کے لیے دریا پہ جب آیا
اُڑائین مین نے کیا کیا دھجیان دامان ساحل کی

شب فرقت ہون تنہا کون میری سننے والا ہی
کوئی ہمدم نہین کس سے کہون اچھی بُری دل کی

بناوٹ سے رقیب اُنکی بلائین بھی جو لیتا ہے
تکلف ہی صدا دیتی نہین گر مین انامل کی

ہماری حدت سودا کے ہین حدادبھی قائل
پگھل کر موم کی صورت نہین بگڑا ہیولا سل کی

نہین ہو جو منقارین عنادل نے ملائی ہین
اگر کہتے ہین گوش گل مین یہ اچھی بُری دل کی

خدایا ایک نقطہ مین ہی سیر دفتر عالم
تری صنعت ہی ورنہ کیا بساط اس آنکھ کے تل کی

یہ غم پروانہ جانباز کے مرنے کا کیا کم ہے
ستی کی طرح دیکھو جل رہی ہی شمع محفل کی

مجھے ہی شوق قتل اور راہ کاٹے سے نہین کٹتی
طنابین کھینچدے یارب زمین کوے قاتل کی

مقابل ہو بھلا کیا شعلہ رخسار سے اُنکے
کہ تھرّاتی ہے مارے خوف کے لو شمع محفل کی

دلا وہ اور ہی عقدہ ہی وا کرتا ہی یہ جسکو
گرہ کب ناخن تدبیر نے کھولی ہے مشکل کی

تمھارے عاشق بیدل نے ایسی اُلٹی سانسین لین
جگر کھنچکر وہان آیا جہان پر تھی جگہ دل کی

مری تربت پہ شب کو دیکھنے کی ہی یہ کیفیت
ہنسے سب پھول رو دی شمع پروانون نے محفل کی

جناب عشق کی سرکار مین اُلٹا اثر دیکھا
مرادین مین نے پائین نکلی حسرت غیر کے دل کی

دم رخصت روح وقت نزع تھی کیسی کشاکش مین
علی مرتضےٰ نے آتے ہی حل میری مشکل کی

عشق کے باعث سے ان دونو کی شہرت رہ گئی
آج لیلی ہی نہ مجنون ہی حکایت رہ گئی

دست حاجت کو نہ پھیلایا تو عزّت رہ گئی
فقر مین اک ساتھ دینے کو قناعت رہ گئی

ایک نے بھی بعد مرنے کے دیا میرا نہ ساتھ
دوستون کی قبر تک آ کر محبت رہ گئی

عشق مین صبر و قرار و ہوش سب جاتے رہے
اک تمھاری ناز برداری کی طاقت رہگئی

یار نے نامہ مین لکھا ہے مجھے خط غبار
صاف ظاہر ہے کہ کچھ دلمین کدورت رہگئی

میکدے مین کس کی چشم مست آئی تھی نظر
آج تک جو دیدۂ ساغر کو حیرت رہگئی

زر بخیلون سے ملا کس کو ریاض دہر مین
بند غنچے کی طرح مٹھی مین دولت رہگئی

یار کی رفتار نے جو حشر برپا کر دیا
وعدۂ فردا پہ اے زاہد قیامت رہگئی

نشہ دولت کا چڑھا تھا منعمونکو اسقدر
لاکھ چونکایا دم تلقین پہ غفلت رہگئی

خاک ہو کر بھی نہ چھوٹی خاکساری عاجزی
نقش پا بنکر قدمبوسی کی عادت رہگئی

سختیان یہ سہکے تھا فرہاد لاتا جوے شیر
نہر خون سر سے ہوئی جاری تو عزت رہگئی

مجھ سے کیا تم پوچھتے ہو رنگ فق ہونے کا حال
بنکے چہرے کی سفیدی صبح وصلت رہگئی

عالم زر مین کیا تھا حق نے ختم المرسلین
آخر آتے آتے احمدؐ تک نبوت رہگئی

تھا یقین شداد کو جاکر ارم دیکھونگا مین
موت آپہونچی تو دلکی دل ہی مین حسرت رہگئی

اشرفی کے پھول اُگے ہین منعمون کی قبر سے
خاک مین ملنے پہ بھی زر کی محبت رہگئی

اے فصاحت کسقدر ارزان سمجھتے ہین حسین
ایک دو بوسون پہ میرے دل کی قیمت رہگئی

علیؑ تو آئے ہین احباب گر نہین نہ سہی
اکیلا قبر مین چھوڑا خبر نہین نہ سہی

تمھارے دینے کو جان و دل و جگر تو ہی
ہمارے پاس اگر مال و زر نہین نہ سہی

ہزار شکر کہ جل جل کے شمع روتی ہے
مری لحد پہ کوئی نوحہ گر نہین نہ سہی

شمار مین تو گیا عاشقون مین شکر خدا
بتو جو آہ مین میری اثر نہین نہ سہی

پلادے دُرد ہی ساقی کہ ابر اُٹھا ہے
زلال خم مین اگر جام بھر نہین نہ سہی

رہا تو کر ہمین صیاد تو کہ گلشن تک
ہم اُٹھتے بیٹھتے جائینگے پر نہین نہ سہی

تمھارا چاند سا چہرہ تو شب کو روشن ہی
اخیر ماہ ہوا ہے قمر نہین نہ سہی

قبول کر مری دعوت تو اے سگ جانان
یہ ہڈیان ترے قابل اگر نہین نہ سہی

دھوان تو خانۂ خمار سے اُٹھا مستو
فلک پہ آج اگر ابر تر نہین نہ سہی

لحد مین ساتھ فصاحت کے ہے ولائے علی
عدم کی راہ مین زاد سفر نہین نہ سہی

جہان مین قیس کے مرنے سے یہ شدت ہوئی غم کی
زمین پر صف بچھائی جادۂ صحرا نے ماتم کی

کہون جراح کیا سوزش مین زخم قلب پر غم کی
یہ حدت ہی کہ لو اٹھنے لگی بتی سے مرہم کی

فقط تھی جام جم مین اک جہانکی کیفیت ساقی
مجھے وہ جام دے جو سیر دکھلائے دو عالم کی

وہ خندان ہین مرے رونے پہ تو اسکا عجب کیا ہی
گلستان مین ہنسا کرتے ہین گل رقت پہ شبنم کی

برائی یا بھلائی نام دونو مین ہی اے قارون
جہان مین بخل تیرا کم نہین ہمت سے حاتم کی

شروع عشق رخ ہے یون نہ گھبرا اے دل نادان
ابھی تو کالی راتین جھیلنی ہین زلف پر خم کی

جلایا اسقدر مجھ سوختہ تن نے قیامت کو
نکل آئین زبانین شعلۂ نار جہنم کی

بڑھا اس رنج سے داغ سفیدا دلمین منعم کے
سیاہی رنگئی گیسو مین کیون دینار و درہم کی

ہمین اس ارفانی مین ملا ہے اسقدر وقفہ
کہ مہلت جیسے مجرم کو ہو سولی پر کوئی دم کی

بلاے آسمان یون پوچھتی آتی ہے گھر میرا
کہان پر ہے سرا پاس وملال و حسرت و غم کی

گیا بے یار حیب مین اے فصاحت سوے میخانہ
دکھائی ساغر مملو نے صورت چشم پرنم کی

تراشے کوئی مجھ مجنونکی گر تصویر پتھر کی
لے بانا جنونکا پانؤ مین زنجیر پتھر کی

در جانان سے مس کر کے لگانا میری تربت پر
کہ اس تدبیر سے بڑھ جائیگی توقیر پتھر کی

مقابل چشم جانان سے ہوا تو سر ترا پھوڑا
خطا میری نہ لے بادام ہے تقصیر پتھر کی

جنون کے زور مین مانند رشتہ توڑ ڈالونگا
ارے حداد لوہے کی ہو یا زنجیر پتھر کی

لگائے کھیل مین سنگ فلاخن مجکو اس بت نے
مرے باعث سے گردش مین رہی تقدیر پتھر کی

جہانمین صاف باطن رہ کہ ہم جنسونمین ہوا علے
جواہر کے مقابل کب ہوئی توقیر پتھر کی

برہمن وہ خدا کیسا کہ ہو محتاج بندے کا
بنائی خود پرستش کے لیے تصویر پتھر کی

بچون مین خستہ جان کیا چرخ کے سنگ حوادث سے
کہ بارش اس کمان سے ہے بجاے تیر پتھر کی

وہ مجنون ہون کہ صانع سے کہا تھا روز ازل ہی
جو میرا سر بناتا ہے تو کر تدبیر پتھر کی

حرم مین سنگ اسود پہلے ابیض تھا ارے غافل
ہے زنگت انقلاب دہر سے تغییر پتھر کی

یہ تو دیکھکر سنگ فسان چرخ پر سمجھا
کہ ہے محتاج شاید یہ نئی شمشیر پتھر کی

لحد کیون روندتے ہو کھا کے ٹھوکر سنگ تربت سے
ذرا سوچو خطا میری ہی یا تقصیر پتھر کی

وہ طفل برہمن تبخانہ آتا ہی کہ پاس اپنے
ادھر قسمت ہماری ہی اُدھر تقدیر پتھر کی

بتونکی آرزو مین سخت جانی حد سے گذری ہے
عجب کیا میرا سایہ بھی بنے تصویر پتھر کی

حریصان زمانہ پھولنے پھلنے نہین دیتے
ثمر آئے درختونین تو کی تدبیر پتھر کی

اثر دیوانگی کا بعد مردن بھی قضا ہے
جو بھر قبر احبا کرتے ہین تدبیر پتھر کی

دربان نہ اُنسے اُنکی بدی پھر کرے گوئی
ہم عاشقون مین انکا اگر منھ بھرے کوئی

پھر اسطرح نہ خلق مین بدنام ہون حضور
عشاق مین جو اپنی قضا سے مرے کوئی

خمخانۂ فلک مین لبالب ہے جام مہر
اک ساغر ہلال ہے خالی بھرے کوئی

محفل مین جار قیبون نے پائی تو فخر کیا
جب جانین ہم کہ دلمین ترے گھر کرے کوئی

اتنو مثال دیتے ہین سب اُسکو خلد سے
پھر کیا کہین جو کوچہ مین آسکے مرے کوئی

رو لینا یاد کرکے مرا حال دوستو
بیکس مصیبتون مین جو گھر کرے کوئی

عاشق پڑے ہین کوچہ مین اُسکے تو گورکن
آیا ہی قبر کھودنے شاید مرے کوئی

تم عاشقونپہ شوق سے ظلم و ستم کرو
دُنیا سے تنگ آکے جو نالہ بھرے کوئی

دیتے ہین مطربونکو تو انعام اہل بزم
طنبور کا بھی پیٹ ہی خالی بھرے کوئی

مرتے نہ جو نکل آئین قضا زمین سے کیون
گر حشر اپنی چال سے برپا کرے کوئی

آج لے صاحب چلین گلزار ہم بھی آپ بھی
پھر وہان مل بیٹھے ہین سرشار ہم بھی آپ بھی

شاید انکو ہو خبر لے حضرت دل اسطرح
جا کے نالان ہون بس دیوار ہم بھی آپ بھی

تاڑ جاتے ہین نگاہین دیکھکر اہل نظر
لاکھ اُلفت کا کرین انکار ہم بھی آپ بھی

سخت جانی اور نزاکت کے سبب ہنگام ذبح
کیسے شرمندہ ہوئے اے یار ہم بھی آپ بھی

تسبیح سے یہ برہمن کہتا ہے جھگڑا پاک ہو
توڑ ڈالیں سبحہ و زنار ہم بھی آپ بھی

پھرنے چلنے کے ہے مانع ناتوانی ناز کی
دو تون آخر ہو گئے ناچار ہم بھی آپ بھی

لعل لب سا لعل گوہر اشک سا شاید ملے
چلکے دیکھیں جوہری بازار ہم بھی آپ بھی

راہ الفت میں نہ اب تو کوئی دھوکا کھائیگا
برسوں گذرے ہو گئے ہشیار ہم بھی آپ بھی

پاکبازی کا ہی دعوی مے نہیں پیتا رقیب
آج محفل میں کریں اصرار ہم بھی آپ بھی

ہے فقط پیغمبری کا فرق ورنہ اے کلیم
ہیں اسکے طالب دیدار ہم بھی آپ بھی

خط نکلتے ہی یہ بولے انکے ناز انداز سے
ڈھل گیا جوبن ہوے بیکار ہم بھی آپ بھی

تیغ کھینچو عشق صادق کا ابھی ہو امتحان
غیر بھی موجود ہیں اے یار ہم بھی آپ بھی

اور سنیے آج کہتا ہی فصاحت سے وہ شوخ
آئیے موزون کریں اشعار ہم بھی آپ بھی

بل تری چتون میں ابرو میں کجی کا ہیکو تھی
جیسی اب ہی بیرخی ایسی کبھی کا ہیکو تھی

غیر کو پاس اپنے بٹھلانا نتھا منظور اگر
پھر یہ مجھ سے بزم میں پہلو تہی کا ہیکو تھی

آج میرے دفن ہونے سے خلائق جمع ہی
کل زیارت گاہ مردم وہ گلی کا ہیکو تھی

غیر کے گھر جاکے اٹھ آتے اگر دل چاہتا
آپ تھے مختار صاحب بیبسی کا ہیکو تھی

غیر کے ہمراہ بیشک کوچہ گردی کی ہی آج
کل تلک پوشاک انکی ملگجی کا ہیکو تھی

کل رقیب اٹھکر گلے لپٹا تھا صاحب آپ کے
مجھ سے کھنچنے تھی بناوٹ بیخودی کا ہیکو تھی

غیر کے ساتھ اے فصاحت دھوپ میں پھرتے ہیں وہ
پہلے انکی رنگت اتنی سانولی کا ہیکو تھی

نیا ستم یہ حسین عاشقوں پہ کیا کرتے
فقط تمھاری بتائی ہوئی جفا کرتے

بنے تھے وہ ستم ایجاد تو یہ چاہیئے تھا
کہ سہہ نہ سکتے ہم ایسی کوئی جفا کرتے

جو کاٹتا تھا سر شمع بزم میں گلگیر
پتنگے اور سوا دیکھنے کے کیا کرتے

صدا یہ دیتا تھا لیلیٰ کو قیس بعد فنا
مآل ہم یہ سمجھتے تو کیوں وفا کرتے

سہی جفا پہ جفا اور ہم نے کچھ نہ کہا
حضور ہوتے ہماری جگہ تو کیا کرتے

یقین ہے اور مرے دل کا حوصلہ بڑھتا
کبھی حضور جو انداز وفا کرتے

بجبر اُٹھائے گئے جسکی وجہ سے سر بزم
ہم اُس سے بحث بڑے تم سے کیا گلا کرتے

جو پردہ تھا انھیں چشم چراغ سے منظور
تو میری قبر پہ منھ ڈھانک کر ہنسا کرتے

خفا نہو جیے بالکل ہے افترا بہتان
بھلا حضور ہم اور آپ کا گلا کرتے

کچھ استخوان ہمارے گیا تو کچھ سگ یار
ہماری لاش کو احباب دفن کیا کرتے

یتیم گہر کو سمجھتے جہان مین گر بیدرد
نہ یون کنار صدف سے کبھی جدا کرتے

سپرد ہوتا ہمارے جو کارخانۂ عشق
ضرور صیقل آئینۂ وفا کرتے

یہ بات ہجر کی تم سے کسینے جھوٹ کہی
کہان تھی ناتوانی سے مہلت کہ ہم گلا کرتے

وہ ہم کو دیتے تھے دشنام اے فصاحت جب
سوا سکوت کے کیا کہئے اور کیا کرتے

ملے خشت خم مے گر کہین سے
مٹاؤن داغ زاہد کی جبین سے

مین تڑپون خاک براے شب ہجر
اُٹھالے چاندنی اپنی زمین سے

یہ حسرت تھی کہ ہاتھ اس رخ سے ہو مس
اسی سے گرد جھاڑی آستین سے

اُٹھایا جائے گا اے عشق کیونکر
مرا نازک مزاج اس نازنین سے

اسی کو قتل کر ڈالا اُنھون نے
خبر مرنے کی جو لایا کہین سے

ہم اُٹھوائے گئے کوچہ سے اُسکے
مگر لپٹا رہا بستر زمین سے

تمھارے ہاتھ مین بھو سنکے گجرے
لپٹنا سیکھتے ہین آستین سے

کمر تک اُنکی رفتہ رفتہ آئین
نگاہین ابتدا کرکے جبین سے

مجھے کچھ ایسی بیدردی سے مارا
پھرا سارا زمانہ اُس حسین سے

پیونگا جام زہر اس شرط سے مین
اُٹھا دو اپنے دست نازنین سے

بنی جب سے لحد مجھ دل جلے کی
نہین اُگتا کوئی دانہ زمین سے

چہ زمزم سے پانی لے کے لے شیخ
نہ دھو قشقہ برہمن کی جبین سے

ہمارا ذکر بھی ہے بار خاطر
سنا جاتا نہین اس نازنین سے

چھپاتے گا رُخ اُنکے سامنے مہر
لیا ہے گردگا پردہ زمین سے

کشادہ دل وہ کیا ہو مثل دامن
جو سیکھے تنگ چشمی آستین سے

جگہ تربت کی دے تو مجھ کو لیکن
فلک اسکا عوض لے گا زمین سے

نہ تم کپڑے بدل کر سیکھ لینا
ذرا تیوری چڑھانا آستین سے

بہت سے انقلاب آئے پر اے فقر
نہ اُٹھا بوریا اپنا زمین سے

گلے سے یون نہ لپٹین پھولونکے ہار
جھٹک دو اپنے دست نازنین سے

مرا تابوت اُٹھتے وقت احباب
کسیکو ڈھونڈھ ہی لائے کہین سے

تواضع اسقدر اپنی بڑھی ہے
ملا ہے جھکتے جھکتے سر زمین سے

حسینون مین سب اچھے ہین فصاحت
کرون اظہارِ اُلفت کس حسین سے

جفا کو اپنی وہ معشوق کیون بُرا سمجھے
کہ عاشقونکی وفا کو نہ جو وفا سمجھے

نہ مثل آہ کے چرخ اُسکو نارسا سمجھے
ہمارے نالے کو مظلوم کی دعا سمجھے

نہ میرا مطلب دل بزم مین ذرا سمجھے
کہا اشارے سے کیا اور آپ کیا سمجھے

کدھر خیال گیا آپ کا یہ کیا سمجھے
بیان حال شب ہجر کو گلا سمجھے

جو پہونچے عرش تک اُس نالہ کو رسا سمجھے
قبول ہو گئی ہو جو اُسے دعا سمجھے

کبھی نہ آئیگی جائیگی روٹھ کر جسدن
جوان اپنی جوانی کو بیوفا سمجھے

ہوئی نہ چرخ کی گردش مین جب ذرا گردش
جہان مین لوگ مجھے قطب آسیا سمجھے

وہ کیون تمام اداؤن پہ ناز کرتا ہے
لُبھائے سیکڑون دل جو اسے ادا سمجھے

میان بزم جو باتین کرون اشارونمین
مجال کیا جو کوئی آپ کے سوا سمجھے

گلے بجبر لگایا تو ہمکو اُس بت نے
کہا تو ناز سے اتنا کہا خدا سمجھے

مثال دانہ ہمین گردشون نے جب پیسا
ہم اپنے بخت کو مانند آسیا سمجھے

شراب مانگون جو ساقی سے لیکے خالی جام
مجھے گدا تو اُسے کاسۂ گدا سمجھے

حسین دیکھ کے خود بین و خود پسند ہوئے
بنانے والے سے آئینہ کے خدا سمجھے

سنا کئے پہ نہ کی اعتنا فصاحت کچھ
ہمارے نالے کو وہ دور کی صدا سمجھے

جب تونے کی تھین راز کی باتین قریب سے
دم بھر نہ مثل سایہ جدا ہون حبیب سے
ہنستا اُٹھا ہے بزم مین میرے قریب سے
مین خوش ہون ایسی کم سخنیٔ حبیب سے
جھیلی ہین تیرے عشق مین جو جو مصیبتین
دیکھون ہجوم عام مین کس آنکھ سے اُنھین
چلاکے بدکہے بھی عدو تو نہ ہم سُنین
لیتے تو ہو مرا دل نازک یہ ہے یہ شرط
صیاد آیا جبکہ دبے پاؤن باغ مین
تیر نگہ تو دور سے مجھ کو لگا چکے
نفرت ہوئی اُنھین مری اُلفت مین اسقدر
کچھ اور احتیاج نہین ہے امیر کو
چلمن ہے اُنکے آگے نہ چہرے پہ ہی نقاب
مین سوختہ تن ایسا ہون ہوجائے وہ بھی گرم
بدبخت کون دہر مین ہی مثل آسیا
دل چاہتا ہی کیفیتِ جوششِ بہار
گلدستہ لایا اُنکے لیے آج باغبان

تھا دو کمان کا فاصلہ باقی حبیب سے
پر عاشقونکا بس نہین چلتا نصیب سے
کیا کہدیا اشارے مین تم نے رقیب سے
اقرار وصل وہ بھی زبان رقیب سے
ہنس ہنس کے تو نہ پوچھ مجھ آفت نصیب سے
جو لوگ اُنکو دیکھ رہے ہین قریب سے
کان اپنے بھر گئے ہین صدائے حبیب سے
رکھنا الگ اسے دلِ سختِ رقیب سے
نرگس اشارہ کرنے لگی عندلیب سے
مژگان کے نیزے بڑھ کی لگا دو قریب سے
کانون پہ ہاتھ رکھتے ہین نام رقیب سے
تھوڑی بہت غرض ہی دعائے غریب سے
ہے بھی اگر تو آنکھ کا پردہ رقیب سے
نکلے ہوائے سرد جو میرے قریب سے
ملتا ہے رزق بھی تو برائے نصیب سے
گل کے ورق پہ لکھون پرِ عندلیب سے
رشتہ کے بدلے باندھ پرِ عندلیب سے

ہوتا ہے ناگوار فصاحت ہمین بہت
شکوہ کسی حبیب کا سنکر حبیب سے

بدشگونی ہے مریضان محبت کیلئے
دل بنایا تھا مرا اپنی ہی الفت کے لیے

بھولے سے رات کو جاؤ نہ عیادت کیلئے
یا خدا نے بت بیرحم کی حسرت کیلیے

چارہ گر جب انھیں سینے لگا بیدردی سے
کھل گئے میرے لب زخم شکایت کیلیے

شوخیاں حسن نے دیں اور یہ اُنسے پوچھا
اور کیا چاہیئے ہے تمکو طبیعت کیلیے

ساعتیں جتنی مرے ہجر کے دن بچ جائیں
چرخ رکھ چھوڑے اُنھیں روز قیامت کیلیے

درد نے قلب میں اُٹھ اُٹھ کے جگہ خالی کی
گاہ ارمان کی خاطر کبھی حسرت کیلیے

غیر بیمار سہی پر ابھی مرتا تو نہیں
مجھکو دفنا کے وہاں جاؤ عیادت کیلیے

کہیں پھولوں سے وہ اچھے ہیں جو بے آئے کوئی
کانٹے دیوار صنم کے مری تربت کیلیے

ضبط سے بیخودی عشق میں کہہ رکھا ہے
ہم نے پوشیدگی راز محبت کیلیے

پھول وہ غیر کے سیوم میں اُٹھا ہی نہ سکے
یہی کافی ہے ثبوت اُنکی نزاکت کیلیے

ہم سے دلسوزوں کی آہوں کا جو اُٹھتا ہے دھواں
جمع کرتا ہے فلک روز قیامت کیلیے

عشق کی چوٹ کلیجے پہ جو کھائی ہم نے
آئے ہنستے ہوئے بیدرد عیادت کیلیے

بیکسی کو نہ ملا اس سے اچھا کوئی
شامیانہ لحد کشتۂ حسرت کیلیے

شرط ہے پھولوں کے ہاروں کی بھی تو آمد ورفت
یا ہی عاشق و معشوق کی الفت کیلیے

کونسے ظالم بے رحم نے روندی مری قبر
وا ہوئے ہیں جو لب گور شکایت کیلیے

خود گلا کاٹ کے مرجاؤں جو اتنا وہ کہیں
ہے جگہ میرے مکان میں تری تربت کیلیے

کیا کروں مصلحت مالک تقدیر میں ہے
ساری عالم کی برائی مری قسمت کیلیے

چار دن داہ جوانی کے ملے ہیں اُنکو
غمزہ و عشوہ و شوخی و شرارت کیلیے

جب مری قبر پہ دو پھول اُنھوں نے دیکھے
لیگئے ہنستے ہوئے غیر کی تربت کیلیے

حسن صانع نے بھرا شکل میں یوسف کے جو
وہی تجویز کیا آپکی صورت کیلیے

سختیاں جھیل گیا کوہکنی کی فرہاد
واقعی دل بھی قوی چاہیئے ہمت کیلیے

ہمدمو عشق میں ایسی کوئی تدبیر کرو
بن پڑے جو مری بگڑی ہوئی قسمت کیلیے

پر پروانۂ مضطر کا ہے اچھا پردہ
بزم میں شمع کی روتی ہوئی صورت کیلیے

رتبہ جو بعد امانت کی لطافت کا ہوا
اب وہی بعد لطافت ہے فصاحت کے لیئے

مدارا کرکے تو کیا پوچھتا ہے اے فلک ہم سے
دل اپنا بھر گیا نیت مگر بھرتی نہین غم سے

فرشتون نے بنایا حکم خلاق دو عالم سے
مرا جلتا ہوا دل لے کے انگارہ جہنم سے

کہین کیا اب تو ہم راضی ہین مرگ غیر کے غم سے
ترا حسن اور ہی کچھ ہو گیا پوشاک ماتم سے

جو فوراً روبروئے گل کبھی رونا ہوا اے بلبل
چھپا رکھ آنکھ مین دو چار قطرے لیکے شبنم سے

مرا پھوڑا سا دل مدت سے الفت مین تپکتا ہے
برائی کیا ہو گر چھیڑا فلک نے نشترِ غم سے

جو زندہ ہین تو چشم زخم سے نظارہ بازونکی
بچاینگے تجھے جبتک بچایا جائے گا ہم سے

حسین جو ساتھ انکے مہندی ملنے کے لیے بیٹھے
کفِ افسوس ملتے اُٹھے میری بزمِ ماتم سے

در آکر دلمین انکے تیر نے کیا تفرقہ ڈالا
جدا ارمان کو حسرت سے کیا اندوہ کو غم سے

سحر کو آ گیا صیاد تو اُڑ بھی نہین سکتے
پرِ بلبل چمن مین اسقدر بھیگے ہین شبنم سے

بتا نیگے نہین اغیار کو تو راز دل اپنا
ابھی گردن مین باہین ڈالکر تم پوچھ لو ہم سے

چلے جاتے ہین کچھ وسواس لوگونکو نہین آتا
کسیکی بزمِ عشرت مین ہماری بزمِ ماتم سے

وہ آہ شعلہ زا کی جلتے ہی مجھ سوختہ تن نے
کہ مالک الاماں کہتا نکل آیا جہنم سے

ملا وہ درس پڑھنے کے لیے پہلے پہل ہمکو
دبستانِ محبت مین ہے جسکی ابتدا غم سے

جدائی جسمین ہو کچھ ایسی باتین کرتے رہتے ہین
رقیبِ مفسدہ پرداز اُدھر انسے اِدھر ہم سے

جو بعد قیس بکھرے خود بخود گیسو تو جھنجھلا کر
کہا لیلیٰ نے مجھ کو کیا غرض مجنون کے ماتم سے

نکال اے عشق اشکو نمین ملا کر چشمِ پُرنم سے
جو میرا دل گیا ہے پارہ پارہ خنجرِ غم سے

ہم ایسے عاصیون نے جاکے ایسی سرد آہین کھین
فضائے حشر مین ٹھنڈی ہوا آئی جہنم سے

چمن مین شاہدِ گل لاکھ بلبل سے چھپاتے ہین
یہ چھپ سکتے نہین منھ چادرِ باریک شبنم سے

دیا گردن جھکا کر حکمِ محفل سے اُٹھانے کا
ابے چار آنکھ کر بے اعتنائی اسقدر ہم سے

فلک سے کرتے ہین فرمائش ان دونونکے ملنے کی
کچھ ایسا شوق ہے ہمکو نئی حسرت نئے غم سے

ہمارے بعد یون ہر بات پر دیکھو نہ ہنس پڑنا
بگڑ ہی جائے گا کوئی نہ کوئی اہل ماتم سے

شروع شام ہی سے ہجر مین یہ کرب یہ الجھن
کٹینگے کس طرح اس شب کے پچھلے دو پہر ہم سے

مری آنکھوں سے وہ دیکھیں اگر اپنی جوانی کو
بہت اچھی نظر آئے بہار باغ عالم سے

ہم معشوق ہو مطرب ہو ساقی ہو مغنّی ہو
مزا ہے زندگانی کا انھیں دو چار کے دم سے

ہمارے دل سے کیوں اے درد گشتہ کر کے لیجائے
تمناؤں کے لاشے چھین اُٹھکر لشکر غم سے

چمن میں بیٹھے اُس نازک شجر پر دن کو کیا بلبل
جُھکی رہتی ہیں شب بھر جسکی شاخیں بار شبنم سے

جو غیر جنس ہے تو دل نہیں ملتا نگینہ کا
اُسی سے گو ہے وابستہ پہ منھ پھیرے ہی خاتم سے

کبھی گر وصل کے انکار پر دشمن مصر ہونگے
قسم تیری جوانی کی نہ کھائی جائیگی ہم سے

ہمارا غم نہ کرنے سے انھیں بد کیوں کہے کوئی
جیسے وہ خود ہی ماریں پھر غرض کیا اُسکی ماتم سے

فصاحت مبتلا رہتے ہیں گو افکار دنیا میں
مگر ہرگز نہیں چھٹنے کا شوق شاعری ہم سے

تب کو ڈر کر ترے عاشق کے سیہ خانے سے
شمع پر مانگتی ہے اُڑنے کو پروانے سے

کچھ غرض کعبہ سے عاشق کو نہ بتخانے سے
فائدہ کیا ہے ادھر اور اُدھر جانے سے

گھر میں ہم فصل بہاری سے جو غافل بیٹھے
بوئے مے آئی خبر کرنے کو میخانے سے

ساقیا دل سے ٹپک جاتا ہے اتنا ہی لہو
مے چھلک جاتی ہے جتنی ترے پیمانے سے

راہ کعبہ سے بھٹک کر کوئی پہونچا جو اُدھر
ظلمت کفر بڑھی لینے کو بتخانے سے

گرد پھر پھر کے بھری بزم میں مجھ سے نہ بیٹھ
چپکے چپکے یہ کہا شمع نے پروانے سے

آتی ہے قہقہوں کی یار کے گھر سے آواز
یہ نتیجہ ہوا نالوں کی صدا جانے سے

لنڈھ کے خم جذب زمیں میں جو ہوئی ہے سرخ
آندھی میں لال غبار اُٹھتا ہے میخانے سے

کیوں وہ بت عاشق وحشی سے ہے مستفسر حال
نہ خدا اچھی بری پوچھے گا دیوانے سے

روکے ہے دست سبو میں نگران دیدۂ جام
مغبچہ کوئی نکل جائے نہ میخانے سے

تنے کیوں غیر کے ماتم میں گریبان پھاڑا
راے اس امر میں کیا لی کسی دیوانے سے

شیخ کیوں دیتا ہے بیوقت اذان کعبہ میں
کیا صدا آتی ہے ناقوس کی بتخانے سے

جو اشارے سے کہا غیر نے وہ سمجھے ہم
آنکی نیچی نگہ ہونے سے شرمانے سے

شمع سے سیکھو جلانا تمھیں اے شعلہ رخو
ہم تو جلنا نہ کبھی سیکھیں گے پروانے سے

بزم میں پیر مغان کے ہو فقط حکم کی دیر
شیشہ منھ اپنا ملائے رہے پیمانے سے

جسمین عاشق کی تباہی و مصیبت کا ہو ذکر
ہاے رغبت ہو کسیکو اُسی افسانے سے

شیخ نے گنبد مسجد کا کلس بنوایا
بت جو سونے کا چُرائے گیا بتخانے سے

مردے کیطرح کئی دن سے پڑا تھا بجیں
دفعتاً جان مین جان آئی ترے آنے سے

اے فصاحت گلے لپٹا ہی لیا ہمنے اُنھین
کچھ بھی حاصل نہ ہوا غیر کے ساتھ آنے سے

آکے وحشی گئے خجلت زدہ ویرانے سے
منھ کی کھائی ہے کچھ ایسی ترے دیوانے سے

آپ بگڑین نہ ذرا میرے لپٹ جانے سے
بڑھ گیا شوق مرا آپ کے شرمانے سے

میکشو آتے ہین مسجد کی طرف سے ڈھیلے
پھیکو تم ٹوٹی ہوئی بوتلین میخانے سے

جکڑے ہے زنجیر وہمین کس کس کو ہٹا کر حداد
لپٹی ہین سیکڑون پریان ترے دیوانے سے

مشعلین غول بیابان نے جلائین اتنی
دور ظلمت ہوئی شب کی مرے ویرانے سے

پہونچا اُس دست نگارین سے لب نازک تک
بزم مین جام ہی اچھا رہا پیمانے سے

بزم اغیار مین دل میرا جلا کر شب کو
وہ ملاتے ہین تڑپتے ہوے پروانے سے

کوچہ زلف مین دل جائے الگ ایک سے ایک
راہین تو سیکڑون نکلی ہوئی ہین شانے سے

باب زندان جو نگہبان نے ذرا سا کھولا
چشم روزن نے اشارہ کیا دیوانے سے

کچھ تو ہی شمع ہوا نے جو بجھا دی سر قبر
یا حسد مجھ سے ہے یا بغض ہے پروانے سے

شیخ مسجد مین جلاتا ہی نہین شب کو چراغ
شمع مینا کی ضیا جاتی ہے میخانے سے

سر کوئی کاٹے کیگا کوئی جلکے جلا ے
کیا غرض شمع سے گلگیر سے پروانے سے

تیری سرکار ہمیشہ رہے آباد ای عشق
دل غنی ہو درم داغ جگر پانے سے

قبر بھی ملنے کی اُمید ہوئی کچھ ہم کو
کوچۂ یار مین بستر کی جگہ پانے سے

نجد سے قیس کی آہونکے جب آئے جھونکے
لے گئے خاک اُڑا کر مرے ویرانے سے

ہاے مے ٹپکے بھرے خم پہ گرے پڑتے ہین
بادہ کش ہو گئے بے صبر گھٹا آنے سے

رندو مجھ میکش بیمار کے ہی نزع کا وقت
پانی بھی حلق مین ٹپکاؤ تو پیمانے سے

دن کو وہ غیر کے گھر سوئینگے غافل ہوکر
شب کو نیند انکی اڑی ہی مرے افسانے سے

بدگمانی مری اسوقت تو کچھ اور بڑھی
دیکھ کر غیر کی صورت ترے شرمانے سے

شمع جلنے ہی کو تھی رات کو دن بھر کے بعد
کہ جدا کر دیا فانوس نے پروانے سے

ہائے کیون چال وہ مستانہ چلین اسوقت
کہین تابوت مرا گر نہ پڑے شانے سے

آبرو اسکے عوض دے جو فصاحت منعم
خوش نہ ہون خلعت و زر مال و گہر پانے سے

حسین کیسے ہو تم یہ تمھاری خو کیا ہے
ہر اک سے پوچھتے ہو تیری آرزو کیا ہے

ہے باغبان کو عبث لالہ و گلاب پہ ناز
فقط ہی نام ہی نام انکا رنگ و بو کیا ہے

وہ عکس آئینہ سے بحث ہین یہ کہتے ہین
ارے ادھر ادھر اک مین ہی مین ہون تو کیا ہے

وہ ہنسکے بولے جگر تھام کر جو دل ڈھونڈھا
یہ طرز اور یہ انداز جستجو کیا ہے

لگا یا ہتو ہے بے سمجھے بوجھے دل تجھ سے
خبر ہی کہ ابھی نہ معلوم تیری خو کیا ہے

ہے آئینہ کہ ہے شفاف و صاف دل میرا
بغور دیکھ تو یہ تیرے روبرو کیا ہے

پھٹا ہی پیرہن اے فقر میرا اچھا ہے
کہ جو کسیکو ہو معلوم وہ رفو کیا ہے

مری طرف سے تمھین کیا کسی نے بھڑکایا
یہ باتین آج ہین کیسی یہ گفتگو کیا ہے

وہ مجھ سے کہتے ہین تو کیون ہی غیر سے بدظن
جو تیرے دوست کا ہے دوست وہ عدو کیا ہے

چھری وہ لین تو سہی ہی یہ شوق ذبح مجھے
گلا بنینگے سب اعضا یہ اک گلو کیا ہے

مراد باغ معطر ہے اے فصاحت آج
کسی کی بکھری ہوئی زلف مشکبو کیا ہے

بعد مدت وصل یون اے یار رہنے دیجیے
لب پہ لب رخسار پر رخسار رہنے دیجیے

قرب دندان لائیے کیون یار رہنے دیجیے
آبروے گوہر شہوار رہنے دیجیے

اب یونہین اسے یار بی اغیار رہنے دیجیے
انجمن کو گلشن بے خار رہنے دیجیے

آپ کی نازک کمر سے یہ لچکنا ایک سے
اور کچھ دن ڈھب مین تلوار رہنے دیجیے

آپ اچھا کرکے اپنے ناز پھر اٹھوائینگے
باز آیا مین مجھے بیمار رہنے دیجیے

تلی اسمین ہو نہ جائے ذرۂ خاکِ رقیب
بند چشم روزن دیوار رہنے دیجیے

کیجیے اے عشق خون میرے کلیجہ کو مگر
دل پہ مشق جفائے یار رہنے دیجیے

کیفیت دکھلائی ہو الحضرت پیر مغان
سبز شیشون مین مئے گلنار رہنے دیجیے

سرخ ہاہی جانیے بحر شہادت کی آسے
دھوئیے کیون خون بھری تلوار رہنے دیجیے

سیجلیے اے قیس سب بھر رفوے چاک جیب
کوئی تو دامن مین میری تار رہنے دیجیے

مُ بھی ناداری مین تیجیے آبرو بھی رکھیے شیخ
رہن جبہ کیجیے دستار رہنے دیجیے

آب روے آتشین پر ڈالتے ہین کیون نقاب
گرم اپنے حسن کا بازار رہنے دیجیے

لے کے بے پروائی و بے اعتنائی سے صلاح
اپنے زانو پر سر بیمار رہنے دیجیے

بادۂ الفت پلایا ہی جو اے عشق آپنے
جب وہ بیخود ہون مجھے ہشیار رہنے دیجیے

زندگی بھر اے فصاحتؔ دل مین اپنے مثل جان
حبّ آل احمد مختار رہنے دیجیے

مدحت مژگان تیز یار رہنے دیجیے
اپنے باغ نظم کو بے خار رہنے دیجیے

مائل گریہ مجھے اے یار رہنے دیجیے
آب رنج آمیز اپنا پیار رہنے دیجیے

کوچہ اپنا غیرت گلزار رہنے دیجیے
نقش پائے غیر کیون خار رہنے دیجیے

وصل کی شب دیکھنا ہے مجھ کو رنگ آسمان
آپ سو رہیے مجھے بیدار رہنے دیجیے

مردے صدہا سال کے جی اُٹھے جس رفتار سے
کچھ دنون اپنی وہی رفتار رہنے دیجیے

آپ کے عاشق کھڑے ہین جیکے صف باندھے ہوے
اور دیوار اک پس دیوار رہنے دیجیے

قتل کرنا ہے اگر مجھ سخت جان کو سب کے بعد
جو بہت ہو تیز وہ تلوار رہنے دیجیے

سب جو مر جائینگے دیگا داد ظلم و جور کون
زندہ بھی عشاق مین دوچار رہنے دیجیے

کوچہ مین آسائش عشاق گر ہے ناگوار
گھر کے اندر سایۂ دیوار رہنے دیجیے

دشت غربت مین تقاضاے مروت ہی یہی
لپٹے دامن سے جو کوئی خار رہنے دیجیے

کاٹ ڈالین اے فصاحتؔ آپ اور ابیات کو
چیدہ جو دیوان مین ہون اشعار رہنے دیجیے

کب ایسا تر و تازہ و شاداب چمن ہے
کیا رنگ پہ فاخر کا گلستان سخن ہے

خط کا جو نمو چہرے پہ اے غنچہ دہن ہے
سب کہتے ہین یہ سبزۂ نو خیز چمن ہے

ہر ایک سے جان سی شئی دیکے ہے لیتا
بازار جہان مین جو گران جنس کفن ہے

نکلین تو اسی راہ سے لخت جگر و دل
اے عشق مری آنکھو نسے نزدیک دہن ہے

جب دیکھیے خوابیدہ نظر آتا ہے سبزہ
نرگس کے سوا کون نگہبان چمن ہے

کیا پوری کھنچی مانی و بہزاد سے تصویر
معدوم کمر انکی ہے معدوم دہن ہے

ہے شرط نہ یہ بھی رہے اے تیرگی گور
کچھ کچھ ابھی باقی جو سفیدی کفن ہے

آزادی اب اس دل کو فصاحت نہین حاصل
ہر وقت گرفتار غم و رنج و محن ہے

تنگ اسقدر زمین جو ہمارے مکان کی ہے
ادنی سی ایک یہ بھی جفا آسمان کی ہے

کیسی غضب مین جان ترے ناتوان کی ہے
تیر حوادث اور کمان آسمان کی ہے

رونے کا حکم آنکھو نکو تمنے دیا تو کیا
دل کو بھی اذن دو جسے حسرت فغان کی ہے

قاتل وہان زخم مین پیکان کو رہنے دے
بہر ادائے شکر ضرورت زبان کی ہے

یہ بھی ہی کیا طبیعت نازک کو ناگوار
سرخی جو ہلکی لب پہ ترے رنگ پان کی ہے

آ کر چمن مین دیر سے ہی گرد پھر رہی
عاشق کچھ ایسی برق مرے آشیان کی ہے

نازان ہی جس جفا پہ تو اے آسمان پیر
بیشک وہی تباہی ہوئی اس جوان کی ہے

ایسا زمین کوچۂ قاتل کا خون ہی لال
سرخی ہین جس سے پھیلی شفق آسمان کی ہے

جو پھول توڑنے کو چمن مین ہم آئے ہین
ہر پھیر کے آج اسی پہ نظر باغبان کی ہے

صاحب ہمارے سر کی قسم کہدو صاف صاف
گالی تمہارے منھ مین یہ کس بدزبان کی ہے

اب آنکھ مین تصور خار مژہ نہ آے
راہ اسطرف سے آنسوؤنکی کاروان کی ہے

ہم نغمہ ہو نہین طائر سدرہ سے بلبلکو
اتنی بلند شاخ مرے آشیان کی ہے

اچھی طرح وہ جانتے ہین میرے دل کا حال
کیا اے فصاحت اب مجھے حاجت بیان کی ہے

صیاد دم صبح جو گلشن مین نہین ہے
بلبل بھی سر شاخ نشیمن مین نہین ہے

جو اُٹھے تری تیغ کے دُو رسے دم قتل
ایسی تو کوئی رگ مری گردن مین نہین ہے

مین لے کے چلا خارِ الم باغ جہان سے
اک پھول بھی دیکھو مرے دامن مین نہین ہے

رنگ اثر و بوے وفا جسمین ہو گلچین
پھول ایسا تو کوئی کسی گلشن مین نہین ہے

جیسا کہ ہو کاہیدہ تن بلبل نالان
ایسا کوئی تنکا بھی نشیمن مین نہین ہے

گردون پہ جو نکلا ہے ہلال آج چمک کر
کیا طوق حضور آپکی گردن مین نہین ہے

مین جس گل رعنا کے تجسس مین ہون آیا
یہ بھی مری قسمت وہی گلشن مین نہین ہے

صیاد عبث تاکتا ہے آس لگا کے
بلبل کا تو اک پر بھی نشیمن مین نہین ہے

جتنی تری تلوار جھکی ہے یہ تواضع
خم اتنا تو قاتل مری گردن مین نہین ہے

گلچین نہ گلستان مین لگا تہمت دزدی
پھولونکی تو بو بھی مرے دامن مین نہین ہے

کیا گذرے گی اس بلبل نالان پہ قفس مین
اکدم بھی جسے چین نشیمن مین نہین ہے

ہر طرح علامت ہے مرے قتل کی ظاہر
ہان خون کا دھبا ترے دامن مین نہین ہے

گلچین کوئی مرجھایا ہوا پھول تو کیسا
سوکھا ہوا پتا بھی تو گلشن مین نہین ہے

پھر پاؤن سے وہ روندتے ہین کیون مرے دلکو
جب ہاتھ حمائل مری گردن مین نہین ہے

سبزہ کی طراوت کا تو کیا ذکر ہے گلچین
ٹھنڈی تو ہوا تک ترے گلشن مین نہین ہے

صیاد ہے کیون باغ مین دل اپنا سنبھالے
گر درد ہی بلبل ترے شیون مین نہین ہے

برسات مین کیون ہاتھ بڑھاؤن نہ مین وحشی
اتبک کوئی چاک ابر کے دامن مین نہین ہے

گر دت تجھے اجازت تو ابھی لائے دھہا بجت
کیون پھولونکا ہار آپکی گردن مین نہین ہے

اغیار مری خاک کو ملنے نہین دیتے
چہرہ کا ترے رنگ نکلنے نہین دیتے

وہ غیرونکو خلوت سے نکلنے نہین دیتے
یا غیر انھین پاس سے ٹلنے نہین دیتے

کسطرح گوارہ ہو ہمین دھوپ مین پھرنا
جب چاندنی مین اُنکو نکلنے نہین دیتے

دے سکتے ہین جب ایک کا دل وہ سو کو
بدلے جو کوئی پھر تو بدلنے نہین دیتے

ختم اُن پہ ہے اب دشمنی و دوستی اے غیر
ارمان مرا دم تیر نکلنے نہین دیتے

یہ بھی ہے اک اعجاز کہ ہر خال کا اسپند
وہ آتش رخسار مین جلنے نہین دیتے

جب مشورۂ ترک جفا کرتا ہے کوئی
یہ ساتون فلک رائے بدلنے نہین دیتے

ہاتھون مین چُبھ جاتے ہین کانٹے خط رخ کے
غازہ دمِ زینت انھین ملنے نہین دیتے

کیا بات کرین مجھ سے وہ رستے مین ٹھٹھک کر
جب اپنے برابر سے نکلنے نہین دیتے

خاموش وہ ہو جاتے ہین منہ بول کے مجھ سے
اچھی طرح اغیار کو جلنے نہین دیتے

صیاد جو گلشن مین ہے تو جھونکے صبا کے
بُلبُل کو نشیمن سے نکلنے نہین دیتے

ہو غیر کی میت کو فشار اور لحد مین
ہم کیون کفِ افسوس اُنھین ملنے نہین دیتے

طاؤسونکے رقص اور عنادل کے ترانے
رنگ انجمن گل کا بدلنے نہین دیتے

آتے ہین بنے سنورے ہوئے بہر عیادت
بیمار و نکو اپنے وہ سنبھلنے نہین دیتے

عشاق انھین در پہ نہ گھیرین تو وہ نکلین
یہ خود ہی انھین گھر سے نکلنے نہین دیتے

بیٹھا ہے مرے سامنے یون اُٹھ کے تو اے غیر
جیسے وہ تجھے پاس سے ٹلنے نہین دیتے

غیر آتا ہے تو شوخی ادا ناز و تبسم
ملکر انھین تیوری بھی بدلنے نہین دیتے

بھڑکا کے مرے جسم مین خوب آتش فرقت
قدرت یہ انھین مین ہے کہ جلنے نہین دیتے

حسب فرمائش راجہ نوشاد

گو ترک وطن کرنے کا ہے قصد فصاحت
پر کیا کرین احباب نکلنے نہین دیتے

علیخان الفضا صاحب نوشاد آنجہانی

تن مین شاید کل نہ یہ اکھڑا ہوا بھی دم رہے
دوستو سمجھو غنیمت گر یہی عالم رہے

غیر مر جائے تو برسون یہ مرا عالم رہے
مجھ کو اے رشک اُنکے غم کرنے کا اک ماتم رہے

آپ او ہم باغ سے جائین تو ایسا غم رہے
چشم نرگس دیدۂ بُلبُل ہر اک پرنم رہے

ہنسکے مجھ سے پوچھتے ہین وہ کہ جب مر جاؤ تم
حد بھی ہے آخر کوئی کب تک تمھارا غم رہے

درد نے آکر مرے دلمین یہ پوچھا عشق سے
حکم رہنے کا ہے کس کو مین رہون یا دم رہے

ہم نے خود اپنی جوانی کی نہین دیکھی بہار
واہ ایسے محو سیر گلشن عالم رہے

اشک بلبل نے ہوا باندھی ہے شب کو باغ مین
نام کیون اپنا ڈبونیکے لیے شبنم رہے

بے نقاب آ کر جو بیٹھو تو نہیں کوئی بیٹھا رہا
دیر تک منھ ڈھانکے میرے حسب ماتم رہے

میرے مرتے ہی گئیں سب آرزوئیں حسرتیں
لاش اُٹھانے کو ملال و رنج و درد و غم رہے

سہم کر کیوں بند کر لیں تمنے آنکھیں بعد ذبح
سیر دیکھو بھی تن بسمل میں جبتک دم رہے

نالے کرتے کرتے غش آئے جو شب کو باغ میں
روئے بلبل پر عرق افشانیِ شبنم رہے

جب حسینوں میں تھی بحث غمزہ و انداز و ناز
دلمیں رنجیدہ ہو کیوں کیا تم کسی سے کم رہے

اور کوئی شغل اُنھیں جوش جوانی میں نہ تھا
مدتوں مصروف دل آزاری عالم رہے

میری جانب سے بلائیں لیں جو آرائش کے بعد
پھر دن مشاطہ سے گیسو آپکے برہم رہے

میرے کانوں تک نہ آئے اُنکے رونے کی صدا
قبر دشمن پر رہے تو اسقدر ماتم رہے

ہم تو گیا اُنکی بلائیں لے کے پریاں کہتی ہیں
جان تم ہو سارے عالم کی تمھارا دم رہے

پھر وہ اپنی تیغ سے چرکے لگانے آئینگے
میرے زخموں سے نہ کیوں لپٹا ہوا مرہم رہے

شاید افراط خوشی میں آپ سے باہر ہو یہ
میرے دل کا اک ذرا پہلو دبائے غم رہے

اے خوشی زخم آبلہ دلمیں نہ رہجائے کوئی
خیر داغ اک ہے نشانی ملال و غم رہے

بار احسان مداوا کیوں اُٹھائیں اسلیے
پہلے وہ اچھے ہوے جو زخم بے مرہم رہے

کیوں مروں گھٹ کر قفس میں ذبح کر للہ تو
لے مرے نامہرباں صیاد تیرا دم رہے

امتحان میں رعب قاتل سے بڑھے آگے نہ پاؤں
وائے قسمت جن سے دعوی تھا اُنھیں سے کم رہے

باغ میں وہ صبح کو اُٹھتے ہی دیکھینگے بہار
رات بھر یونہیں پر طاؤس پر شبنم رہے

گر اجازت ہو تو بازی گاہ عشرت میں تری
ٹھوکریں کھانے کو میرا بھی دل پر غم رہے

دوست میرا منھ پھرا دیں کوئے جاناں کیطرف
خود مجھے شاید نہ اتنا ہوش مرتے دم رہے

تم ذرا پہلے سے کہدینا کہیں دل تھام لوں
جب مرے پہلو سے اُٹھنے کا زمانہ کم رہے

اے فصاحت جتنے دشمن ہیں وہ رنجیدہ رہیں
دوست جو تو شاد کا ہے وہ خوش و خرم رہے

یہ اوج پر ہے بس مرگ عز و شان میری
خدا نے بات رکھی وقت امتحان میری

ہما کے سر کا نہیں تاج ہڈیاں میری
بلند غیر کے نالوں سے ہے فغان میری

مصیبتیں جو پڑی تھیں وہ کیں بیان میری
وہان پہ پہنچتے ہی خط بنگیا زبان میری

زمین سے جو تھے فلک پر گئے یہ کہکے مسیح
کسی نے قدر نہ کی زیر آسمان میری

خیال و ذکر و تصور ہین آپ ہی کے ہے
حضور آنکھ مری دل مرا زبان میری

اسیر و تو سہی رات کو نہ نیند اُڑ جائے
سنی نہین ابھی صیاد نے فغان میری

متاع صبر مصیبت سے ہاتھ آئی ہے
نہ چھین لے کہین یہ دولت آسمان میری

اُس انجمن ہین کٹے مثل شمع سر میرا
جو اپنی حد سے ذرا بھی بڑھے زبان میری

وہ نازنین ہین تو ہون ناتوان ہین دیوانہ
کچھ انکے طوق سے ہلکی ہین بیڑیان میری

وہ آئے بھی تو نہ کچھ منہ سے کہہ سکا دم نزع
کہ بند آنکھ سے پہلے ہوئی زبان میری

نہ مجھے اُبھار کے اے دل ذلیل تو نے کیا
گیا تو بات نہ پوچھی گئی وہان میری

یہ سب جو ہون بہم اک وقت حشر برپا ہو
صدائے رعد ترا قہقہہ فغان میری

لپک کے شعلۂ نار سقر کا ہے ایما
رہے دہن ہین گنہگار کے زبان میری

چمن ہین آیا جو صیاد واہ ری قسمت
صبا جھکانے لگی شاخ آشیان میری

جسے پسند ہو جو وہ اُسے مبارک ہو
تمھارا قہقہہ تمکو مجھے فغان میری

وہ ظلم ایسے اہل زمین یہ کرتے ہین
کہ منتین کرے جھک جھک کے آسمان میری

سنبھالتے ہوئے مجھ کو عزیز لے تو چلین
وہان نہوگی جو حالت ہے اب یہان میری

انھین بناؤ جو کرنا ہے تا سحر شب عید
تو نیند اُڑنے کو سنتے ہین داستان میری

مرے تڑپتے ہوئے دل کی واہ ری ہمت
وہان گیا نہ رسائی ہوئی جہان میری

کہا کسی نے ترے در پہ ہاے دل میرا
کسیکی آئی یہ آواز ہاے جان میری

سگان یار کی تو ضد مین کھا گیا لیکن
گڑین ہما کے کلیجے ہین ہڈیان میری

ضعیف وہ ہون مری مُہر اُٹھ نہین سکتی
برابری نکرے کوئی ناتوان میری

کرینگے ترک فصاحت وہ جور و ظلم و ستم
کبھی نہ آہ و فغان ہوگی رائیگان میری

پوچھتے ہو یون تجھے کیا چاہیئے
بات کرنے کو سلیقا چاہیئے

وہ بت عیار باتین جب کرے
اپنے مطلب کی سمجھنا چاہئیے

موت کا بھی منتظر ہون اُنکا بھی
پہلے کون آتا ہے دیکھا چاہیے

سات پردو نمین کسی کے واسطے
شرم کا بھی ایک پردا چاہیے

میرے مرنے کی تمھین حسرت ہی کیون
غیر کو اس کی تمنا چاہیے

سچ کہو تم کو مرے سر کی قسم
واقعی دل ہی مرا کیا چاہیے

کھینچیے گا پھر ستم دل کھولکر
پہلے میرا دل بڑھانا چاہیے

عاشقون سے تو نہین چھپتا وہ شوخ
اور کن لوگون سے پردا چاہیے

تو نے اے مالک دیا حسرت بھرا
دل مجھے تو بے تمنا چاہیے

دل لگائین گے بھلا کس سے حضور
آپکو اپنے سے اچھا چاہیے

شاعری مین تم نے پایا اعتبار
اے فصاحت اور اب کیا چاہیئے

تجھے بھی اس سے آگاہی کچھ اے زہرہ شمایل ہو
تصدق تیری شوخی پر یہ ری بیتابی دل ہے

دیا مین نے تو وہ بولے نہین لینے کے قابل ہو
جسے روندا تھا ہم نے پاؤن سے یہ تو وہی دل ہے

یہ سچ ہو دید کے قابل کسی ظالم کی محفل ہو
کلیجہ کوئی تھامے ہو کوئی تھامے ہوے دل ہے

یہی شیشہ سے نازک تر یہی ہے سخت پتھر سے
کوئی دل واقعی ایسا نہین جیسا مرا دل ہے

کلیجہ مین لگی ہو آگ جو وہ اور بھڑکے گی
کہ آہون سے کہین بڑھکے ہوا دامن دل ہے

فلک یہ پوچھتا ہے اُنکے عاشق سے جوانی مین
بھرے ہین کتنے ارمان کسقدر گنجایش دل ہے

جو ملتین اُنکی دزدیدہ نگاہین میرے پہلو سے
کہا شوخی نے ڈھونڈھو تو جگر کی آڑ مین دل ہے

مجھے گھر سے نکالا ہے جو آغاز محبت مین
ارادہ کس طرف لیجانے کا اے حضرت دل ہے

وہی تو سوچتا ہون مین خیال آتا ہے جو تم کو
یہ تمنے سچ کہا میرا تمھارا ایک ہی دل ہے

اثر کرتے نہین کچھ اسپہ نالے ہم اسیرونکے
الٰہی یہ کوئی پتھر ہے یا صیاد کا دل ہے

نہ اُسکی ضد مین جیرخ اے غیر اُسکو بھی نکالے گا
وہی ارمان ہو تیرا جو ہماری حسرت دل ہے

محبت ترک کرنے کے لیے اسے حضرت ناصح
مین دل ویسا کہان سے لاؤن جیسا آپکا دل ہے

ہوا ہے روح کو صدمہ ذرا سی ٹھیس لگنے سے
یہ پھوڑا ہی کوئی پہلو مین یا دکھتا ہوا دل ہے

ہمین اس کی نہ تھی امید جس ارمان سے اپنے
وہی پروانۂ شمع مزارِ حسرتِ دل ہے

اطبا کیا اسے عیسیٰ بھی اچھا کر نہین سکتے
سب اچھے ہین مرض لیکن بُری بیماریٔ دل ہے

پئے پامالی اب وہ مانگتے ہین اس بہانہ سے
مجھے بھی تو دکھا کیسا ترا حسرت بھرا دل ہے

سوا مشاطہ کے یہ نیک و بد کون انکو سمجھائے
کہ دینے کے لیے بوسہ ہے لینے کے لیے دل ہے

فصاحت اسمین آتی ہی نظر محبوب کی صورت
زیادہ صنعِ اسکندر سے یہ آئینۂ دل ہے

نہ کوئی دل لگائے اس بت بیدردِ و پرفن سے
چٹک کر یہ صدا آتی ہے میرے سنگِ مدفن سے

گلون کا حال آخر یہ ہوا بلبل کے شیون سے
گریبان چاک کر کے آئے بازارون مین گلشن سے

ہوا ثابت یہ مجھ کو دل کی گھبراہٹ سے الجھن سے
جواب اب میرے نامہ کا وہ لکھواتا ہی دشمن سے

کبھی گورِ غریبان مین جو وہ آتے ہین گلشن سے
گرے پڑتے ہین میری قبر پہ پھول انکے دامن سے

ہم اسکی چال کے اے حشر عاشق ہین لڑکپن سے
تجھ ایسے فتنہ وابستہ ہین صدہا جسکے دامن سے

نہ دے جان اپنی بلبل کثرت فریاد و شیون سے
قفس کی تو ہی گنجائش سوا تیرے نشیمن سے

ترے گلہائے نقشِ پا کا آوازہ ہوا ایسا
کہ جنکو دیکھنے رضوان چلا جنت کے گلشن سے

چمن مین رات کو شبنم نے کی گو شست و شو لیکن
چھٹا دھبا نہ بلبل کے لہو کا گل کے دامن سے

نہ رکھ محروم آسے ہے مرا ہمنام اے فلک وہ بھی
مجھے تو چھوڑ کر اب دشمنی کر میرے دشمن سے

تڑپتا ہو نہین بلبل اور یہی صیاد کے گھر مین
جو میرے ہمصفیرونکی صدا آتی ہی گلشن سے

یہ شوخی بعد قتل غیر کی اس ترک ظالم نے
کہ اپنی خون بھری تلوار پونچھی میرے دامن سے

ہمارا پھول سا دل ہے کسیکے دست نازک مین
خداوندا بچانا اسکو چشم زخم دشمن سے

پھر اچھی طرح دلجوئی کرینگے دوستونکی بھی
فراغت جب ہمین ہوگی دل آزاری دشمن سے

جو اٹھلائی ہوئی چال اے فصاحت انکی دیکھی ہی
جھکائے اپنی گردن نکلے ہین طاؤس گلشن سے

شعراین یہ فصاحت کا خیال اچھا ہے
ہند مین مجمع ارباب کمال اچھا ہے

ہوئی برا بھی تو یہ کہدیتے ہین حال اچھا ہے
دردمندان محبت کا خیال اچھا ہے

جو خرابات مین دن رات پڑے رہتے ہین
ہم سے تو کچھ انھین لوگونکا خیال اچھا ہے

تو ہنسے دیکھ کے جسکو وہ مصیبت اچھی
جو ترے سامنے ہو غم وہ حال اچھا ہے

اے فلک شوق سے دے مجھ کو برائی کیا ہی
جسمین پہلو ہو خوشی کا وہ ملال اچھا ہے

جانثار و نمین سمجھتا ہے مجھے تو مختار
مین ترے ذہن کے صدقے یہ خیال اچھا ہے

مرض عشق نے کی تیسری حالت پیدا
نہ برا ہے نہ طبیبو مرا حال اچھا ہے

چلتے ہی ٹھنڈی ہوا چھائی ہی گھنگھور گھٹا
آؤ بھی آج کا دن بہر وصال اچھا ہے

سیر کر لیجیے پھر رہیے گا اے حضرت عشق
ملک دل مین مرے اک قصر خیال اچھا ہے

اے مسیحا ترے بیمار سسکتے ہین سب
سیکڑو نمین کہین دو چار کا حال اچھا ہے

در جانان پہ صدا دینے دے ہمکو دربان
مجھکو کیا کام برا ہے کہ سوال اچھا ہے

چپکے تم بیٹھکے منھ سے نہ کہو کچھ لیکن
مسکرانے سے ہی ثابت کہ خیال اچھا ہے

اپنے تو صدقہ مین بھی امید رہائی کی نہین
کہ مرض مین مرے صیاد کا حال اچھا ہے

جس سے ہو رنج تمھین میری مسرت وہ بری
ہو خوشی جسمین تمھاری وہ ملال اچھا ہے

مکلامو سی کا جو مطلب تو ہوا یہ ثابت
جسکی الکن ہو زبان اسکا سوال اچھا ہے

حسن سے انکے ملا لے جو ہی بحث اے رضوان
پھر نہ کہنا مری حورونکا جمال اچھا ہے

اسکے جانے کی خوشی آسکے نہ رہنے کا ملال
ہجر ہی اسکا برا ہے نہ وصال اچھا ہے

تیرے بیمار نے کیا خواب مین دیکھا تجھ کو
آج تو صبح سے چہرہ لہے بحال اچھا ہے

بحث کیون کرتے ہو لو مان لیا یون ہی سہی
جو مجھے تمنے دیا ہے وہ ملال اچھا ہے

آرہی ہی یہ لب کاسۂ سائل سے صدا
جس سے مطلب نکل آئے وہ سوال اچھا ہے

دو گھڑی دل ترا اے پیر بہلنے کے لیے
خیر کچھ عود جوانی کا خیال اچھا ہے

زہر دیکر وہ مجھے پوچھتے ہین لوگون سے
اور کس کا مرے بیمارو نمین حال اچھا ہے

اورون سے نظم قصیدہ مین جھٹا ہر طرح
فکر قا آنی اک اچھی ہی خیال اچھا ہی

سب نکلجائین نہ دلمین رہے ارمان کوئی
رات کی رات مرے گھر ہو جو مہمان کوئی

کوئی نالان ہو مری لاش پہ گریان کوئی
سر برہنہ ہو کوئی چاک گریبان کوئی

اے جنون وادیٔ وحشت ہی ہمارا وہ مہیب
کہ جہان رکھ نہین سکتا قدم انسان کوئی

کیون نہ افسوس ہو مر جانے پہ اس عاشق کے
جسکے ماتم مین نہو زلف پریشان کوئی

اپنے کوچہ مین یہ حکم اُس بت کافر نے دیا
سجدے کرتا ہوا آئے نہ مسلمان کوئی

نشۂ بادۂ الفت سے ہون اب مین سرشار
بخش دینا جو ہو تقصیر مری جان کوئی

شرم آئے نہ حجاب آئے نہ غصہ نہ عتاب
آئے خلوت مین تمھاری نہ مری جان کوئی

گھر مین جانے کی منا ہی مجھے کرتا ہو رقیب
اُسکے در پہ نہین دربان و نگہبان کوئی

ضد سے یوہین جو رہیگی خلل اندازی چرخ
میرے گھر کلہے کو ہوگا کبھی مہمان کوئی

شب کو ڈر تھا جو اندھیرے کا تو بولے پروانے
شمع آئی نہ سر گور غریبان کوئی

جاتے ہو میرے مکان سے تو اکیلے سر شام
اپنے گھر تمکو نہ لیجائے مری جان کوئی

زیست مین لوح سر قبر مین بنوا رکھون
جاکے لادے مجھے سنگ در جانان کوئی

اور تو اور جدا ہوتا ہو سایہ تک بھی
ساتھ دیتا نہین میرا شب ہجران کوئی

دیکھ تو سینہ پہ داغ کسی عاشق کا
ساتھ لیے پھرتا ہو گلستان کوئی

لب و رخسار کے ہی لیے بوسے مین نے
نیچی آنکھین کئے کہتا رہا ہان ہان کوئی

میرے اشعار یہ دل تھام کے کہتے ہین حسین
نہین عالم مین فصاحت سا سخندان کوئی

دو نگا قاصد مین دعائین تجھے زر سے پہلے
اُنکا نامہ تو نکال اپنی کمر سے پہلے

بال کھولے ہوے نکلا ہو وہ گھر سے پہلے
ہے یہ حیرت جا مری مرنے کی خبر سے پہلے

رکھے کون اپنے قدم نقش کف پا پہ ترے
اس جگہ پاؤن قلم ہوتے ہین سر سے پہلے

میری حسرت بھری آنکھین ہین اُسکی مشتاق
وہ نگہ کون تھی اس تیری نظر سے پہلے

کہہ کے اُف اُف مرے پہلو سے سرکتے ہو اب
کیا تم آگاہ نہ تھے سوز جگر سے پہلے

شب وصلت یہی عاشق کے لیے بہتر ہے
کہ گلا کاٹ کے مر جائے سحر سے پہلے

بت پرستون نے بنا ڈال کے یہ کوشش کی
بنگیا بتکدہ اللہ کے گھر سے پہلے

ہاے آغاز محبت مین یہ معلوم نہ تھا
جان ہی لے گا کوئی قلب و جگر سے پہلے

بعد صبح شب وصل اٹھ کے وہ بگڑے اسپر
کیون جگایا نہ ہمین تو نے سحر سے پہلے

کونسی جا تھی ترے اے درد کہان رہتا تھا
میرے قلب و جگر و سینہ و سر سے پہلے

سخت جانو نکو نہ مقتل مین ابھی کیجیے قتل
دوسری تیغ تو منگوائیے گھر سے پہلے

پھر ملانا رخ شفاف تم آئینہ سے
صاف تو اسکو کرو گرد نظر سے پہلے

دور سے آتے ہو پھر بند قبا وا کرنا
کھولو ٹپکا تو مری جان کمر سے پہلے

یون بجا سود اے محبت سے جو کب تو ہوا خلق
تو کہا قیس کے فرہاد کے سر سے پہلے

خشک اب گلشن دل مین ہو وہی نخل مراد
ہم نے سینچا تھا جسے خون جگر سے پہلے

جان دی چھپلے پہر ہی شب وصلت ہمنے
دیکھکر موت کا منھ روے سحر سے پہلے

دوسرا حشر تری چال سے برپا ہو گا
شہرت اسکی ہو قیامت کی خبر سے پہلے

ابتدا عشق کی وہ اور تڑپنا وہ مرا
وہ اشارہ ترے ابرو کا نظر سے پہلے

غم فرقت کی مدارا مین یہ ہے عشق کا حکم
صرف ہو دل کا لہو خون جگر سے پہلے

اے فلک صبح مگر میری شب فرقت کی
نہین ہونے کی قیامت کی سحر سے پہلے

انکے کوچہ مین کوئی مجھ کو تڑپنے تو دے
تو سہی دیکھنے نکلین وہی گھر سے پہلے

میکشو انکی تو بھٹی سے نکلکر پھیلی
بوے مے فصل بہاری کی خبر سے پہلے

ہست اور بود مین قبل مکان ہوتی ہے
اب ہوا خلق یہ سر درد تھا سر سے پہلے

شب معراج بڑھا دست نبی بعد اسکے
ہاتھ اک نکلا تھا پردے کے ادھر سے پہلے

خیر ہے آئینہ جب سامنے آیا ہو گا
نہ بچے ہو گے تم اپنی ہی نظر سے پہلے

اے فصاحت نہین اب اسکا صلہ کچھ ملتا
نفع ہوتا تھا مگر علم و ہنر سے پہلے

ناوک مژگان جب انکی پڑ گئے
چھید کر دل کو جگر مین گڑ گئے

نظم کے سکہ دلو پنہر پڑ گئے ہ؟
میری استادی کے جھنڈے گڑ گئے

عشق کاکل مین جو آئی یاد زلف
پیچ پر پیچ اور مجھ پر پڑ گئے

کیون کشیدہ مجھسے ہین وہ بے سبب — کچھ عدو میری طرف سے جڑ گئے

اپنے کشتونکو وہ یون ہین پوچھتے — کسقدر باقی ہین کتنے گڑ گئے

غرفہ مین چلمن ہی کافی تھی انھین — اُسپہ دوھرے دوھرے پردے پڑ گئے

زلزلہ جب میکدہ مین آ گیا — جام ٹکرائے تو شیشے لڑ گئے

ہم بنے کاہیدگی سے مثل خار — حاسد بدبین کی دلمین گڑ گئے

باغ مین موج ہوا سے پیش یار — عارض گل پر طمانچے پڑ گئے

محمل لیلے کے پردے جب اڑے — قیس کی آنکھونکے پردے پڑ گئے

نقش پا سے اے فصاحت سادہ رو
آئینے میری لحد پر جڑ گئے

جنون مین ضعف جو تھا سوئے نجد جا نہ سکے — مزار قیس پہ زنجیر ہم چڑھا نہ سکے

جو بھیگ جانے کا تھا خوف پاس لا نہ سکے — وہ نامہ روتی ہوئی آنکھونسے لگا نہ سکے

یہ سچ ہے دوست ہو جو تیرا مثل ابراہیم — ہزار چاہے یہ دشمن اسے جلا نہ سکے

چہار سمت سے گھیرا یہ دید بازون نے — نکل کے گھر سے وہ پھر اپنے گھر مین جا نہ سکے

جو بات سب پہ تھی ظاہر اُسے کیا مخفی — ہمین چھپانا تھا جو راز وہ چھپا نہ سکے

تڑپ کے بزم مین ہم بولے ہی انھین مین کوئی — جو جل رہا تھا کلیجہ اُسے تپا نہ سکے

وہان گیا شب معراج شہسوار براق — فرشتگان مقرب جہان پہ جا نہ سکے

وہ اتنے جلد اُٹھے ہاسے لے کے پہلو سے — کہ اپنے دلکو کلیجے سے ہم لگا نہ سکے

نقاہت اور نزاکت مین فرق ہے اتنا — ہم اٹھتے بیٹھتے تھے وہ یون بھی آ نہ سکے

کچھ ایسی مردم دیدہ سے بدگمانی تھی — ہم انکو آنکھ کے پردے مین بھی چھپا نہ سکے

جو پوچھا روز جزا حق نے کون ہے قاتل — ہمارے پاس ہی وہ تھا مگر بتا نہ سکے

پیام بھیج کے عشاق نے اسے قاصد — بنایا تجھ کو پیمبر خدا بنا نہ سکے

کی اور لوگون نے تو پردہ پوشی اچھی طرح — مگر ہم اپنے کسی عیب کو چھپا نہ سکے

جلایا حضرت عیسٰے نے اور مردونکو — جسے حضور نے مارا اُسے جلا نہ سکے

ہے یہ عذاب جو ڈالا گیا ہین تردامن ۔۔۔ تو ملکے ساتون جہنم مجھے جلا نہ سکے
غضب ہے کوچہ مین اسکے پڑے دل مردہ ۔۔۔ ہم ایک چھوٹی سی تربت کہین بنا نہ سکے
تمھارے کہنے سے لو مین نے ترک الفت کی ۔۔۔ یہ طعن مجھ پہ نہ کرنا کہ دل لگا نہ سکے

ہر ایک فن مین فصاحت اب ایسے ہین استاد
کسی نے بات جو پوچھی کوئی بتا نہ سکے

عاشقون مین کہین ہو آنکھ شرمائی ہوئی ۔۔۔ دل ہی تھے کیا ہاتھ سے جاتی رہی آئی ہوئی
کھنچی ہو تصویر مین لب پر ہنسی آئی ہوئی ۔۔۔ سامنے مانی کے تم آئے تو رسوائی ہوئی
جب سیہ خانے مین میرے شب کو آتی ہو بلا ۔۔۔ خوف سے چارونطرف پھرتی ہو گھبرائی ہوئی
کنگھی چوٹی خاک مشاطہ یہ دلجمعی کرے ۔۔۔ آپ کی نازک مزاجی سے ہے گھبرائی ہوئی
مین وہ عاشق ہون کہ حورین گر تیرہ مین مری ۔۔۔ آئین دلجمعی سے اور نکلین تو گھبرائی ہوئی
باغ مین آکر جو بیٹھی ہے سواری آپ کی ۔۔۔ بلبلین سمجھین کہ جاتی ہو بہار آئی ہوئی
تنگ یہ جور بتان سے ہو کہ اب فریاد کو ۔۔۔ جاتی ہو کعبہ مین خلق اللہ گھبرائی ہوئی
مرگئے جب سے حسینو عشق مین فرہاد و قیس ۔۔۔ لیلی و شیرین تو کیا تم سب کی رسوائی ہوئی

اے فصاحت وہ ادا سے آئے وقت نزع گر
میری بالین سے پلٹ جائے قضا آئی ہوئی

ملال خم سر پہ لا رہا ہی لہک کو ساقی چھکا رہا ہی ۔۔۔ وہ غول میخانے جا رہا ہی وہ جھوم کر ابر آ رہا ہی
کوئی وہان خوش خوش آ رہا ہی تجھم تر کوئی جا رہا ہی ۔۔۔ کسیکو در پہ بلا رہا ہی کسیکو دربان اٹھا رہا ہی
ہم ایسے ساحل پہ ڈر رہے ہین کہ مر مر آہین بھر رہے ہین ۔۔۔ حباب نظارہ کر رہے ہین برہنہ کوئی نہا رہا ہی
جہانسے منعم گذر گیا ہو تو اہل دنیا کا کیا بھلا ہے ۔۔۔ کہ ایک سے ایک پوچھتا ہی ہوا ہی کیا مر گیا رہا ہی
ہنسی سے ہے کوئی تنگ لائی کہ مہربانی ہو منہ جو انکی ۔۔۔ شراب کیون آج ہمکو ساقی بغیر مانگے پلا رہا ہی
جو پوچھی سچ سچ یہ کرتی ہم سے کئی ہین ظلم و ستم جوانسے ۔۔۔ تو لب پہ آہ و فغان کے بدلے کبھی کبھی کچھ گلا رہا ہی
اب آن پہنچے ہین یہ پھیپڑے مرض مین حال اور ہو کا ابتر ۔۔۔ وہ غیر کو اپنے ساتھ لیکر مری عیادت کو آ رہا ہی
بہت حسینو نکو دیکھا بھالا ہر ایک کا انداز ہی نرالا ۔۔۔ کسی نے زندونکو مار ڈالا تو کوئی مردے جلا رہا ہی

وہ پہلے تو مجھ کو دیکھتے تھے پر اب ہیں منھ کو ادھر پھرائے
جو اسطرف عشق سے مجکو گر کے ذرا فراموش آرہا ہے

نہیں کسیکو محبت ایسی مری لحد سے ہو اُنکو جیسی
چراغ کیا شے ہے شمع کیسی وہ اپنے دل کو جلا رہا ہے

مجھے ہے لے غیر غم اسیکا مرے مقدر کا یہ بھی لکھا
اے جو راحت رسان ہو تیرا وہی مرا دل دکھا رہا ہے

کنار دریا جو دیکھا جا کر ہوا میں حیران آفشندر
کہ اپنی اتنی سی زندگی پر حباب کیون سر اٹھا رہا ہے

کمال ایسا نہیں کسی میں جنھیں نہ باور ہو دیکھ جائیں
تمھارے وار آسمان کی چوٹیں یہ اک مرا دل اٹھا رہا ہے

نہ بدگمانی کرو برا ہی کوئی فصاحت سا باوفا ہے
تمھارے ہی ظلم سہ رہا ہے تمھارے ہی ناز اٹھا رہا ہے

لے گئے کچھ بھی نہ ساتھ اپنے گذرنے والے
سیکڑوں داغ ہیں دیگئے مرنے والے

نہیں گمنام وہ دنیا سے گذرنے والے
جو دھنی بات کے ہیں نام یہ مرنے والے

اور معشوقوں سے ہنس ہنس کے وہ یوں پوچھتے ہیں
کون کمبخت ہیں تم لوگوں پہ مرنے والے

دھیان انکو نہیں کچھ اچھی بری ساعت کا
ہر گھڑی مجکو کہا کرتے ہیں مرتے والے

ولولہ جنہیں جوانی کا ہی کچھ کچھ باقی
سچ ہے پیری میں بھی وہ دل ہیں مرنے والے

قیس و فرہاد کی الفت کا مٹا دینگے نام
کچھ دنوں جی گئے گر آپ پہ مرنے والے

بولے وہ میں جو بھر آنے لگا آنکھیں دم نزع
ہم سے یہ بیرخی اچھی نہیں مرنے والے

ہوا رسوا جو مرے بعد تو بولا وہ بت
تجھ کو اللہ نہ بخشے کبھی مرنے والے

لے چلے دوستو نکلے دل سے اگر صبر و قرار
داغ کچھ اسکے عوض دیگئے مرنے والے

مجمع حشر میں ہنگامہ بپا کرتے ہوئے
ابتلک آئے نہیں آپ پہ مرنے والے

اسکے کوچہ میں یہ کی بات فصاحت دیکھو
لو کفن پہنے ہوے آتے ہیں مرنے والے

یہ کیون آج خوش دل مرا ہو رہا ہے
کسی پر کوئی کیا خفا ہو رہا ہے

وہ کچھ منھ سے کہتے نہیں روز محشر
اشاروں میں عذر جفا ہو رہا ہے

جفائیں جو سہ سکے ہم مر گئے ہیں
حسینوں میں ذکر وفا ہو رہا ہے

نہ کیجیے دوپٹہ سے غیروں میں پردہ
خبر بھی ہے کچھ سامنا ہو رہا ہے

یہ کیون ابتلائے محبت مین ہم پر
ترا ظلم بے انتہا ہو رہا ہے

وہ اب یاد کرتے ہین رہ رہ کے مجکو
جو تھم تھم کے نالہ رسا ہو رہا ہے

ملے ہین جو ہم اور وہ بعد مدت
تو ہنس ہنس کے کیا کیا گلا ہو رہا ہے

وہ اے غیر بوسے تجھے دے رہے ہین
مری ضد مین تیرا بھلا ہو رہا ہے

مری اُنکی الفت کا چرچا فصاحت
زمانے مین اب جابجا ہو رہا ہے

نالے اپنے بھی جو اُن کانون تلک جائینگے
اور کیا اسکے سوا ہوگا جھجک جائینگے

ہونگے جب راز و نیاز اُنکے مرے خلوت مین
یاس سے کاتب اعمال سرک جائینگے

نشہ مے مین نہ چھیڑو ہمین شرماؤ گے
اپنے مطلب کی کہین گے جو بہک جائینگے

تیلیان ٹوٹین گی سب تیرے قفس کی صیاد
ہم سے گر تازہ گرفتار پھڑک جائینگے

چار سوائے گل تر دہر معطر ہو گا
تیرے کانونکے جو دو پھول مہک جائینگے

ہونگے زار الفت مژگان مین فصاحت گر ہم
مثل خار آنکھ مین دشمن کے کھٹک جائینگے

ہم اچھے رہتے جو کچھ کھاکے اُن پہ مرجاتے
گھر نگاہ مین اُنکی بُرے ٹھہر جاتے

اگر حسینون سے ہم خوف کھاکے مرجاتے
لحد مین دیکھ کے حورونکی نکل ڈر جاتے

نہ جلد گور غریبان سے وہ گذر جاتے
جہان مزاج مین آتا وہان ٹھہر جاتے

مآل سوچ کے بتخانہ سے اگر جاتے
تو سجدہ کرتے ہوئے ہم خدا کے گھر جاتے

توجہ اُنکی جو رہتی یونہین امیرون پر
تو آس ٹوٹتی ہم سے غریب مرجاتے

سوال بوسہ پہ غیرونکو یون وہ دیتے جواب
نہ خواہش اور کوئی کرتے دل ہی مرجاتے

برا رقیب کو اچھا مجھے وہ محفل مین
ابھی زبان سے کہتے ابھی مکر جاتے

پکار کر مجھے کیون راستہ مین دوڑایا
قدم بڑھا کے نہ چلتے وہین ٹھہر جاتے

نہ قسمین کھاؤ تمھین بھروون نے دیکھا ہے
مرے مکان سے نکلکر کسی کے گھر جاتے

جہان زمین کو وہ دیکھتے تزلزل مین
ہماری قبر سمجھ کر وہین ٹھہر جاتے

نکھر کے آج سرِ شام بدر نکلا تھا — مقابلہ کے لیے تم بھی بن سنور جاتے
پہونچتے رہتے خطِ شوق اُس ستمگر کو — کبوتر آتے سلامت تو نامہ بر جاتے
ڈرانے آئے تھے ہم وحشیوں کو کھینچ کے تیغ — کوئی جو بڑھ کے لپٹتا تو خود ہی ڈر جاتے
جو وہ بلاتے تو محفل میں رہ گنے کو جگہ — رقیب سلکے فصاحت سے بیشتر جاتے

تجھ سے موافقت مجھے تقدیر چاہیئے — تیرے خلاف کوئی نہ تدبیر چاہیئے
دل چاک کر کے بولے وہ اسمیں کہیں نہو — سب مل گئے ہیں ایک مرا تیر چاہیئے
منت سے جب بلائیں تجھے اپنے گھر میں ہم — آنے میں جلدی جانے میں تاخیر چاہیئے
پردرد گو پیام ہمارا ہے قاصدا — لیکن ترے بیان میں بھی تاثیر چاہیئے
اے ترک لکھنی ہے تری صید افگنی کی مدح — خامہ بنانے کے لئے بھی تیر چاہیئے
سودائیوں میں وحشی نازک دماغ ہوں — حدادبے صدا مجھے زنجیر چاہیئے
ہندوستان میں رہیے گا کب تک فصاحت آپ — اب چلنا سمت روضۂ شبیر چاہیئے

ہے بعد دفن الفت قابل دید اُس ستمگر کی — مری تربت کی مٹی اپنے ہاتھوں سے برابر کی
بہ فخر یہ صدا ہے قدسیوں میں عرش داور کی — رسول اُسد کی پاپوش ہے زینت مرے سر کی
نئی ہی کیفیت مے پی ہے ایسی حُبِّ حیدر کی — دکھائی دیتی ہیں موجیں شراب حوض کوثر کی
چلے جاتے ہیں بند آنکھیں کیے جا بناز اے قاتل — عدم آباد کی راہیں ہیں نابیں تیرے خنجر کی
نہیں کچھ فرق اسمیں اور اُسمیں بعد مرنے کے — ہے صورت ایک ہی شاہ و گدا کے کاسہ سر کی
یوہیں لیکر جناب شیخ میخانے سے نکلے تھے — مجھے آتے ہوئے دیکھا تو بوتل زیر چادر کی
شکایت وہ نہ سمجھیں ہیں جو لب کو ذبح میں جنبش — ثنا کرتا ہوں چپکے چپکے انکے دست و خنجر کی
ہماری قبر کو تاریکی شب نے یہ گھیرا ہے — سفیدی خوف کے مارے اُڑی جاتی ہے چادر کی
اگر بخت رسا ہو اے فصاحت رہنما اپنا — زیارت ہو میسر روضۂ شبیر و شبر کی

مجھے نہ دہر میں دولت نہ مال و جاہ ملے
بس ایک چرخ ستمگار سے پناہ ملے

ہمارے دل تلک آنے کی اسکو راہ ملے
جو انکے تیر سے حسرت بھری نگاہ ملے

بتائیں ہم تو ہمین تربت دل مردہ
جہان وہ نقش کف پا میان راہ ملے

ہے ابتدائے محبت نہ آسرا ٹوٹے
جو ہم سے دل نہین ملتا تری نگاہ ملے

مصیبتون مین یہ کہتی ہی مجھ سے ہمت عشق
ادھر نہ بھول کے جانا جدھر پناہ ملے

مکان غیر تلک وہ نہ جاسکین تھک جائین
آگی ایسے نشیب و فراز راہ ملے

ابھی تو عشق مین انکے خموش بیٹھے ہین
ہو نالہ کرنے کی جرأت جو اذن آہ ملے

اب اس سے بڑھ کے رقیبونکو یہ دعا کیا دون
ملے وہ خاک مین جس سے تری نگاہ ملے

کہا فلک نے دکھا کر انھیں کمان ہلال
کبھی اسے بھی کوئی تیر بے پناہ ملے

ہمارے گھر سے نکلکر نہ بھیڑ مین ٹھہرین
نہین وہ پھر پلٹ آئین اگر نہ راہ ملے

نہ سقف کہنہ گردون زمین پہ گرنے دے
بلند ہو کے جو میری ستون آہ ملے

ہر اک کے سر سے گرا تاج اسکے قدمونپر
ترے فقیر سے یون جھک کے بادشاہ ملے

تو بوسہ دے کہ نہ دے اختیار ہی اے بت
ہم اور یہ کہین تجھ سے خدا کی راہ ملے

چمن مین کبک کو ہنسدی کی ٹٹیان سوکین
وہ چال دیکھ کے کیون بھاگنے کی راہ ملے

تری خدنگ مژہ سے ملے ہین تیر نظر
ہم ان سے اب نہین بچنے کے بے پناہ ملے

گذرنا مجمع عشاق سے ہی اب تو محال
جو پہلے تیغ تمھاری چلے تو راہ ملے

دھوان گھٹا جو ان آہونکا باغ مین شب کو
ہمین سحر کو گل یاسمین سیاہ ملے

جو پہونچا اس در دولت کی پاس مین درویش
کئی نکالے ہوے مجھ کو بادشاہ ملے

کسیکے ظلم و ستم لے رقیب مجھ کو قبول
ملے پہ تیری سفارش سے کیون پناہ ملے

چراغ طور بھی لیکر جو شب کو ڈھونڈین ہم
نہ بے بتائے کبھی انکی جلوہ گاہ ملے

ہم اور وہ کبھی دریا سے جب نہا کے پھرے
رقیب خاک اڑاتے میان راہ ملے

وہ چشم لطف سے دیکھین کہ غیظ سے ایدل
ابھی تو کچھ نہین کہہ سکتے بے نگاہ ملے

جو دیکھین چشم بصیرت سے دیکھنے والے
حرم مین کوئی نہ پس پردہ سیاہ ملے

عدو کو ہے مری قسمت پہ اے فصاحت رشک
مجھے وہ دوست وہ شاگرد و خیر خواہ ملے

مرتبہ تیرا بڑھایا بھی تو کس تدبیر سے
لوگ یوسف کو ملاتے ہین تری تصویر سے

کچھ امید و یاس کی باتین کیا کرتا ہون مین
ہجر کی شب اپنے دل سے یا تری تصویر سے

مین تو بیٹھا ہون الگ تجھ سے مگر اللہ رے شوق
لپٹا جاتا ہی مرا سایہ تری تصویر سے

چھیڑنے کا طرز یہ اچھا ہی جب جاتا ہون مین
منھ چھپاتے ہین وہ اپنا غیر کی تصویر سے

میرے پہلو سے یہ مصرع پڑھ کے آج اٹھا وہ شوخ
دل جو گھبرائے تو بہلا نا مری تصویر سے

عاشقو بگڑا ہوا ہی آج کل ایسا مزاج
وہ کھنچے رہتے ہین ہرد ن اپنی ہی تصویر سے

کہتے ہین وہ پھر مجھے اچھی طرح دیکھے گا تو
کچھ دنون آنکھین لڑا پہلے مری تصویر سے

دیکھنے دیتا نہین لوگون کو شکل اچھی طرح
آئنہ ایسا مکدر رہے مری تصویر سے

کیا اُسے سینہ سے لپٹایا ہے اُسنے میرے بعد
مجھ کو بو سے غیر آتی ہے تری تصویر سے

ہاتھ مین تلوار بل ابرو پہ ماتھے پر شکن
برہمی طبع ظاہر ہے تری تصویر سے

اے فصاحت مین سفر کرتا ہون تو اہل وطن
اپنے دلکو دیتے ہین تسکین مری تصویر سے

دیار حسن مین نام آوری ہو گیا آنکھ
ابھی تو ناز کے پردے مین ہی حیا اُن کی

نہ دیکھے ناز نہ دیکھے کوئی ادا اُن کی
نگاہ دیکھیے دم عرض مدعا اُن کی

نبھائی ہمت فرہاد و وحشت مجنون نے
ہمارے حصہ مین آئی فقط وفا اُن کی

وہ گھر سے نکلے تو بسمل ہوئی صف عشاق
ضرور چلتی ہوئی تیغ ہی ادا اُن کی

کبھی نہ کی متکبر بتون سے خواہش وصل
خدا کی شان ہی ہین اور التجا اُن کی

جو کوچہ گرد رہے وہ رقیب کے ہمراہ
تو چار و نہین ہوئی شکل کیا سے کیا اُن کی

جو نکلین بت کبھی کعبہ کی راہ سے اے شیخ
نہین خدا کی قسم دیکھنا ادا اُن کی

عدو کے بخت کے مانند یہ بھی ہین مشہور
ہمارا صبر فلک کا ستم جفا اُن کی

اُنھین کا کام نکالے گی جو ہو جسکا وقت
یہ بیمروتی و شوخی و حیا اُن کی

نہ جاے تو نہ مریضانِ ہجر اچھے ہون
کہ تیری دید پہ ہی منحصر شفا اُن کی

رقیب میری طرح دل سنبھالے ہی کیون آج
کہین نہ دیکھی ہو انگڑائی مین ادا اُن کی

حریص رند ہین ہمارے میکدے مین جو
شراب تند مین ساقی بھگو دوا اُن کی

مرض مین ضعف نے مجبور کر دیا ہم کو
جو ہاتھ اُٹھا نہ سکین لین بلائین کیا اُن کی

فلک نے مجھ متحمل کو جس سے تڑپایا
ضرور ہے وہ سکھائی ہوئی جفا اُن کی

ہمارے پاس سے گم ہوکے پہنچی غیر کے پاس
اُنھین کی طرح ہی تصویر بیوفا اُن کی

اُنھین وصال سے نفرت یہ ہی کہ آپ تو آپ
نہ تُوأمان ہوئی حمام مین صدا اُن کی

قضا نے جن لیئے سب عاشق آنکے قہر کیا
بس اب مجھی کو تو سہنی پڑی جفا اُن کی

مین دل سنبھالے تڑپتا ہون وہ تو مرجاے
جو میری آنکھونسے دیکھے رقیب ادا اُن کی

الگ ہین گو یہ ہین خلوت مین ملکے چارون ایک
ہم اور شوق ہمارا وہ اور حیا اُن کی

گذر گئے ہین جو اگلے زمانہ مین اُستاد
مری زبان سے فصاحت ہو مدح کیا اُنکی

سعی کی مین نے نہ کوشش کی نہ کچھ تدبیر کی
مل گئی وہ شے مجھے جو تھی مری تقدیر کی

وہی محبت میرے دلکو اُس بت بے پیر کی
اسمین بھی کچھ مصلحت ہی مالک تقدیر کی

سُننے والونکو نہین کچھ رحم آتا اے جنون
میرا نالہ بھی مگر فریاد ہے زنجیر کی

خون اتنا قاتل اپنے جسم لاغر مین نہین
تر کرین سوکھی زبان کیونکر تری شمشیر کی

وہ بگڑ کر کیا ملے مجھ سے کہ ہر اک بات پر
غیر کھاتا ہی قسم اب تو مری تقدیر کی

مین وہ ہون آتش قدم وحشی کہ انگارون کی طرح
پاؤنمین کڑیان دہکتی ہین مری زنجیر کی

دیر سے مقتل مین جو بسمل تھی نیند آئی اُنھین
کیا ہوا قاتل خنک ہی دامن شمشیر کی

توڑ کر سینہ آنکھی میرے دل کے پار ہو
آزمائش کوئی کرتا ہے نگہ کے تیر کی

ہو اگر جنبش ہماری لب کو بدظن ہون وہ کیون
چپکے چپکے ہم شکایت کرتے ہین تقدیر کی

پہلے تو شہرہ ہمارے پُر اثر نالے کا تھا
اب ہی ملک عشق مین دھوم آہ بے تاثیر کی

باب زندان پر جو رکھی ہی گلی تصویر قیس
کیا ہے یہ بھی اک نگہبان خانہ زنجیر کی

روئے قاتل کا نظارہ کیا کرین ہنگام ذبح
آنکھیں تو جھپک دیتی ہی چمک شمشیر کی

جب مجھ قمع رکھتا ہون یوسف کا اُسکے سامنے
غیظ سے رنگت بدلتی ہی تری تصویر کی

مرگیا جب غیر اپنے گھر مین کی دفن اُسکی لاش
بے بلائے اُنکے آنے کی عجب تدبیر کی

پھر ہمین قدرے لگائین دست نازک سے حضور
لذت تعزیر کی خواہش مین پھر تقصیر کی

کیا مرض مین بخت برگشتہ فصاحت ہے مرا
دے گئے مجھ کو دوا جب اُلٹی ہی تاثیر کی

لگاؤن پھر مین دل اک دلربا سے
بچے گر جان درد لا دوا سے

بڑھے وہ تیغ اُٹھا کر جب ادا سے
ملے سر کو جھکا کر ہم قضا سے

ترے گھر غیر کا آنا ہے ثابت
مجھے ایمائے چشم نقش پا سے

بتون سے جسقدر دوری ہی مجھ کو
ہوئی ہے اُتنی ہی قربت خدا سے

ہوے خوش خاک ہم بے صبر عاشق
ملول اُنکا ہے دل ترک جفا سے

کرے جو شکوۂ ظلم اُنکا اُس کو
نکالو بزم ارباب وفا سے

چمن مین عاشقان قد کی خاطر
نہین کم سرو کا سایہ بلا سے

یکایک آئے ہم تو منھ پر اُس نے
لیا آنچل دوپٹہ کا ادا سے

مرے بھولوئین جب وہ گل ہنسائے
ہنسی کیا ضبط ہوا اہل عزا سے

لیے اُسکو کسیکے در پہ جاؤن
بڑھے گر ربط نابینا گدا سے

گرا اے بت اسقدر حاجت روائی
ترے بندے نہ کچھ مانگین خدا سے

طریقہ ظلم کا گردون کو آیا
تری آئین و انداز جفا سے

ہماری جان بھی لی آخر اُسنے
ہمین باقی تھے اک اہل وفا سے

گرا پر وہ ادھر تڑپے ادھر ہم
ترے منھ پھیر لینے کی ادا سے

ترا گیسو ہے اے لیلی بہت کم
جناب قیس کی آہ رسا سے

نہ یون آتے پر اب وہ جھجکے آئے
ہمارے نالہ و آہ و بکا سے

چھپی اس چشم کے گوشہ مین شوخی
ڈرے یہ کثرتِ شرم و حیا سے

فلک جب جھکے ہے کچھ یاد کرتا — کسی کے تختہ مشق جفا سے
ریاض دل مین ہین جتنے گل داغ — نہین خالی کوئی بوئے وفا سے
کلیجہ ہاتھ سے لیلی نے تھاما — شکست قلب مجنون کی صدا سے

ہوئی ہین نظم یہ بیتین فصاحت
بہت جلدی تری طبع رسا سے

اعجاز نما بھی ہین علی عقدہ کشا بھی — مشہور ہین بندونمین نصیری کی خدا بھی
بسمل ہوے عشاق مین سب کوئی بچا بھی — چلتی ہوئی تلوار ہے وہ بانکی ادا بھی
مدت سے ہین وہ نام کو مشہور ستمگار — آیا نہین ابتک اُنھین انداز جفا بھی
شرطین ہین جہان عشق ومحبت مین بہت سی — ہے عاشقو ایک اُنمین بڑی شرط وفا بھی
پہلو نکل آتا ہو کبھی جسمین وفا کا — ہے تیری جفاؤنمین کوئی ایسی جفا بھی
سرمہ تو مرے غم مین بہا دیدۂ تر سے — اُن ہاتھون سے اُڑنے کو ہے ارنگ حنا بھی
نشہ سے جوانی کے وہ خودرفتہ یوہین تھا — اور اسپہ پیا جام مے ہوش ربا بھی
جس روز پس مرگ اُٹھے خاک ہماری — ضد سے نکرے رخ ترے کوچہ کا ہوا بھی
کیون کہتے ہین وہ غیر کو صابر متحمل — غم کوئی اُٹھایا بھی کوئی صدمہ سہا بھی
کیا دیکھیے محشر مین ہوا انجام ہمارا — مجرم ہین بتو نکے بھی گنہگار خدا بھی

پوشیدہ کرین اہل کمال اسکو عجب کیا
ہو شعر کے فن مین جو فصاحت سے خطا بھی

اُس کوچہ مین راحت نہ ملی بعد فنا بھی — کھودی گئی تربت جو کوئی دفن ہوا بھی
سب کہتے ہین بے دید بھی اسکو کج ادا بھی — مشہور ہے وہ دشمن ارباب وفا بھی
میخوار و بہار آگئی وہ اُٹھی گھٹا بھی — لو آئی خبر دینے تمھین سرد ہوا بھی
زخم دل مجنون کو ہوئی مرہم کافور — چھوٹ ہوئی لیلے کے کف پا کی حنا بھی
نرگس ہی کا ایما نہین بلبل کے مخالف — کچھ پھونکتی ہی گوش گل تر مین صبا بھی
لاشے پہ مرے ہنس پڑے سب اپنے پرائے — اے شوخ نئی ہی ترے رونے کی ادا بھی

الفت مین تری غیر کے لب پر نہین کیا کیا
ہے آہ بھی فریاد بھی نالہ بھی گلا بھی

دونی مرے مدفن کی ہوئی رونق و زینت
ہے دوسری لوح آپکا نقش کف پا بھی

گلزار مین اُنکے رخ رنگین سے جو بچتے
سیلی ہو پے عارض گل موج ہوا بھی

صبر و خرد و ہوش و حواس و جگر و دل
سب لوٹ کے وہ لے گئے کچھ پاس رہا بھی

کیا دست جفا اور کسی پہ وہ بڑھائے
جو ہاتھ اُٹھا کر نہ کرے حق سے دعا بھی

پیری مین گرا پڑتا ہون پھر بھی مین فصاحت
گو میرا معین ہی دم رفتار عصا بھی

آگاہ انس و جن و ملک ہین صفات سے
واقف نہین ہی کون کہی کنہ ذات سے

افضل وہی حبیب ہے کل کائنات سے
افلاک حق نے خلق کئے جسکی ذات سے

اک یہ صفت ہی دست خدا کی صفات سے
عزّا کے سر کو توڑا ہی کعبہ مین لات سے

لکھتا ہون وصف گیسوے مشکین جو رات سے
آتی ہے بوے نافۂ آہو دوات سے

یارب شب وصال موذّن کو کیا ہوا
کمبخت اذان دینے لگا پچھلی رات سے

مرجائے گر عدو تو کہان یہ مزہ ملے
ہے لطف دشمنی مجھے اُسکی حیات سے

کوئی نہ سمجھے بزم مین ہم تو سمجھ گئے
کچھ کم نہین کسی کا اشارا بھی بات سے

کیا تاب ہی کسیکی جو ہو تجھ سے ہم کلام
شوخی ٹپک رہی ہی تری بات بات سے

اپنے ریاض عمر کہن کے لیے خضر
لیجائین تازگی مری باغ حیات سے

لوگ اُسکی ضد سے میرے طرفدار ہو گئے
یہ فائدہ ہوا مجھے دشمن کی ذات سے

دیوانگان عشق نہایت بتنگ ہین
اس تنگنائے دہر مین قید حیات سے

سچ ہے فصاحت اہل کمال اور اہل فن
پاتے ہین فیض صاحب عالم کی ذات سے

رہ رہ کے ہوک درد کی اُٹھتی ہی رات سے
مرنا قبول ہی مجھے ایسی حیات سے

اہل سواد اُٹھے جو کوئی کائنات سے
نکلے صدائے آہ دہان دوات سے

امید زندگی نہ رہی پھر شب وصال
دھڑکا جو دل گجر کی طرح پچھلی رات سے

جس بات کو سمجھتے ہین عشاق وہ نہین
تابوت اُٹھائے ہین وہ مراکہو رہے ہین لوگ

یارب مٹا ہو دفتر عالم سے کس کا نام
گھر اپنے جارہے ہین وہ شبنم نہین ہی یہ

اُس بدگمانکے کان مین کیا جھک کے کہدیا
ہین زلزلہ مین جتنی زمین پر کھڑا رہا

پروانونکو دکھاکے ہوا سے ہی قول شمع
آخر جوانی اپنی ہی جائین حواس و ہوش

پیری کی صبح آگئی اے غافل اتو چونک
شعلہ دھوین کو خاک جگا اپنے سر پہ دے

دل مین تمھارے جو دم تحریر آتی ہے

دل مین کشیدہ رہتے ہین وہ لوبات سے
عاشق کی ایسی موت ہی بہتر حیات سے

ٹکرا رہا ہی کلک سر اپنا دوات سے
گویا کہ صبح روتی ہی مل ملکے رات سے

کھٹکا ہی دلکو غیر کی پوشیدہ بات سے
اُتنی ہلی نہ میرے قدم کے ثبات سے

وابستہ اتنے دم ہین مری اک حیات سے
ہوتا ہی کوچ قافلہ کا پچھلی رات سے

بیہوش نیند مین ہے جوانی کی رات سے
کیا ربط بے ثبات رکھے بے ثبات سے

دیکھو قلم کو کہتا ہے جھک کر دوات سے

عادات انکے اُنمین بصحبت ضرور آئین
گر ربط بدصفات رکھین خوش صفات سے

حسن اسکو جانتے ہین سب اچھا کہین جسے
کوئی نہ انکو دیکھ سکے رعب حسن سے

شاید حیا نہین ہو کوئی ایسا ہی خوش نصیب
اے شوق ایسی لفظ سے ہو ابتدائے خط

غیرو نمین رشک کرنے کے قابل وہ غیر ہی
پر پیچ اُٹھے نجد مین یون دود آہ قیس

کیا بات ہے حیا نہین تمھارے شہید کی
کہتی ہی مجھ سے غیرت عشق آنکے سامنے

بھر جائے دل مین ساقیٔ کوثر کی یون ولا
رشک ایک کو ہو ایک پہ خورشید ہو کہ ماہ

عشق اسکو ہم سمجھتے ہین سودا کہین جسے
بے پردگی ہوا ایسی کہ پردا کہین جسے

مردم برائیونمین بھی اچھا کہین جسے
وہ بڑھ کہ انتہائے تمنا کہین جسے

آپ اپنے منھ سے عاشق شیدا کہین جسے
وحشی جواب طرۂ لیلا کہین جسے

مرنا اور ایسا مرنا کہ جینا کہین جسے
دل دیکے یون نہ مانگ تقاضا کہین جسے

مملو شراب ناب کا شیشا کہین جسے
دونون مین اُنکا نقش کف پا کہین جسے

اچھی یہ بات ذہن مین اُنکے سمائی ہو
اچھا وہی بُرے ہین ہم اچھا کہین جسے

نظاہر نظاہر اشکونمین ملکر وہی بہے
ہم دل ہی دلمین خون تمنا کہین جسے

شکوہ خدا سے یون بت کافر کا ہم کرین
سب اہل حشر سنکے نہ دعوی کہین جسے

یون آئنہ مین پھیلے ترا عکس روے صاف
سیلاب کا گمان ہو دریا کہین جسے

ہو مجھ سے چشم پوشی احباب اسطرح
میرے ہزار عیب کا پردا کہین جسے

اغیار مین گلے سے لگا کر مجھے حضور
دل یون بڑھائیے کہ کلیجا کہین جسے

اُس بت کو سجدہ چاہیئے اے برہمن تجھے
میرے خدا کی طرح سب اچھا کہین جسے

یون ہو ہجوم تارِ نگہ جب چلین وہ راہ
مژگان چشم نقش کفِ پا کہین جسے

رستہ مین اُنسے ہون مین بغلگیر اسطرح
رہگیر مسکرا کے تماشا کہین جسے

یہ بھی فصاحت اک ہی زمانہ کا انقلاب
ہمکو بُرا وہ سمجھے ہم اچھا کہین جسے

کس بحرِ حسن سے دم گریہ لگاؤ ہے
اشکونمین لختِ دل ہی کہ دریا مین ناؤ ہے

اُس بزم ناو نوش سے دلکو لگاؤ ہے
ہر مست کی زبان یہ جہان لاؤ لاؤ ہے

دو چار دل کے آبلے گر پھوٹ جائینگے
بھر جائے گا جو میرے کلیجہ مین گھاؤ ہے

آرائشونمین اور حسینونکے وہ نہین
دلچسپی اُنکی حسن مین جو بے بناؤ ہے

کیونکر کہون کہ رات کو آتا نہ ہوگا وہ
تیرے مکان سے غیر کے گھر کا لگاؤ ہے

لُنڈھ لُنڈھ کے خم بہا ہی جو دریا شراب کا
ساقی نہین یہ کشتی مے بلکہ ناؤ ہے

کرتے ہین ہاے ہاے مجھے لوگ دیکھکر
ماتم مین میرے سوگ بھی گویا بناؤ ہے

کیا صاف صاف اُسنے مرا مدعا کہے
میرے پیام بر کا کہان یہ ہواؤ ہے

آتے ہین وہ یہان نہ ہمین کو بلاتے ہین
بیکار قاصدونکی فقط آو جاؤ ہے

عشاق کو اشارے سے حورین نکیون بلائین
کوٹھے سے اُنکے خلد برین کا دکھاؤ ہے

مجھ کو گلا ہی اُنسے نہ شکوہ رقیب کو
کیا انکا میل جول ہی کیا رکھ رکھاؤ ہے

شبنم ہوے ہین قطرے ترے گوش گل مین دُر
تجھ سے تو شاہدان چمن کا بناؤ ہے

زاہد چرا کے لے گیا گھر سے کی بوتلین
مسجد سے میکدہ کا جو رندو لگاؤ ہے

مضطر ہے عاشق آپکا سینہ پہ رکھ کے ہاتھ
ہے دلمین داغ داغ مین گہرا سا گھاؤ ہے

جو چاہتا ہی بزم مین بکتا ہے مُنھ سے غیر
اُنکا ہے کچھ لحاظ نہ میرا دباؤ ہے

ہم سچ کہین نہین یہ ہمارا دل وسیع
نوح غم و ملال و الم کا پڑاؤ ہے

گیا تو کے کاملونکو فصاحت کوئی بھلا
بزم مشاعرہ مین یہ کس کا ہوا ؤ ہے

اُڑنے سے معذور ہون صیاد بازو ٹوٹ گئے
باغ تک اب جا نہین سکتا قفس سے چھوٹ کے

سوچتا ہے دل مین یہ ہر وقت طامع و حریص
اپنا گھر بھر لیجیے سارے جہان کو لوٹ کے

ہے وصالِ یار ناممکن یہ دیتا ہے خبر
آسرا قلبِ شکستہ کا ہماری ٹوٹ کے

واعظا ہم سے گنہگار ایسا روئین تو سہی
فردِ عصیان صاف ہو جاے سیاہی چھوٹ کے

حسن اجازت دے تو کھُپ جائے ہماری آنکھ مین
چُست اُس گل کی قبا سے رنگ تن کا پھوٹ کے

مضطرب ہم جسطرح ہین فرقتِ دلدار مین
کوئی شاید یون تڑپتا ہو کسی سے چھوٹ کے

بوے غیر دنکی زمین دل مین تخم آرزو
ہاے گردون نے مرا باغ تمنا لوٹ کے

گر چمن مین ہم لکھین وصفِ قدِ موزونِ یار
گر پڑے پھر قلم شاخِ صنوبر ٹوٹ کے

خوش بھی رندون سے ہوا پیر مغان بیزار بھی
صاف جب شیشے کئے خشتِ خم مے کوٹ کے

سیچے قالب مین دکھایا تو نے اُنکو حالِ غیر
ہم تو اے افسانہ گر قائل ہین تیری جھوٹ کے

زلفونکو سرکا کے اُسنے رخ پہ ڈالی ہی نقاب
ابر مین یا آفتاب آیا گہن سے چھوٹ کے

آہِ بُلبُل کے اثر سے سوکھ کر کانٹا ہوا
تو نے اے گلچین یہ پھل پایا چمن کو لوٹ کے

گھر مین رندونکے پیا کرتا ہی چھپ چھپ کر شراب
شیخ کو رسوا کریگی اکدن بو چھوٹ کے

جسطرح گلشن سے اُڑ کر برگ رہتا ہے تباہ
ہم ہین یون برباد یارانِ وطن سے چھوٹ کے

ساز کرکے دھوپ سے جب صبحدم آئی صبا
لیگئی گلزار سے ڈر [illegible] شبنم لوٹ کے

دیکھو بدبختی مری گلشن مین بادِ تند سے
گر پڑے صیاد پر شاخِ نشیمن ٹوٹ کے

دین خبر فصلِ بہار باغ کی صیاد کو
عندلیب نالہ کی کلیان قفس مین [illegible] کے

منعم بے فیض کی خاطر جو ارش گر بنا ہے
چارہ گر تھوڑا سا ہیرا بھی ملا دے کوٹ کے

وصل مین ہنسکر وہ بولے سن کے میرا حال ہجر
سچ کی بو جسمین نہو قربان ایسے جھوٹ کے

اے فصاحتؔ ہاے احباب قربا سوے عدم
لیگئے میری بہارِ زندگانی لوٹ کے

وہ اکیلے ہی مری قبر پہ آئے ہوتے
ساتھ غیرونکو تو ہنسنے کو نہ لائے ہوتے

نبضین ساقط ہین ڈھلا ہے مرا منکا دمِ نزع
آج بھی آپ عیادت کو نہ آئے ہوتے

یا خدا جتنے ہین ارمان زمانے بھر کے
سب دلِ تنگ مین میرے ہی سمائے ہوتے

وہ بھی رو رو کے اُٹھاتے مرا تابوت ضرور
مین نے ناز اُنکے جو ہنس ہنس کے اُٹھائے ہوتے

آپ نے گیسوؤنکو اپنے بڑھایا تو کیا
حوصلے کاش مرے دلکے بڑھائے ہوتے

تو نے مہمان جو کیا تھا مجھے اے چرخ دنی
چار دن غم تو فراغت سے کھلائے ہوتے

دل جگر اپنے جو عشاق کو پیارے تھے بہت
اُنکی دزدیدہ نگاہون سے بچائے ہوتے

اور جو چاہتے عشاق یہ کر لیتے ستم
آپنے دیکھتے ہوے دل نہ دُکھائے ہوتے

ابھی آئے ہو ابھی کہتے ہو گھر جاتے ہین
ایسے آنے سے تو اےجان نہ آئے ہوتے

میری تربت پہ ٹہلتا وہ سرِ شام اگر
نقش پا کے تو چراغ اُسنے جلائے ہوتے

عاشقو صبر و تحمل کی اگر تاب نہ تھی
تو سمجھ بوجھ کے دل اُنسے لگائے ہوتے

اے فصاحتؔ جو وفا میری اُنھین یاد آتی
فاتحہ پڑھنے کبھی قبر پہ آئے ہوتے

حسب فرمائش جناب جگر صدیقی از بسوانی

دلبر وہ رکھین ہاتھ جو اُلفت کی نظر سے
بالیدگی ایسی ہو کہ بڑھ جاے جگر سے

اشک آج ہمکے بچا نیکو ہے دیدۂ تر سے
جب ہجر مین لو اُٹھی مرے داغ جگر سے

وہ دیکھتے ہین بزم مین دزدیدہ نظر سے
ہان عاشقو ہشیار رہو قلب و جگر سے

لاتا نہین کوئی بھی ثمر نخل تمنا
گو سینچتے رہتے ہین اسے خون جگر سے

جو شعر کہا اُس لب لعلین کی صفت مین
شنجرف کی جا اسکو لکھا خون جگر سے

گو رات کو گلشن مین بہت دھوتی ہے شبنم
پر داغ ہین چھوٹتے لالہ کے جگر سے

تڑپے گا جو یہ دل کی طرح پھر نہ تھمے گا
للہ ہٹاؤ نہ ابھی ہاتھ جگر سے

اے غیر انھین تو نے مسلنے نہ دیا کیون
کیا تیرا دل اچھا ہی بہت میری جگر سے

عشق مژہ یار ہمیشہ ہی رہے گا
یہ پھانس نہ نکلی ہی نہ نکلیگی جگر سے

سو گھسے تو اگر پھر علاج آیا ہے جراح
بو آتی ہی الفت کی گل زخم جگر سے

خورشید جہانتاب اماں کانپ کے مانگے
پھاہا جو مین سر کاؤن ذرا داغ جگر سے

پھر عشق مین ماتم دل مردہ کا کرین ہم
فرصت جو ملے ہاے جگر ہاے جگر سے

تعجیل ہین ہین نظم کئے نمنے فصاحت
ہان اپنے ان اشعار کی لو داد جگر سے

لکھین یہ لوح قبر پہ وہ مجھ کو گاڑ کے
کیسی فلک کی بن پڑی اسکو بگاڑ کے

بیٹھے ہین آج فاتحہ پڑھنے زہے نصیب
وہ لٹنے گیسوؤن سے مری قبر جھاڑ کے

عاشق نہ نکلین گے چمن کوے یار سے
استادہ مثل سرو کے ہین پاؤن گاڑ کے

پائی سزا ہوا کابھی دم بند ہو گیا
سلجھی ہوئی یہ زلفین تمہاری بگاڑ کے

لون بوسہ روے صاف کا تیرے جواذن ہو
گرد نگاہ پنجۂ مژگان سے جھاڑ کے

اسنے مجھے گلے سے لگایا تو بولے غیر
نکلین گے اس ملاپ مین پہلو بگاڑ کے

کحل البصر بناتے ہین اے شہسوار ہم
تیرے فرس کی ٹاپون سے گرد جھاڑ کے

روشن چراغ داغ کیا ہم نے شام ہجر
دلکئی مین مین حسرت مردہ کو گاڑ کے

تدبیر کوئی بن نہین پڑتی ملاپ کی
چھپا رہے ہین دل مین وہ مجھ سے بگاڑ کے

کوچہ مین آسکے ہم سے فقیرونکا کیا شمار
جب بادشاہ بیٹھ رہے ہاتھ جھاڑ کے

حسرت یہ ہی رقیب کو خود کھینچ لے آئے تو
جاتا ہے نقش جب ترے کوچہ مین گاڑ کے

لیجاے بت بناتے نہ بتخانہ مین یہ مخر
سنگ در حبیب برہمن اکھاڑ کے

تو باغبانکا دست جفا خشک ہو گیا
یہ پھل ملا ہمارا نشیمن اجاڑ کے

موسیٰ جب آئے وادی ایمن سے طور پر
آتی تھی یہ ندا کہ پھرے دن پہاڑ کے

گر الجھی زلف تم نے سنواری تو لطف کیا
جب جانون میرا کام بناؤ بگاڑ کے

خاک مزار غیر سے آلودہ ہے بہت
بیٹھین وہ میری قبر پہ دامن کو جھاڑ کے

بعد فنا بھی اُسنے مجھے مضطرب رکھا
نعش عدو کو ہاے مرے پاس گاڑ کے

شب زندہ وار دیکھ کے آزر کو جبرئیل
ٹھہرے رہے زمین کا طبقہ اُکھاڑ کے

دیکھو یہ ضد نئی فلک کینہ خواہ کی
دشمن کا گھر بسایا مرا گھر اُجاڑ کے

مجھ کو کسیکے عشق مین بدنام کردیا
میری نگاہ تاڑنے والون نے تاڑ کے

ہمت پہ کوہکن کی یہ کرتے ہین آفرین
گرمی مین کب چٹکتے ہین پتھر پہاڑ کے

خورش خورش فصاحت آج بہت ہو کوئی حسین
آباد میرے خانۂ دل کو اُجاڑ کے

مین وہ عاشق ہون بعد فن عشرت بڑھتی جاتی ہے
سماتی جاتی ہین حورین جو تربت بڑھتی جاتی ہے

تڑپنے کو ہون فرقت مین اذیّت بڑھتی جاتی ہے
کھٹک اب درد کی ساعت بساعت بڑھتی جاتی ہے

جو رفتہ رفتہ شاعر کی طبیعت بڑھتی جاتی ہے
تو فن شاعری مین اور دقّت بڑھتی جاتی ہے

ہے اُلٹی بات عمر انسان کی گھٹتی جاتی ہو جون جون
تمنا آرزو اُمید حسرت بڑھتی جاتی ہے

ادھر اصرار مجھ کو وصل پر انکار اُدھر اُن کو
الٰہی خیر ہو تکرار حجت بڑھتی جاتی ہے

کمی ہو کسطرح وہ سوچتے رہتے ہین یہ دل مین
کسیکے قلب مین میری محبت بڑھتی جاتی ہے

جو ہیم ٹھنڈی سانسین بھر رہے ہین آپکے عاشق
تو گرما گرمی بازار اُلفت بڑھتی جاتی ہے

کسیکے حسن روز افزونکے ساتھ اے چاہنے والو
ادا سج دھج پھبن شوخی شرارت بڑھتی جاتی ہے

صدا چلنے مین یہ آتی ہو اُس چھاگل کے گھنگرو سے
بہت اب شورش روز قیامت بڑھتی جاتی ہے

نمو ہوتا چلا ہے سبزہ کانٹے اُگتے آتے ہین
وہ بیکس ہون مری تربت کی ہیبت بڑھتی جاتی ہے

سوال بوسہ پر کیون غیر کو جھڑکی نہین دیتے
تمھاری خامشی سے اُسکی جرأت بڑھتی جاتی ہے

جنون خیز آرہی ہین کیا ہوائین دشت و صحرا کی
گھر و نین ہم سے دیوانونکی وحشت بڑھتی جاتی ہے

وہان پتھر چٹا یا جا رہا ہے کند خنجر کو
یہان دلمین تمناے شہادت بڑھتی جاتی ہے

چھپاؤن لاکھ آغاز محبت چھپ نہین سکتا
مرے چہرے سے ظاہر ہو کہ اُلفت بڑھتی جاتی ہے

یہ سچ ہے دے کہا نتک سائل طمّاع کو منعم
طمع اُسکی مثال دست حاجت بڑھتی جاتی ہے

جو پردے چھٹ رہے ہین نجد مین لیلی کی محمل کے — دل مجنون مین نظارہ کی حسرت بڑھتی جاتی ہے
کوئی گل لیتا جاتا ہے جو انگشت حنائی سے — تری کچھ روشنی لے شمع تربت بڑھتی جاتی ہے
وہ دونون وقت ملتے آ کے کیون گور غریبان مین — کہ تاریکی اداسی یاس و حسرت بڑھتی جاتی ہے

پسند خاطر اہل ہنر ہو کیا سخن تیرا
تری بیہودہ گوئی اے فصاحت بڑھتی جاتی ہے

ہے شام وصل یہ دلکو قلق ابھی سے ہے — کہ چہرۂ صبح کی دھڑکے مین فق ابھی سے ہے
نہ کیون ہو دانت مری ہڈیون پہ جیتے جی — سگان کوچۂ جانان کا حق ابھی سے ہے
یہ مسکرا کے دبستان مین قیس کہتا تھا — شروع عشق جنونکا سبق ابھی سے ہے
غضب ہے گذرے نہین چار دن بھی الفت کو — ملال و صدمہ و رنج و قلق ابھی سے ہے
فلک کا رنگ مبدل ہے میرے روز وصال — قریب شام نہین پر شفق ابھی سے ہے
ہے گو کہ دیر ترے مضطرب کے گڑنے مین — یہ زلزلہ ہے زمین کا طبق ابھی سے ہے
کیا ہے ایک ہی نالہ جو مین نے زندان مین — تو چھت ہی گرنے کو دیوار شق ابھی سے ہے
عجیب طرز دبستان مین تیرے ہے ای عشق — سمجھ مین آئے نہ جو وہ سبق ابھی سے ہے
مجھے یہ فکر ہے کیونکر کٹے گی ہجر کی رات — تجھے تو اے دل مضطر قلق ابھی سے ہے
نقاب چہرہ سے اٹھین گے وہ تو کیا ہوگا — فلک پہ رنگ رخ ماہ فق ابھی سے ہے
بلائے شام فراق آئی ہے تو لب پہ مرے — یہان اعوذ برب الفلق ابھی سے ہے
پڑھائین قیس کو دو سطرین اے معلم عشق — ہمارے درس مین پورا ورق ابھی سے ہے
گڑے جب آپکا بیتاب دیکھئے کیا ہو — زمین کا سخت کلیجہ تو شق ابھی ہے سے

پکارنا تو فصاحت نبی کو یون دم حشر
کہ عاشق آپ کا غرق عرق ابھی سے ہے

نظارہ بازون سے شوخی نہ و حجاب رہے — ارے امنگ یہ جبتک ترا شباب رہے
وہ رشک مہر اگر دن کو بے نقاب رہے — اسی طرف نگران چشم آفتاب رہے
فلک پہ جلوہ فگن جبتک آفتاب رہے — ہمارے میکدہ مین دور آفتاب رہے

یقین ہے کچھ بھی اگر نشۂ شراب رہے
کسیکی نرگسی آنکھوں میں کیوں حجاب رہے

مگر سبیل میں میخانہ کی اے ساقی
ضرور کچھ نہ کچھ آمیزش شراب رہے

کسیکے گرد رہے شب کو حلقۂ عشاق
بڑا ہو لطف جو ہالے میں ماہتاب رہے

زبان پہ نام کسی شوخ کا نہ آجائے
ذرا لحاظ یہ ہنگام اضطراب رہے

جو روز ہجر مری آہ کی اُٹھے آندھی
رواں دواں ورق زرد آفتاب رہے

رہے نہ دوسرا پہلو بھی خالی اے ساقی
اِدھر ہے دل تو اُدھر شیشۂ شراب رہے

خوش اپنے قلب حزیں کو رکھا کریں یوں ہیر
زبان پہ تذکرۂ جوشش شباب رہے

کوئی وہاں جو کرے شوخیاں رقیبوں سے
یہاں ضرور مرے دل کو اضطراب رہے

تمھارے حلقۂ گیسو میں یا زبخدا ان میں
جہاں کہو یہ دل خانماں خراب رہے

وہ مست ہوں عوض لوح بعد مرنے کے
مرے مزار پہ خشت خم شراب رہے

شب فراق اکیلا نچھوڑے کوئی تو ہو
جو درد جائے مرے دل سے اضطراب رہے

تمھارے عالم طفلی کے دیکھنے والے
ہزاروں منتظر آمد شباب رہے

جو شوخیاں بھریں اُس بت کی چشم فتاں میں
تو پھیل پھیل کے کیا نشۂ شراب رہے

وہ تھا زمانۂ فصاحت کہ سیکڑوں شاگرد
ہمارے بھائی لطافت سے فیضیاب رہے

عارفو صاحب معراج کی الفت کیا ہی
زینۂ مرتفع بام حقیقت کیا ہے

مجھ کو تو خود نہ کرے دفن تو عزت کیا ہی
ٹھوکریں جو نہ تری کھائے وہ تربت کیا ہے

بھیلے ہمت سے جو لینے تو مصیبت کیا ہی
دل غنی ہو اگر انسان کا تو عسرت کیا ہے

جو گلا تمسے کیا غیر نے ہم سے تو کہو
جسکو تم سنکے نہ بگڑے وہ شکایت کیا ہے

مرگ دشمن پہ وہ روئیں تو کروں میں افسوس
رنج ہو جسکے نکلنے کا وہ حسرت کیا ہے

مجمع حور بھی میرے لیے گویا ہی فشار
کشمکش کیوں نہو گنجائش تربت کیا ہے

بوسے وہ دیکھا مری لاش کے سینہ پہ جو ہاتھ
اور دلمیں ترے اے کشتۂ حسرت کیا ہے

سچ ہے آوازۂ داغ دل سوزاں سے حضور
گرم بازاری خورشید قیامت کیا ہے

اے فلک سیکڑون رخنے ہین ہزارون روزن
تو وہ تیر حوادث مری تربت کیا ہے

آج ہنس ہنس کے وہ یون پوچھ رہا ہی مجھ سے
آرزو اے مرے سرشار محبت کیا ہے

تھی لب چاک سے یہ پیرہن یوسف کی صدا
کہ زلیخا کے گریبان کی حالت کیا ہے

آپ اچھے ہین مراد آپکے دل کی اچھی
سچ کہا آپنے تو کیا تری حسرت کیا ہے

وہ گل شمع کا شیدا ہی یہ عاشق گل کی
اور پروانہ و بلبل مین رقابت کیا ہے

نوجوانی مین بتادے کوئی پیچکے سے ہمین
ہم نہین جانتے عنوان محبت کیا ہے

بزم مین مدح فصاحت شعرا کرتے ہین یون
بہتا دریا ہی روانی طبیعت کیا ہے

رات کو غیر کے پاس آپ تو ایجان ہونگے
ہم اندھیرے مین اکیلے شب ہجران ہونگے

آپ رخصت سحر وصل جو ایجان ہونگے
ہاے ہم خاک بسر چاک گریبان ہونگے

کبک طاؤس چمن شرم سے پنہان ہونگے
آپ اگر ناز سے گلشن مین خرامان ہونگے

سن رکھو جب مرے مرنے کی خبر پھیلی گی
تمنے گیسو جو سنوارے ہین پریشان ہونگے

خونبہا ہوگا وہی کون کریگا دعوے
قتل کرکے جو مجھے آپ پشیمان ہونگے

یہ حسینان جہان جینے نہ دینگے مجھ کو
دل جگر لیکے مری جان کے خواہان ہونگے

اے پری نکلینگے شہرون سے ترے دیوانے
فصل گل آئی ہی آباد بیابان ہونگے

حسرت و یاس کی بھیڑ اتنی زمین پر ہوگی
اے فلک دفن جہان ہم سے پرارمان ہونگے

ایک بوسہ یہ فصاحت سے وہ دونون لینگے
دل جگر حسن کی بازار مین ارزان ہونگے

لے کے اک دل دیئے دو بوسے پشیمانی ہوئی
اپنے منہ سے کیا کہین اب وہ کہ نادانی ہوئی

دور گردون مین ہم ایسون کی جو مہمانی ہوئی
شادمانی کی کمی غم کی فراوانی ہوئی

عکس یون آج ایک بحر حسن کے رخ کا پڑا
وقت زینت آپ آئینہ مین طغیانی ہوئی

اتفاقاً باغ مین نکلے ہوئی بارش نہ جب
آتے ہی برسات مین ٹھنڈھی ہوا پانی ہوئی

آئنہ پہلے ہی سے ششدر تھا انکی بزم مین
دیکھکر وہ روے صاف اور حیرانی ہوئی

شرط ایسی یہ نہ کرتی تو وہ کیون سر پھوڑتا
وجہ مرگ کوہکن شیرین کی نادانی ہوئی

عاشق و معشوق کو رکھا برابر عشق نے
انکو دلجمعی رہی ہمکو پریشانی ہوئی

قحط سالی مین نہ ہم عاشق بھی جب گریان ہوئے
کشت ہر دہقان کی کیسی خشک بے پانی ہوئی

منقلب ایسا زمانہ ہو گیا اُس عہد مین
تہمت مریم کا باعث پاکدامانی ہوئی

سنکے مرنا عاشق ناشاد کا ہنسکر کہا
آج پوری ہو گئین سب نیتین مانی ہوئی

آگے اُن تیرونکے پیکان میرے دل سے نکلے ہائے
جیسی آبادی تھی اب ویسی ہی ویرانی ہوئی

گرم آہونکی ہوا اے تیز و تند ایسی چلی
کشتی عمر اپنی بحر غم مین طوفانی ہوئی

تجھکو اے مجنون اگر تھا ادعائے جذب عشق
پھر تری اُلفت مین لیلی کیون نہ دیوانی ہوئی

تم ابھی تصویر کھینچو انکو بیٹھے بھی نہین
پہلے ہی فکر ادب آموزی مانی ہوئی

رفتہ رفتہ ہمکنار صبح محشر ہو گئی
اے فلک میری شب ہجر اتنی طولانی ہوئی

اے فصاحت نزع کی مشکل مین جب آئے علی
دم نکلنے مین ہمارے کیسی آسانی ہوئی

عشاق مین ہین متفق اس رائے سے ہم بھی
ہے عیب حسینون کے لیے ترک ستم بھی

خوش دلکو کیا کرتے ہین یون گو کہ ہو غم بھی
ہم اہل زبان داغ کو کہتے ہین ورم بھی

صابر ہین بڑے زمرۂ عشاق مین ہم بھی
سہتے ہین جفا آنکی بھی گردونکے ستم بھی

گر چاہتے ہو تعزیت مرگ عدو خوب
تم سارے زمانہ کا فراہم کرو غم بھی

ہان قدر شناسونکا فصاحت سے یہ ہے قول
اس فن مین غنیمت ہے بہت آپکا دم بھی

غزل — در یکقافیہ

صبر کی قوت مرے بھی قلب بادل مین رہے
جبتلک بیداد کی حسرت ترے دلمین رہے

مین وہ عاشق ہون کہ سو جان سے یہ خواہش ہے مجھے
چٹکیان جو لے کلیجہ مین وہی دلمین رہے

آکے اب جائے نہ خال روئے روشن کا خیال
بنکے جوہر میرے اس آئینۂ دلمین رہے

اس دل پُر داغ مین اے عشق گنجائش نہین
درد ناسور آبلہ زخم اور کے دلمین رہے

ہیچ ہی جو معشوق معشوق نہین ہو خلوت سینہ
پھر وہ کیا مہمان کسی حسرت بھری دلمین رہے

عشق مجھسے کہتا ہے جبتک ہو نہین تیری باس
درد سر مین آنکھ مین آنسو کھٹک دلمین رہے

وقت پاکر تو جگر کو بھی کوئی تڑپا گیا
ہم جو فکر دارؤے بیتابی دلمین رہے

اے جناب عشق تخصیص آپ ہی فرمائیے
سیکڑون عشاق کے دل ہین وہ کس دلمین رہے

غور کیجے کیا یہی شرط محبت ہے حضور
واہ اُسکی جان لے لی آپ جس دلمین رہے

غم نہ اسدرجہ بھرین شاید کبھی آئے خوشی
اُسکے رہنے کی تو گنجائش مرے دلمین رہے

آنکھ سے بہنے نہ پائے مثل اشک اے سوز عشق
جوش کھا کھا کر مرے دل کا لہو دلمین رہے

شاعری کے فن مین جس مدت تلک ہو دم مین دم
اے فصاحت الفت دیوان مرے دلمین رہے

غم نہ گھیرین گر ہجوم آرزو دلمین رہے
قافلہ ڈاکے سے بچ جائے جو منزل مین رہے

میرے دلمین آکے تو دم بھر نہ ٹھہرا ہی یہ رشک
کیون ترا ناوک گلوئے مرغ بسمل مین رہے

اور سب عشاق آتے ہی نکلوائے گئے
ہم غش آجانے سے تا دیر اُنکی محفل مین رہے

لطف کے بدلے اگر منعم ترش روئی سے دے
کیون نہ درہم داغ بنکر دست سائل مین رہے

وہ کلیجہ ہے کلیجہ سختیان جو جھیل جائے
دل وہ دل ہی جسکو اطمینان مشکل مین رہے

جوشش سودا مین کیا کیا بک رہا ہی منھ سے قیس
کچھ تو لیلی بولے کیون خاموش محمل مین رہے

کوئی شاید ہوکے بیتاب اپنے سینے سے لگائے
تو نہو تو کیون تری تصویر محفل مین رہے

میان مین جبتک ہی پوشیدہ نہین عز و وقار
آبروے تیغ ہی گر دست قاتل مین رہے

گر دُلھن بنکر لگائے خون بسمل کی حنا
رنگ پر سوسن ناخن شمشیر قاتل مین رہے

اے فصاحت دشمنونکو آسکے رنج و غم ہوا
دوست جو شاعر تھے خوش خوش میری محفل مین رہے

یاد اُسکی کیون نہ پوشیدہ مرے دلمین رہے
عزت لیلی اسی مین ہی کہ محمل مین رہے

دھیان بھاری تیغ ہی رکھنے کا کیون دلمین رہے
اک چھری ہلکی سی نازک دست قاتل مین رہے

جانتا آئین تو اسمین دیکھ لین شکل قضا
بدلے آئینہ کے خنجر دست قاتل مین رہے

اسکو بعد ذبح بھی بھر کر تڑپ لینے تو دے
لاش ظالم روند تا جب دم نہ بسمل مین رہے

تہ مین دریا کے ہے دوران سر گرداب کو
آئے گر تو چین سے آغوش ساحل مین رہے

مردنگ کیطرح بعد قتل میرے خون کی بوند
سر فروشان جہان کھنچ کھنچ کے آئین دوڑے
لمبے لمبے اُنکے گیسو اُنسے اُلجھا ہی کیے
قول درہم ہی نہ آزادی ہوئی ہمکو نصیب
دو کی جا میرے گواہ قتل ہون محشر مین چار

کیون نہ چشم جوہر شمشیر قاتل مین رہے
گر یہی تاثیر نقش پاے قاتل مین رہے
ہم تو ہم جکڑے ہوے وہ بھی سلاسل مین رہے
کیسۂ منعم سے نکلے دست سائل مین رہے
رنگ خون جم کر جو دست و پاے قاتل مین رہے

اے فصاحت کیا عجب تو مشق بھی مشاق ہو
چار دن گر صحبت اُستاد کامل مین رہے

سلیمان قدر بہادر
۹۱

سنتے ہین طے مثل زلیخا جہان کے
بیمار ڈالا غیر نے اپنے کو جان کے
لاے پڑے حسینو ہمین اپنی جان کے
ساقی ہین رند دیر سے ہون تشنۂ شراب
گو وعدہ ہے مگر نہ مرے گھر وہ آئین گے
سچ ہی خلیل سا نہ کوئی میزبان ہوا
ہم سے نفیس طبع مین گے بہشت مین
وسواس آئے گا تمھین ہم کیا بیان کرین
ایجاد اک ستم نہ کیا تم نے جا و بھی
بھڑکائی آگ عشق نے دلمین تو ہین گواہ
دربان آنیوالے کو روکے کہان کہان
شب کو کمند آہ سے اُس بام تک گئے
لیلے کی قبر پر بھی پڑھا ہم نے فاتحہ
کیون ہو نہ انقلاب زمانہ مین ان دنون
کچھ نامہ بر نے اپنی طرف سے نہین کہے
آباد تھا یہ جنسے وہ زیر زمین گئے

پیری مین جو کہ ہوتے ہین عاشق جوان کے
نزدیک آگئے ہین جو دن امتحان کے
ہین وار ادھر تمھارے اُدھر آسمان کے
باور نہ ہو تو دیکھ لے کلنٹے زبان کے
پابند قول کے ہین نہ اپنی زبان کے
کھایا کبھی طعام نہ بے میہمان کے
کوثر کا بادہ حور کے دامن مین چھان کے
در پر تمھارے بیٹھے ہین کچھ دل مین ٹھان کے
سب ظلم ہین سکھاے ہوے آسمان کے
میرے دہن کے آبلے چھالے زبان کے
دروازے تو کئی ہین تمھارے مکان کے
محتاج ہم سے زار نہین نزد بان کے
پلٹے مزار قیس سے جب نذر مان کے
بدلے ہوے ہین رنگ زمین آسمان کے
فقرے یہ لخراش ہین اُنکی زبان کے
جھک کر ستون یہ کہتے ہین کہنہ مکان کے

دو چار دن کے واسطے آیا جو ہے شباب
کیا کیا ہین ناز اُٹھاتا ہون اس مہمان کے

مین ہون تڑپ تڑپ کے جو نالان شب فراق
طبقے ہلین زمین کیطرح آسمان کے

نرمی کے ساتھ کیون نہ دہن مین رہا کرین
بتیس دانت سخت ہین دشمن زبان کے

انکو بٹھائیے شرم تو بیٹھین دلھن کیطرح
گر حسن اُبھار دے تو اٹھین سینہ تان کے

حساد فن کی چند باتین ہون بحث مین
شاگرد اُلجھ پڑین جو مرے خاندان کے

سچ ہے فصاحت آج نظامت کے فیض سے
ٹھہرے ہین ملک نظم مین اپنی زبان کے

یارب عطا ہو میرے سلیمان کو عمر خضر
ہین یادگار ہند مین جنت مکان کے

ساقی سبو لنڈھی جو مے پرتگال کی
شاخین چمن مین جھوم رہی ہین نہال کی

وہ آئے گو عدو نے بہت قیل و قال کی
اپنون نے دی خبر جو مرے غیر حال کی

خواہش نہین ہے حور و پری کے وصال کی
کہتا ہون سچ قسم ترے حسن و جمال کی

اللہ رے غم رقیب کا منھ زرد ہو گیا
پھولی جو ہین شفق مرے شام وصال کی

بیداد مین اُنھین جو لحاظ وفا ہوا
منھ کو پھرا کے لاش مری پائمال کی

حسرت سے کہدو گوشۂ دلمین پناہ لے
بھیڑ آرہی ہے صدمہ و رنج و ملال کی

ضد سے زمین دل کا عدو ہو نہ آسمان
بنیاد اسی زمین ہے مرے قصر خیال کی

فرمانا وہ کسیکا وہ گستاخیان مری
وہ چاندنی کا لطف وہ راتین وصال کی

قدمون سے اُنکے راہ مین لپٹے تو بولے وہ
یہ خاک ہے کسی نہ کسی پائمال کی

کرتا ہے باتین تم سے سمجھ بوجھکر رقیب
میری خوشی کی ہین نہ تمھاری ملال کی

کیا ابھی طرح دیکھے کوئی جلوہ گاہ مین
بجلی چمکتی ہے ترے حسن و جمال کی

کیون دفعتاً خموش ہوا ہے وہ خوش بیان
کیا جانین بات کونسی دلمین خیال کی

گو ہاتھ پھیلا عجز سے منعم کے روبرو
لیکن رگین کھنچین مرے دست سوال کی

ہے کچھ نہ کچھ کہ غیر مین تم مین نہین وہ ربط
یا اُسنے دم دیا تمھین یا تم نے چال کی

کسکو کریگا ذبح شب عید آسمان
کیسی اُپی ہوئی ہے سروہی ہلال کی

اللہ یہ غرور و تکبر یہ تمکو ناز دولت یہ اپنی حسن سریع الزوال کی

پھر ایک بوسہ اُسنے فصاحتؔ دیا مجھے
دل لے کے پہلے اچھی طرح دیکھ بھال کی

لکھونگا مدح چشم بتِ خوش جمال کی ہے جستجو سیاہیٔ چشم غزال کی

دربان بنی ہوئی در ناسور پر ہے یاس قیدی ہو میرے دل مین تمنا وصال کی

پہچانے کون اب تو وہ کچھ اور ہو گیا صورت بدل گئی ترے محو جمال کی

آنکھین ہماری ڈھونڈھتی ہین اُنکو بزم مین کیا ہو گئین وہ صورتین اہل کمال کی

گھرے وہان نشانِ قدم ہین پئے ثبوت نیت ہماری اُسنے جہان پائمال کی

ہم نے زیادہ تمکو نہ دی زحمتِ جواب سمجھو ذرہ کمی سے حروف سوال کی

نیرنگیٔ فلک سے ہو رات ایک ہی مگر دشمن کے وصل کی ہو ہمارے وصال کی

کامل کو ہو نمود تو ناقص کو رشک ہے باعث حسد کا ہو گئی شہرت کمال کی

انسان جہان مین نہ کوئی آرزو کرے اور پھر فلک کے دور مین امر محال کی

پیتے ہین ہم شراب بھی سنتے ہین وعظ بھی مسجد سے ہو ملی ہوئی بھٹی کلال کی

اللہ ضعف کا یہ اثر ہے کہ مین تو مین اُن تک خبر پہنچ نہ سکی میرے حال کی

ہے اے فصاحتؔ اذن رقیبونکو بزم مین
دیتے نہین ہمین وہ اجازت سوال کی

غزل مشاعرۂ حیدرآباد دکن

فرقت کی سختیون سے مرینگے نہ مر گئے راتین بھی یہ کٹین گی وہ دن بھی گذر گئے

دلمین مرے در آئے نہ سوئے جگر گئے پھر ناوک نگاہ تمہارے کدھر گئے

دعوائے خون کرینگے بھی ہم حشر مین تو کیا ہو گا گواہ کون اگر وہ مکر گئے

کیا خاک دی صبا نے مرے مرنے کی خبر زلفین ہی اُنکی بگڑین نہ گیسو بکھر گئے

انکے ہمارے نامہ و پیغام سے کئی دن آئے ادھر اُدھر سے ادھر سے اُدھر گئے

افراط گر کرو تو علاج اسکا پوچھین ہم
تم تو جگر پہ چوٹ لگا کر بکر گئے

جو آفتین فراق مین آنا تھین آچکین
قسمت مین جو گذرنے تھے صدمے گذر گئے

اُن گیسوؤن کی مدح بھلا کوئی کیا کرے
جو خود ہی بے کسیکے سنوارے سنور گئے

جاتے ہین تیرے کوچہ سے اچھا خفا نہ ہو
ٹھہرا لیا جو ضعف نے ہم کو ٹھہر گئے

اب دل کے پھیرنے کا تقاضا کرو نہین
تم میرے مانگنے ہی سے پہلے مکر گئے

ٹپکا کے جلتے اشک احبا بوقت دفن
میری لحد مین خاک کی جا آگ بھر گئے

دیکھو گے گھرے گھرے کلیجہ کی گھاؤ کیا
بس جاؤ اُسکا حال ہی تم سنکے ڈر گئے

ہم خواب دیکھکر یہی کہتے ہوے اُٹھے
جو سو رہے تھے پاس ہمارے کدھر گئے

الزام عشق سے تو بچے خسرو اور قیس
فرہاد پے شعور جو تھا اُسکے سر گئے

لین ہاتھ رکھکے سر کی بلا ہین تو بولو
یہ کیا کیا ہٹو مرے گیسو بکھر گئے

غافل کہان رہے وہ جوانی کے ولولے
جھونکے ہوا کے تھے ادھر آئے اُدھر گئے

کیا تھی پمبیری کی یہی شان اے کلیم
مار سیہ عصا جو ہوا آپ ڈر گئے

غزل دیگر

ہندوستان مین پھر کے فصاحت نہ آئینگے
ہم اُنکی کربلائے معلّے اگر گئے

در یک قافیہ

یون جلد عاشق اُنکے جہان سے گذر گئے
بس مُنھ سے ہائے ہائے کہا اور مر گئے

برعکس تھی پتنگو نپہ تاثیر عشق شمع
پھرتے تھے گرد جو وہی جل جل کے مر گئے

کہتے ہین مجھ سے وہ مری رفتار ناز سے
دنیا ہلاک ہو گئی پر تم نہ مر گئے

صیاد اور اسیر قفس مین ہین جان بلب
ہم مین پھڑک رہے تھے بہت جو وہ مر گئے

مانا یہ ہمنے آپ مسیحا ہین دہر مین
کر دیجیے اُن دلونکو تو زندہ جو مر گئے

تابوت غیر اُسنے اُٹھایا جو ناز سے
اے رشک ہم یہ دیکھکے بے موت مر گئے

کل سے سسک رہے تھے جو بیمار اے مسیح
وہ آج تیرے دید کی حسرت مین مر گئے

ارمان جنھین تھا اُنسے ہم آغوش ہونے کا
ہاتھونکو سجدہ دی ہین وہ پھیلا کے مر گئے

چپکے سے مر گیا کوئی دیکھی جب وہ ادا
چلا کے یون کسینے کہا ہائے مر گئے

میری شب فراق گجر ہی نہ ہی اذان
گھڑیالیون کے ساتھ موذن بھی مر گئے

کیسی خوشی حزین ہی حسرت ہمارا دل
تھا جنسے لطف زیست وہ احباب مر گئے

دور وزسے خفا جو کوئی بدمزاج ہی
دل کو مرے قرار نہ کل تھا نہ آج ہے

کیون ملتفت بہ لطف عدو مجھسے آج ہی
کوئی نہ کوئی اسکی ضرور احتیاج ہے

گلشن ہے مین ہون اور وہ پہلو مین آج ہی
ساقی شراب ناب کی اب احتیاج ہے

شاہ اپنے عہد کا ترا دیوانہ آج ہی
اورنگ دشت داغ جنون سر پہ تاج ہے

وعدہ ہی مجھسے وصل کا اب وہ نہ آئینگے
میرے عدو کا حال جو تغیر آج ہے

رہتا نہین یہ چار گھڑی ایک رنگ پر
صاحب زمانہ ہی کہ تمھارا مزاج ہے

یہ قول عرش تھا شب معراج مصطفے
نعلین پاے شاہ مرے سر کا تاج ہے

رہنے کا تو مقام نہین ہی سراے دہر
ہوگا کوئی روانہ کل اور کوئی آج ہے

ہم سے تو کچھ بیان کرو اے ساکن قبور
کیا ہی طریق ملک عدم کیا رواج ہے

دیتا ہے سیدھی بات کا ٹیڑھا جواب وہ
حد کا ہی زود رنج بڑا بدمزاج ہے

مظلوم عاشقونکی بھلا داد کیا ملے
سنتا نہین کوئی بھی حسینونکا راج ہے

آئے بھی وہ جو لینے مریضونکو دیکھنے
تیوری چڑھا کے کہتے ہین کیسا مزاج ہے

مشاطہ تو بتادے مجھے ہے شروع عشق
کیسی طبیعت انکی ہی کیسا مزاج ہے

ہوتے ہین زیر اُس سے جہانکے تنک مزاج
روبہ کرے جو شیر کو وہ احتیاج ہے

کیون بزم غیر مین وہ حسرت مجھے بلائین
یہ خوب جانتے ہین کہ نازک مزاج ہے

سوتے سے چونک کر یہ کہا شب کو یار نے
نالہ کیا کسی نے نہ کسی بیقرار نے

مارا نہین غم و الم روزگار نے
لی جان میری حسرت دیدار یار نے

دہلایا ناتوان مرے دلکو غضب کیا
دکھلاکے منھ بلاے شب انتظار نے

تربت پہ میری اور گلونکو ہنسا دیا
افسوس اُنکے خندۂ بے اختیار نے

جھانکے نہ آنکو روزنِ دیوار سے رقیب — اُڑ کر کیا ہے بند ہمارے غبار نے
مژگان کے ساتھ لشکرِ خط پر چڑھائی کی — بڑھکر نشانِ سرمۂ دنبالہ دار نے
لاشے کے اضطراب کو اظہار کردیا — شق ہو کے سوجگہ سے ہمارے مزار نے
سیماب و برق و موج نے جب کی برابری — دی ہی شکست میرے دلِ بیقرار نے
اچھی طرح بناؤن اگر مجھکو اذن ہو — آتے نہین حضور کو گیسو سنوارنے
ہم جلنے والے عاشقونکے دل ازل کے روز — کیا آگ سے بنادیے پروردگار نے
واعظ کے گرد کیون ہی تماشائیون کی بھیڑ — کیا لی خبر کسی نہ کسی بادہ خوار نے
روکا اندھیری رات مین آتے ہوے انھین — افسوس جھلملا کے چراغِ مزار نے
آواز ایکنے بھی فصاحت نہ دی ہمین — قبرونپہ دوستونکی گئے جب پکارنے

دل جگر مجروح کیجے عاشقِ دلگیر کے — ہین اشارے اُنکے چشمِ جوہرِ شمشیر کے
کیون نہون رونق فزا عالم مین چرخ پیر کے — دونون مہر و ماہ خاکے ہین تری تصویر کے
مرتکب ہم ہین اگر تقصیر پر تقصیر سے — تمنے بھی پہلو نکالے ہین کئی تعذیر کے
اے جنون مثلِ تبرک وحشیان زلف مین — بٹ گئے بعد فنا حلقے مری زنجیر کے
میرا سودا دیکھکر دیوانے وہ بھی ہو گئے — جتنے ہین دربان نگہبان خانۂ زنجیر کے
مہربانی بھی ہی ثابت برہمی کا بھی ثبوت — کچھ عجب الفاظ ہین خط مین تری تحریر کے
آئینگے میدان محشر مین عجب انداز سے — جتنے کشتے ہین نگاہِ ناز کی شمشیر کے
رنج و غم ہجر لکھے دنیا بھر کے قسمت مین مری — آہ پہلے کی قلم نے کاتبِ تقدیر کے
آپکے قابو مین کب شمشیر ہے اے نازنین — صاف کہدون آپ ہی قبضے مین ہین شمشیر کے

لطف ہی فردوس کا اُنکو جہان مین جیتے جی
جو مجاور ہین فصاحت روضۂ شبیر کے

بات دلکی اُنکے آگے کیا سے کیا ہو جائیگی — آتے آتے لب تلک میرے دعا ہو جائیگی
جب سیاہی شب فرقت سوا ہو جائیگی — ہمہ ہو میرے ڈرانے کو بلا ہو جائیگی
باتو نہین شکوون سے جسوقت ابتدا ہو جائیگی — میرے اُنکے کم ہے جو رنجش سوا ہو جائیگی

شربت دیدار یا زہر ہلاہل جو ملے — کچھ نہ کچھ بیمار فرقت کی دوا ہو جائیگی
گر یوہین دوران حسینونکا رہیگا دیکھنا — رفتہ رفتہ ساری دنیا بیوفا ہو جائیگی
اب لڑکپن کا زمانہ ہے جب آئیگا شباب — میرے قاتل آپکی بانکی ادا ہو جائیگی
کوچہ گردی گر یوہین ہمراہ غیرونکے رہی — چار دن مین شکل انکی کیا سے کیا ہو جائیگی
بن سنور کر گھر سے نکلوگے جوانی مین جو تم — دلستان دلکش تمھاری ہر ادا ہو جائیگی
مسی ملکر جب چمن مین وہ کرینگے کُلیّان — ہر زبان سوسن کی مصروف دعا ہو جائیگی

گو بلائین گھیرین لیکن جب نہوگا حکم رب
اے فصاحت خود مری حافظ قضا ہو جائیگی

کچھ نہین گھبرائے اطمینان سے ایدل سہی — جو ہوئی ہم پر کشاکش وہ دم مشکل سہی
گر بُرا ہے پھیر دیجیے میرا قلب داغدار — آپکے لائق نہین اچھا مرے قابل سہی
ہجر کی شب ہائے کیا کرتے کچھ اپنا بس نتھا — ہمدمو پوچھو نہ کچھ تکلیف درد دل سہی
کچھ سمجھ کر ایک بوسہ دیجیے خیرات حسن — آپکا مین عاشق مضطر نہین سائل سہی
کیسا شکوہ کام صبر و ضبط سے ہمنے لیا — عشقبازی مین مصیبت جو پڑی ایدل سہی
مرغ دل کو پھانس کر میرے کیا تمنے ہدف — بگڑے ہو صیاد کہنے پر اگر قاتل سہی
دیر سے تکرار ہے بیفائدہ جانے بھی دو — ادعائے غیر حق دعوی مرا باطل سہی
ہے نشانہ ہونے کی دونونکو اے ترک آرزو — گر کلیجہ کو ہدف کرتا نہین تو دل سہی
لطف میخواری وہان ہی اس سے بڑھکر ساقیا — آج گلشن مین نہو محفل لب ساحل سہی
ہان غلط مین نے کہا صاحب نہ بگڑو اسقدر — تمکو دشمن سے نہین اُلفت وہی مائل سہی

غزل عظیم الشان مع تاریخ در مقطع

اے فصاحت سارے عالم مین ہوے بدنام تم
دل لگانے کا حسینون سے یہی حاصل سہی

مشاعرۂ سید التفات رسول صاحب انجہانی تعلقدار سندیلہ

چین دلکو نہین اکدم یہ اذیت کیا ہے — یہ کھٹک کیسی ہی کانٹا ہے کہ حسرت کیا ہے
دلمین خود اپنے سمجھ لیجیے دقت کیا ہی — آپ کیون مجھ سے یہ پوچھین تمہی حسرت کیا ہے
انکو عشاق سے ملنے کی ضرورت کیا ہے — جو ہو مطلب کی غرض کی وہ محبت کیا ہے

تھی لبِ چاک سے یہ دامن یوسف کی صدا — کہ زلیخا کے گریبان کی حالت کیا ہے

وہ مزاج اچھا نہین جسمین نہو استقلال — جو بدلتی رہے ہر دم وہ طبیعت کیا ہے

اے فلک روز جدائی تو کٹا رونے مین — تیری تجویز برلے شب فرقت کیا ہے

غیر کے چھوڑے ہوے ہین یہ شگوفے ورنہ — اُنکو مجھ سے تو مجھے اُنسے شکایت کیا ہے

ٹھوکرونمین تو پس مرگ ہے یہ کاسۂ سر — اور اے میرے نگارندہ قسمت کیا ہے

وہ چلے گھر سے تو عشاق چلے غول کے غول — ہین کئی حشر بپا ایک قیامت کیا ہے

بعد مجنون مجھے کیون لیچلے وحشی سوے نجد — جانشینی کی جگہ قیس کی تربت کیا ہے

جیسے اب روتی ہے یون پہلے نہ گریان تھی شمع — میرا دشمن کوئی خندان سر تربت کیا ہے

عشقبازی مین یہ ہم پوچھتے ہین اور ہوتے — سو تمنا ئین فدا جسپہ وہ حسرت کیا ہے

کیون مری زردی رخ دیکھ کے چپ بیٹھے ہین — کچھ تو منھ سے کہین انجام محبت کیا ہے

لب ہلے میرے دم ذبح تو بولا قاتل — شکر اسوقت ہے میرا کہ شکایت کیا ہے

چال اٹھلا کے چلین وہ تو بپا ہو ابھی حشر — ہے تو نزدیک بہت دور قیامت کیا ہے

کھوٹے دامون تو بکے حضرت یوسف ہیں — گر کوئی لے تو حضور آپ کی قیمت کیا ہے

چاہتے ہو اگر اس بزم سخن کی تاریخ — فکر مین عاجز و مجبور طبیعت کیا ہے

یون خجستہ کہو ہجری مین شگفتہ مصرع
اک جہان کا چمنستان ہے یہ صحبت کیا ہے

جب ہو مظلوم تو ظالم پہ اثر ہوتا ہے — شمع کے پاؤن پہ گلگیر کا سر ہوتا ہے

اے صنم حسن کی دولت کا اثر ہوتا ہے — کہ برہمن بھی ترا دست نگر ہوتا ہے

نیمچہ جبکہ وہان زیب کمر ہوتا ہے — خم یہان تحق شہادت مین سپر ہوتا ہے

دم جو گھٹتا ہے شب ہجر تو میرے لب پر — شام سے ہاے سحر ہاے سحر ہوتا ہے

قبر پر آنے سے ہر روز ہوا یہ ظاہر — کوئی مرجائے تو دم مین تری گھر ہوتا ہے

شب کو تو غیر کی تربت پہ جلاتا ہے جو شمع — خون پروانو نکا ناحق ترے سر ہوتا ہے

نالہ و گریہ و فریاد و فغان ایک طرف — چاہنے والے کی باتو نمین اثر ہوتا ہے

آہ ہے آہ وہی ہوتی ہی جسمین تاثیر
نالہ ہے نالہ وہی جسمین اثر ہوتا ہے

اے فصاحت نہ یہ معلوم ہمین تھا پہلے
کہ عوض نفع کے اُلفت مین ضرر ہوتا ہے

بلند و پست اُسے ناگوار راہ مین ہی
زمین سے اونچا یہ کس کا مزار راہ مین ہے

مین کیونکر آؤن خلش اُسے نگار راہ مین ہی
عدو کا نقش قدم ہو کہ خار راہ مین ہے

نکل کے گھر سے جو وہ گلعذار راہ مین ہی
تو بند و بست کو باد بہار راہ مین ہے

طریق جلوہ گہ دوست بھی ہی قابل دید
تمتع یہ نور کا ہے یا غبار راہ مین ہے

دھڑک کے دل سے نکلیان چلے جو وہ سوئے غیر
ٹھہر گئے ہین ترا انتظار راہ مین ہے

چلا ہی قیس سوے نجد دھوپ مین اے عشق
کہین کوئی شجر سایہ دار راہ مین ہے

عجیب رنگ ہی گلہائے نقش پا مین ترے
کبھی جو دیکھی نہین وہ بہار راہ مین ہے

ہے فال بد نہ مجھے روئین بعد مرگ احباب
سمجھ لین ایک سفر ہی لدّیار راہ مین ہے

چلے بھی کوئی جو اٹھلا کے تو نہ ٹھوکر کھائے
مرا زمین کی برابر مزار راہ مین ہے

مکان غیر کی جانب سے باغ جاتے ہین وہ
گئے یہ کون کہ پھیر لے نگار راہ مین ہے

نکل کے گھر سے چلا کون شوخیان کرتا
کہ دیکھتے ہین جسے بیقرار راہ مین ہے

جو دن کو دھوپ مین نکلا ہی گھر سے وہ محبوب
تو سر پہ سایۂ ابر بہار راہ مین ہے

اُدھر رقیب کا گھر ہے اِدھر ہمارا مکان
وہ چاہے جائین جدھر اختیار راہ مین ہے

حسب فرمائش مرزا اسلیہ اللقد

کہین ہے جانا فصاحت مگر چلے ہو کہین
تمہارے ہوش کو آج انتشار راہ مین ہی

بہادر آنجہانی متخلص بہ سلیمان

مین کہنے کو ہون کچھ ٹھہر جانے والے
ارے میرے دشمن کے گھر جانے والے

پلٹ ورنہ گھیرینگے رستہ مین عاشق
تجھے ہے کچھ اسکی خبر جانے والے

نہ جا اپنی زلفونکو کھولے ہوئے تو
سر شام او بام پر جانے والے

کرے لاکھ تدبیرین بدبخت عاشق
نہین کام بگڑے سنور جانے والے

چھپائے گا کون انکا منھ بعد میرے
اگر بال انکے بکھر جانے والے

کچھ ایسا ہی کشتون کا خون سر چڑھا ہے	مقر ہین زبان سے مکر جانے والے
سر شام وصل اُنسے کہدے یہ کوئی	سنور جلدی اے بن سنور جانے والے
وہ کچھ دن رہے سے ہین مصروف زینت	سر شام ہین کسکے گھر جانے والے
یہ ہین دل گرفتہ وہ بشاش یہ کیا	ادھر آنے والے اُدھر جانے والے
ہین خس پوش چاہ لگے کوچہ مین لیکن	چلے جاتے ہین بے خبر جانے والے
مجھے رو کے احباب اُٹھے جب لحد سے	بڑھے ہنسکے دو پھول دھر جانے والے
عدم کا ہے قصد اور پھر ہاتھ خالی	نہ توشہ نہ زاد سفر جانے والے
سنین میرا نالہ نہ دیکھین تڑپنا	کڑکنے سے بجلی کے ڈر جاتے والے
تڑپتا ہون کب سے تری رہگذر مین	ادھر بھی ذرا اک نظر جانے والے
ہم ایسون کے دل لے کے عیاریون سے	بنے بھولے بھالے مکر جانے والے

غزل	کرو عزم مشہد کا تم بھی فصاحت تمھارے سلیمان ہین گر جانے والے	یکقافیہ

ذرا راستہ مین ٹھہر جانے والے	گرے ہاے کہہ کہکے مر جانے والے
جو پوچھا کہ بدنام کر جانے والے	وہ ہین کون بولے کہ مر جانے والے
تمھین اپنے دم توڑنے کا تماشا	جیئے تو دکھا دینگے مر جانے والے
برے وہ جو رو رو کے جیتے ہین عاشق	بہت اچھے ہنس ہنس کے مر جانے والے
کرین خاک صیاد امید رہائی	قفس مین ترے گھٹ کے مر جانیوالے
پتنگون نے جب شمع پر جان دیدی	گئے شرم سے اُنپہ مر جانے والے
سنا ہے جو آتا ترا جی رہے ہین	فقط آس پر ہمسے مر جانے والے

	بہت انپہ دیتے ہین جان اپنے دل سے تمھین کیا فصاحت ہو مر جانے والے	

گھر سے وہ دلربا نکلتا ہے	یا مرا حوصلا نکلتا ہے
کب تلک اُن جفاؤن پر ہو صبر	اب تو منھ سے گلا نکلتا ہے

سایۂ قصر یار سے دن کو
سر جھکائے ہما نکلتا ہے

عرض مطلب کا حکم اُسنے دیا
دیکھیئے مُنھ سے کیا نکلتا ہے

ہو اگر بحر فکر مین غواص
تو در مدعّا نکلتا ہے

و کلیجہ تو آ چکا منھ کو
ہاے اب دل مرا نکلتا ہے

میرے آگے نہ ذکر غیر کرو
مُنھ سے اچھا بُرا نکلتا ہے

کرتے ہین وہ وفا بھی تو ایسی
جس مین طور جفا نکلتا ہے

تیغ ڈر ڈر کے راہ میکدہ سے
مُنھ چھپاتا ہوا نکلتا ہے

در پہ نظارہ باز ونکا ہے ہجوم
گھر سے وہ خود نما نکلتا ہے

بیٹھے ناداں نہ صحبت بد مین
کہ نتیجہ بُرا نکلتا ہے

گھر سے ہنگام امتحان اے ترک
کون میرے سوا نکلتا ہے

بیخودی مین نہ راز دل پوچھو
مُنھ سے کیا جانین کیا نکلتا ہے

عاشقون کا مذاق ایک طرف
بات مین بھی مزا نکلتا ہے

غیرونکو آزما کے دیکھو تو
کون اہل وفا نکلتا ہے

مُنھ سے عاشق کے عین غش مین بھی
دلربا دلربا نکلتا ہے

دیکھو بے پردہ ہو کے شام کو تم
چاند چھپتا ہے یا نکلتا ہے

اُٹھتے ہین وہ تو میرے پہلو سے
دل تڑپتا ہوا نکلتا ہے

اے فصاحت زبان سے مشکل مین
نام مشکلکشا نکلتا ہے

برائے رزق سرگردان رہون کیون گر نہین کچھ ہے
زمانے بھر مین یارب میری قسمت کا کہین کچھ ہے

بڑی حسرت ہی مجھ لاغر کو اُس کوچے مین مرنے کی
پئے تربت وہان اے آسمان خالی زمین کچھ ہے

یہ کس کے غم مین آنسو آپنے رو رو کے پوچھے ہین
ذرا بھیگا ہے دامن آپکا نم آستین کچھ ہے

وہ ابر اُٹھا چلو اپنے گھرون سے باغمین رندو
یہان ہی خاک مینوشی کی کیفیت وہین کچھ ہے

بہت ہی جوش پر ہی سردی پلا دے ساقیا مجکو
ارے خم مین ترے باقی شراب آتشین کچھ ہے

کسیکو زہر کھلوایا کسیکو برسون تڑپایا ہا
کرشمہ سازی اُلفت کہین کچھ ہا کہین کچھ ہے

بحث یا کربلا چشم حقیقت سے اگر دیکھو
وہان اے اہل عرفان آسمان کچھ ہی زمین کچھ ہے

مے ہم زہر کھاکر اب کوئی جا کر یہ سن آئے
زبان یار پر نفرین ہی یا صد آفرین کچھ ہے

یہان سے پھیر کر آنکھین چلے جاتے ہین کیون انسان
ہوا ثابت تماشہ دیدگے قابل وہین کچھ ہے

تجھے اپنے مکان کی تنگی ہین کیون ہی یہ کوشش
امید و اعتبار زندگانی اے مکین کچھ ہے

کھلی ہین میری آنکھین تھوڑی تھوڑی اسلیئے ہمدم
کسیکے آنے کی اُمید وقت واپسین کچھ ہے

جو دل تھامے بروے خاک اُفتادہ ہون فرقتمین
پڑا رہنے دو اے ہمدم مجھے راحت یہین کچھ ہے

چُرانے والا میرے دل کا مجمع مین حسینونکے
وہی ہی میری صورت دیکھکر جو شرمگین کچھ ہے

کفن مجھکو پہنا کر پوچھتی ہے موت اور دونسے
مرتب جسم پر یہ خلعت بے آستین کچھ ہے

گلا کاٹے کہ سر پھوڑے کرے کیا چاہنے والا
وہ کچھ کہتے ہین اور ایماے چشم سرمگین کچھ ہے

لحد کے سونے والون نے ذرا پائی ہی آسائش
کہ بالاے زمین کچھ بھی نتھی زیر زمین کچھ ہے

فصاحت کیا سمجھ گردون نشان اُس روے روشن سے
ضیا مین ماہ تو کچھ بھی نہین مہر مبین کچھ ہے

چارہ مین جو بات ڈالی جائیگی
شاخ اک اُسمین نکالی جائیگی

آج کی شب تو نہ خالی جائیگی
سچ کہو حسرت نکالی جائیگی

نازنینو تم سے مجھ پر وقت دفن
خاک مٹھی بھر نہ ڈالی جائیگی

مستعد تو ہین وہ میرے قتل پر
تیغ بھی اُن سے سنبھالی جائیگی

خانۂ کعبہ سے تا بیت الصنم
راہ اک سیدھی نکالی جائیگی

میکشو گلزار پر برسے گا مینھ
کیا گھٹا یہ اُٹھ کے خالی جائیگی

پھانسی زلف یار کی اے عشق کیا
میری ہی گردن مین ڈالی جائیگی

خون ہوگا میرے ارمانونکا وہان
غیر کی حسرت نکالی جائیگی

دل کو تھاما ہے ابھی تو عشق مین
پھر طبیعت بھی سنبھالی جائیگی

درتلک اُسکے کشش سے ظلم کی
لاش بسمل پا نمالی جائیگی

حضرت پیر مغان کی رائے ہے
دختر رز گھر مین ڈالی جائیگی

بعد زینت میرے ساتھ اُنکو نہ دیکھ
تو بھی مشاطہ نکالی جائیگی

تاک مجکو اُنکے ساتھ اے چرخ پیر
ورنہ تیری چوٹ خالی جائیگی

خار گھیر لینگے ہماری قبر کو
چادر گل خاک ڈالی جائیگی

لاش پر مظلوم کی ظالم کے ساتھ
خلق بھر پا یُمالی جائیگی

اُنکی بزم عیش مین اسے شمع تو
گر ذرا رو لی نکالی جائیگی

اے صبا لیجا ہمارا خط شوق
کیا دہان تو ہاتھ خالی جائیگی

ہو نہین بیمار آپ اگر اُٹھ جائینگے
سارے چہرے کی بحالی جائیگی

وہ جلا کر پھر کرینگے مجھ کو قتل
لاش تربت سے نکالی جائیگی

دختِ رز پھسلیگی جب مجھ رند پر
بیخبر تمسے سنبھالی جائیگی

کچھ خصوصیت جوانی کی نہین
چیز جو ہے جانے والی جائیگی

بانکپن دکھلائینگے زینت مین وہ
مانگ بھی ترچھی نکالی جائیگی

ہے گران قیمت متاع دل مری
جاوٗ صاحب تمسے کیا لی جائیگی

تم تو بیخود ہو فصاحت وصل مین
آرزو کیونکر نکالی جائیگی

دلبری ہی اور اُنکی دلستانی اور ہے
کچھ نہ پوچھو اُنکا انداز جوانی اور ہے

نازِ اُنکے اور اُنکی لن ترانی اور ہے
میری پیری جسپہ صدقے وہ جوانی اور ہے

قصہ خوان سے گو سنی ہمنے کہانی قیس کی
لیکن اس قصہ کا خط میری زبانی اور ہے

خیر اچھے وقت آئے محفل ساقی مین ہم
باقی اک دور شراب ارغوانی اور ہے

میرے اشک خون اور آنسو غیر کے سمجھی ہو آپ
کیسے نادان ہو لہو ہی اور پانی اور ہے

جھک کے دیکھا اُنکو تو کہنے لگا پیر فلک
تھا شباب یوسف اور اُنکی جوانی اور ہے

قاصد اُنسے ہنسکے بولا سب یکے میرے پیام
گر سنو تو ایک پیغام زبانی اور ہے

وصل ہونے کو ہی عشرت کا زمانہ ہی قریب
چند روزہ دلمین غم کی میہمانی اور ہے

کشتہ جو تیغ نگاہ ناز قاتل سے ہوئے
ان شہیدونکی حیات جاودانی اور ہے

غیر سے کل وہ بگڑ کر آج مجھ سے ملگئے
وہ مسرت اور تھی یہ شادمانی اور ہے

طالب دیدار جانانکا بیان ہو اور کچھ
حال کوہ طور موسیٰ کی زبانی اور ہے

سچ کہا ساقی نے کیا بنگ اور اسکا نشہ کیا
واقعی کیف شراب ارغوانی اور ہے

میرے حصہ مین آئی چار دن کی ریت مین
راحت و عیش و سرور و شادمانی اور ہے

چپکے چپکے ہنس رہے ہین میری صورت دیکھکر
فکر اُنکو پئے ایذا رسانی اور ہے

اے فصاحت ہین بہت بہتے ہوئے دریا مگر
آپ کی بحر طبیعت کی روانی اور ہے

نظر غیظ جب اے ماہ لقا ہوتی ہے
ناتوانونپہ ترے مشق جفا ہوتی ہے

شوخی اُن آنکھونمین شوخی مین حیا ہوتی ہے
ناز و انداز کے پردے مین ادا ہوتی ہے

ہے گلا شکوہ عبث اے دل نادان تجھکو
ان حسینونمین کہین مہر و وفا ہوتی ہے

آنکے دیدار کی صورت کوئی کیونکر نکلے
آتے ہین وہ نہ قیامت ہی بپا ہوتی ہے

ضعف مین کوچۂ قاتل کی طرف جانے کو
شوق اُٹھاتا ہے اجل راہنما ہوتی ہے

ظلم ایجاد تو کرتے نہین وہ میرے لیے
جو سکھائی ہے فلک نے وہ جفا ہوتی ہے

کیون نہ خاموش مین بیٹھا رہون اُنکے آگے
آگے لب تک مرے ہر بات گلا ہوتی ہے

رخ سے اُس بت کے ذرا بھی جو سرکتی ہے نقاب
مجتمع دیکھنے کو خلق خدا ہوتی ہے

آتا ہے وہ چمن آرا جو برائے گلگشت
باغ مین شاخ ہر اک دست دعا ہوتی ہے

کہین دنیا مین ٹھکانا نہین ہوتا جسکا
میرے گھر چرخ سے نازل وہ بلا ہوتی ہے

مسکرا کر جو دہان غیر سے کرتے ہین وہ بات
تو چمک درد کی یان دلمین سوا ہوتی ہے

کام کیا اپنا ہماری نگہ شوق کرے
گھیرے ہر وقت اُنھین شرم و حیا ہوتی ہے

ظالمو دیکھو شفق کو کہ نہان رہتی نہین
یون عیان سرخی خونِ شہدا ہوتی ہے

جان بلب ہونمین پشیمان وہ ہونگے مین
کم زمانے سے وفا اور جفا ہوتی ہے

پہلے آئے نہ اب آئے ہو مرے نزع کے وقت
میری جان کیا یونہین وعدے کی وفا ہوتی ہے

اے فصاحت غزل شاعر نامی بیشک
خوب رونق دہ بزم شعرا ہوتی ہے

باغ سے پھر کر وہ اے کاش اپنے گھر جاتے ہوئے
میری تربت پر بھی آ جائیں ہوا کھاتے ہوئے

شام کو گھر پر مرے وہ آئے جھنجلاتے ہوئے
صبح کو اُٹھے مرے پہلو سے شرماتے ہوئے

بیخودی عشق میں انکے در دولت تلک
پہونچے ہم ہیکی ہی قاصد کو سمجھاتے ہوئے

ظلم مظلومونپہ کرکے وہ ڈھٹائی بڑھ گئی
ظالم بیدرد کو دیکھا نہ پچھتاتے ہوئے

بولے وہ جب ہم نہ چونکائے سے چونکے بعد مرگ
واہ ری غفلت تم ایسی نیند کے ماتے ہوئے

میرے گھر آنے میں تو مانع نزاکت اُنکے تھی
پھر یہ کیا روکا نہ اُنکو اپنے گھر جاتے ہوئے

اور معشوق آئے جب اُنکے مقابل ہٹ گئے
سر جھکائے نیچی نظرین کرکے شرماتے ہوئے

عشق میں وہ سخت جان ہم ہین نہ ابتک مر گئے
اک زمانہ گذرا اُنکے کوسنے کھاتے ہوئے

مر گئے آغاز اُلفت مین جو ہم بولے یہ دوست
یون نہ دیکھا جان جاتی اور دل آتے ہوئے

غیر کے گھر سے لگا کر عطر وہ پوشاک مین
واہ آئے ہین ہمارے پاس اتراتے ہوئے

پڑ رہے ہین کوے جانانین جب آکر بادشاہ
ہمنے دیکھا ہے گدا کی ٹھوکرین کھلتے ہوئے

پاؤن سے روندا ہے دل میرا انھین نے رہرو
وہ جو مُنھ پھیرے ہوئے جاتے ہین اتراتے ہوئے

اوج دے جسکو خدا پست اُسکو کیون سمجھے کوئی
کس نے دیکھا ہی ہما کو ہڈیان کھاتے ہوئے

دیکھئے کیا ہو مکان غیر سے وہ میرے گھر
آتے ہین کچھ چپکے چپکے مُنھ سے فرماتے ہوئے

وہ گل رخسار کملائے ضیاسے ماہ سے
چاندنی مین تو نہ دیکھے پھول مرجھاتے ہوئے

ڈالتے ہین توڑ کر گردن سے وہ پھولونکے ہار
ہلتی ہے جب قبر دشمن میرے گھر آتے ہوئے

واہ ری الفت نہ وسواس آیا کچھ بھی غیر کو
دمبدم تیری جوانی کی قسم کھاتے ہوئے

اے فصاحت دلمین پھر شوق زیارت بڑھ گیا
قافلے دیکھے جو سوے کربلا جاتے ہوئے

عزت مری مقابل اغیار کم رہی
وہ شاہ حسن مجھ کو بٹھاتا ہے اپنے پاس

تیری نگاہ لطف جو اے یار کم رہی
توقیر میری کب سر دربار کم رہی

زلف سیاہ یار سے جب بحث آپڑی
کیا طول میں ہماری شبِ تار کم رہی

اے باغبان چمن مین جو گلرو کچھ آگئے
پھولونکی آج گرمئی بازار کم رہی

نالون مین ہے وہ شور نہ آہون مین ہے وہ زور
اب تجھ مین طاقت اے دل بیمار کم رہی

مدفون عاشقونکے ہوے مردے اسقدر
خالی زمینِ کوچۂ دلدار کم رہی

اکثر مقابلہ ہوا تیغ ہلال سے
چم خم مین کب حضور کی تلوار کم رہی

غیرون پہ انجمن مین وہ اپنی برس پڑے
ہان مجھ پہ گالیونکی تو بوچھار کم رہی

وہ جتنی دیر حال مرا پوچھتے رہے
اُسوقت تک اذیّتِ آزار کم رہی

کفار کا اُحُد مین فصاحتؔ یورش ہوا
جسوقت فوجِ احمدِ مختار کم رہی

حشمت کی کہ دولت کی تمنا نہین کرتے
اس عمرِ دو روزہ مین کبھی کیا نہین کرتے

آہین نہین کرتے ہین کہ نالا نہین کرتے
آتی ہے شبِ ہجر تو ہم کیا نہین کرتے

نالان ہو نہین الفت مین تو یون کہتے ہین ہم
عشاق تو معشوق کو رسوا نہین کرتے

وہ بوسہ عطا کرکے جگر کے ہین طلبگار
ہمتو دل انھین دیکے تقاضا نہین کرتے

غیرونکو بلا لیتے ہین اب سامنے اپنے
کیا خوب مری ضد سے وہ پردا نہین کرتے

مے پینے سے اے پیر مغان دور مین تیرے
توبہ ہوئی ہم بھول کے توبا نہین کرتے

جو ہمکو سہولت سے ملے اُسکی ہے خواہش
ممکن جو نہو اُس کی تمنّا نہین کرتے

یون تو کرم و لطف ہے پر غیر کے آگے
کچھ پاس و لحاظ آپ ہمارا نہین کرتے

تسکین کو مری جھوٹی قسم کھائین نہ ہم
کیا غیر کے گھر شب کو وہ جایا نہین کرتے

یہ شعر کے فن مین ہے شعار اپنا فصاحتؔ
تنقید کسیکی بھی ہم اصلا نہین کرتے

دو گھڑی کو بھی جو وہ گھر مین ہمارے آئینگے
آرزوئین حسرتین گھبر نگی تو گھبرائینگے

لاش پر مجھ عاشقِ ناشاد کی وہ آئینگے
اپنے بیگانے اُنھین سمجھا بجھا کر لائینگے

زہر کھا کر اُنکی الفت مین جو ہم مرجائینگے
یہ حسین میت ہماری دھوم سے اُٹھوائینگے

شوخیون سے کب حسینان جہان باز آئینگے
روئین یا تڑپا کرین ہم یہ ستائے جائینگے

ہم پھکیت ایسے ہین چوٹ اُنکی نکوئی کھائینگے
دیکھ لینا آسمان کے وار خالی جائینگے

میری خاطر عید کا دن بھی تو ہوگا روز غم
وہ رقیبونکے گلے ملکر مجھے تڑپائینگے

یہ حریص دہر اُسپر بھی لگائینگے نظر
غم فراغت سے زمانے مین اگر ہم کھائینگے

اُنکے در پر شام کو دربان یہ دیتا ہی صدا
اُٹھیے مین بستر لگاسے جو اُٹھائے جائینگے

قول ہی مجھ سے یہ جذب عشق کا تڑمین آب
آپکے پاس انکو گھر سے کھینچکر ہم لائینگے

اے دل اُسنے بزم سے سب کو نکلوایا ہی آج
نعش جو آئے گا تو کیا ہم بھی اُٹھائے جائینگے

تیسری بار اے فصاحت بخت اگر لے جائیگا
کربلا سے اب نہ ہم پھر کر وطن مین آئینگے

ہمراہ میرے ہے جو کوئی گلعذار بھی
جاتی ہے باغ اُسکی جلو مین بہار بھی

اس سے فلک نے تنگ مکان تربت مین دیا
مر جاؤن مین تو ہو یہی میرا مزار بھی

اے باغبان زمین پہ اُس گل کا نقش پا
گلزار مین ہے لوح طلسم بہار بھی

چھائے ہوئے ہین دونون دکان پر کلال کے
بھٹی کا کچھ دھوان بھی ہی ابر بہار بھی

محفل مین ضد سے میری دیا اُسنے غیر کو
عطر اور پان ہی نہین پھولونکا ہار بھی

تو ہی بتا کہ ترک کرین اُلفت اُس سے کیا
ناصح ہمارا دل پہ ہی کچھ اختیار بھی

ڈالے ہین اُس حسین کے گلے مین ہم ایک ہاتھ
ہے دوسرے مین جام مے خوشگوار بھی

تاریک رات جیسی ہی میرے فراق کی
ہوگی نہ ایسی تو شب تار مزار بھی

وہ تیغ کھینچے غیر ہی کے منتظر نہین
ہے قتل گہ مین اُنکو مرا انتظار بھی

تو واعظا انھین سر منبر نہ کہہ بُرا
بیٹھے ہین بزم وعظ مین کچھ بادہ خوار بھی

ہے قول ضبط آیا ہی در پر تو رہ خموش
پر دل یہ مجھ سے کہتا ہے اُنکو پکار بھی

سو بار منتون سے کیا وصل کا سوال
پر اُس نے منھ سے ہان نہ کہا ایکبار بھی

ہو لطف جام مے جو فصاحت مجھے ملے
ٹھنڈی ہوا بھی باغ بھی پہلو مین یار بھی

حسب فرمائش جناب شاہزادۂ میرزا محمد ثریا قدر بہادر

پہونچین پاس اُنکے اپنی کوشش سے — جائین کیون غیر کی سفارش سے
اے جنون اپنے پاؤن کا چکر — بڑھ گیا آسمان کی گردش سے
رات کو اُنکے آستانے تک — پہونچے ہم پاسبان کی سازش سے
کل تو بیٹھے تھے ہم بدل جمعی — آج پھرتے ہین کیون تشوّش سے
میرا دوران سر نہین کچھ کم — دیکھ اے چرخ تیری گردش سے
دعوی عشق غیر جھوٹا تھا — کھل گیا حال آزمائش سے
ہوئی انسان کے جسم کی خلقت — آب و خاک اور باد آتش سے
عقدہ اُسکے دہن کا وا نہ ہوا — فکر کی لاکھ فہم و دانش سے
انس و جن و ملک ہین خرم و شاد — حق تعالے کی آفرینش سے
دم تزئین ہم اُس کی خلوت مین — لگ گئے مشاطہ کی سفارش سے
عشق کے بندے ہم رہے جب تک — جان چھوٹی نہ اپنی کاہش سے
زینت آرائش اپنی سب چھوڑی — شوق اُنکو ہوا ہے ورزش سے
ہوگئے ہین تنگ اہل زمین — ابتو اے چرخ تیری کاوش سے
شعرا مین نہین ہے اُنس کسے — پیرو ناسخ اور آتش سے
معرفت کچھ نہ ذات حق کی ہوئی — فہم و ادراک و عقل و دانش سے
سمجھے وہ مجھ کو عاشق صادق — امتحان گہ مین آزمائش سے
بے پھرے رزق مل نہین سکتا — ہے ثبوت آسیا کی گردش سے
گئے اُس در پہ اے فصاحت آج — ہم بڑی سعی و جہد و کوشش سے

مخمس بر غزل منقبت حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام مصنفۂ اُستاد الاساتذہ جناب شیخ ناسخ صاحب مغفور

وصف و مدح جانشین صاحبِ لولاک ہے — روز و شب فکر رسا کو سیر تہ افلاک ہے
بھر رہا طرفہ طرارے توسنِ چالاک ہے — فیض دلدل سے سمندِ طبع یان چالاک ہے

آج جو ہے صید مضمون بستۂ فتراک ہے

قوتِ دستِ خدا سے کیا زمانہ پاک ہے
اس شجاعت کی تمام ارض و سما میں دھاک ہے
دُور دنیا سے ضلالت کا خس و خاشاک ہے
پاک آبِ تیغ حیدرؑ سے بساطِ خاک ہے
نیزۂ والا بھی چوبِ خیمۂ افلاک ہے

واقفِ اسرارِ پنہانِ خدا حیدر ہیں بس
مدح کس سے ہو سکے اللہ رے ذہنِ نکتہ رس
عقلِ کل کی رائے اُنکی فہم سے ہے مقتبس
بن گیا ہے قبۂ عرشِ معلےٰ پر کلس
کیا ہی اُس نورِ خدا کا شعلۂ ادراک ہے

برق سے تیزی میں سرعت میں ہوا سے ہے سوا
دہر میں پیدا ہوا ایسا نہ ہو گا باد پا
وصف میں تھک تھک گئی مداح کی طبعِ رسا
عرش پروازی میں مانندِ بُراقِ مصطفےٰ
یا امیر المومنین دلدل ترا چالاک ہے

اِس سے بڑھکر ہو گی دنیا میں خوشی کیا زاہدا
تیرھویں آئی رجب کا ہے مہینا زاہدا
ہیں ولا سے مست نشہ ہو گا دونا زاہدا
ساقیِ کوثر ہوئے ہیں آج پیدا زاہدا
بنگ نوشانوش ہے جو رند ہے بیباک ہے

مفتخر میلادِ حضرت سے ہے کعبہ کی زمین
کیا بشر کیا جن خوشی عالم میں ہے یہ سب کہیں
شرق سے تا غرب غمگین ہے نکوئی دلحزین
آج کوئی عندلیبوں کے سوا نالاں نہیں
گلشنِ عالم میں بس پیراہنِ گل چاک ہے

کر سکے کوئی علیؑ کی تیغ سے کیا ہمسری
آنچ سے اُسکی نکیوں جل جائیں کوفی خیبری
تا ریوں سے جا کے یہ پیر الالم میں کب ڈری
یکساں ہے برقِ خاطف ذوالفقارِ حیدری
لشکرِ اعدائے دیں گویا خس و خاشاک ہے

تھے نبی معراج میں جس جا علیؑ بھی تھے وہیں
فخر سے ذرّے بھی ہیں پیشکِ زنِ مہرِ مبیں
سن کے یہ مژدہ عدو غمگیں ہیں خوش ہیں مومنیں
مرتضیٰ عرشِ بریں سے آئے بالائے زمیں
عرش کی سقفِ محدّب پر دماغِ خاک ہے

سُنیے، اک ادنیٰ اسی حیدرؑ کی فضیلت کا بیان
انس و جن سارے مقر اس بات کے ہیں یکزبان

جانتے سب کچھ ہین از تحت الثری تا لامکان | شاہ مردان سے نہین مخفی کوئی راز جہان
ہین ملک ہرکارے انکے ہر طرف کو ڈاک ہے

سنکے احمد سے فضائل حیدر کرار کے | آتش رشک و حسد سے روز ناری جلتے تھے
ایک کو حق نے دئے ایسے نہ دیگا مرتبے | بادشاہان جہان سب نذر دیتے ہین اُسے
وہ وزیر بادشاہ کشور لولاک ہے

قطرۂ ناچیز دریاے کرم کے ساتھ ہے | ہان فصاحت بھی نبی کے ابن عم کے ساتھ ہے
تن مین جبتک دم ہو الفت اُنکی دم کے ساتھ ہو | عالم ارواح سے تا سخ قدم کے ساتھ ہے
روح پاے بادشاہ اولیا کی خاک ہے

قطعہ تاریخ مصنف دیوان ہذا متضمن بالتماس بخدمت شاعران ذیشان ہندوستان

پردہ پوشی فصاحت کرین ارباب ہنر | بشریت سے کسی شعر مین ہو گر غلطی
معجمہ حرفون مین اے اہل سخن ہو تاریخ | دیکھیئے اچھی طرح فکر و ریاضت کو مری
۱۳۰۰ھ

ضروری اشعار

فصاحت انکا مین شکریہ کیون ادا نہ کرون
بہ لطف و خلق ملے مجھ سے مہربانی کی
تمام غزلونکا دیوان جو مین نے پیش کیا
ترقیون پہ رہے جاہ و دولت و حشمت
دلی جو اُنکے مطالب ہین جلد بر آئین
منیجر ایک ہین مطبع مین جو کہ ذوالاکرام
حلیم صاحب اخلاق اور نیک شعار
مقر ہین صاحب فہم اُنکی عقل و دانش کے
گیا جو ملنے کو مین اُلفت و محبت کی

رہین منت منشی کشن نرائن ہون
مرے کلام کی کیا خوب قدر دانی کی
تو اُسکے چھپنے کا مطبع مین اپنے حکم دیا
عطا کرے انھین رب عمر خضر با صحت
ریاض دہر مین مثل شجر پھلین پھولین
عزیز خلق ہین منشی فدا حسین ہے نام
معرف انکے ہین مطبع مین کل صغار و کبار
کتابون کی ہے اشاعت انھین کے فرمان سے
انھین نے وقت ملاقات میری عزت کی

صحیح و خوشخط و خوش قطع یہ مرا دیوان
مذاق شعر و سخن اہل شوق مین ہو جنھین
کمال کا تو مجھے ادّعا نہین اصلا
مگر یہ فن ہے مرا ارثی اور آبائی

چھپا ہے اُنکی توجہ سے دیکھین اہل جہان
وہ کارخانے سے دیوان کو طلب کرلین
کہ مین ہون ہیچمدان میری شاعری ہی کیا
پدر رکھتے میرے آمانت لطافت اک بھائی

اُنھین بزرگون کی روحونکا فیض ہی سارا
کہ نامور مین ہوا دہر مین بہ فضل خدا

تقریظ ریختۂ کلک جواہر سلک نقاد علم و ہنر جناب مولوی عبد الحلیم صاحب شرر لکھنوی

تاسخن ہست از سخن آوازہ باد　　نام فصاحت بہ سخن تازہ باد

آزاد دہلوی مرحوم نے اُردو شاعری کے متعدد دور لکھے ہین ۔ لیکن غور و انصاف سے دیکھیے تو ہماری شاعری کو اپنی گذشتہ زندگی مین صرف دو دَور نصیب ہوے ۔ پہلا دور وہ تھا جب کہ ہماری زبان فارسی شعر و سخن کے آغوش مین نشو و نما پاتی تھی ۔ اور ہندوستان کے اسلامی دربارون اور مشرق کی علمی و ادبی محفلون مین مقبولیت حاصل کر رہی تھی ۔ جریر و فرزدق کی پیرو اور فصاحت قریش و ادب نبوت کے باغ کی خوشہ چین تھی چنانچہ اُسوقت ہماری نظمین اور نثرین عربی و فارسی عجز بیانیون کی شاہراہ پر گام فرسا تھین اور پرانے اسلامی مرکز کمال کیطرف جا رہی تھین ۔

بعد ازان دوسرا دور شروع ہوا اور اُسکی گرم بازاری بجاے مشرقی مذاق کے اساتذۂ سخن کے انگریزی دانون اور یونیورسٹیون کے گریجوئیٹون سے شروع ہوئی جو اپنی طرح اپنی زبان کو بھی انگریزی لباس پہنانا چاہتے ہین ملٹن و شکسپیر کے خیالات و استعارات سے کام لے رہے ہین جو جا ہے ہمارے دماغون مین سما ئین مگر کوشش یہی ہے کہ کسیطرح زبان مین ضرور ٹھونس دیے جائین پہلے دور والونکا مرکز کمال فارسی شعرا کی تخیل اُنکی بلند پردازیان ۔ اور دہلی و لکھنؤ کی علمی صحبتین تھین ۔ اور جدید دور والون کا قلۂ عروج بمصداق " ع ہر کسے بقدر ہمت اوست "

لندن و پیرس کی سڑکین اور یورپ کی محفلین ہین - ہمارے ان مغرب پرست سخن سنجون کے اس رجحان کا انجام یہ ہوا کہ ہمارے دل و دماغ چاہی برداشت کرسکین یا نہ کرسکین اور ہماری زبان کے حق مین وہ مفید ہو یا نہو مگر موجودہ نظام تعلیم اور ہماری مروجہ درس گاہین - ہم سے جبراً منوا رہی ہین کہ اچھا اردو دان وہ ہے جس نے اپنی مادری زبان اور اس کے انشا و ادب کی تعلیم آکسفورڈ اور کیمبرج کی مغربی یونیورسٹیو نمین غیر زبان بلکہ اُردو نہ جاننے والے اُستادون سے حاصل کی ہو - اس دور جدید کی ابھی ابتدا ہے اور انتہا نہ معلوم کیا ہو گی مگر وہ پرانا دور سخن جسکے ارکان میر و مرزا و آتش و ناسخ تھے ختم ہو گیا - بزم دوشین کے صرف چند ٹمٹماتے ہوے چراغ رہ گئے ہین - جو افسوس ہی کہ بغیر کوئی اپنی مستند یادگار چھوڑے اپنی زندگیان ختم کر رہے ہین -

انھین نامور ان بزم اولین کی روشن شمعون مین سے ایک ہمارے محترم اور قدیم مہربان جناب سیّد عباس حسن صاحب فصاحت ہین جو گذشتہ پچپن سال سے اساتذۂ سخن کی انجمن کے چراغ اور ادبی معرکہ آرائیون کے دنگل کے پہلوان رہ چکے ہین چنانچہ انکا دیوان قدردان پبلک کے سامنے پیش کیا جاتا ہے -

سید ممدوح عالی دماغ خیال آفرین اور دقیقہ رس شاعر ہونے کے ساتھ ایک ممتاز گھرانے کے چشم و چراغ اور عالی خاندان رئیس ہین - آپکے مورث اعلےٰ میر سیّد علی صاحب اپنے زمانہ کے مجتہد نسباً سیّد رضوی اور روضۂ منورہ امام رضا علیہ السلام کے کلید بردار تھے اُنکے فرزند میر محمد تقی صاحب جو ہمارے نامور شاعر کے پر دادا تھے وارد ہند ہو کر دربار اودھ کے عہد اولین مین لکھنؤ پہونچے - اُنکے بیٹے میر آغا صاحب تھے اور اُنکے صاحبزادہ سیّد آغا حسن امانت تھے - آپکے بزرگان خاندان مقتدایان دین اور شرفا و ذی علم کی حیثیت رکھتے تھے سید آغا حسن امانت نے سب سے پہلے اُردو شعر و سخن کی طرف توجہ کی اور اعلیٰ درجہ شہرت و کمال کو پہونچ گئے -

امانت کی شاعری پر پبلک مین بڑی بحثین ہو چکی ہین - اور آج تک اُن بحثون کا سلسلہ چلا جاتا ہے اسمین شک نہین کہ اُنھون نے رعایت الفاظ اور تلازمہ بندی مین جو شعراے فارس و ہند کا پرانا فن چلا آتا ہی خاص توجہ کی اور اس ادبی صنعت مین اس حد تک کوشش فرمائی کہ اگلے

اور پچھلے تمام شعراسے بڑھ گئے۔ جدید شعرا کسی خارجی اثر سے چاہے اسکو نہ پسند کرین مگر فارسی اُردو کے نامور شاعرون اور اساتذۂ سخن مین سے کسی کا کلام اس صنعت سے خالی نہ ملیگا اس پر بھی یہ کہنا غلط ہے کہ اُنکی شاعری صرف اسی صنعت تک محدود ہے۔ اُنکے صدہا اشعار نہایت سادے سہل ممتنع اور خیال آرائی اور نزاکت بندش کا مکمل ترین نمونہ ہین

امانت مرحوم کا سب سے نیا اور موجدانہ کمال اُنکی اندر سبھا ہے جو اُردو کی شاعری کا پہلا ڈراما ہے اعتراض کیا جاتا ہے کہ شعرائے عرب اور فارس اور اُنھین کیطرح کل شعراء اُردو بھی ڈراما کے فن شعر سے بالکل نا آشنا تھے چونکہ اُسکو رقص و سرود سے زیادہ تعلق ہے لہذا مسلمان شعراکے سلف نے اس طرف توجہ نہ کی ڈراما اگلی قدیم قومون مین سے یا ڈرامہ سنسکرت مین تھا یا یونانی و رومی زبانون مین فی الحال یورپ مین اس کی بڑی گرم بازاری ہے۔ آخری تاجدار اودھ سلطان عالم واجد علیشاہ جنت آرام گاہ کو اسکا شوق ہوا ہندی رہس سے ماخوذ کرکے اُنھون نے ایک بے اصول اور غیر مکمل ڈراما مرتب کیا اور قیصر باغ مین اُسکا کھیل شروع ہو گیا۔ امانت نے اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے اندر سبھا کے نام سے ایک ایسا اعلیٰ درجہ کا ڈراما تصنیف کرکے پبلک کے ہاتھ مین دیدیا جو ادب اُردو کے عالم مین بالکل نئی نعمت اور حیرت انگیز ایجاد ہے اندر سبھا کی اشاعت کے ساتھ ہی اُردو مین بہت سے ڈرامے تصنیف ہوگئے اور دلچسپیون کی صحبتون مین کھیلے جانے لگے مگر ان مین سے ایک بھی امانت کی خوبیونکو نہ پہونچ سکا باوجود اسکے شعرائے اُردو نے ابتداءً اندر سبھا کو اچھی نگاہ سے نہین دیکھا۔ جیسا کہ ہر نئی چیز کے بارے مین ہوا کرتا ہے۔ مگر زمانہ نے آخر مین ثابت کر دیا کہ کسی قوم کے تمدن اور کسی ادب کی ترقی کے لئے ڈراما بہت ہی اہم چیز ہے۔ اور آخر انگریزی شعر و سخن سے واقف ہونے کے بعد سب کو نظر آگیا کہ ڈرامے کا موجود نہ ہونا مشرقی شاعری کی قابل افسوس کمی تھی۔ اندر سبھا کا سب سے بڑا کمال یہ ہی کہ ہندو مسلمانونکے علمی و تمدنی مذاقونکے باہمی میل جول کی اس سے بہتر یادگار نہین ہو سکتی۔ اسمین ایک ہندو دیوتا مسلمان تاجدارون کی وضع مین نظر آتا ہے ہر رنگین شہزادۂ گلفام بالکل لکھنؤ کا کامل شہزادہ ہی جو اپنی زبان سے اقرار کرتا ہے کہ شعر شہزادہ ہون مین ہند کا اور نام مرا گلفام + محلون مین رہتا ہون اور عیش ہے میرا کام + اور واقعی یہی کام

ہمارے بادشاہون شہزادون اور نواب زادون کا رہ گیا تھا - یہان ہندو دیوتا کی راس اندر ہین - مگر اُنکو کوہ قاف کی عجمی پریونکا جامہ پہنا دیا گیا ہے - کیونکہ اپسراؤن کی طرح وہ اپنے لباس کی قوت سے نہین بلکہ پرون سے اُڑتی ہین - دیو ایران و آذربیجان کے ہین پریون ہین رنگ کے لحاظ سے امتیاز ہونا یعنی سفید سرخ نیلی اور سبز ہونا خالص ایرانی مذاق ہے - اور پری کا ایک انسان شہزادہ پر عاشق ہونا بھی عجمی و عربی خیال ہے - پریون کا راجہ اندر کی محفل ہین ناچنا نسوت ایک ہندی ذوق ہے گلفام کا قیدخانہ ایران کے کوہ قاف کا کنوان ہی اور سبز پری جب اُسکی جستجو ہین نکلتی ہے تو پوری ہندو جوگن ہے اسلیے کہ ہندوستان کا قدیم باجہ بین اُسکے کندھے پر ہے - اور ہندو جوگیون کی جٹا مین مندرے اور سیلیان یہ سب خالص ہندی چیزین ہین -

حیرت کے قابل یہ چیز ہے کہ امانت مرحوم نے ان مختلف عناصر کو باہم ملا کے ایک ایسا نیا مزاج پیدا کیا ہی جو اسوقت کے ادبی و معاشرتی مذاق کے سانچے ہین ایسا ڈھلا ہوا ہی کہ کسی ادنی مغایرت غیر مانوسی و بے ربطی کا وہم نہین گذر سکتا -

بہرحال امانت مرحوم نے اس اندر سبھا سے اُردو زبان ہین ڈراما کی بنا ڈال کے ہمارے لٹریچر پر ایسا احسان کیا ہے - جو روز بروز زیادہ نمایان ہوتا جائیگا اور جو جو نمایان ہوگا اپنے موجد کے نام کو زیادہ چمکاتا رہے گا - اور سچ پوچھیے تو اُردو زبان پر فصاحت کے خاندان کا یہ ہمیشہ زندہ رہنے والا احسان ہے -

فصاحت صاحب بارہ شعبان ۱۲۷۳ھ مین پیدا ہوئے تین سال کے تھے کہ پدر بزرگوار رہ نورد آخرت ہو گئے بڑے بھائی سید حسن صاحب لطافت نے آغوش تربیت مین لیا اور تعلیم دلا کر شعر و سخن مین اپنا شاگرد بنایا اُن دونون لطافت شعر و سخن مین استادی کا دم بھر رہے تھے اور ایک استادی کی حیثیت سے اپنا جداگانہ مرکز شاعری قرار دیا تھا سیکڑون شعرا اُنکے شاگرد تھے متعدد نامی شاعرون سے رقابتین تھین لکھنؤ کے نامور اُستادان سخن سے اکثر ایسے معرکہ آرائیان رہتی تھین - اور روز صحت الفاظ اور خوبی بندش کی بحثین چھڑتی تھین - جناب لطافت بڑے پرگو - کہنہ مشق اور مقبول عام شاعر تھے شستگی زبان کا خاص لحاظ رہتا - اور لکھنؤ کی شاعری کے اعلی ترین

رکن رکین تھے۔
جناب سید مظفر علی صاحب آسیر کے ایسے مضمون آفرین اغلاق پسند شاعر اور حکیم نواب مرزا صاحب شوق کے ایسے سادی زبان کے سانچے مین ڈہلی ہا محاورہ وبے تکلف کہنے والے سحر آفرین کی آنکھین دیکھی تھین اور سحر وغیرہ استادان فن سے صحبتین رہی تھین اسی اکھاڑے مین فصاحت نے مشق سخن کی ورزش شروع کی اور چندہی روز مین طبع رسا نے ایسے جوہر دکھائے کہ انکا کلام شاعرون مین چمکنے اور قدردانان سخن کے دلو نپر نقش ہونے لگا۔ چنانچہ اسوقت انکی شاعری کی عمر پچپن سال کی ہوگئی جسمین اُنھون نے اُردو زبان اور اُسکی شاعری کے بہت سے انقلابات کا تماشہ اپنی آنکھون سے دیکھا ہے۔ اور گذشتہ کشمکش مین جبکہ ایک طرف رامپور کے شاعر تھے دوسری طرف لکھنو کے صاحب کمال مرثیہ گو اور تیسری طرف انگریزی مذاق کے زبان پر چلے۔ اُنھون نے اپنے مذاق اور اپنی زبان قدیم کو مذاق سخن سے بال برابر نہ ہٹنے دیا۔ پُرانے رنگ کی خیال آفرینیون اغلاق پسندیون تعقیدون سے زبان کو زیادہ صاف کیا اور جدید شاعرون کی شوخیان معاملہ بندیان اور نئے سانچے کی ڈھلی ہوئی بندشین اور ترکیبین نہایت ہی خوشگوار اعتدال کے ساتھ اختیار کین۔ انکا کلام پسندیگی عام کی بدولت شہرت کے پرون سے اُڑ کے تمام اقطار ہند مین پہونچ گیا اور ہر شہر وقریہ مین انکے مُعترفین کمال کا اسقدر ہجوم ہوگیا کہ دور دور کے مشاعرون اور صدہا کوس کی ادبی محفلون مین بلائی گئی اور آنکھونپر بٹھائے گئے۔ مگر وضعداری کے جوش مین لکھنؤ کو نہ چھوڑا اس بے قدری وکس مپرسی کے دور مین اگرچہ بعض قدردان رئیسون نے بلایا بھی مگر وطن کو خیرباد کہنا گوارا نہ ہوا اور اس وقت تک اپنی خاندانی ایوان شاعری پر قدم جمائے سو کے قریب شاگردون کی سربراہی کرتے رہے لیکن افسوس کہ اب ضعف پیری اور اپنی خوش عقیدگی کے جوش مین عازم ہین کہ لکھنؤ کو الوداع کہکر باقی ایام زندگی عتبات وعالیات مین بسر کردین۔ اُنکی خوش نصیبی مین تنک نہین مگر لکھنؤ اُنکو نہین بھول سکتا۔ اور انکے قدردانون اور شاگردون کا گروہ عظیم اُنکو ہمیشہ یاد کرتا رہے گا

قطعات تواریخ دیوان ثمرۂ فصاحت مصنفۂ ماہرین عالی وقار شعرائے نامدار

افضل ۔ جناب سید افضل علیخاں صاحب مخاطب بہ افضل الدولہ خلف حضرت اسیر مرحوم لکھنوی

کہاں کوئی ایسا ہی استاد فن — کیا ایک کوزہ میں دریا کو بند
لطافت سے مملو فصاحت سے پُر — مضامیں ہیں ایک سے اک بلند
مصنف نہ ایسا نہ ایسا کلام — یہی دل سے کہتا ہے ہر ہوشمند
نظر اب عدو کی کرے گی نہ کام — دوائر ہیں مجمر تو نقطے سپند

لکھی کلک افضل نے تاریخ یہ
بہت خوب دیوان عالم پسند
سنہ ۱۳۴۳ھ

احسن ۔ جناب سید محمد یحییٰ صاحب لکھنوی

آن فصاحت کہ بود ماہر اسرار ادب — نازش بحر و صفا فخر جناب آتش
کردہ تدوین کلام خودش آن ماہر فن — احسن ہیچمدان را چہ مجال مدحش
یادگار ہست زتخئیل قدیم این دیوان — ہست ناظورۂ ہر ہفت و حسین و مہوش
پیش ارباب سخندان نبود مستبعد — روح فردوسی طوسی چو نماید عشعش

متفق قدر شناسان سخن میگویند
آمدہ گلبن گلزار فصاحت دلکش
سنہ ۱۳۴۳ھ

آرزو ۔ جناب سید نور حسین صاحب لکھنوی

ہوا ایسا کلام شاعر معجز بیان شایع — کہ ہر ہر شعر ہے جسکا مرقع درد و حسرت کا

یہ ہجری سال اسکی طبع کا اے آرزو لکھدو
کہ ہے پاکیزہ دیوان آج سرچشمہ فصاحت کا
سنہ ۱۳۲۳ھ

اعجاز۔ جناب سیّد اعجاز حسین صاحب تلمیذ رشید جناب مشتاق مرحوم

مسعود و مبارک ہو ہر اک اہل نظر کو — نظّارۂ گلدستۂ گلزار امانت
دیوان معلیٰ ہی یہ اُس ماہر فن کا — جو مستند اُستاد ہے اب بعد لطافت
ممدوح مرا شاعر نو خیز نہین ہے — ہر اہل سخن سے اُسے حاصل ہی قدامت
اقلیم سخن پائی ہی میراث پدر مین — تب مملکت نظم ہوئی زیر حکومت
محکم ہوا شیرازۂ مجموعۂ تحقیق — تدوین کچھ ایسا ہوا دیوان فصاحت
مین صدق بیانی سے نہ اعراض کرونگا — ہر شعر مین مُضمر ہے وہ تہذیب متانت
ترتیب کا یہ سال زبان پر مری آیا — مجموعۂ اُستاد ہے مکتوب فصاحت
۱۳۴۲ھ

پھر طبع کا سن خامۂ اعجاز نے لکھا
ہر طرح سے دیوان ہوا سرمایہ مدحت
۱۳۴۲ھ

اختر۔ جناب مولوی لطیف احمد صاحب مینائی لکھنوی المخاطب بہ اختر یار جنگ از حیدرآباد دکن

فکر گوہر بار مین ہی رنگ موج سلسبیل — نطق دل آویز ہے الہام غیبی کی دلیل
طبع دیوانِ فصاحت کا یہ اختر سال ہے — نقشِ اعجاز فصاحت ہی کلام بے عدیل
۱۳۴۲ھ

اقبال ۔ جناب سید اقبال حسین صاحب از حیدرآباد دکن تلمیذ مصنف دیوان

چھپا صد شکر اب دیوان مرے اُستاد کامل کا — کہ جسکی دید کا مشتاق تھا ہر ایک مدت سے
سخن ہے انکی توصیف و ثنا کیا کر سکے کوئی — کوئی فقرہ نہین خالی بلاغت سے لطافت سے
زبان ماہران فن ہوئی ہی مدح مین قاصر — جو نکتہ سنج ہین وہ دیکھتے رہتے ہین حیرت سے
مجھے بھی فکر تھی اقبال سال طبع کیا لکھون — کہ اتنے مین یہ ہاتف کی صدا آئی مسرت سے

کہو فصلی مین یون تاریخ تم اب طبع دیوانکی
عجب نایاب دُر نکلا یہ دریاے فصاحت سے
۱۳۳۲ف

اظہر - سید ارادت حسین صاحب بہیری از جھانسی تلمیذ مصنف دیوان ہذا

میرے اُستاد فصاحت جو ہین یکتاے زمان — کامل فن اُنھین ارباب سخن ہین سمجھے
فیض ہر آپکا جاری کہ ہین مشہور استاد — سیکڑون آپکے شاگرد ہین بہتر مجھ سے
طبع دیوان معلّیٰ کا سنا جب مژدہ — سال تاریخ مین کی فکر جو اظہر مین نے

بُلبُل طبع نے میرے یہ صدا دی کہ کہو
نہین دیوان ہے چھپا یہ گُل مضمون ہین کھلے
۱۳۴۳ھ

اثر - جناب سیّد علی حسن صاحب لکھنوی وظیفہ یاب سرکار نظام دکن، شاگرد مصنف دیوان ہذا۔

چو دیوان اُستاد من طبع گشتہ — شگفتہ دلم شد ز فرط مسرّت
نکات فن شعر آموخت مارا — بشعر و سخن دارد اعلےٰ مہارت
اثر جستجو کرد چون بہر سالش — کشیدہ درین باب از حد مشقت

بہ معجم ندا داد ہاتف زگردون
رقم کن چہ نادر ریاض فصاحت
۱۳۴۳ھ

ارشاد - جناب ارشاد حسین خانصاحب خویش و شاگرد جناب حکیم مرحوم لکھنوی

زہے نظم مطبوع و زیبا و دلکش — سراسر فصاحت سراپا بلاغت
ہوئی فکر تاریخ ارشاد کو جب — اُسے ہاتف غیب نے دی بشادت

یہ ہی طبع کے سال کا خوب مصرع
فصاحت کا دیوان نجم فصاحت
۱۳۴۳ھ

احمد - جناب مرزا احمد علی صاحب عرف بڑے حکیم صاحب فیض آبادی

فصاحت کا سخن اعجاز اُردوے معلیٰ کا — سخن سنجو نکے مشرب مین کتاب آسمانی ہے
یہ ہستی کا مرقع ہی نگاہ اہلِ بینش مین — کہین ہی ساری دنیا کی کہین اپنی کہانی ہے
کہین عشق ازل مصروف ہی عرض تمنا مین — کہین حسن ابد مشغول مشق لن ترانی ہے
وہان ناز نمایان ہی یہان خوق نمایان ہے — اُدھر ہے غمزۂ پنہان ادھر شوق نہانی ہے

لکھو تاریخ احمد طبع دیوان فصاحت کی
بنا گلدستۂ نایاب بستان معانی ہے
۱۳۴۳ھ

بلیغ - جناب نواب سید عسکری مرزا صاحب لکھنوی نیشاپوری ؒ

مناظر دین و دنیا کے دکھائے ہین فصاحت نے — کہین پر ذکر اعجاز اور کہین پر ذکر جادو ہے

بلیغ اک آپ بھی تاریخ کہیے سال ہجری مین
یہ دیوان آپ ہی کا آفتاب شرح اُردو ہی
۱۳۴۳ھ

باسط - جناب ماسٹر سید باسط علی صاحب تلمیذ جناب جگر صدیقی ازبسوان

میر عباس حسن ہین جو فصاحت صاحب — آپ سے بزم سخن مین ہی ہر اک واقف خوب
آپ اُستاد زمانہ ہین بڑے ماہر فن — آپکا رنگ طبیعت ہی جہان کو مرغوب
چھپ گیا آپکا دیوان نفاست کے ساتھ — کم صفائی مین نہین صورت روے محبوب

فکر باسط ہی اگر سال اشاعت کی تمہین
لکھدو۔ دیوان فصاحت ہی نہایت اسلوب
۱۳۴۳ھ

بلاغت - جناب سید عابد حسن صاحب عرف ابن صاحب ابن مصنف دیوان ہذا

جناب والد ماجد فصاحت — معرّف جنکا ہر اہل سخن ہے
جواہر کا ہے معدن اُنکا دیوان — ہے نقطہ اس مین جو دُرِّ عدن ہے
سنین طبع لکھواسے بلاغت
یہ گلزار مضامین کا چمن ہے
۱۳۴۳ھ

توقیر - جناب نواب احمد مرزا عرف چھٹن صاحب

اک مژدہ تازہ جو سنا دل ہوا مسرور — یعنی کہ چھپا اندنون دیوان فصاحت
ہر مطلع پر نور تجلی سے بھرا ہے — ہر شعر ہے اک شمع شبستان فصاحت
ہر لفظ سے گلہائے مضامین ہین مہکتے — گویا کہ کھلا ہے چمنستان فصاحت
گلدستہ رنگین اسے کہئے تو بجا ہے — ہر مصرع تازہ ہے گلستان فصاحت
جو لفظ مرکب ہی وہ موتی کی لڑی ہی — ہر نقطہ ہے گویا دُرِ غلطان فصاحت
ہمشکل ہی ہر طرح یہ گنجینۂ مضمون — وہ قدر کرین جنکو ہے عرفان فصاحت
جو اہل ہنر ہین وہ جواہر اسے سمجھین — دل دیکے خریدین اسے خواہان فصاحت
کیا مدح و ثنا صاحب دیوان کی ہو مجھسے — بے شبہہ یہ ہین فارس میدان فصاحت

یون طبع کی تاریخ کو توقیر نے لکھا
اب کان فصاحت ہی یہ دیوان فصاحت
۱۳۴۳ھ

ثریا - جناب شہزادہ میرزا احمد ثریا قدر بہادر

ہوا طبع کیا خوب دیوان انکا — فصاحت ہین جو یادگار امانت
کہین روزمرہ کسی جا مضامین — کہین پر بلاغت کسی جا فصاحت
کہین عاشقانہ ہین اشعار ایسے — جو معشوق مین کردین عاشق کی خصلت

اگر ہر سطر زلف جاناں ہے پُر خم — ورق روئے گلرنگ ہو تو یہ نکہت
دوبالا ہے لفظوں سے نقطوں کی خوبی — کہ ہے خال سے جسطرح رخ کی زینت
جہاں غیر منقوط اشعار آئے — وہاں سادگی پن نے ڈھائی قیامت
جو لفظوں میں معنی کا جامہ پہنا یا — ہوئی اور حرفوں میں خوبی نہایت
زباں چوں بمعنے کشاید سراسر — کشند طوطیاں را بہ عین سلامت

بہر سال لکھوا سن طبع ہجری
وہ ہے صاف و شیریں کلام ملاحت
سنہ ۱۳۲۳ ہجری

ثروت — جناب نواب احمد علی خان عرف نواب بیتن صاحب

ہیں کواکب آسمان روشن مضامین نے کیا — سمجھے جوش طبع سے رنگین طبیعت ہو یہ بحر

گر زمیں کے صفحہ پر ثروت رقم تاریخ طبع
دُر معانی جلوہ دیوان فصاحت ہو یہ بحر
سنہ ۱۳۲۳ ھ

ثاقبِ — جناب مرزا ذاکر حسین صاحب قزلباش لکھنوی

دیوان فصاحت کا ہر شعر یہ کہتا ہے — ڈالی ہے فصاحت نے بنیاد فصاحت کی
ایک ایک غزل اُسکی گھر کر گئے رہی دل میں — یہ طرز فصاحت ہے ایجاد فصاحت کی
جسطرح سے معنی کی تحریر سخن میں ہے — یوں ہیں دل معنی میں ہے یاد فصاحت کی
خود انکا معرف ہے جب حسن کلام انکا — کیا مدح کرے مجھ سا نقاد فصاحت کی

دیوان کے چھپنے کی تاریخ یہ ہے ثاقب
واللہ فصاحت نے دی داد فصاحت کی
سنہ ۱۳۲۳ ھ

جلیل — جناب حافظ جلیل حسن صاحب المخاطب بہ فصاحت جنگ بہادر حیدرآباد دکن

نزاکت کی ادائیں ہیں کرشمہ ہیں لطافت کے — فصاحت کے سخن میں لطف ہیں کیا کیا بلاغت کے

زبان فکر رنگین نغمہ ریز حسن رعنائی

کلام درد افزا اثر جان جذبۂ پنہان
کسی کو غش ہی کوئی بسمل کوئی بیخود کوئی حیران

سخن سنج و سخن ران و سخنگو ہیں بہت لیکن
ادھر آئیں وہ دیکھیں یہ ادا بندی یہ طباعی

یہ وہ اشعار رہیں پارہ ہائے دل جنھیں کہیے
زمانے بھر میں اس فکر فلک پیما کا چرچا ہے

الب ہر شعر پر سو سو فسانے عشق و الفت کے
مضامین دل آرا آئینے جوش طبیعت کے

دکھائے ہیں عروس نظم نے جلوے قیامت کے
کہاں اس آن کے ہیں شاعر ان قابلیت کے

جنھیں نازش ہی جدت پر جنھیں دعوی ہیں جودت کے
نہ گل اس رنگ کے دیکھے نہ لعل اس قدر و قیمت کے

ہمائے شاعری نے پر نکالے خوب شہرت کے

جلیل اچھی ہی یہ تاریخ رنگین طبع دیوان کی
کھلے ہیں روح افزا پھول گلزار فصاحت کے
۱۳۴۳ھ

جگر - جناب حکیم محمد افتخار علی صاحب صدیقی زمیندار بسوان

فصاحت ماہر فن میر عباس حسن صاحب
بہت ملک سخن میں آپ ہی کے دم سے ہی رونق

جہاں فن میں اب ایسا سخنور کون نامی ہے
یہی وہ ہیں کہ جنکی دھوم ہے ملک معانی میں

کلام سحر آگین جانفزا بھی ہی دل آرا بھی

زمانے پر ہے روشن آپ کی جو آج شہرت ہے
رسا طبع رسا ہے فکر کے دامن میں وسعت ہے

خدا آباد رکھے سچ تو ہے یہ دم غنیمت ہے
یہی وہ ہیں جنھیں اردو زباں پر دست قدرت ہے

چھپا دیوان وہ دلکش دیکھنے والوں کو حیرت ہے

مضامین کے جواہر اے جگر نایاب ہیں ایسے
یہ دیوان فصاحت جادہ کان فصاحت ہے
سنہ ۱۳۴۳ھ

حامد - جناب سید علی حامد صاحب سب جج لکھنؤ - در ہر مصرع تاریخ است

حیرت ہے مقابل کو بھی شان فصاحت پر
سمبت ۱۹۸۱
کیسا یہ زر گل سیارہ رہ کے چمکتا ہے
سنہ ۱۳۴۳ھ
آشفتہ برائے حامد ہیں شاد سے اب پڑھکر
سمبت ۱۹۸۱

یوں محو ہیں معنی کے عنوان فصاحت پر
سنہ ۱۳۴۳ھ
ہاں نقش لطافت کا داماں فصاحت پر
سنہ ۱۹۲۴ء
ہیں ماہ جبین شیدا دیوان فصاحت پر
سنہ ۱۹۲۴ء

حشمت - جناب خواجہ رزاق صاحب شاگرد مصنف دیوان ہذا

ہین اک اُستاد مرے جو فصاحت شاعر کامل
فصیح و خوش کلام و نکتہ سنج و نکتہ دان خوشخو

کلام عاشقانہ پر مضامین انکا ایسا ہے
بجا ہے رشک خاقانی و صائب گر کہین انکو

صحیح و خوشنما خوشخط چھپا دیوان جب انکا
پے تاریخ ہجری فکر لازم ہو گئی مجھ کو

جو پوچھا مین نے سال طبع ہاتف نے کہا حشمت
کلام شاعر شیرین بیان و بے بدل لکھدو
سنہ ۱۳۵۲ھ

خبیر - جناب سید سرفراز حسین صاحب تلمیذ جناب اوج مرحوم

بر صفحۂ نگارین ریزد دُر مضامین
چون رشحۂ غامہ شد خامۂ فصاحت

ہر نقطۂ بہ نظمش روکش بہ نقش مانی
ہر مصرع مُزیّن با جامۂ فصاحت

دیوان چو طبع گشتہ سالش خبیر گفتہ
تازہ دبجو ہر فضل این نامۂ فصاحت
۱۹۳۴ء

خلیل - جناب محمد خلیل الرحمن صاحب زمیندار بسوان برادر و شاگرد جناب جگر

وحید عصر فصاحت جو ماہر فن ہین
وہ لکھنؤ کے ہین اہل سخن مین اب یکتا

وہ یادگار امانت ہین اور لطافت ہین
زبان کا انکی زمانے مین بج گیا ڈنکا

ہر ایک آنکھ تھی حسن کلام کی مشتاق
چھپا زمانے مین دیوان دلکش و زیبا

ہر ایک مصرع موزون ہے قامت موزون
ہر ایک شعر ہے یا حسن یار کا نقشا

وہ کون ہے جو نہین اس کلام کا قائل
زمانے بھر مین ہے انکے کلام کا شہرا

نگاہ لطف و کرم ہے جو اہل بسوان پر
سب اہل بزم جگر دل سے رہتے ہین شیدا

خلیل سال اشاعت کی ہے جو فکر تمھین
لکھو - کلام فصاحت فزا فصاحت زا
سنہ ۱۳۴۳ھ

دانش - جناب حکیم مرزا فدا احمد صاحب

مشہور جہان شاعر لاثانی و یکتا
در سینۂ الطفش سخنش جان فصاحت
در شعر غزلہاش ز تکمیل کلامش
تو قیر بلاغت کند اعلان فصاحت
دیوان گران مایۂ آن ناظم نامی
شد طبع بہ اندازۂ ارمان فصاحت

مسموع شد این مصرع تاریخ ز دانش
مطبوع زر گل شدہ دیوان فصاحت

سنہ ۱۳۲۳ھ

ذاخر - جناب ذاخر صاحب الملخاطب بہ دعبل ہند

شرف کوئی ملک کا ہے نہ نظر و نہیں ہی جان کا
زمانہ مین جو رتبہ علم سے بڑھتا ہے انسان کا
اصول و فقہ و منطق صرف و نحو طب یونانی
اثر کچھ اسکے عالم پر نہین ملک سلیمان کا
انھین علمون مین اک علم ادب بھی ہے زمانے مین
ہمیشہ ماہر ین فن مین ہے شہرہ زبان دان کا
جامین ہی فنون نظم کا مانا ہوا عالم
دیار علم مین رکھتا ہے وہ بھی حکم سلطان کا
بساط نظم کے اُن عالمون مین یہ بھی عالم ہین
کہ جنکو آجکل منظور چھپوانا ہے دیوان کا
فصاحت ہے تخلص سب فصیح الدہر کہتے ہین
نشان مشکل سے ملتا ہے زبان دانی مین امکان کا
کہین قلب زلیخا کی نظر آتی ہے بیتابی
کہین نقشہ کھنچا ہے حضرت یوسف کے زندان کا
اسی حالت مین تم بھی کوئی سال عیسوی کہدو
اگر بیحد شوق عمر رفتہ کو ہے آب حیوان کا

تن بیجان مین حرفون کی ہے روح شاعری ذاخر
یہ جان افزا ہے سرمایہ فصاحت سے سخندان کا

سنہ ۱۹۰۴ع

ذہین - جناب نواب سید سرفراز بہادر عرف پیارے صاحب

طرز نو رنگ مضامین را چو دیدم اے ذہین
سرنگون شد بر ورق در مدح اشعارش قلم
از برائے سال ہجری کن دو تا محمود را
شہرۂ آفاق دیوان فصاحت شد رقم

سنہ ۱۳۲۲ھ

رفیع — جناب مرزا محمد طاہر صاحب خلف جناب آدج مرحوم

نظم چون وادیِ ایمن بشد از طلعتِ فکر — اے کلیمِ سخن این مژدہ شنو از لبِ طور

سالِ تاریخ رقم کرد چنین کلکِ رفیع
طبعِ دیوانِ فصاحت شدہ با جلوۂ نور
١٣٤٣ھ

رضا — جناب مولوی برکت اللہ صاحب شارح سلم و مسلّم لکھنوی

مستند استاد کا ہے یہ کلام — کیون نہ ہو ہر قلب اس سے مستنیر
مصحفی کا رنگ ہے ہر شعر مین — ہے تغزل سے عیان شانِ نصیر
شاعری کہتے ہین اسکو دیکھ لو — ہے عیان ہر بیت سے انداز میر
جو غزل ہے شاعری کی جان ہے — جو نکیلا شعر ہے گویا ہے تیر
اب فصاحت پر فصاحت ختم ہے — کہہ رہا ہے ہر صغیر و ہر کبیر
واقعی جذبات کی اظہار مین — ہے طبیعت آپ کی ابر مطیر
دولت فن ہے وہ دولت انکے پاس — خرچ کرنے سے جو ہوتی ہے کثیر
آپ کے اوصاف ذاتی ہین رضا — جو کہو مین ہوگا وہ عشر عشیر

لکھدو بس اب مصرع تاریخ طبع
ہے یہ دیوان جلوہ گاہ بے نظیر
١٣٤٣ھ

ریاض — جناب سید ریاض احمد صاحب لسان الملک از خیر آباد

مجموعۂ کلام فصاحت چھپا ہے خوب — لعل و گہر سے بڑھ کے کہین آب و تاب مین
حرفون نے لی جگہ ورقِ آفتاب پر — پتھر سے لعل اگل کے جڑے آفتاب مین
لو اور چار چاند سے لگے آفتاب کو — بجلی ہر اک کرن ہے حجاب سحاب مین
پھیکی پڑی ہے چاندنی کیون آج اسقدر — کیا داغ رشک ہے جگر ماہتاب مین

نقطے بنے ہین تارونکے آنکھونکی پتلیان
کیسا ہی یہ کلام یہ کس کا کلام ہے
فرمائش جناب فصاحت ہوا ی ریاض
کیا شاہد کلام کا نکھرا ہوا ہے رنگ

سطرین ہین کہکشان نظر انتخاب مین
ہر شعر دوسرے سے سوا انتخاب مین
تاریخ طبع پیش کرون کیا جناب مین
شوخی نہ یہ شفق مین نہ رنگ شباب مین

مصرع کہا یہ مین نے جو پہنا لباس طبع
معشوق نازنین ہے بھرا کیا شباب مین
۱۳۲۳ھ

قطعہ تاریخ طبعزاد سید موتمن جناب مولانا سید سبط حسن صاحب قبلہ

تلك البسأتين التی قد اسفرت
عن وجهها ترمی الشذی انوارها
ارخت اذ ان اقتطاف باسما
جنتها اینعت اثمارها
۱۳۲۳ھ

سجاد - جناب نواب حاجی سید سجاد علیخانصاحب عرف منے نواب صاحب شاگرد مشتاق مرحوم

مکرم مرے دوست ہر دل عزیز
چھپا اُنکا دیوان ہوے شاد سب

امانت کے فرزند ہین لا کلام
الٰہی ابد تک رہے اُنکا نام

دعائیہ تاریخ سجاد لکھ
کلام فصاحت ہو مشہور عام
۱۳۲۳ھ

ستم - جناب مرزا محمد عسکری صاحب شاگرد مصنف دیوان ہذا

شاعر کامل وحید عصر اُستاد زمان
شہرہ و آوازہ ہندستان مین ہی آپ کا

طبع دیوان کی لکھو تاریخ ہجری اے ستم
جا بجا اشعار ہین دلچسپ و دلکش دلربا
۱۳۲۳ھ

سائل ۔ جناب نواب سراج الدین احمد خانصاحب خویش جناب داغ مرحوم

ہوا گوش زد مژدۂ روح افزا ۔ کہ سرکردۂ شاعران سرگیہان
فصاحت سے آگاہ ہے اک زمانہ ۔ وہ اُردو زبان کے ہین اسوقت سحبان
قلم اپنا چومین تو وہ آپ چومین ۔ قدم چومتے ہین ہین اُنکے شایان
سلف کے خلف بہترین ذات اُنکی ۔ سخن آفرین و سخنور سخندان
سخن کے قلمرو کے سلطان وہی ہین ۔ بساط سخن کے وہی ہین سلیمان
وہ اوج کمال سخن کے حسابون ۔ بجا ہے اگر کہدیے جائین کیوان
منگائی ہے مجھسے بھی تاریخ اسکی ۔ مرے نام بھی آئے ہین چند فرمان
کہ ناگاہ ہاتف سنے کی رہنمائی ۔ یہ کہدے کہ ہوتا ہے توکیون پریشان

حساب جمل مین تو ثابت ہے سائل
سجّل فصاحت فصاحت کا دیوان
سنہ ۱۳۴۳ھ

سلیم ۔ جناب میر حسین صاحب لکھنوی

دیوان فصاحت کا جسوقت ہوا شایع ۔ اشعار کی خوبی سے ممتاز زمانہ ہے
تعریف کرون کیا مین اس شاعر یکتا کی ۔ یہ گنج امانت کا بے مثل خزانہ ہے

نکلا ہے سلیم اسکا یہ طبع کا سال اچھا
اس دفتر رنگین کا کیا آج فسانہ ہے
سنہ ۱۳۴۳ھ

سعید ۔ جناب سیّد محمد سعید صاحب شاگرد مصنف دیوان

بہار سخن نے کھلائے ہین کیا گل ۔ غزل خوان ہین بزم سخن مین سخنگو
ہوا طبع مجموعۂ حسن و خوبی ۔ جناب فصاحت کا دیوان دیکھو
سعید انکی توصیف کیونکر نہ لکھون ۔ ہین میرے بزرگ اور اُستاد خوشخو

یہ مشق کہن کا سبب ہے سراسر — ہو جس رنگ کا شعر دل پر اثر ہو
مضامین نئے سہل الفاظ مین ہین — اگر اس کو طبع خداداد سمجھو
ہے آخر مین اس قطعہ کے سال ہجری — بتادے تو پہلے یہ اہل سخن کو

نہ دیکھا کسی کا نکلیں ایسا دیوان
کلام فصاحت فصاحت مین ہے جو
۱۳۴۳ھ

شرر — جناب نواب سید سلطان علیخان صاحب بہادر

میرے احباب مین ہین ایک بزرگ — سب کے نزدیک جنکی عزت ہے
ہین کہن سال کیون نہ ہون مشاق — پائی کس لطف کی طبیعت ہے
اُنکا دیوان ہوگیا مطبوع — کچھ نہ کچھ ہر غزل مین جدّت ہے
دونون مصرع ہین یادگار حضور — بیت ہر ایک باب جنت ہے

طبع دیوان کا سال لکھد شرر
یہ گل دفتر فصاحت ہے
۱۳۴۳ھ

شرر — جناب محمد احسن مرزا صاحب مشہدی

کیون نہ شہرہ ہو تخلص ہو فصاحت آپکا — لکھنو کی وضع مین اور شاعری مین بیمثال

صنعت معجم مین لکھدو اب سن ہجری شرر
جلوۂ رنگین ہے دیوان نام آثار خیال
۱۳۴۳ھ

شہید — جناب سید محمد نوح صاحب رئیس مچھلی شہر ضلع جونپور

تھا امانت کیطرح محفوظ جو گنج کلام — تھا یقین دید کو اسمین سے اب حلّہ ملا
یعنے شائع ہو گئی صد شکر وہ نظم فصیح — جسکا ہر مصرع ہے حسن لطافت سے بھرا
کیون نہین تصنیف آخر ہے یہ کس اُستاد کی — حضرت ناسخ سے البتہ ہے جسکا سلسلا

میر عباس حسن عالی نسب والا حسب — عالم علم سخن اذہن زکی الاذکیا
افصح و ابلغ زباندان و رئیس لکھنؤ — شاعر عالی خیال و صاحب فکر رسا
ماہر فن ماہر علم معانی و بیان — جنکی شہرت شاعران عصر مین سب سے سوا
والد ماجد کے اپنی یادگار و جانشین — واقعی قایم مقام اپنے برادر کے بجا
ہے وسیع اسدرجہ خوان فیض جاری آپکا — سیکڑون شاگرد جس سے ہوتے ہین فیض یاب
بسکہ مین بھی خرمن ناسخ ہی کا ہون خوشہ چین — فرض مجھپر اس سے سال طبع کہنا ہو گیا
تھے ہنیر ذرہ پرور مہر گردون کمال — مین بھی شاگردان ادنی مین ہون انکی خاکپا

مصرعۂ تاریخ سال طبع لکھئے اے شہیر
واہ وا کیا خوب دیوان فصاحت کا چھپا
۱۳۴۳ھ

شائق۔ جناب سید حسن صاحب خلف منشی سید فضل رسول صاحب واسطی تعلقدار سندیلہ

جناب فصاحت ہین استاد جو — معظم مرے خالو ذوالاحترام
ہین آگاہ انسے صغیر و کبیر — کہ ہندوستان مین ہین وہ نیکنام
شبستان عالم مین ہے اُسکی ضو — کمال اُنکا ہے مثل ماہ تمام
چھپا ہے جو دیوان خوبی کے ساتھ — ہین اشعار مطبوع ہر خاص و عام

رقم کردہ شائق یہ تاریخ طبع
فصاحت کا پاکیزہ بہتر کلام
۱۳۴۳ھ

صریر۔ جناب منشی محمد احمد صاحب خلف اکبر منشی امیر احمد صاحب مرحوم استاد نواب صاحب بہادر والی شہر رامپور

نیرنگ ہین جہان کے دیوان سے آشکار — ہر شعر اس مین دیکھئے ہے ہر لباس کا
ہر نقطہ سے عیان ہے ضیا برق طور کی — اے چشم دید کام ہے ہوش و حواس کا

ناظر سے کہہ رہے ہین مضامین نو بہ نو
ہم مین ذرا بھی دخل نہین اقتباس کا

آسان ہونگی اسکی مضامین کی مشکلین
موقع نہین ہے اہل سخن کو ہراس کا

تصویرین عیش و رنج کی کھینچی ہین بیمثال
مضمون ہے کوئی وصل کا کوئی ہے یاس کا

باریک بین خیال ہے ایسا کہ وقت فکر
مضمون دور سے نظر آتا ہے پاس کا

استاد کہنہ مشق و سخندان یہ ہین صریر
ہر ایک نام ہم خیال ہے میرے قیاس کا

ہر لفظ کسطرح نہو پھر لعل بے بہا
دیوان یہ ہے فصاحت گوہر شناس کا
۱۳۴۳ھ

صفدر - جناب صفدر صاحب مرزاپوری

چھپ کے مطبع سے آپکا دیوان
بن کے معشوق دلربا نکلا

کیا لطافت ہے کیا فصاحت ہے
شعر ایک ایک بامزا نکلا

ہم نے جب غور سے اِسے دیکھا
حسن معنی کا آشنا نکلا

سال اشاعت کلھے یہی صفدر
آفتاب سخن بھی کیا نکلا
۱۳۴۳ھ

صغیر - جناب سید واجد حسین صاحب تلمیذ مصنف دیوان ہذا

میرے استاد فصاحت ہین وہ عالی رتبہ
شعرا ہین جنھین خالق نے دیا عز و وقار

عالم اقلیم سخن مین ہے جو حضرت کا فیض
اتنے شاگرد ہین شہرونمین نہین جنکا شمار

آب و تاب ایسی ہر اک شعر کی غزلون مین ہے
جوہری دیکھے تو صدقے کرے دُرِ شہوار

گلشن دہر مین دیوان ہو یہ ایسا رنگین
بلبل طبع ہوئی جاتی ہے سو جان سے نثار

بادل شاد یہ اسکا سن ہجری ہو صغیر
کہئیے اسکو چمن فکر فصاحت کی بہار
۱۳۴۳ھ

صغیرؔ - جناب سید محمد اصغر حسین صاحب از گورکھپور شاگرد مصنف دیوان ہذا

فصاحت که در فن شعر است کامل — به آفاق مشهور در خوش بیانی
چه استاد یکتا که فکر بلندش — به ملک سخن میکند حکمرانی
بصد جهد و کوشش مرتب نموده — چه نظمی که دارد نه در خلق ثانی
غزلها همه شوخ و دلچسپ و رنگین — خوشا خوش کلامی خوشا تر زبانی
به هر بیت از هر گهربار مضمون — ز هر شعر رخشان عجب دُرفشانی
عجب لذت و کیفت بر شعر دارد — زیاده شود شوق چند انکه خوانی
زاد لاد کم نیست تصنیف شاعر — همین است بس ثمرهٔ زندگانی
ز اصلاح وے فیض کردم چو حاصل — بباغ سخن میکنم گل فشانی

صغیرؔ این به منقوطه گفتیم سالش
چه مضمونِ شیرین چه نازک معانی

ضامنؔ - جناب محمد ضامن صاحب کنتوری از حیدرآباد دکن

گرامی گوهر بحرِ سیادت — فصاحت خسروِ ملک فصاحت
به بزم شعر صدر آرائے معنی — به حسن نطق حسن افزائے معنی
عروس نظم را مشاطه کلکش — گهر شهوار سرتا سر به سلکش
رُوان به ور روانی کلامش — زند موج آب حیوانی به خامش
فصاحت را از او ناز بلاغت — بلاغت را از او ساز فصاحت
غزل زو مشک پر در چون غزاله — حدیثش شوخ و رنگین تر ز لاله
درین ایام از افکار فاسد — شده ما را ز حسن نظم کاسد
مرا چند است یک دکان معنی — نه دیوانے که باشد جان معنی
به چاپ آمد چه آن مجموعهٔ نغز — جهانے را ز بویش تازه شد مغز

ترا ضیا من اگر تشویش سال است
بجوان اسمش کہ آثارِ خیال است
۱۳۴۳ھ

عقیل - جناب سید مہدی حسین صاحب مختار عام سرراجہ صاحب بہادر محمود آباد

ہے نظم مین تاثیر کہ دل ہو بیتاب
ہے حرف ہر اک دُرِّ ثمین و خوش آب

لکھو مصرع تاریخ یہ اے کلکِ عقیل
صد شکر ہے دیوان فصاحت نایاب
۱۳۴۳ھ

عشرت - جناب خواجہ عبدالرؤف صاحب لکھنوی

نور حسن معانیٔ دلکش
شمع کاشانۂ فصاحت ہے

ہر ورق اس نفیس دیوان کا
پر پروانۂ فصاحت ہے

نکتہ رس ہین معرفِ دیوان
گرم افسانۂ فصاحت ہے

مست ہین بادۂ سخن سے سب
مے میخانۂ فصاحت ہے

جلوہ افروز ہین بتان سخن
یہ صنم خانۂ فصاحت ہے

سال تاریخ ہے یہ اے عشرت
جم میخانۂ فصاحت ہے
۱۳۴۳ھ

عالم - جناب مولوی عالم صاحب المخاطب بہ لسان الزمن

طبع دیوان ہوا فصاحت کا
نکلین صد شکر حسرتین دل کی

لکھا عالم نے مصرع تاریخ
پاک تصویر حسن و عشق چھپی
۱۳۴۳ھ

فرید ۔ جناب سید رضی حیدر صاحب عرف سلطان صاحب نبیرۂ جناب حیدر مرحوم

یہ وہ گلدستۂ گلہاے گلزار فصاحت ہے
کہ رنگینی کھبی جاتی ہے جسکی چشم قاصر مین

مصنف کی ثنا و مدح اک تحصیل حاصل ہے
سخن ہے حد فاصل مبتدی اور فنکے ماہر مین

فرید اب مصرع تاریخ ہجری مین رقم کردو
ہے دیوان اسقدر نایاب سے تو نوجواہر مین

۱۳۴۳ھ

فہیم ۔ جناب سید ساجد حسین صاحب نبیرۂ مولوی سید نقی صاحب مجتہد اعلی اللہ مقامہ

یہ ہے بوستان ہمیشہ بہار
نظر جس سے گلچین کی محجوب ہے

غزلہاے رنگین کا مجموعہ ہے
جو طالب ہے اسکا یہ مطلوب ہے

چھپا ایسے انداز دلچسپ سے
کہ ہر اہل بینش کو محبوب ہے

جو کی مصرع سال ہجری کی فکر
کہا دل نے سن گل کو مرغوب ہے

سر آفرین ہے یہ لکھا اے فہیم
فصاحت کا دیوان بھی کیا خوب ہے

۱۳۴۳ھ

فاضل ۔ جناب مولوی سید غلام جبار صاحب المخاطب نواب جبار یار جنگ بہادر از حیدر آباد دکن

کمال و فضل فصاحت ہے مثل مہر عیان
عیان جو امر ہو کیا کیجیے پھر اسکا بیان

مہک رہے ہین ہر اک شعر مین گل مضمون
بندھی ہین نظم کے رشتہ مین پھولونکی لڑیان

مذاق شعر جنھین ہو وہ دیکھین انکا کلام
وہ نظم انکی پڑھین جنکو سیکھنی ہو زبان

زبان شستہ مضامین نفیس و پاکیزہ
قبول خاطر ارباب علم ان کا بیان

کہین ہے وصل کا لطف اور کہین فراق کا غم
کہین بہار کا عالم کہین ہے رنگ خزان

سخن نے پایا ہے حسن کلام کا خلعت
پسند کرتے ہین سب اسکو شاعران جہان

کہین سبھون نے اشاعت کی اسکی تاریخین — مجھے بھی ذوق سخن نے دیا ہی یہ فرمان

گیا ہے فاضل عاصی نے بھی رقم سن طبع
چھپا فصاحت شیرین کلام کا دیوان
۱۳۴۳ھ

فروغ - جناب سید امیر حسن لکھنوی وکیل ہائیکورٹ نظام از حیدرآباد دکن

شاعر شیوا زبان خوش فکر خوش گو خوش بیان — بندھ گئی باغِ سخن مین جنکے مضمون کی ہوا
بھائی ہین انکے لطافت اور امانت ہین پدر — شاعری مین ملتا ہے ناسخ سے انکا سلسلا
ناز انھین لوگون پہ کرتی ہے زبان لکھنؤ — بس انھین لوگونکے ہے اردو کا سر سہرا رہا

تم سن ہجری مین سالِ طبع لکھدو اے فروغ
واہ دیوان فصاحت کس لطافت سے چھپا
۱۳۴۳ھ

فوق - جناب سید فرحت حسین صاحب ابن جناب فروغ صاحب لکھنوی از حیدرآباد

ہین شاعر دیرینہ عباس حسن صاحب — ہے خاتمہ حضرت پہ اخلاق و مروت کا
اسلاف کے دنیا مین اخلاف ہون تو ایسے — روشن ہے زمانے مین نام انسے امانت کا
مشہور ہے نام انکا نایاب کلام ان کا — ہر گوشۂ دنیا مین شہرہ ہے فصاحت کا
مضمون درِ ناسفتہ موتی کی لڑی مصرع — ہر بحر مین شعر انکا دریا ہے بلاغت کا

ترتیب کا سن ہجری اے فوق یہ تم لکھدو
دیوان فصاحت ہے آئینہ فصاحت کا
۱۳۴۳ھ

فانی - جناب سید شاہد علی شاہ صاحب سبز پوش سجادہ نشین خانقاہ رشیدیہ جونپور رئیس گورکھپور کہ در ہر مصرع یک سن ہجری و یک سن عیسوی است و ہو ہذا

دیوان فصاحت کہ دل و جان فصاحت ۱۳۴۳ھ — یا گنجِ اسے شمع شبستان فصاحت ۱۹۲۵ء
یا مہر کمالات ہے یا جوہر دانش ۱۳۴۳ھ — یا اوج سخن یا چمنستان فصاحت ۱۹۲۵ء

دیوان ہے یہ شمس لطافت کہ ہم نور — ہے جذبۂ دل یا ہے گلستان فصاحت ۱۹۲۵ء
کیا خوب ہوئی طبع سے رونق ہی جہا مین — ہر شعر سے ہے اوج عیان شان فصاحت ۱۹۲۵ء
فانی ہین فقط طبع کی ہر بیت مین دو سن — کیا افضل و پر کیف ہی دیوان فصاحت ۱۹۲۵ء

جناب قیصر رضوی لکھنؤ

یہ اختصار تام حسب فرمائش مصنف تاریخ ہے ۱۲

فصاحت امانت کے فرزند ہین — برادر لطافت کے ذی مرتبا
یہ کیسا ہے قیصر کلام آپ کا
فصاحت مین بیشک دیوان چھپا

لیاقت ۔ جناب سید مہدی حسین صاحب عرف مجن صاحب ابن مصنف دیوان ہذا

عجب دیوان چھپا ہے آرزو تھی جسکی مدت سے — مجسم شوق سب نومشق و استاد زمن دیکھین
یقین تو ہے کہ مثل غنچہ و گل دل شگفتہ ہو — محبت کی نگاہون سے جو اسکو اہل فن دیکھین
لیاقت معجزہ مین عیسوی سن طبع کا لکھو
کلام حضرت والد کو ارباب سخن دیکھین
۱۹۲۶ء

مشہدی جناب نواب مرزا محمد رضا حسین خانصاحب بہادر رئیس اعظم لکھنؤ

للہ الحمد یہ دیوان فصاحت جو چھپا — کیسا تحفہ شجر نظم مین آیا ہے ثمر
خوب بندش ہے تو مرغوب نشست الفاظ — پختہ کاری کا ہے جو رنگ یہ لایا ہے ثمر
قابل دید ہے یہ تازہ مضامین کی بہار — تازہ اے تازگی فکر دکھایا ہے ثمر
اسکی جب چشم نے کی سیر اسے لطف آیا — طبع کہتی ہے دل و جان سے یہ بھایا ہے ثمر
کیا بہار آئی ہے اس باغ مین سبحان اللہ — بار ور ہے شجر شکر یہ لایا ہے ثمر
مشہدی فکر جو تاریخ کی کی مین نے کہا
گلشن طبع کا کیا خوب یہ پایا ہے ثمر
۱۹۲۵ء

محشرؔ ۔ جناب مرزا کاظم حسین صاحب لکھنوی

چھپا ہے یہ دیوان اے اہل دل ۔۔۔ تمام و کمال اسکو اکثر پڑھو

رقم کردو محشرؔ پئے سال طبع
کلام فصاحت مکرر پڑھو
۱۳۴۳ھ

محبتؔ ۔ جناب واجد حسین صاحب تعلقدار رسولی شاگرد رشید مصنف دیوان ہذا

چمن ہے معنی رنگین کا یا گلزار جنت کا ۔۔۔ کہ اس دیوان مین اک جوش ہے بحر طبیعت کا

کہین مضمون فصاحت کے کسی جا ہین بلاغت کے ۔۔۔ کہین ہین شوق کی باتین کہین مضمون حسرت کا

رہین اُستاد میرے تا صدی سال دنیا مین ۔۔۔ جنھین ہین یادگار اہل سخن سمجھے امانت کا

یہ حسن نظم کیا کیا لے رہا ہے چٹکیان دلمین ۔۔۔ کوئی شاہد نہ دیکھا شوخ ہمنے اس طبیعت کا

محبتؔ فکر کی جب مصرع تاریخ کی مین نے ۔۔۔ کہا دل نے یہ کیا اچھا خزینہ ہے فصاحت کا
۱۳۴۳ھ

آہؔ ۔ جناب سید سردار حسین صاحب زیدی شاگرد مصنف دیوان ہذا

جو فصاحت میرے ہین استاد عالم مین وحید ۔۔۔ شاعر نامی سخندان صاحب خلق کثیر

سعدی و خاقانی ہند انکو کہنا ہے بجا ۔۔۔ شاعری کے فن مین ہین ثانی عرفی و ظہیر

اِنکے اوصاف حمیدہ کیا کسی سے ہون بیان ۔۔۔ قدر کرتے آئے ہین انکی زمانے کے امیر

تھی خوشی احباب کو دیوان چھپنے کی بہت ۔۔۔ ایک مدت سے تمنا مین تھا ہر برنا و پیر

سلسلہ جو ہے جناب شیخ ناسخ سے انھین ۔۔۔ ہان سخن کی داد دیتے ہوتے گر خواجہ وزیر

فیض سب یہ حضرت اُستاد ہی کا ہے مگر ۔۔۔ شاعری مین نامور ہوتا بھلا مجھ سا حقیر

اسقدر اے آہؔ کیون ہے فکر سال طبع کی
لکھدے ۔ وہ دیوان چھپا جو آپ ہے اپنی نظیر
۱۳۴۳ھ

مرزا - جناب مرزا محمد ہادی صاحب بی - اے از حیدرآباد دکن

ہرچند کہ دور ہون مگر دل
غربت مین نثار لکھنؤ ہے

ہے پیش نگاہ کوچہ کوچہ
دل آئنہ دار لکھنؤ ہے

ابتک رخصت سفر نہ اترا
دامن پہ غبار لکھنؤ ہے

دل فکر مین تھا کہ دیکھئے اب
کیا لیل و نہار لکھنؤ ہے

اک دن یہ سنا کسی سے مین نے
زور بازار لکھنؤ ہے

اشعار وہ چھپ رہے ہین جسمین
لطف گفتار لکھنؤ ہے

پھولونکی مہک چمن سے آئی
یا مشک تتار لکھنؤ ہے

دیوان فصاحت سخنور
گویا گلزار لکھنؤ ہے

ہر شعر کا انکی روز مرّہ
شرح آثار لکھنؤ ہے

مستانہ جو شعر ہو یہ سمجھو
جام سرشار لکھنؤ ہے

تھی سال کی فکر دل یہ بولا
لکھ - باغ و بہار لکھنؤ ہے

منیر - از جناب مولوی محمد منیر صاحب مصحح مطبع ہذا

۱۳۴۳ھ

اُستاد نامور ہین وہ حضرت فصاحت
دنیا مین آج جنکا کوئی نہین ہے ثانی

پایا اسی چمن مین نشو و نما اُنھون نے
شعر و سخن مین گذری سب اُنکی زندگانی

بے مثل و بے بہا ہے دیوان یہ اُنھین کا
اہل سخن کو لازم ہے اُسکی قدردانی

بیجا نہین ہے اسکو نیرنگ چین جو کہیے
ہے ہیچ اسکے آگے نقش و نگار مانی

لکھدو منیر مصرع یہ سال عیسوی کا
یہ ثمرۂ فصاحت ہے گلشن معانی

۱۵ ۷۴۵ ۵۷۹ ۱۵ ۴۰۰ ۱۷۱

سنہ ۱۹۲۵ عیسوی

نوازش جناب نواب دلاور علیخانصاحب المخاطب بہ نوازش الدولہ بہادر خلف نواب فلک الدولہ بہادر مرحوم اشعار اوصاف مصنف دیوان ہٰذا

جو دنیا مین ہین یادگار امانت
مرے دوست ہین انکو سب جانتے ہین
یہ مختار ہین شاعران جہا ہین
ہمیشہ یہ اچھون سے ملتے رہے ہین
قصیدہ غزل کہنا حصہ ہے انکا
بہت خوب دیوان انکا چھپا ہے
بلاغت ہر اک لفظ سے اسکی ظاہر
مین کہتا بہت کچھ مگر کیا بیان ہو

ہے مشہور جنکا تخلص فصاحت
رئیس و شریف انکی کرتے ہین عزت
ہے نظرون مین سب کی بہت انکی وقعت
کہ اچھون کی اچھی ہی ہوتی ہے خصلت
کہ اس فن مین ہے خاص انکو مہارت
ہر اک بیت سے جسکی پیدا ہو جدت
ہر اک شعر ہے اسکا جان فصاحت
نہین کثرت کار سے مجکو مہلت

بس اتنا ہے کافی نوازش یہ لکھدو
فصاحت رہین تا قیامت سلامت

نصرت - جناب قاری یعقوب علیخانصاحب لکھنوی

عندلیب طبع دیوان فصاحت رابہین
در فصاحت در بلاغت بیعدیل و بےنظیر
فخر حسان رشک سحبان بلبل گلزار نظم
اے صبا در باغ عالم خوشہ چین را کن خبر
صرف شد عمر عزیز او بہ تحصیل کمال
ہمچو مہر روز روشن نور افشان بر زمین

صفحہ گلشن سرو مصرع نقطہ گل مضمون بہار
نازش اہل زمانہ افتخار دیادگار
شاعر سحر بیان و ماہر فن ذی وقار
مہر فیض عام انبار مضامین بےحصار
کہنہ گشت و ہم چنان تازہ بعالم نامدار
خود بہ دار لکھنؤ شاگرد آن در ہر دیار

گفت نصرت سال طبعش صوری و ہم معنوی
کین ہزار و سہ صد و چہل و سہ آمد در شمار

۱۳۴۳ھ

نوح - جناب محمد نوح صاحب تلمیذ رشید جناب داغ مرحوم

کیون نہ سب خوش ہون کہ دیوان فصاحت چھپ گیا / خلق کا مطلوب ہے آفاق کا محبوب ہے

حکم کی تعمیل مین اے نوح لکھدے سال طبع
واہ دیوان فصاحت واہ کیا ہی خوب ہے

۱۳۴۳ھ

نظم - جناب سید علی حیدر صاحب طباطبائی المخاطب بہ حیدر یار جنگ از حیدرآباد دکن

ہر طرف سے آرہی تھی ناشناسونکی صدا / اب نہین مطبوع معنی و بیان لکھنؤ

انکو دیوان فصاحت مین دکھا دونگا ضرور / جنکا ہے رنگ تغزل گلستان لکھنؤ

ہے کلام انکا بلند اسوجہ سے مشہور رہے / ہین گواہ اس کے زمین و آسمان لکھنؤ

فکر ہو نزل کی جسکو پیروی انکی کرے / کچھ نظر آتی ہے گرد کاروان لکھنؤ

یہ بیان وہ ہے کہ جسکے طرز پر مرتے ہین لوگ / یہ زبان وہ ہے جسے کہتے ہین جان لکھنؤ

اس سے پھیلی ہین فصاحت کی شعاعین ہند مین / صبح صادق ہے غبار آستان لکھنؤ

دلمین دیتے ہین جگہ جو لوگ ہین اہل نظر / قدر گو کرتے نہ ہون نا قدردان لکھنؤ

سامنے منکر کے پڑھ دے نظم یہ مصرع سال
دیکھ یہ ہین کتنی شیرین ہے زبان لکھنؤ

۱۳۴۳ھ

نکہت - جناب شیخ اصغر علیخانصاحب لکھنوی شاگرد مصنف دیوان ہذا

فصاحت میرے جو اُستاد ہین نام آور و کامل / نہین مثل و نظیر انکا کہ اس عالم مین ہین یکتا

ہزارون انکے ہین شاگرد یہ اُستاد نامی ہین / اگر فردوسی و طوسی کہین انکو نہین بیجا

عروض و قافیہ از بر بجور نوزدہ بر لب / جہا نمین کم کوئی ہوگا فصیح ایسا بلیغ ایسا

چراغ بزم حکمت ہین کہ علم آبائی انکا ہے / انھین سے نام روشن ہے امانت کا لطافت کا

چھپا دیوان وہ انکا کہ جو رشک خیابان ہے / جو صفحہ ہے وہ گلشن ہے جو مصرع ہے وہ ہے طوبیٰ

جو نقطے ہین وہ غنچے ہین حروف اسکے گل تر ہین / زمانے مین اگر باغ ارم سمجھین تو ہے زیبا

پے تاریخ اے نکہت صدا ہاتف کی یہ آئی
کلام شاعر شیرین زبان ہے یہ چھپا اچھا
۱۳۲۳ھ

وقار - جناب نواب سید سلطان حسین خانصاحب بہادر رئیس اعظم کانپور

ہوا طبع دیوان اُستاد کامل
زبنین شگفتہ تر و تازہ مضمون
عجب لطف ہے سیر کرنے مین اسکے
کوئی دے رہا ہے دعائین کسیکو
کوئی جان دیتا ہے خلوتمین رو کر
کسی سقف مسجد پہ بتخانہ گرنا
سنوارا ہے فکر فصاحت نے ایسا
غرض حسن و خوبی سے مملو ہے دیوان

ترا شکر اے خالق ذوالمنن ہے
خزان کا نہین دخل یہ وہ چمن ہے
نرالی ادا اپنی نرالا چلن ہے
کوئی کہہ رہا ہے وہ پیمان شکن ہے
کوئی محو آرائش انجمن ہے
کہین شیخ کا غل ہے چپ برہمن ہے
عروس سخن پر غضب کی پھبن ہے
وہ سمجھے گا جو ماہر راز فن ہے

وقار اب جو ہے فکر تاریخ تمکو
تو لکھو کہ جان فصاحت سخن ہے
۱۳۲۳ھ

وسیم - جناب سید محمد عسکری صاحب ساکن گورکھپور

فصاحت سے ہے لکھنؤ کو شرف
یہ بحر و جلال و تعشق کی طرح
سب اشعار دیوان کے اے وسیم
ہوئی فکر تاریخ یہ دیکھکر

سخن مین لطافت کے انداز ہین
سب اہل معانی مین ممتاز ہین
ہمارے لئے باعث ناز ہین
در فیض بھی چرخ پر باز ہین

فرشتے نے آواز دیکر کہا
فصاحت کے اشعار اعجاز ہین
۱۳۲۳ھ

واقف۔ جناب مرزا اواجد حسین صاحب تلمیذ رشید جناب اسیر مرحوم

بوسے فراق و وصل کبھی بوے یار آئے ۔۔۔ باد صبا کے دوش پہ ہو کر سوار آئے
دیوانہ وار جوش جنون کی ہوا چلے ۔۔۔ دامان گل کو کرتی ہوئی تار تار آئے
دیوان وہ چھپ گیا جو ہے گلزار عشق کا ۔۔۔ شہرت ہوئی کلام فصاحت کے بار آئے
جو راز تھا کلام فصاحت سے کھل گیا ۔۔۔ کیون حسن و عشق اپنے تجھے کوئی عار آئے
سلجھی ہوئی وہ طبع فصاحت کی ہے ہوا ۔۔۔ مضمون کی زلف بلغ سخن مین سنوار آئے
جو صفحہ ہے وہ اک سبد گل فروش ہے ۔۔۔ بلبل چمن چمن یہی جا کر پکار آئے

واقف ہے دیکھنے کا بڑا بلبلوں کو شوق
اس گلشن سخن مین وہ تازہ بہار آئے

ہلال۔ جناب محمد اختر حسین خانصاحب ساکن گورکھپور تلمیذ مصنف دیوان ہذا

میر عباس حسن صاحب علم ۔۔۔ ہست ذی مرتبت استاد من
در جہان است فصاحت مشہور ۔۔۔ شاعر نامور و فخر زمن
گشت مطبوع چو این دیوانش ۔۔۔ دیدہ از شوق ہلال اہل فن

ہاتف غیب بین طبعش
گفت واللہ گلستان سخن ہو
۱۳۴۲ھ

یونس جناب یونس حسین صاحب زیدپوری تلمیذ جناب اوج مرحوم

خدا رکھے فصاحت کو غنیمت لکھنؤ مین ہین ۔۔۔ بیان کیا ہو فصاحت کی فصاحت کا بلاغت کا
اُدہر ہر شعرا دہر خود بھی چراغ بزم معنی مین ۔۔۔ زمانے مین کیا ہر طرح روشن نام امانت کا
تلمذ گو نہین مجکو مگر استاد کہتا ہون ۔۔۔ سخن کی بات ہے باعث نہین دیرینہ اُلفت کا
مرے اُستاد مرزا اوج انکا وصف کرتے تھے ۔۔۔ لیاقت جسمین ہے قائل ہے دونو نکی لیاقت کا

چھپا ہے آپکا دیوان اصرار احبّا سے
کہ جسکی سیر سے دل بلغ باغ اہل بصیرت کا

پے تاریخ یونس نے کہا برجستہ یہ مصرع
عجب اسکے ہین گل چیدہ یہ گلشن ہے فصاحت کا

۱۳۴۳ھ

یکتا جناب نواب مرزا محمد ہادی علی خان صاحب لکھنوی

زہے فیض لطف کلام آفرین
بدین رفعت آمد عروج کمال

کسے را بہ استادیش عذر نیست
رسیدہ بہ مشق سخن شصت سال

بہ تحقیق از خاندان جلیل
زعلم و ادب چون فرشتہ خصال

زفکر رسا شاعران زمن
بہ نظم فصاحت کجا ہم خیال

بہ ہجری چہ تاریخ یکتا بگفت
کہ یک بیت دیوان ندارد مثال

۱۳۴۳ھ

غزل طرح نمائش و مشاعرہ عظیم الشان در شہر مین پوری بتاریخ ۱۹ ارمارچ ۱۹۲۵ء بنا نمودہ ڈپٹی کمشنر بہادر بوجہ بزرگی و اُستادی صدر نشین مشاعرہ مصنف دیوان ہذا مقرر شد

بجاے لوح اگر نقش پاے یار رہے
تو سجدہ گاہ خلائق مرا مزار رہے

جو باغ مین وہ ہوادار پر سوار رہے
جلو مین اسکی بڑے فخر سے بہار رہے

فنا کے بعد جو دل حد کا بیقرار رہے
تو شق ہزار جگہ سے مرا مزار رہے

شمار اسکا ہو بیتاب عاشقون مین خاک
مثال برق جو تھم تھم کے بیقرار رہے

اُسی مین دوستو مجھ زار کی بنا نا قبر
اگر زمین پہ یونہیں نقش پاے یار رہے

بہار آئے تو پھر بزم عام ساقی مین
شراب لائے یہی ہر طرف پکار رہے

لحد پہ شب کو اگر روشنی ہوئی تو کیا
گھرے اندھیرے مین ہم تو تہ مزار رہے

ابھی نہ جیب و گریبان کو پھاڑیں دیوانے
ہر ایک منتظر آمدِ بہار رہے

نہ عشق زلف مین جاتا رہے دلِ عاشق
اندھیری رات مین ڈاکے سے ہوشیار رہے

نصیب ہوگا نہ طفلی مین وصل عاشق کو
کہو شباب تک اُسکے امیدوار رہے

وہ مجھ سے پوچھتے ہین دن کو ہنسکے ہم جو نہ آئے
سنا ہے شب کو بہت آپ بیقرار رہے

پس فنا بھی فلک مجکو انقلاب مین لائے
میان شیشۂ ساعت مرا غبار رہے

جب آئے حشر کا دن خلد مین کہ دوزخ مین
مرے کریم کہان یہ گناہ گار رہے

جو اسکی باد بہاری سے ہو چمن مین خجل
تو مُنھ چھپائے ہوے غنچون مین بہار رہے

اُسی پہ دھوکے سے وہ ترک اپنے تیر لگائے
مری لحد کے قرین فرضی اک مزار رہے

جو اسکو اپنے دل مضطرب کا حال لکھون
تو نامہ ہاتھ مین قاصد کے بیقرار رہے

نہ کچھ خبر ہوئی پہلو سے دل گیا کیونکر
ہم ایسے محوِ رخ بے مثالِ یار رہے

چمن مین دہشت صیاد سے چھپے کس جا
جو نکلا غنچہ سے بو عندلیبِ زار رہے

جو ترک باہمی الفت بھی ہو تو عالم مین
ہمارا صبر ترا ظلم یادگار رہے

وہ رکھ کے شمع کو فانوس مین یہ کہتے ہین
اگر پتنگ ہے عاشق تو بیقرار رہے

ضرور صدر مین پائی جگہ فصاحت نے
گئے جو بزم رئیسان مین باوقار رہے

خاتمۃ الطبع رقم زدہ کلک حقیر فقیر راجی رحمۃ ربہ العلی الکبیر محمد منیر المتخلص بہ منیر لکھنوی
عفا عنہ اللہ القوی مصحح مطبع ہذا

ستم است اگر ہوست کشد کہ بسیر سرو سمن درآ
تو ز غنچہ کم نہ دمیدۂ در دل کشا بہ چمن درآ

الحمد للہ والمنہ کہ شعر و شاعری کے علم و فن کی کساد بازاری اور کم قدری کے زمانے مین بھی چند نفوس ایسے باقی ہین جو اپنا عزیز وقت اور دماغ کو دوسرون کے افاضۂ علم کیلیے ضائع کرنا اپنا فرض حقیقی خیال کرتے ہین اُن حضرات کا جو کچھ شکر ادا کیا جاے وہ کم ہے

وہ بچہ جسنے شاہجہان ایسے اولوالعزم بادشاہ کی گودین پرورشس پائی تھی کچھ ایسا مرغوب اور محبوب ہوا کہ ہر شخص اسکا گرویدہ ہوگیا اور دہلی سے نکلکر اُسنے جسوقت سے لکھنؤ مین قدم رکھا تو اہل لکھنؤ نے اُسکو ہاتھون ہاتھ لیا اور اپنے امکان بھر اُسکی آرائش اور زیبائش مین کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا مگر افسوس ہی کہ وہ بچہ جسکو اہل دہلی نے پالا اور اہل لکھنؤ نے سنوارا تھا آج دولت انگلشیہ کے ساتھ ساتھ ترقی تو ضرور کر رہا ہی لیکن یہ ترقی اُسکی اصلی ترقی نہین ہے بلکہ اُسکے دلدادہ اسکے بنانے کے بجاے اب اسکے مٹانے کی کوشش کر رہے ہین نئی روح اُسمین پھونکنا اسکے لیے زہر ہو رہا ہے خدا جانے آگے کیا حال ہو گا - مبارک ہین وہ ہستیان جو اب بھی اُس پُرانے دائرہ سے بال برابر بھی ہٹنا نہین چاہتین جو آتش و ناسخ اُنکے لئے کھینچ گئے ہین منجملہ اُنکے ایک محترم بزرگ عالی خاندان شاعر نامور اُستاد الاساتذہ جناب سید عباس حسن صاحب حسرت مدظلہ العالی ہین جنھون نے اپنے برادر بزرگ جناب لطافت مرحوم سے اس فن موروثی کو حاصل کیا اور اُنھین کی حیات مین شہرون شہرون آپکا شہرہ ہو گیا - حضرت لطافت مرحوم اپنے زمانے کے بڑے استادون مین گنے جاتے تھے اور آپکے والد ماجد حضرت امانت مرحوم تو وہ بزرگ تھے جن کو اہل لکھنؤ کبھی بھول نہین سکتے - آپ کے شاگردون کا دائرہ بہت وسیع ہے آپنے اپنی تمام عمر اسی فن مین گذاری ہی یہ دیوان آپ کی چھپن برس کی محنت کا نتیجہ ہے آپ کی ناموری اسی سے ظاہر ہے کہ اکثر شاعران نامی نے اپنے حسن عقیدت اور محبت کا اظہار دیوان ہذا کی تاریخ طبع تحریر فرماکر کیا ہے خداے تعالے آپ کی عمر مین بھی اور برکت دے اور اس دیوان کو مقبول عالم و عالمیان کرے آمین - اور جزاے خیر دے فخر تاجران روزگار آقاے نامدار جناب منشی کشن نرائن صاحب ادام اللہ اقبالہ و اجلالہ مالک مطبع ہذا کو جن کی دریا دلی اور فیاضی سے بصرف زر کثیر یہ شاہد رعنا پردہ خفا سے عالم ظہور مین آیا اور اس نعمت غیر مترقبہ کو ہم نے کامل و مکمل پایا کہان ہین شائقین زبان اُردو اور مذاق سخن رکھنے والے آئین اور جلد سے جلد اس یوسف کے خریدار بنکر حظ وافر اُٹھائین خدا کا شکر ہے کہ دیوان ہذا موسوم بہ ثمرۂ فصاحت بماہ مئی ۱۹۲۵ع مطبع منشی نول کشور واقع لکھنؤ مین طبع ہو کر نذر ناظرین شائقین ہوا - تمام شد